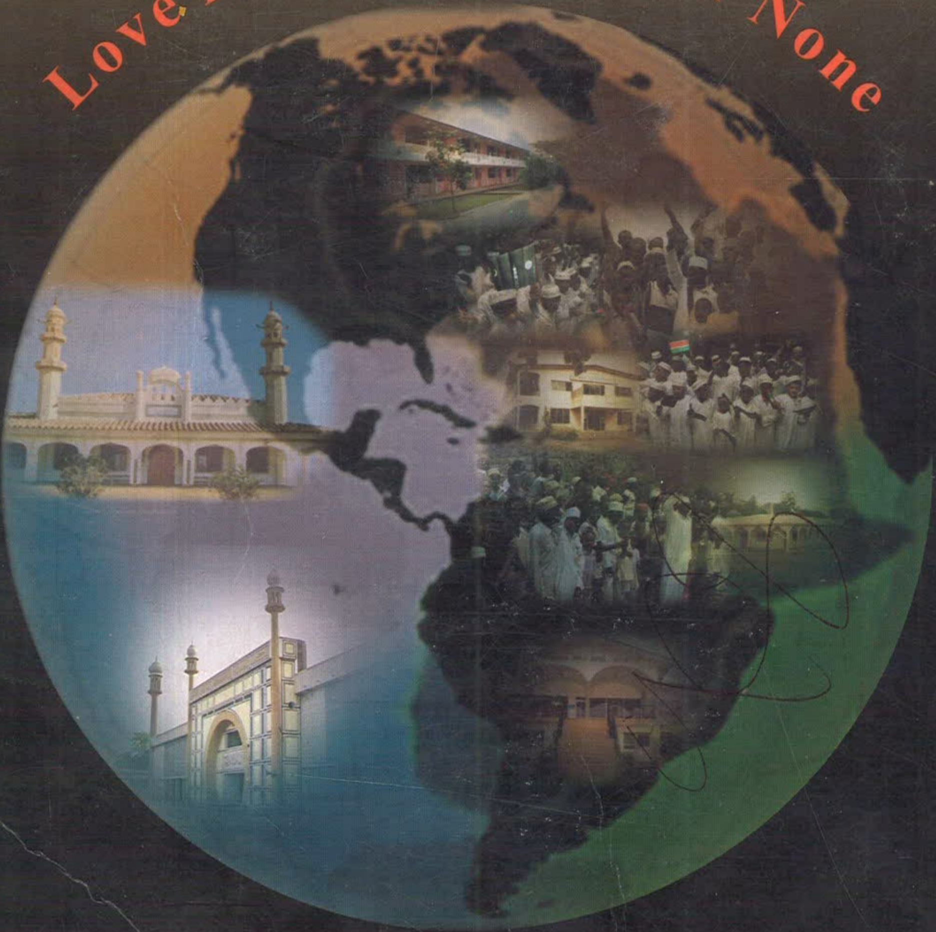
سیدنا ناصرؓ نمبر

ماہنامہ

مصباح

Love for All Hatred for None



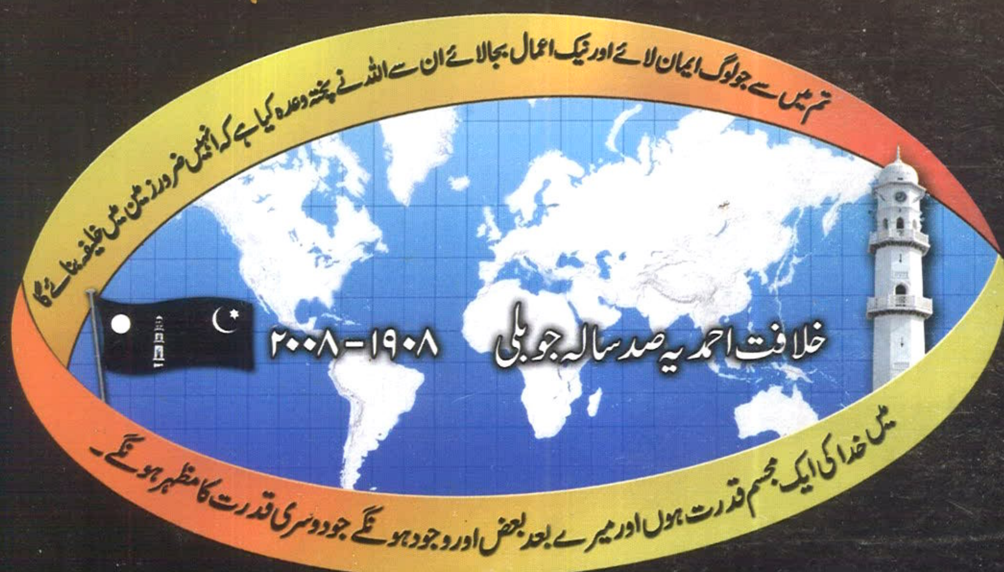
جون، جولائی 2008ء

احسان، وفا 1387ہش

مدیر

مرزا خلیل احمد قمر

مبارک سو مبارک



تمام قارئین مصباح کی خدمت میں خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

کی مبارکباد پیش ہے۔

احمدی مستورات کی تعلیم و تربیت کے لئے

ماہنامہ
مصباح

مدیر
مرزا خلیل احمد قمر

احسان وفاء 1387 ......جون، جولائی 2008ء
جلد نمبر..............81/56
شمارہ نمبر..............7

فہرست مضامین حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر 2008ء

قیمت پرچہ ھذا: .... 200 روپے ہے۔
سالانہ خریدار کو اُسی قیمت میں ملے گا۔

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ مصباح
چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ

پبلشر: شیخ خورشید احمد
پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

اُنہوں نے وہ کہا ہے
جو مَیں کہلوانا چاہتا ہوں
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک اہم رؤیاء

چار اور پانچ جون 1955ء کی درمیانی رات کو دیکھا:۔

مَیں نے دیکھا کہ میرے سامنے کوئی شخص بیٹھا ہے۔ اور میں نے کوئی فقرہ کہا ہے جس میں جماعتِ احمدیہ پر کچھ تنقید ہے۔ مَیں نے محسوس کیا کہ اس دُوسرے شخص نے اس تنقید کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ اور یہ سمجھا ہے کہ اس تنقید کو سُن کر دشمن اور دوست دلیر ہو جائیں گے اور جماعت احمدیہ کا درجہ گرائیں گے۔ اس کے بعد میرے دو لڑکوں نے بھی اُسی قسم کا کوئی فقرہ کہا ہے۔ اور ان دو لڑکوں میں سے ایک مرزا ناصر احمد معلوم ہوتے ہیں۔ میرے لڑکوں کا فقرہ سن کے اس شخص کے چہرہ پر ایسے آثار ظاہر ہوئے کہ گویا وہ کہتا ہے دیکھئے جو مَیں سمجھا تھا ویسا ہی ہوا۔ اس پر مَیں نے کہا کہ تم ان لڑکوں کی بات نہیں سمجھے۔ انہوں نے تو وہ کہا ہے جو میں کہلوانا چاہتا تھا۔ ان کے فقرے سے یہ مراد ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے تقویٰ اور اخلاق کا مقام اونچا کرنا چاہئے۔ اور ہم اب اس کے لئے کوشش کریں گے۔ پھر مَیں نے کہا کہ اگر اسی طرح جماعت کے دُوسرے مخلصین میں بھی احساس پیدا ہو جائے جو میری غرض تھی۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت نہایت بلند رُوحانی معیار پر پہنچ جائیگی۔ اور اس طرف توجہ دلانا میرا مقصود تھا۔ پھر میری آنکھ کھُل گئی۔

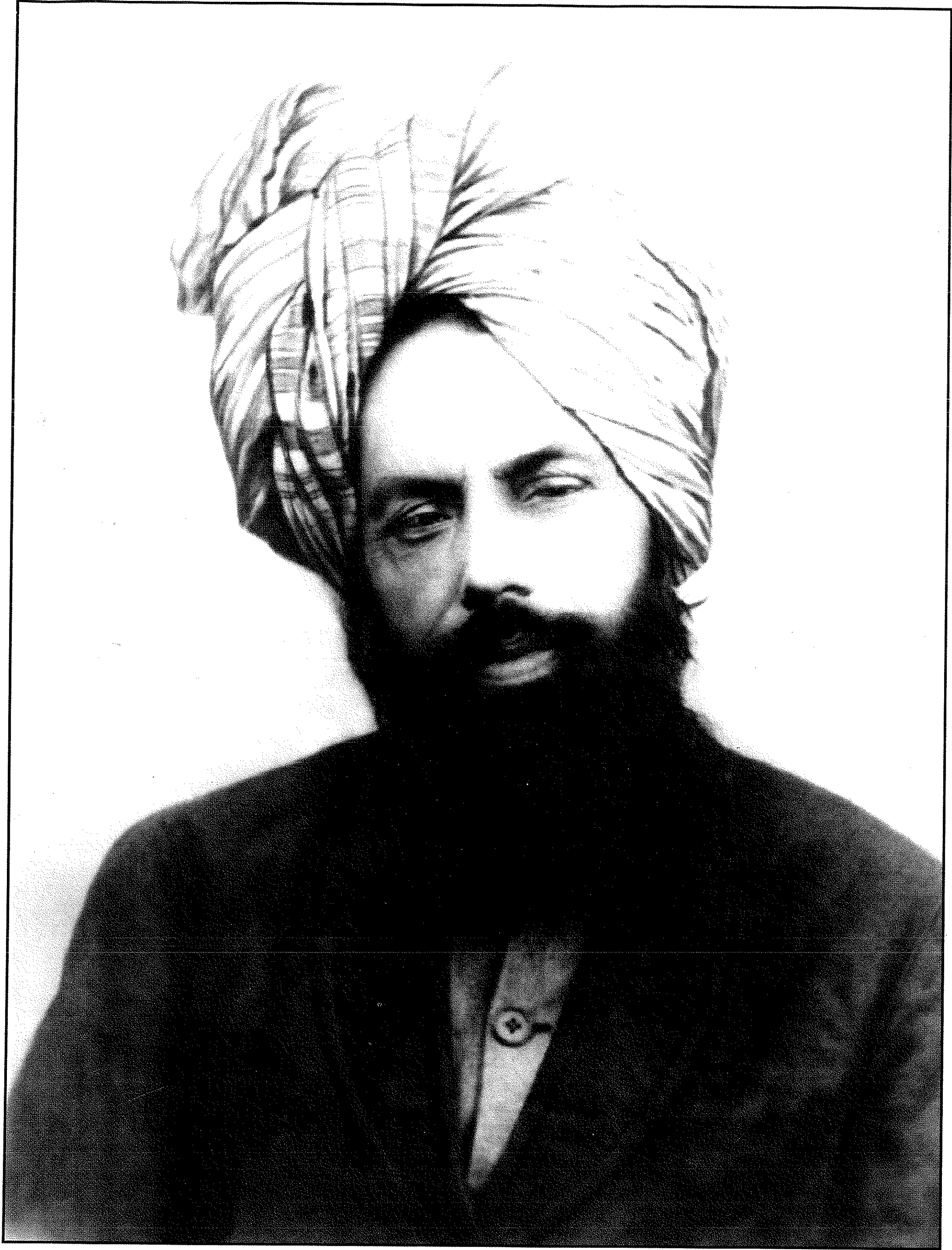
(الفضل 14 جون 1955ء رؤیا و کشوف سیّدنا محمود ص:552)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

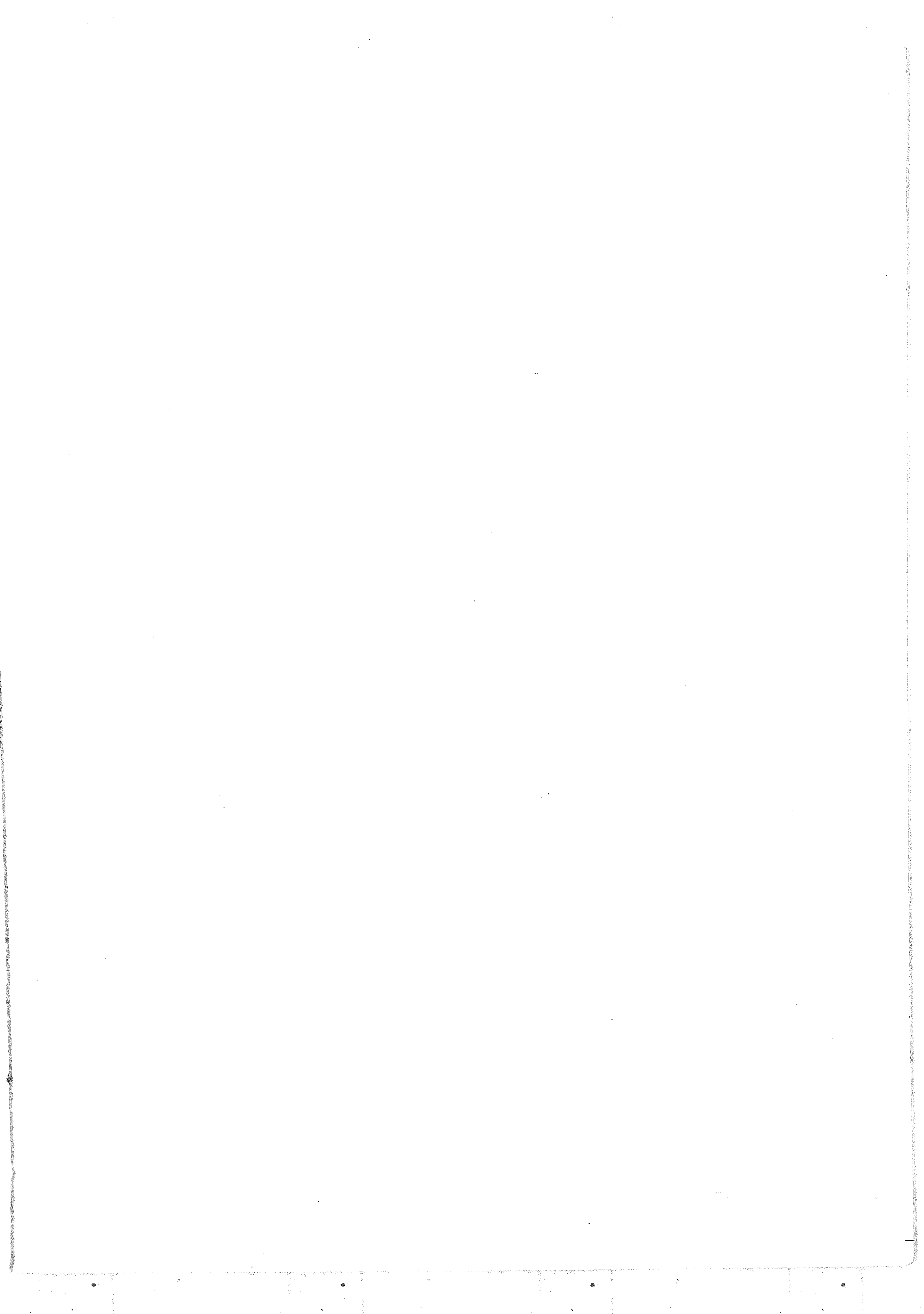
”مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائیگی۔

اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے رُوح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

(روحانی خزائن جلد 20 رسالہ الوصیت ص:306 تا 307)



سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی مسعود علیہ السلام



قال اللہ تعالیٰ:۔

''اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کردے گا وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیے جائیں گے۔'' (سورۃ النور آیت نمبر 56 ترجمہ اَز تفسیر صغیر)

''اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اسے بھیجے گا اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے ملی نہیں۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''
(سورۃ الجمعۃ۔ آیت نمبر 4)

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:۔

''آخری زمانہ میں اُمتِ محمدیہ میں پھر خلافتِ راشدہ کا دور آئے گا۔''

(مسند احمد حنبل)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تجھ پر توکّل کرتا ہوں۔ تیری طرف جھکتا ہوں تیری مدد سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ میں تیری عزّت کی پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تو مجھے گمراہی سے بچا۔ تو زندہ ہے تیرے سوا کسی کو بقا نہیں۔ جنّ وانس سب کے لئے فنا مقدّر ہے۔ (مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شرما عمل ومن شرما لم یعمل)

ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پر شوکت الفاظ میں تحریر فرمایا کہ:۔

''خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا اِنَّـا نُبَشِّـرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ يَنزِلُ مَنزِلَ الْمُبَارَكِ یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں۔ جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہہ[1] ہوگا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو، اس لئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے اور ایک الہام میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا أُرِيحُكَ وَلَا أُجِيحُكَ وَأُخرِجُ مِنكَ قَوماً یعنی مَیں تجھے راحت دوں گا۔ اور مَیں تیری قطع نسل نہیں کروں گا اور ایک بھاری قوم تیری نسل سے پیدا کروں گا اور یہ خدا کا کلام ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا۔ اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمر پائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ آج جو خدا کی طرف سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے وہ کس شان اور قوت اور طاقت سے ظہور میں آئیگی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں'' ....

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص:717-716 اشتہار تبصرہ 5 نومبر 1907)

اور آپؑ مزید فرماتے ہیں:۔ بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا۔ جیسا کہ اسی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ 139 میں اس طرح پر یہ پیشگوئی لکھی ہے:۔ وَبَشَّرَنِی بِخَامِسٍ فِیُ حِینَ مِنَ الْاَحْیَانِ یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اُس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا۔ اور اس کے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر و الحکم میں مدت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اِنَّـا نُبَشِّـرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ ط نَـافِلَةً مِّنْ عِندِی یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔......(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 229-228)

(1۔ اب تو واقعات نے بتا دیا ہے کہ شبیہہ مبارک احمد سے مراد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ ہی ہیں۔)

اداریہ

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

ناصرِ دین! تیری روحِ مقدس کو سلام
دینِ احمد کی تب و تاب بڑھا دی تُو نے
دے کے اسپین کو اللہ کے گھر کا تحفہ
ظلمتِ کفر میں اک شمع جلا دی تُو نے
(ثاقب زیروی)

سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ربّ جلیل کے خلیفہ موعود تھے ان کی نسبت ہزاروں سال قبل طالمود میں خبر دی گئی تھی۔ یہ ہے وہ خدا نما شخصیت جس کی مقدس سیرت کے سدا بہار درخت اور غیر محدود چمنستان کے چند پھول اس وقت پیش کرنا مقصود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا۔ کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ 139 میں یہ پیشگوئی ہے۔

"وَبَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ" (روحانی خزائن جلد 19 ص:360)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے 26 دسمبر 1905ء کو یہ بشارت دی:

"اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّکَ نَافِلَةً مِّنْ عِنْدِیْ"

یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ تیرے لیے نافلہ ہے وہ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ (تذکرہ ص:588)

حضرت فضلِ عمر خلیفۃ المسیح الثانی کو بھی خدا تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ

"مَیں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا" (الفضل 8 اپریل 1915ء)

یہ دونوں الٰہی وعدے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بابرکت ذات میں ایک عظیم شان کے ساتھ پورے ہوئے۔

ان بشارتوں کے عین مطابق 16 نومبر 1909ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود کے ہاں حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا جن کا نام مرزا ناصر احمد رکھا گیا۔

مرا ناصر مرا فرزندِ اکبر
ملا ہے جس کو حق سے تاج و افسر
(کلام محمود)

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے فرزندِ ارجمند اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد علیہ السلام کے پوتے اور تیسرے روحانی جانشین تھے۔

آپ کی پرورش حضرت اماں جان کی مبارک گود میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی اپنی اس خوش بختی پر ناز فرماتے اور لطف وسرور کے احساس میں ڈوب کر فرمایا کرتے :۔

''میری تربیت تو اماں جان نے کی تھی''

نوعمری سے ہی آپ کی ذات کے دھارے کا رُخ خدمتِ دین کی طرف تھا۔ ایک جگہ اپنی ڈائری میں فرماتے ہیں۔

''اپنی ہر چیز کو قربان کر دوں گا مگر دینِ حق کی عزت دنیا میں قائم کر کے چھوڑوں گا''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

ے یادِ خدا میں لگ جا تو دید بُتاں طلب نہ کر
محوِ خیال یار ہو ساقی و مے طلب نہ کر (مرزا ناصر احمد)

محبت آپؒ کی شخصیت کا نمایاں ترین وصف تھا۔ محبت کے اسی گہرے جذبے کی عکاسی کرتا ہوا آپ کا یہ قول جسے اپنے اور غیر سبھی سراہتے ہیں۔

''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''

اور آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس قول کی سچی تصویر تھا۔ آپؒ بے انتہا محبت فرماتے لیکن محبت کو جتانا ناپسند فرماتے۔ اپنے جن پیاروں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کا کام لینا ہو تو وہ شروع ہی سے ان کی تعلیم وتربیت کا خود التزام فرماتا ہے۔ ایسا ہی انتظام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے لئے بھی کیا کہ پہلے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کا تاج اپنے سر پر سجایا اور تیرہ برس کی عمر میں قرآن کریم مکمل حفظ کر لیا 1929ء میں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور سے 1934ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ اسی سال 2 جولائی 1934ء کو حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت نواب محمد علی خانصاحب مرحوم سے آپ کا نکاح ہوا۔ 6 اگست 1934ء کو رخصتانہ ہوا۔ ایک ماہ بعد آپ بغرض تعلیم انگلستان روانہ ہوئے۔ اور 9 نومبر 1938ء کو آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کر کے واپس قادیان تشریف لائے۔ پھر جامعہ احمدیہ کے پرنسپل اور بعدہٗ پرنسپل تعلیم الاسلام کالج اور مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر کے ساتھ ساتھ صدر مجلس انصار اللہ

مرکز یہ نیز مختلف جماعتی خدمات کی وافر توفیق ملی۔

7اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب حضرت مصلح موعود وفات پا گئے۔ لیکن قدرت ثانیہ کا روحانی سلسلہ اسی آب وتاب اور روانی کے ساتھ جاری رہا۔ آنے والا وجود جانے والے وجود کے کارناموں کی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہو کر بلند سے بلند تر عمارت بناتا چلا گیا۔ جماعتی ترقی کی ہر نئی اینٹ اپنی بنیاد کو مستحکم کرتی چلی جاتی ہے۔

3 دسمبر 1981ء کو حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس موقع پر بھی خدا کے آگے سر تسلیم خم کیا اور کمال حوصلہ سے اس صدمہ کو برداشت کیا۔

پھر حضورؒ نے خالصتاً دینی اغراض کے لئے نکاح کا ارادہ فرمایا بہت دعاؤں کے بعد 11 اپریل 1982ء کو آپؒ کی شادی مکرمہ حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

نکاح کے تقریباً ایک ماہ بعد آپ بیمار ہو گئے اور مختصر علالت کے بعد 9 جون 1982ء کو رات ایک بجے آپؒ اسلام آباد میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) 10 جون کو آپؒ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ 10 جون 1:30 بجے دوپہر انتخاب خلافت کا وقت مقرر ہوا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع منتخب ہوئے اور بعد نماز عصر حضرت مرزا ناصر احمدؒ صاحب کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور پھر تدفین عمل میں آئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت و برکت کا ایک نہایت تابندہ ودرخشندہ نشان تھے۔ آپ نے اپنے نورانی وجود کے لمعاتِ نور سے ایک جہان کو منور کیا اور مشرق و مغرب میں بسنے والی قوموں کے لاکھوں افراد کو برکت بخشی۔ پھر حضرت مصلح موعود کے فرزندِ ارجمند ہونے کی وجہ سے تعلق باللہ، قرب الٰہی کی نعمتوں سے آپ کو وافر حصہ ملا۔ علوم ظاہری و باطنی آپ کو عطا کئے گئے اور خاص طور پر اولوالعزمی آپ کو عطا ہوئی۔ 1974ء کے پُر آشوب دور میں آپ کی اولوالعزم قیادت میں جماعت جس شان سے سرخرو ہو کر نکلی وہ آپ کی بلند حوصلگی کا ثبوت ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بلند مرتبہ و مقام حاصل تھا اور آپ اخلاق حمیدہ، اوصاف عالیہ سے متصف تھے۔ اور آپ کی نہایت مطہر و پاکیزہ زندگی، ظاہری و باطنی حُسن سے آراستہ دل آویز شخصیت آپؒ کی ارفع و اعلیٰ شان اور آپ کے کارہائے نمایاں، آپ کے نام اور آپ کے کام کو رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھیں

گے۔آپؒ کا سترہ سالہ مقدس ومبارک دورِ خلافت بے شمار افضال خداوندی اور تائیدات الٰہیہ سے روشن تھا آپ نے بہت عظیم الشان اور انقلاب انگیز کارنامے سرانجام دیئے۔آپ کی متعدد تحریکات (جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا) اوران کے بابرکت نتائج سے جماعت کو نہ صرف استحکام حاصل ہوا بلکہ جماعت احمدیہ شاہراہ ترقی پر تیزی سے گامزن ہوئی۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا الہام ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' اپنے ظاہری معنوں کے لحاظ سے پورا ہوا اور اس کے پہلے مصداق بننے کی سعادت گیمبیا کے گورنر جنرل ایف۔ایم۔سنگھاٹے کو حاصل ہوئی۔برِّ اعظم افریقہ میں احمدیت کا پیغام جس شان سے پھیلا وہ بھی آپ کے دور کا ایک عظیم درخشندہ باب ہے۔نیز حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام کہ:۔''میرے فرقہ کے لوگ علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے'' مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی صورت میں پورا ہوا۔

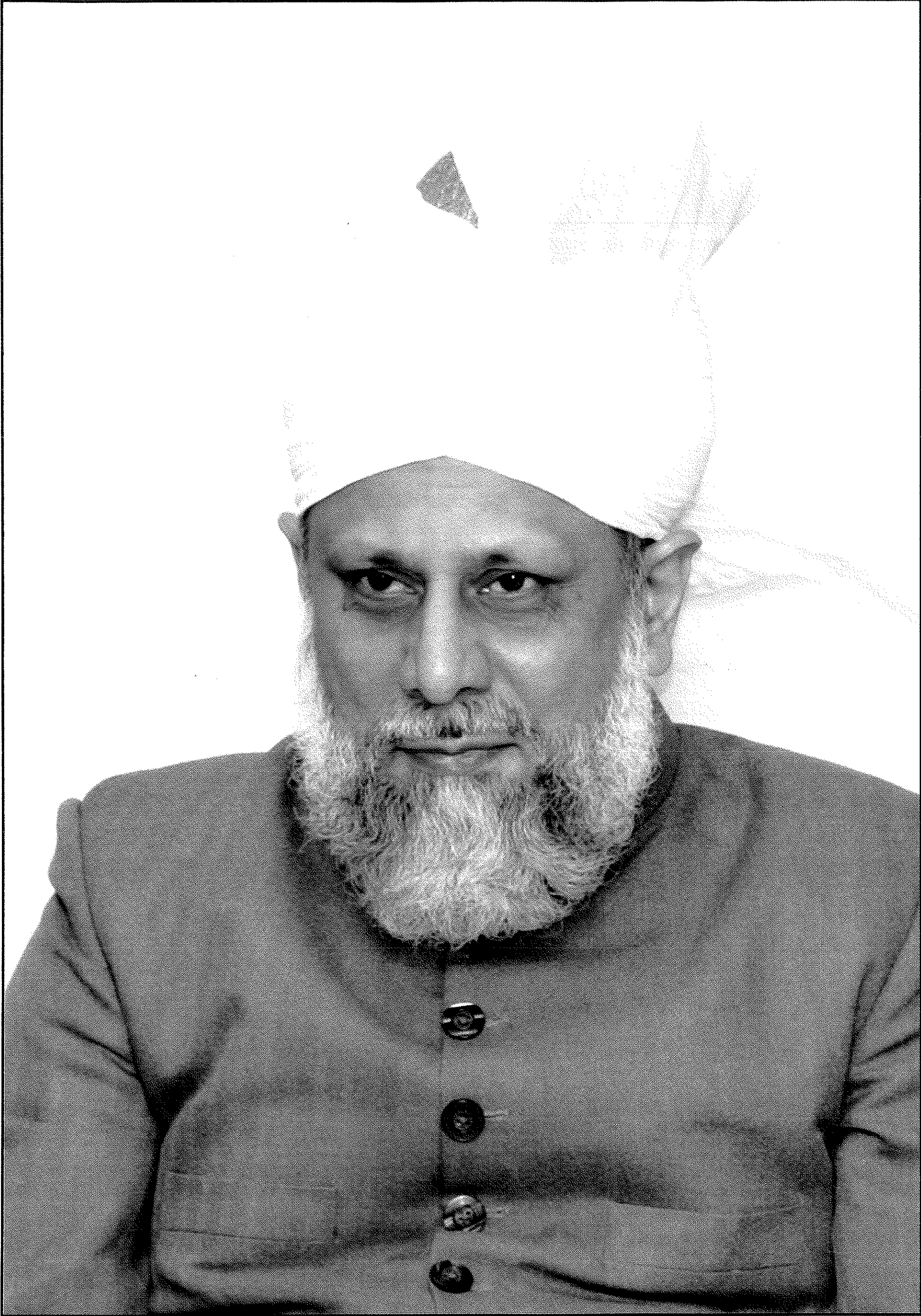
خدا تعالیٰ کے فضل سے نصرت جہاں سکیم بھی بہت بابرکت ثابت ہوئی۔سینکڑوں بیوت الذکر،تعلیمی ادارے اور ہسپتال قائم ہوئے اوران میں احمدی داعیان الی اللہ،اساتذہ اورڈاکٹرز خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

تعلیمی ترقی کے لئے آپ نے عظیم الشان منصوبہ جاری فرمایا کہ احمدی لڑکے یا لڑکی کوکم ازکم میٹرک پاس ہونا چاہیے۔اس منصوبے کا ایک اہم حصّہ بورڈ یا یونیورسٹی میں اوّل،دوم،سوم آنے والے احمدی طلبہ میں طلائی تمغہ جات کی سکیم تھی جو اب بھی جاری ہے۔

آپؒ نے احمدیہ صد سالہ جوبلی فنڈ کا اعلان فرمایا۔اوراس سلسلہ میں دعائیہ عظیم روحانی پروگرام جس پر آج بھی عمل درآمد ہو رہا ہے۔الغرض سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زندگی اور سیرت طیبہ اور کارناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے قریباً سترہ سالہ عہدِ خلافت میں خلافت اور جانشینی کا کماحقہ حق ادا فرمایا ہے۔اورآپ اپنے عظیم کارناموں کی بنا پر زندہ وجاوید ہیں آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک خدمتِ دین میں گزارے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور بے شمار رحمتیں ہر آن آپ پر برستی رہیں۔(آمین)

تمہاری قبر پر تا حشر باران کرم برسے
تمہاری رُوح کو حاصل ہو وصل و رحمت باری
خدا حافظ تمہارا ہو تمہیں جس نے بلایا ہے
ہمارا بھی خدا حافظ خدا داری چہ غم داری



سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بر موقعہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

لندن

09.12.2007 میرے پیارے عزیز احباب جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج خلافتِ احمدیہ کے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ یہ دن ہمیں سو سال سے زائد عرصے میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کی تاریخ اور اس وقت کی یاد بھی دلاتا ہے جب آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مارچ 1889ء میں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔ آپ کا مشن اور اس جماعت کے قیام کا مقصد خدا اور بندے میں تعلق پیدا کرنا، بنی نوع انسان کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بننے کی تعلیم دینا اور اس کے لئے کوشش کرنا، تمام اقوام عالم کو امت واحدہ بنا کر آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنا، انسان کو انسان کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا تھا۔ وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے زمانے کے امام اور مسیح و مہدی کے لقب سے ملقب کر کے بھیجا تھا۔ قیامِ جماعت اور آغازِ بیعت 1889ء سے 1908ء تک تقریباً انیس سال اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت سے اپنے مشن کو تمام تر مخالفتوں اور نامساعد حالات کے باوجود اس تیزی سے لے کر آگے بڑھا کہ ہر مخالف جو بھی اس جری اللہ کے مقابلہ پر آیا ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنے والا بنا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق کہ ہر انسان جو اس فانی دنیا میں آیا اس نے آخر کو اس دنیا کو چھوڑنا ہے اور وہ شخص جو اللہ کا خاص بندہ اور رسول اللہ ﷺ کا عاشق صادق تھا، وہ تو اپنے آقا کی سنّت کی پیروی میں رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے ہر وقت

بے چین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جسے امام آخرالزمان بنا کر بھیجا تھا، واپسی کے اشارے دیتے ہوئے یہ تسلی دی کہ گو تیرا وقت اب قریب ہے لیکن چونکہ تجھے میں نے اپنے اعلان کے مطابق امام آخرالزمان بنایا ہے، اس لئے اے میرے پیارے! اے وہ شخص جو میری توحید کے قیام اور میرے محبوب نبی ﷺ کی حکومت تمام دنیا میں قائم کرنے کا درد رکھتا ہے تو یہ فکر نہ کر کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے اس کام کی تکمیل کی انتہائیں کس طرح حاصل ہوں گی۔ تو یاد رکھ کہ میرے نبی ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جسے میری تائید حاصل ہے، اب خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تا قیامت قائم ہونی ہے، اس لئے تیرے بعد یہی نظامِ خلافت ہے جس کے ذریعہ سے میں تمام دنیا میں اپنی آخری شریعت کے قیام و استحکام کا نظام جاری کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی آپ کو اس تسلی کے بعد آپ علیہ السلام نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ۔ (سورۃ المجادلہ:22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

(2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ

جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا (سورۃ النور:56) یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے“۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20۔ صفحہ 304-305)

پھر فرمایا:

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن

ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو"۔ (رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20۔ صفحہ 305-306)

پس جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا وہ وقت بھی آ گیا جب آپ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور ہر احمدی کا دل خوف و غم سے بھر گیا لیکن ...... کی دعاؤں سے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہوئے زمین و آسمان نے پھر ایک بار وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا کا نظارہ دیکھا۔ وہ عظیم انقلاب جو آپ نے اپنی بعثت کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے عظیم نظام کے ذریعہ جاری رکھا۔ آپ کی وفات پر اخبار وکیل میں مولانا ابوالکلام آزاد نے یوں رقم فرمایا۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ .... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔" (اخبار "وکیل" امرتسر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم۔ صفحہ 560)

پس اس انقلاب کا اعتراف غیروں کی زبان اور قلم سے نکلوا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا خاص تائید یافتہ تھا لیکن غیر کی نظر اس طرف نہ گئی کہ وہ تائید یافتہ جس انقلاب کو برپا کر گیا ہے۔ اس انقلاب کو آپ کی

پیروی کرنے والوں کے ذریعہ سے نعمت خلافت کے ذریعہ جاری رکھنے کا بھی اس ذوالعجائب اور قدیر ہستی کا وعدہ ہے اور اس کی تصدیق ہوتے ہوئے ایک دنیا نے حضرت مولانا نورالدین۔ خلیفۃ المسیح الاوّل کے انتخاب خلافت کے وقت دیکھا۔ باوجود اس کے کہ مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ ایک منظم جماعت کو دیکھ رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خلافت کے قیام کا نظارہ دیکھ چکے تھے لیکن انہوں نے جماعت کو، اس جماعت کو جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کردہ جماعت تھی ایک منظم کوشش کے تحت توڑنے کی کوشش کی۔ جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا

"اُذْكُرْ عَلَيْكَ نِعْمَتِىْ۔ غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِىْ رَحْمَتِىْ وَ قُدْرَتِىْ"۔

ترجمہ: میری نعمت کو یاد کر۔ میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور اپنی قدرت کا درخت لگا دیا ہے۔ (تذکرہ صفحہ 428)

پس اس وعدہ کے مطابق وہ ہمیشہ کی طرح ناکام ہوئے۔ گو کہ یہاں تک مخالفت کی شدت میں بڑھے کہ ایک اخبار نے لکھا:

"ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدا لگتی کہنے کو تیار ہیں کہ...... سے ہو سکے تو مرزا کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آئندہ کوئی...... یا غیر...... مورخ تاریخ ہند یا تاریخ...... میں ان کا نام تک نہ لے"۔

(اخبار "وکیل" امرتسر 13۔ جون 1908ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 205-206)

لیکن آج تاریخ احمدیت گواہ ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ان کا نام لیوا تو کوئی نہیں لیکن خلافت کی برکت سے احمدیت دنیا میں پھول پھل رہی ہے اور کروڑوں اس کے نام لیوا ہیں۔

اپنی بیہودہ گوئیوں میں یہاں تک بڑھے کہ ایک اخبار "کرزن گزٹ" نے لکھا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی پہلی جلسہ کی تقریر میں بیان کیا کہ

"اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جوان کا امام بنا ہے اس سے تو کچھ ہوگا نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ تمہیں کسی مسجد میں قرآن سنایا کرے"۔ (تاریخ احمدیت جلد 3۔ صفحہ 221)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا سبحان اللہ یہی تو کام ہے۔ خدا توفیق دے۔ بدقسمتی سے جماعت کے

بعض سرکردہ بھی خلافت کے مقام کو نہ سمجھے۔ سازشیں ہوتی رہیں لیکن خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا بڑھتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق محبّوں کی جماعت بڑھتی رہی اور کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

پھر خلافت ثانیہ کا دور آیا تو بعض سرکردہ انجمن کے ممبران کھل کر مخالفت پر کمربستہ ہو گئے لیکن وہ تمام سرکردہ علم کے زعم سے بھرے ہوئے، تجربہ کار پڑھے لکھے اس پچیس سالہ جوان کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور اس نے جماعت کی تنظیم، تبلیغ، تربیت، علوم و معرفتِ قرآن میں وہ مقام پیدا کیا کہ کوئی اس کے مقابل ٹھہر نہ سکا۔ جماعت پر پریشانی اور مخالفتوں کے بڑے دور آئے لیکن خلافت کی برکت سے جماعت ان میں کامیابی کے ساتھ گزرتی چلی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے باون سالہ دورِ خلافت کے حالات پڑھیں تو پتہ چلے کہ اس پسرِ جری اللہ نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

دنیائے احمدیت میں حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد پھر ایک مرتبہ خوف کی حالت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسے چند گھنٹوں میں امن میں بدل کر قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کا روشن چاند جماعت کو عطا فرمایا۔ حکومتوں کے ٹکرانے کے باوجود، ظالمانہ قوانین کے اجراء کے بعد تمام مسلمان فرقوں کی منظم کوشش کے باوجود، یہ قافلہ ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ پیار و محبت کے نعرے لگاتا ہوا، غریب اقوام کے غریب عوام کی خدمت کرتے ہوئے، انہیں رسول عربی ﷺ کا پیغام پہنچاتے ہوئے آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرتا چلا گیا۔

پھر وہ وقت آیا کہ الٰہی تقدیر کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہو گئے۔ پھر اندرونی اور بیرونی فتنوں نے سر اٹھایا لیکن خدائی وعدہ کے مطابق جماعت احمدیہ کو خلافت رابعہ کی صورت میں تمکنت دین عطا ہوئی۔ ہر فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔ ظالمانہ قانون کے تحت ہاتھ پاؤں باندھنے والوں اور ''احمدیت کے کینسر'' کو ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا۔ پاکستان میں ظالمانہ قانون کی وجہ سے خلیفۂ وقت کو ہجرت کرنا پڑی لیکن یہ ہجرت جماعت کی ترقی کی نئی منازل دکھانے والی بنی۔ ایک بار پھر غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِی کا وعدہ ہم نے پورا ہوتے دیکھا۔ تبلیغ کی وہ راہیں کھلیں جو ابھی بہت دور نظر آتی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے وعدے کو کہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

خلافتِ رابعہ کے دور میں MTA کے ذریعہ سے یوں پورا ہوتا دکھایا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اگر ہم اپنے وسائل کو دیکھیں اور پھر اس چینل کے اجراء کو دیکھیں تو ایمان والوں کے منہ سے بے اختیار اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے الفاظ نکلتے ہیں۔ اسی چینل نے آج مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ہر مخالف احمدیت کا منہ بند کر دیا ہے۔ پس وہی لوگ جو خلیفۂ وقت کو عضو معطل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، ان کے گھروں کے اندر MTA نے اس مردِ مجاہد کی آواز پہنچادی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب قرآن کریم کا آسمانی مائدہ آج ہر گھر میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے پہنچ گیا۔

پھر کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے قانون کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک دنیا نے دیکھا اور MTA کے کیمروں کی آنکھ نے سیٹلائٹ کے ذریعہ ایک نظارہ ہر گھر میں پہنچایا۔ وہ نظارہ جو اپنوں اور غیروں کے لئے عجیب نظارہ تھا۔ اپنے اس بات پر خوش کہ خدا تعالیٰ نے خوف کو امن سے بدلا اور غیر اس بات پر حیران کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں یہ کیسی جماعت ہے جسے ہم سو سال سے ختم کرنے کے در پے ہیں اور یہ آگے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ ایک مخالف نے برملا اظہار کیا کہ میں تمہیں سچا تو نہیں سمجھتا لیکن اس نظارے کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ لگتی ہے۔

میرے جیسے کمزور اور کم علم انسان کے ہاتھ پر بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جمع کر دیا اور ہر دن اس تعلق میں مضبوطی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا سمجھتی تھی کہ یہ انسان شائد جماعت کو نہ سنبھال سکے اور ہم وہ نظارہ دیکھیں جس کے انتظار میں ہم سو سال سے بیٹھے ہیں لیکن یہ بھول گئے کہ یہ پودا خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا ہے۔ جس میں کسی انسان کا کام نہیں بلکہ الٰہی وعدوں اور تائیدات کی وجہ سے ہر کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ الہام پورا فرما رہا ہے کہ ”میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں“۔

پس یہ الٰہی تقدیر ہے۔ یہ اسی خدا کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹے وعدے نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پیارے جو آپ کے حکم کے ماتحت قدرت ثانیہ سے چمٹے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا پر غالب آنا ہے کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آج اس قدرت کو سو سال ہو رہے ہیں اور ہر روز نئی شان سے ہم اس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے جماعت کی مختصر تاریخ بیان کر کے بتایا ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو قدرت ثانیہ سے چمٹ کر اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کریں۔ آج ہم نے عیسائیوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہودیوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ ہندوؤں کو بھی اور ہر مذہب کے ماننے والے کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہ خلافتِ احمدیہ ہے جس کے ساتھ جڑ کر ہم نے روئے زمین کے تمام......کو بھی مسیح و مہدی کے ہاتھ پر جمع کرنا ہے۔

پس اے احمدیو! جو دنیا کے کسی بھی خطۂ زمین میں یا ملک میں بستے ہو، اس اصل کو پکڑ لو اور جو کام تمہارے سپرد امام الزمان اور مسیح و مہدی نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر کیا اسے پورا کرو۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے ''یہ وعدہ تمہاری نسبت ہے'' کے الفاظ فرما کر یہ عظیم ذمہ داری ہمارے سپرد کر دی ہے۔ وعدے تبھی پورے ہوتے ہیں جب ان کی شرائط بھی پوری کی جائیں۔

پس اے مسیح محمدی کے ماننے والو! اے وہ لوگو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے اور آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ اٹھو اور خلافت احمدیہ کی مضبوطی کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہو تاکہ مسیح محمدی اپنے آقا و مطاع کے جس پیغام کو لے کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا، اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دو۔ دنیا کے ہر فرد تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری بقا خدائے واحد و یگانہ سے تعلق جوڑنے میں ہے۔ دنیا کا امن اس مہدی و مسیح کی جماعت سے منسلک ہونے سے وابستہ ہے کیونکہ امن و سلامتی کی حقیقی......تعلیم کا یہی علمبردار ہے، جس کی کوئی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ آج اس مسیح محمدی کے مشن کو دنیا میں قائم کرنے اور وحدت کی لڑی میں پروئے جانے کا حل صرف اور صرف خلافت احمدیہ سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے اور اسی سے خدا والوں نے دنیا میں ایک انقلاب لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطی ایمان کے ساتھ اس خوبصورت حقیقت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

قابلِ احترام عزیز بہنو اور پیاری بچیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کی تقریبات کے بابرکت موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی سیرت پر لجنہ اماء اللہ پاکستان جو سوونیئر شائع کر رہی ہے اس کے لئے محترمہ صدر صاحبہ لجنہ نے مجھ سے پیغام بھجوانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ وہ مقدس نافلہ موعود اور ناصرِ دین وجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہونے والی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے بابرکت سلسلہ میں تیسرے خلیفہ کے منصب پر فائز فرمایا۔ آپ کا عہد خلافت 1965 سے لے کر جون 1982 تک کے 17 سالوں پر محیط ہے۔ اس دور میں جماعتِ احمدیہ نے آپ کی زبانِ مبارک سے اکثر و بیشتر خطبات میں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ...... کی ایسی شیریں تفسیر سنی کہ جس کی برکت سے ساری جماعت کے اندر بنی نوع انسان کی ہمدردی اور اس کی خدمت کا جذبہ ایک نئی شان سے ابھرا اور ہر احمدی کے دل میں اس کی ایسی جوت جاگی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ بیعت کی اس شرط کا سچا اور حقیقی پاسدار بن گیا کہ ”عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔“

چنانچہ آپ کے دَور میں جماعت انسانی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر ہمیشہ بلاتفریق رنگ و نسل انسانیت کی خدمت اور اس کی فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف رہی۔ اگرچہ خلافتِ ثالثہ کا دَور جماعت احمدیہ کے لئے بڑی ابتلاؤں، آزمائشوں اور قربانیوں کا دور تھا اور اس دَور میں جہاں جماعت احمدیہ کے افراد نے صحابہ کی طرح

خدا تعالیٰ کی خاطر جانی اور مالی قربانیوں کے بے مثال نظارے پیش کئے وہاں اللہ تعالیٰ نے بھی خلیفۂ وقت کی بھرپور تائید ونصرت فرمائی اور آپ کے عہد خلافت میں جماعت کو خوب رعب و دبدبہ اور تمکنت سے نوازا۔ آپ نے نامساعد حالات کے باوجود جماعت احمدیہ کو بڑی عظمت و شان کے ساتھ ایک ہاتھ پر قائم رکھا اور انہیں ''ہمیشہ مسکراتے رہو'' کی نصیحت فرماتے رہے۔

آپ کے عہد باسعادت میں اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ اور ...... کے دنیا میں پھیلنے کے جو نظارے دکھائے ان میں سے ایک ''نصرت جہاں سکیم'' کا اجراء تھا۔ یہ آپ کے دور کی وہ عظیم الشان سکیم تھی اور تاریخِ احمدیت میں گہرے انمٹ نقوش چھوڑنے والا وہ کارنامہ تھا جس کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کو ایک ایسے برِ اعظم میں دُکھی انسانیت کی خدمت کی توفیق ملی اور آج بھی مل رہی ہے۔ جس کو دنیا نے روندا ہوا تھا اور جس کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ ہر کوئی ان کے حقوق کو پامال کر رہا تھا۔ صرف جماعت احمدیہ دنیا کی واحد جماعت تھی جس نے انہیں پیار دیا۔ جس نے ان کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھا اور انہیں دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح درجہ عطا کیا۔ چنانچہ نصرت جہاں سکیم کا آغاز کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:۔

''گیمبیا میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑی شدت سے میرے دل میں یہ ڈالا کہ یہ وقت ہے کہ تم کم سے کم ایک لاکھ پاؤنڈ ان ملکوں میں خرچ کرو اور اس میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈالے گا اور بہت بڑے اور اچھے نتائج نکلیں گے خیر میں بڑا خوش ہوا۔ پہلے اپنا پروگرام اور منصوبہ تھا، اب اللہ تعالیٰ نے منصوبہ بنا دیا۔''

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 124 خطبہ جمعہ 12 جون 1970ء)

اس مقصد کے لئے آپ نے لندن میں ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے نصرت جہاں ریزروفنڈ قائم فرمایا۔ جماعت نے 53 لاکھ روپے اس فنڈ میں دیئے جس سے آپ نے مغربی افریقہ میں سکول اور کلینک کھول کر ان اقوام کی بے لوث خدمت اور خوشحالی کے سامان پیدا فرمائے اور جو صدیوں سے پیار سے محروم چلے آرہے تھے ان کو پیار دیا۔ ہسپتالوں کے ذریعے غریبوں کے لئے مفت علاج کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور سکولوں کے ذریعے ان کے بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام فرمایا۔ اس سے قبل مغربی افریقہ میں سارے سکول عیسائی مشنوں کے تھے غالباً مسلمان بچے انہی کے سکولوں میں پڑھنے پر مجبور تھے اور ان ملکوں میں محض ان کا عیسائی نام رکھ کر انہیں چپکے سے عیسائی بنا لیا جاتا تھا۔ افریقہ میں غلبہ ...... کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جن مضبوط بنیادوں

کی ضرورت تھی وہ حضور کے نصرت جہاں منصوبے کے ذریعے حاصل ہوئی۔ حضور نے فرمایا کہ عیسائیت کے خلاف روحانی جنگ کا فیصلہ افریقہ کی سرزمین پر ہوگا۔ حضور نے اس سال نصرت جہاں سکیم کے لئے 30 ڈاکٹروں اور 80 اساتذہ کا مطالبہ فرمایا جس پر مخلصین جماعت نے والہانہ طور پر لبیک کہا تو اس سال سے ہی میڈیکل سنٹر اور سکول بننے شروع ہو گئے۔ اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت تک براعظم افریقہ میں مجلس نصرت جہاں کے تحت 12 ممالک میں 57 ہسپتال قائم ہو چکے ہیں جن میں اس وقت 42 ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ کے 6 ممالک میں 57 سکول اور کالجز بھی قائم ہو چکے ہیں جبکہ پرائمری سکولوں کی تعداد 400 سے 600 کے لگ بھگ ہے۔

1974ء کا سال ایک عظیم ابتلاء لے کر آیا۔ جماعت کے لئے یہ بہت نازک وقت تھا۔ ایسے وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جماعت کی دلداری فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل کئی کئی راتیں جاگ کر مناجات کرتے رہے اور مخالفت اور ظلم و تشدد کے طوفان کے آگے ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور اپنی دعاؤں اور اولوالعزمی سے اس کا رخ موڑ دیا۔

ایک طرف پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو سیاسی اغراض کی خاطر غیر مسلم قرار دیا تو دوسری طرف احمدیت کے قادر و قدیر اور ناصر و نصیر خدا نے حضور رحمہ اللہ کو یہ بشارت دی کہ۔

”وَسِّعْ مَكَانَكَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ“

کہ تم اپنے مکان وسیع کرو۔ ان استہزاء کرنے والوں کے لئے ہم کافی ہیں۔

اس الٰہی بشارت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ:۔

”ساری رات میں نے خدا سے دعا کی۔ ایک منٹ نہیں سویا۔ دعا کرتا رہا۔ صبح کی اذان کے وقت مجھے آواز آئی بڑی پیاری۔ وَسِعْ مَكَانَكَ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ۔ ہمارے مہمانوں کی فکر کرو۔ وہ تو بڑھتے ہی رہیں گے تعداد میں۔...... وَسِعْ مَكَانَكَ مہمان بڑھتے چلے جائیں گے، ان کی فکر کرو، اپنے مکانوں میں وسعت پیدا کرو۔ استہزاء کا منصوبہ ضرور بنایا ہے انہوں نے مگر اس کے لئے ہم کافی ہیں“۔ (الفضل جلسہ سالانہ نمبر 1980ء۔ ص10)

اُن دنوں حضورؒ کے پاس جو بھی مصیبت زدہ احمدی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا تو وہ حضورؒ کو مل کر تمام دُکھ بھول جاتا اور حضور کے چہرہ مبارک پر تعلق باللہ اور توکل علی اللہ اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بشارتوں کے نتیجہ میں جو

بشاشت ہوتی تھی وہ ملاقات کے بعد ان کے چہروں پر بھی منتقل ہو جاتی اور وہ ہنستے مسکراتے آپ کے دفتر سے باہر آتے اور ان قربانیوں پر جو اللہ تعالیٰ ان سے لے رہا تھا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ اس طرح 1974ء کے پُر آشوب دور میں آپ نے احمدیوں کو جینے کے نئے ڈھنگ سکھائے۔

حضور کو وَسِعَ مَکَانَکَ کا جو الہام ہوا تھا اس کے پیش نظر حضور نے جماعت کے تربیتی اور تبلیغی اور دیگر روحانی پروگراموں میں وسعت پیدا فرمائی اور حضور کی حسن تدبیر اور دعاؤں کے نتیجہ میں یہی ابتلاء احمدیت کی غیر معمولی وسعت کا پیش خیمہ بنا۔ ابتلاؤں کے اس سال میں جماعت کے چندوں میں بھی اضافہ ہوا اور اسی سال پاکستان میں ہزاروں گھرانوں کو آغوشِ احمدیت میں آنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اس ضمن میں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا۔

''ستمبر 1974ء کے بعد بعض علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی رو چلائی کہ وہاں (یعنی پاکستان میں) ہزاروں گھرانے احمدی ہو چکے ہیں اور جو احمدی ہوئے ہیں وہ دن بدن ایمان و اخلاص میں پختہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔''

اور چندوں کے اضافے کے بارے میں فرمایا:۔

''دنیا مان ہی نہیں سکتی کہ 1974ء کے سال کا چندہ اس سے پہلے امن کے سال کے مقابلہ میں سات لاکھ روپے زیادہ تھا۔''

1974ء میں جو دکھ معاندین کی طرف سے جماعت کو پہنچے وہ بلحاظ کمیت و کیفیت غیر معمولی تھے۔ حضورؒ نے ان حالات میں ایک طرف تو جماعت کو اپنے ایک پیغام میں یہ نصیحت فرمائی کہ:۔

''دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو کہ اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو۔''

اور دوسری طرف آپ نے معاندین کی ایذا رسانیوں پر ردّ عمل کے بارے میں اپنے تصور کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔ ''ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ جو اپنی طرف سے ہمارا مخالف ہے......اس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔''

آپ نے مزید فرمایا کہ:۔

''مَیں دوستوں سے کہتا ہوں کہ تمہارا ردّ عمل یہ ہونا چاہیے کہ نہ تم ظالم بنو خدا کی نگاہ میں اور نہ تم مفسد بنو خدا

کی نگاہ میں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا کوئی ردّ عمل ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ جس سے ظلم کی بُو آتی ہو یا اس کے اندر فساد کی سڑاند پائی جاتی ہو۔ ہمارا ردّ عمل بالکل ایسا نہیں ہوگا۔..... باقی جہاں تک کسی کے..... یا غیر..... ہونے کا سوال ہے یہ تو مَیں شروع سے کہہ رہا ہوں اس قرارداد سے بھی بہت پہلے سے کہتا چلا آیا ہوں کہ جس شخص نے اپنا..... لاہور کے مال (روڈ) کی دکان سے خریدا ہو، وہ تو ضائع ہو جائے گا لیکن مَیں اور تم جنہیں خدا خود اپنے منہ سے کہتا ہے کہ تم (......)..... ہو تو پھر ہمیں کیا فکر ہے دنیا جو مرضی کہتی رہے تمہیں فکر ہی کوئی نہیں۔''

(خطبات ناصر خطبہ جمعہ 13 ستمبر 1974 جلد پنجم صفحہ 639,640,641 مطبوعہ ربوہ)

آپ کا دور خلافت ایک دور خسروانہ تھا آپؒ جماعت کے انتہائی تابناک اور روشن مستقبل کے امین تھے۔ یقیناً آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کا ایک شیریں ثمر تھے کہ:۔

کریما صد کرم کن، بر کسے کو ناصر دیں است
بلائے او بگرداں، گر گہے آفت شود پیدا

یعنی اے خدا سینکڑوں رحمتیں نازل کر اس شخص پر جو ناصر دین یعنی دین کی امداد کرنے والا ہے اور اگر کبھی مشکل میں پھنس جائے تو تُو اپنے فضل سے اس کی مشکل کو دور کرنا۔

اور یقیناً آپ ہی حضرت مصلح موعود کو دی جانے والی اس الٰہی بشارت کے بھی مصداق تھے کہ

''میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور..... کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی ان گنت رحمتیں اور بے شمار برکتیں متقیوں کے اس پاک و مطہر امام پر ہر آن نازل ہوتی رہیں جو دکھی انسانیت کے دکھوں کو اپنے سینے میں سمیٹ کر ان کی جھولیوں کو ہمیشہ خوشیوں سے بھر دیا کرتا تھا اور جو اپنے دورِ خلافت کے ہر لحہ میں شجرِ..... کی تروتازگی اور اس کی عظمتِ رفتہ کو دنیا میں از سرِ نو قائم کرنے کے لئے مصروف عمل رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی دائمی جنتوں میں ہمیشہ اُن پیاروں کے ساتھ رکھے۔ جو آپ کے بھی اور مولا کے بھی پیارے ہیں۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

(دستخط)

خلیفۃ المسیح الخامس

پیغام

خدا تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرت کے بارے میں ہمیں مصباح کے خاص نمبر کی اشاعت کی توفیق بخشی۔ جس میں آپ کی سیرت کے حسین خوش کن پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود کی 52 سالہ خلافت ایک نہایت شاندار اور پرشوکت برکتوں سے معمور خلافت تھی۔ ایسی عظیم الشان خلافت کی جانشینی کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو توفیق بخشی کہ آپ نے اپنے سترہ سالہ دورِ خلافت میں جماعت کی قیادت کے فرائض اس طور پر انجام دیئے کہ جماعت ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی۔ اس دوران آپ کی انتہائی محنت ہمت شجاعت دلیری سادگی پلاننگ اور حکمت عملی کے کل اوصاف اپنی پوری شان سے جلوہ گر رہے۔

خدا تعالیٰ کی عظیم تجلیات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زندگی میں کامل شوکت اور پورے جلال سے ظاہر ہوئیں۔ وہ عظیم الشان نشان جو حضورؒ کی متضرعانہ دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں ظاہر ہوا۔ اُس نے جماعت کے افراد کو خدا تعالیٰ کے وجود پر، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور خلافت کی حقانیت پر زندہ ایمان بخشا اور حق الیقین کے مرتبہ پر لا کھڑا کیا۔ کہ ہم نے جس مامور زمانہ کو اس کے تمام دعاوی میں صادق مانا ہے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اس کے ساتھ ہے، اور اس کے خلفاء اور اس کی جماعت کے ساتھ ہے۔

یہ عظیم انسان پورے صدق اور صفا کے ساتھ ایک مضبوط چٹان کی طرح مخالفت کے طوفانوں اور مصائب کی آندھیوں سے نبرد آزما رہا اس کے قدمِ صدق کو حالات کی شدت متزلزل نہ کرسکی۔ وہ ایک کوہ وقار تھا جس کی دلآویز مسکراہٹیں غموں کی تلخی کو سکینت کی شیرینی سے بدل دیتی تھیں۔ اُس کا قادر وتوانا خدا کی قدرتوں پر کامل یقین ہی جماعت کی کشتی کو ان طوفانوں سے نکال لایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا عظیم وجود اپنی ذات میں انتہائی خاکسار اور منکسر المزاج تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں الہامات میں سے جس الہام کو اُس نے اپنی زندگی کا ماٹو قرار دیا تھا وہ تھا:۔

''تیری عاجزانہ راہیں پسند آئیں''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس الہام کا جیتا جاگتا نمونہ تھے آپ کے اوصاف میں انکساری نمایاں تھی۔ خدا تعالیٰ کی

قدرت ثانیہ کا یہ تیسرا مظہر اور آسمان روحانیت کا یہ کوکب درّیٔ جوں جوں اُفق پر بلند ہوتا گیا اس کے نور کی ضیاء پاشیاں تیز سے تیز تر ہو گئیں۔ ان کا تذکرہ صرف آئندہ ہی نہیں قیامت تک ہوتا رہے گا اور آنے والی نسلیں قیامت تک سراپا حسن و احسان اس وجود باوجود کی یاد پر محبت اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔

کس طرح، کیسے کروں اس کے محاسن کا بیاں
دامنِ الفاظ تنگ اور حسن اس کا بے شمار
وہ محبت ہی محبت تھا، محبت کی قسم
اک مجسم رحم کا پیکر تھا وہ عالی وقار

ہمارا انتہائی شفیق آقا اگرچہ ہم سے جدا ہو چکا ہے لیکن اس کی حسین یادیں آج بھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گی۔ پھر اس کے جُدا ہو جانے کے باوجود نئی شفقتوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا ہے کیونکہ خلافت کے آسمانی نظام کی برکت سے وہ آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا ہم بفضل تعالیٰ وہ خوش نصیب ہیں کہ ایک شفیق وجود جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ہمیں ایک نیا شفیق وجود عطا کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا زریں دور گزرنے کے بعد آج ہم حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقتوں سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے اور ہر دم خلیفۂ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اس کی تحریکات میں والہانہ شمولیت کی توفیق بخشے آمین۔

اس خصوصی نمبر کے لئے ہمارے بہت سے مضمون نگاروں نے قلمی تعاون فرمایا۔ طوالت اور تکرار کے پیش نظر کئی مضامین اور نظمیں شامل اشاعت نہیں کی جا سکیں۔ ہمارے قابل احترام مرد حضرات ورایک پوری ٹیم نے اپنا قیمتی وقت لگا کر مضامین کی تیاری اور پروف ریڈنگ اور دیگر امور کی سرانجام دہی کے لیے خدمات بہم پہنچائیں، ہم ان کے تہہ دل سے ممنون ہیں لیکن بعض مجبوریوں کے تحت ہم ان کے نام دینے سے بھی قاصر ہیں۔ بہر حال ہر کام کا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لہذا ہماری دعا ہے کہ فجزا ھن اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیراً۔ بالآخر خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور اس مصباح کو تمام قارئین کے علم میں اضافہ کا باعث بنائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ مقبول خدمات سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین

خاکسار

صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان

3

خُدا حافظ و ناصر

حضورؓ کے سفر انگلستان ۱۹۳۴ء کے موقعہ پر
(کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

جاتے ہو میری جان خُدا حافظ و ناصر
اللہ نگہبان ۔ خُدا حافظ و ناصر

ہر گام پہ ہمراہ رہے نُصرتِ باری
ہر لحہ و ہر آن ۔ خُدا حافظ و ناصر

پہرہ ہو فرشتوں کا قریب آنے نہ پائے
ڈرتا رہے شیطان خُدا حافظ و ناصر

سَر پاک ہو اغیار سے دل پاک نظر پاک
اے بندۂ سبحان خُدا حافظ و ناصر

محبُوب حقیقی کی امانت سے خبردار
اے حافظِ قُرآن خُدا حافظ و ناصر

(درِّ عدن ص:29)



رؤیا والہامات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

(حضور کی تحریر کا عکس)

۲۲رجنوری ۱۹۶۸ء

صبح آنکھ کھلی تو زبان پر تھی۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

خدا کرے کہ جلال اور عظمت اور رحمت کے جلوے ہوں۔

۳۱رجنوری ۱۹۶۸ء

"پچھلے سال کی بات ہے ایک شخص کا رکوع میں پھیلا دینے والا بازوؤں کا رکھنا اور رفتار میں مشغول تھی کہ پُرشوکت طریق پر زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا"

فالحمد للہ علی ذالک۔

۲۴رجولائی ۱۹۶۸ء

"روزہ ہو سکتا ہے سوچا۔ ہاتھ کی گھڑی کا ڈائل سیاہ ہے۔ وقت دیکھنے میں دقت ہوتی ہے۔ کسی کو کہوں کہ رنگ سفید ڈائل والی گھڑی منگوا دو"
دو تین روز کے بعد۔ ربوہ یا گجرات کے ایک صاحب نے گھڑی تحفہ دی۔ مجھ سے بغیر کہے سنے۔ میں نے دیکھا لیکن نیا دیتا ہوں کہ سفید ڈائل ہے وہی ہوا۔
الحمد للہ بڑا ہی پیار کرتا ہے

۲۱رفروری ۱۹۶۸ء

ہر سو حسن کے جلوے ہیں یار
اور "حسن کا جلوہ روز دکھا"

8-4-1968

قریباً $1\frac{1}{2}$ بجے شب

بیداری پر یہ مصرع زبان پر جاری ہوا

خداتعالیٰ کے حضور" جان و مال و آرزو حاضر ہیں تیری راہ میں"

صبح 4/20 کے قریب اٹھا۔ زبان پر جاری تھا

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

فالحمدللہ

16-5-1968

1- چند دن ہوئے فجی کی جماعت کے لئے

پریشان تھا۔ بہت دعائیں کیں۔ خواب میں دیکھا

بہت جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

2- آج دوپہر خواب دیکھا۔ (بارش ہوئی۔ گندم سنبھالی جائے)

کارکنوں کو وقت پر اطلاع دی گئی۔ اللہ نے اپنے فضل سے گندم خراب

ہونے سے بچالی۔ کیونکہ شام پہلی رات بارش ہوگئی۔ اللہ بڑا ہی

پیار کرنے والا ہے۔ احسان گنے نہیں جاسکتے۔

8-5-1968

بعد دوپہر 4-15

خواب میں دیکھا کوئی شخص جو بیداری کے

بعد یاد نہیں رہا کون ہے۔فوت ہو گیا ہے۔

کوئی کہتا ہے پاس یہ رقعہ پڑا ہوا تھا کہ

’’تکلیف حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے

شاید بچ نہ سکوں‘‘

اناللہ۔واللہ اعلم۔شاید فجی کے متعلق نہ ہو۔

6-7-1968

رات فجی کے فتنہ کے لئے دو بجے کے قریب

بہت دعا کی جس پر جسم میں، دل میں، روح میں عجیب

لذت اور سرور کی لہر دوڑ گئی۔ میں سمجھا کہ

حالات بہتر ہو جائیں گے۔ پریشانی دور ہو جائیگی

ایسا ہی ہوا۔ مفسدین نے سات کو جو میٹنگ فتنہ پیدا

کرنے کے لئے بلائی تھی وہ نہ ہو سکی۔ بعض مخالفین نے بہت

اچھا نمونہ دکھایا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

24/اکتوبر 1972ء

رات ایبٹ آباد کے حادثے کے متعلق دعائیں کرتا رہا
صبح نیم بیداری میں زبان پر جاری ہوا
واللہ اعلم کس کے متعلق ہے خواب مبشر ہے
(اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑ وہی تمہارا آقا ہے۔ پس کیا ہی اچھا
آقا اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔
نیز آج بعد دوپہر نیم بیداری میں زبان پر آیا
فاصدع بما تُؤمَرُ واَعْرِضْ
عن المجرمین (آیۃ کریمہ میں المشرکین ہے)
انّا کفیناک المستھزئین

7/فروری 73

عصر کے وقت نیم غنودگی کی حالت میں
زبان پر جاری ہوا۔
ایک حادثہ ایک واقعہ

9/فروری 73

صبح 5 بجے کے قریب زبان پر جاری ہوا

(ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے جن پر جب بھی کوئی مصیبت آئے گھبراتے نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے رجوع کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں نازل ہونے والی ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں)

چند لمحوں بعد نیم غنودگی میں یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے۔
(اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے)



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو صد سالہ خلافت جوبلی

مبارک ہو

منجانب

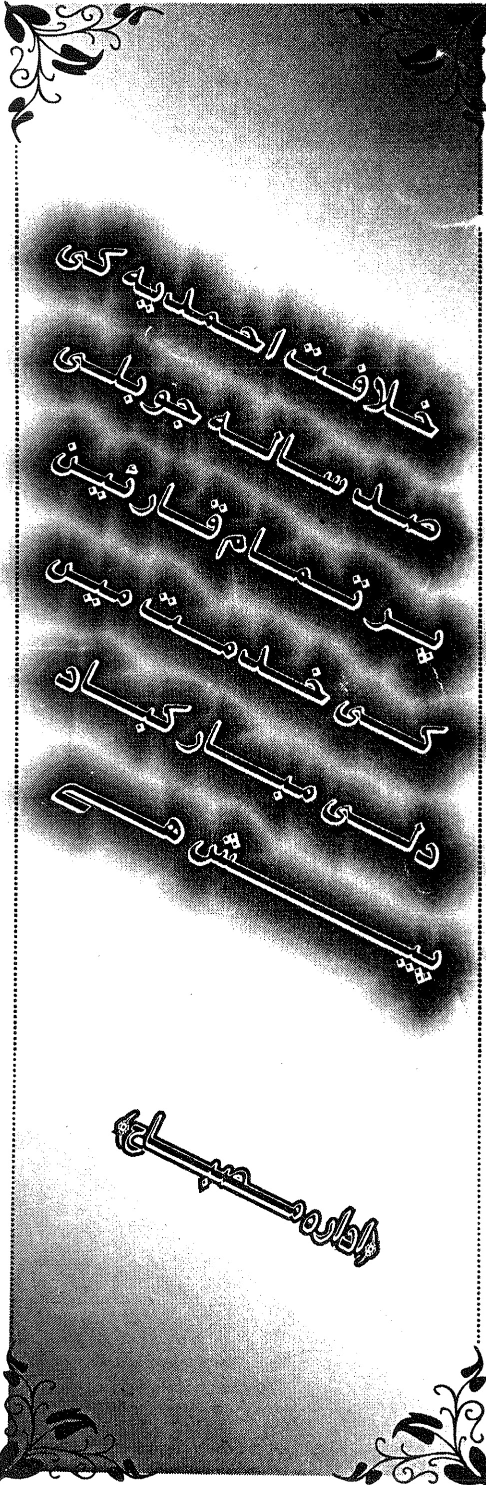
حضرت سیّدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور
عالمگیر جماعت احمدیہ کی خدمت میں
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کی

بہت بہت مبارک ہو

منجانب

صدر ، عاملہ و کارکنات
دفتر لجنہ اماء اللہ پاکستان



جماعت احمدیہ کے دس سالہ تضرعات اور اُن کی قبولیت کا شیریں پھل

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے خلیفۃ الثالث بننے کی 21 سال پہلے کی الٰہی شہادت

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب

جماعت احمدیہ 1955ء سے 1965ء تک جس قدر تضرّع سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت یابی کے لئے دعائیں کرتی رہی اور صدقات دیتی رہی۔ اس کی مثال روئے زمین پر نہیں مل سکتی بار بار دعا کے لئے خاص تحریکات کی جاتی رہیں اور بعض لوگوں نے یہ گمان کیا کہ جماعت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ لیکن خالقِ کائنات خوب جانتا تھا کہ یہ دعائیں اور صدقات ضائع نہیں ہوں گے بلکہ کسی نہ کسی رنگ میں اس کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کر لیں گے۔ اور وہ ایک دن ضرور ان کا نتیجہ دکھائے گا اور دعا کرنے والوں پر خوب عیاں ہو جائے گا کہ ان کی دعائیں ضائع نہیں ہوئیں بلکہ احسن طور پر قبول ہو کر ایک احسن تخلیق کا موجب بنتی ہیں۔ خدائے رحیم و کریم ان دعاؤں کو جمع کرتا جا رہا تھا۔ وہ ہمارے صدقات کو محفوظ کر رہا تھا اور وہ جماعت کو گریہ تضرع اور ابتہال کا موقع دے رہا تھا۔ اسے اپنے در کا فقیر بنائے چلا جا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی رحمانیت کے صدقے مخفی طور پر ایک اور روحانی وجود کی تخلیق کر رہا تھا تا ایک دن وہ جماعت احمدیہ پر وہ وقت لے آئے جب وہ یقین کی آنکھ سے دیکھ لے کہ اس کا رحیم و کریم خدا اجر دینے میں کتنا صادق اور وفادار ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو وفات دے دی تو اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مخفی تخلیق کو سامنے لے آیا۔ اور جماعت کو بتا دیا کہ وہ آج ان کی سب دعاؤں کا بدلہ خلافتِ ثالثہ کے رنگ میں دے رہا ہے۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے قیامِ خلافت ثالثہ کی شکل میں جو احسان جماعت پر ہوا اس کا وہ جتنا بھی شکر کرے کم ہے۔ احباب جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافلۃ لک والی پیشگوئی کے پورا ہونے اور حق بحقدار رسید کے اظہار سے آشنا ہو چکے ہیں لیکن علاوہ اِس مستقل پیشگوئی کے جماعت کے بعض افراد کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق مبشرات سے نوازا جو وقتاً فوقتاً احباب کے سامنے آئیں۔ اسی قسم کی ایک رؤیا اخبار الفضل مورخہ 18 مارچ 1944ء کے ص 4 پر درج ہے جس

سے واضح ہوتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ خلافت کا تاج حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو پہنانے والا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر شیخ عبداللطیف صاحب دہلی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

”مجھے ماہِ جنوری 1944ء کے آخری پندرہ دن میں دو خوابیں آئیں جو درج ذیل ہیں (1) مَیں دیکھتا ہوں کہ حضور کی زندگی کے کم وبیش ہونے کا سوال بارگاہِ الٰہی میں پیش ہے پھر دیکھتا ہوں کہ کسی کو بہت بڑا رتبہ ملنے والا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھوں کے سامنے ناصر احمد کا نام اور شکل بہت دیر تک گھومتی رہتی ہے (ناصر احمد سے مُراد صاحبزادہ مرزا ناصر احمد ہیں) پھر میری آنکھ کھل گئی۔“ (الفضل 18 مارچ 1944ء)

یہ عجیب قدرتِ الٰہی ہے کہ خلافت ثالثہ سے اکیس سال قبل ایک شخص کو نظارہ دکھایا جاتا ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خدا تعالیٰ اپنے پاس بلا لے گا تو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جماعت کے امام اور آپ کے جانشین ہوں گے اور خلافت کا عظیم انعام انہیں عطا ہوگا۔ اور پھر اسے جماعت کے اخبار میں بھی شائع کروادیا تا وہ محفوظ رہے اور آئندہ آنے والوں کے لئے ایمان واخلاص کی زیادتی کا موجب ہو۔

مَیں ایک اور واقعہ بھی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں جس سے ہمارے موجودہ امام کی شان اور ان کا وہ مقام ظاہر ہوتا ہے جو حضرت مصلح موعود کی نظر میں تھا۔ وھوھذا۔

1921ء میں حضور خلیفۃ المسیح الثانی بغرض تبدیلی آب وہوا کشمیر تشریف لے گئے اور ایک ڈیڑھ ماہ کے لئے احمدی ڈار خاندان کے گاؤں ناسنور میں قیام پذیر ہوئے۔ ان ہی دنوں حضور نے کوشر ناگ جھیل کی جو 14 ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے سیر بھی کی۔ سیر کے لئے جو قافلہ بنا وہ تقریباً تیس آدمیوں پر مشتمل تھا جن میں مردوں کے علاوہ مستورات اور بچے بھی شامل تھے۔ جھیل چونکہ بہت زیادہ بلندی پر واقع تھی۔ اور قافلہ میں بچوں والی عورتیں، چھوٹے بچے اور مردوں میں سے بھی بعض بھاری جسم والے اور پیدل چلنے کی عادت نہ رکھنے والے مرد شامل تھے۔ اس لئے قافلہ بڑے تنگ وقت میں جھیل پر پہنچا اور اُسے وہاں ٹھہرنے کا بہت کم موقعہ ملا کیونکہ بارش اور ژالہ باری کا خطرہ تھا اس لئے حضور بہت جلد واپس لوٹ آئے لیکن اس کے باوجود قافلہ بارش کی زد میں آگیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد حضور نے قافلہ کے افراد کی حاضری لی۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو موجود نہ پاکر اونچی آواز سے پکارا ناصر احمد کہاں ہے۔ کشمیری بھائیوں میں سے ایک نے جواب دیا حضور وہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ہمراہ چشمہ کی دوسری جانب سے تشریف لا رہے ہیں۔ حضور سفر جاری رکھیں وہ بھی

......پہنچ جائیں گے۔ حضور نے بڑے زور سے فرمایا میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر آگے نہیں جا سکتا۔ لیکن جب کشمیری بھائیوں نے یقین دلایا کہ وہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ہمراہ درست راستہ پر آ رہے ہیں اور کچھ دور آگے جا کر ہم نے بھی ان کے ساتھ مل جانا ہے تو حضور آگے چل پڑے۔ بعد کے واقعات کو دیکھنے پر اس بات کا علم ہوتا ہے کہ حضور کو اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا کیوں اتنا فکر تھا دراصل وہ ایک قیمتی وجود تھا جسے حضرت مصلح موعود جیسا صاحب فراست باپ چھوڑ کر آگے نہیں جا سکتا تھا۔

اس کے بعد میں اپنے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں احباب کو معلوم ہے کہ یہ ناچیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس خاندان کا قریباً پچاس سالہ وفادار خادم رہا ہے۔ ابتداء میں خدمت کا موقع 1918ء میں ملا۔ اور اس کے بعد متواتر خدمت کرتے چلے جانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور نے 1924 میں یورپ کا سفر اختیار فرمایا تو اس عاجز کو بھی حضور کی معیت کا شرف نصیب ہوا۔ سفر پر روانہ ہونے سے دو تین روز قبل حضرت امّ ناصر نے خاکسار کو بُلوا کر فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ اپنا فوٹو میرے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھنچوا کر دے جائیں۔ چنانچہ حسب ارشاد فوٹو کھنچوایا گیا۔

(الفضل 11 فروری 66ء)

خوفِ خدا / خشیت الٰہی

''دنیا کے لئے اگر کسی نے نمونہ بننا ہو (اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جو طریق ہمیں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دِل میں پیدا ہو اور اسی کی خشیّت انسان کا اس طرح احاطہ کر لے کہ کوئی اور خشیت اس کے قریب بھی پھٹکنے نہ پائے۔'' (المصابیح ص:81)

''جب ہمارے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے گا تو ہم اس نہی سے بچیں گے جس سے قرآن کریم نے ہمیں روکا ہے اور اگر حقیقی خشیت اللہ ہمارے دل میں پیدا ہو جائے گی تو ہم اس راہ پر چلنے کے لئے بشاشت کے ساتھ تیار ہوں گے جو راہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے۔ اور ہم علیٰ وجہ البصیرت اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے اور اس کے نتیجہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی۔''

(از خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سالانہ اجتماع 21 اکتوبر 1967: المصابیح ص:83)

اور یہ بات کہ وہ آپ کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی اطاعت میں فانی ہے اُس شخص کے لئے ممکن نہیں جس کا نفس اور جس کی انانیت باقی رہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ انانیت کی جلد سے ہر احمدی مرد و عورت باہر آئے اور ''اَنَا'' کی بجائے ''اللّٰہُ ھُوَ'' کا نعرہ لگائے۔ اس کے دل سے اپنے وجود کا خیال بھی مٹ جائے۔ اس کے وجود کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے اس طرح موجزن ہو جائیں کہ اُسے سوائے خدا کے اس دُنیا میں کوئی نظر نہ آئے۔

(از خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سالانہ اجتماع 1968: المصابیح ص:137)

نافلہ موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سوانح حیات

مکرمہ سعدیہ بٹ صاحبہ۔ لاہور

1907ء میں کی گئی ان پیشگوئیوں سے پہلے 1906ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک موعود پوتے کی خبر ان الفاظ میں دی گئی تھی۔

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ

ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو نافلہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تعبیر میں فرمایا۔

''ممکن ہے اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں''

اس الہام کی یہ تعبیر کہ محمود کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا پوری شان کے ساتھ صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ کی ولادت باسعادت کے رنگ میں پوری ہوئی اور 15 نومبر کی رات کو جس کی صبح کو 16 نومبر 1909ء تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب...... کے مشکوئے معلیٰ میں بیٹا پیدا ہوا۔ (پرچہ الحکم مؤرخہ 16 نومبر 1909 کا عکس)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا موعود پوتا جسے آپ کا پانچواں بیٹا بھی قرار دیا گیا۔ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مقام کے بارے میں قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں ناصر احمد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرزند ہی سمجھتا ہوں۔ اگر چہ ان کی پیدائش حضورؑ کے بعد ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایک لڑکے کی پیدائش کی خبر دی تھی جس کے متعلق فرمایا تھا کہ یـنـزل مـنـزل المبارك کہ وہ مبارک کا قائم مقام ہوگا۔ سو مبارک کے قائم مقام مرزا ناصر احمد ہیں......اس لحاظ سے میاں ناصر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہی ہیں۔ اور ان کو رفیق مسیح موعود علیہ السلام میں ہونے کی حیثیت میں شامل ہونا چاہیے۔'' (الفضل 14 دسمبر 1965ء)

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے مولانا جلال الدین شمس صاحب کے استفسار پر ایک مراسلہ میں لکھا۔

''یہ درست ہے کہ حضرت اماں جان ناصر احمد کو بچپن میں اکثر یحییٰ کہا کرتیں اور فرماتی تھیں کہ میرا مبارک ہے۔ یحییٰ ہے جو مجھے بدلہ مبارک کے ملا ہے۔ مبارک احمد کی وفات کے بعد کے الہامات شاہد ہیں کہ ایکبار میرے سامنے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان سے بڑے زور اور یقین دلانے والے الفاظ میں فرمایا تھا کہ تم کو مبارک کا بدلہ جلد ملے گا۔ بیٹے کی صورت میں یا نافلہ پوتے کی صورت میں...... مجھے مبارک کی وفات کے تین روز بعد ہی خواب آیا کہ مبارک احمد تیز تیز قدموں سے آرہا ہے۔ اور

دونوں ہاتھوں پر ایک بچہ اٹھائے ہوئے ہے اس نے آ کر میری گود میں وہ بچہ ڈال دیا اور وہ لڑکا ہے اور کہا۔

لو آپا یہ میرا بدلہ ہے۔ یہ فقرہ بالکل وہی ہے جو آپؑ نے فرمایا تھا۔ میں نے جب یہ خواب صبح حضرت اقدسؓ کو سنایا تو آپ بہت خوش ہوئے مجھے یاد ہے آپ کا چہرہ مبارک مسرت سے چمک رہا تھا۔ اور فرمایا تھا۔

''بہت مبارک خواب ہے''

آپ کی بشارتوں اور آپ کے کہنے کی وجہ یہی تھی کہ ناصر احمد کو اماں جان نے بیٹا بنا لیا تھا۔ (بشارات ربانیہ ص:18)

نظم۔

خدا کا فضل ہے اس کی عطا ہے
محمدؐ کے وسیلے سے ملا ہے
مبارک تھا یہ ...... کا
ہوا مقبول رب العالمین کا
نوید احمد وتنویر محمود
یہ موعود ابن موعود ابن موعود......

بچپن اور تربیت:۔

آپ کی دادی حضرت اماں جان نے آپ کو بچپن ہی سے اپنی آغوش محبت میں لیکر بیٹا بنا لیا تھا۔ اس لئے آپ ہمیشہ ہی انہیں اپنی ماں سمجھتے تھے۔

آپ کی حقیقی والدہ جو خواتین مبارکہ میں حضرت اُمّ ناصر کے نام سے پہچانی جاتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق حضرت خلیفہ رشید الدین کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

آپ کا اصل نام رشیدہ بیگم تھا۔ حضرت اماں جان نے آپ کا نام محمودہ بیگم رکھا تھا۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی بہو ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سیّدہ اُمّ ناصر انتہائی خدا رسیدہ، غریب پرور اور ہمدرد خلائق جیسی خوبیوں کی مالک تھیں۔ الفضل اخبار جاری کرنے کے لئے انہوں نے اپنے مقدس خاوند کو دو زیور پیش کر دیے۔ حضرت اُمّ ناصر اور حضرت مصلح موعود کی رفاقت کا زمانہ 55-56 سال تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کی وفات 31 جولائی 1958ء میں ہوئی۔

حضرت مرزا ناصر احمد کی پیدائش کے موقع پر

میر ناصر نواب صاحب جو حضرت اماں جان کے والد گرامی تھے۔ گوجرانوالہ جماعتی دورے پہ گئے ہوئے تھے وہاں جب آپ کو پیدائش کی اطلاع ملی تو آپ نے اس موقع پر اپنے منظوم سفرنامے میں چند اشعار لکھے۔

گوجرانوالہ میں وہاں سے چلا
پہنچا ایک دم میں وہاں بفضل خدا
مژدہ یہ مجھ کو اس جگہ پہ ملا
گھر محمود کے ہوا بیٹا
مژدہ یہ سن کے جاں میں جان آئی
مہربانی خدا نے فرمائی
وہ نکل آئے پر جو تھے مستور
اب میں پرنانا ہو گیا مشہور
میرے پودوں میں پھل لگائے خدا
مجھ کو دادا بھی اب بنائے خدا

حضرت مرزا ناصر احمدؒ کا اپنی مقدس دادی کی گود میں پرورش پانا کوئی اتفاقی بات نہ تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیروں میں سے ایک تقدیر تھی۔ کہ آپ نے اپنے جد امجد کے انوار کو دنیا میں پھیلانا تھا۔ ایک طرف تو وہ عالی مقام جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اماں جان کو عطا فرمایا تھا۔ دوسرا تربیت اولاد کا وہ ملکہ جو آپ نے اپنی ذاتی قابلیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر پایا۔ ان وجوہات کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اپنی اس خوش بختی پر ناز فرماتے تھے۔

حضرت اماں جان کی تربیت کے انداز خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبانی سنیئے! آپ فرماتے تھے:۔

''میری تاریخ پیدائش 16 نومبر ہے...... جب سے مجھے ہوش آئی ہے...... اس وقت سے مجھے یاد ہے کہ قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمانانِ جلسہ کے لئے مکانوں کی تنگی ہو جاتی تھی۔ حضرت اماں جان جن کے پاس میں رہا...... اکثر اوقات ضرورت کے وقت ہمیں زمین پر سلا دیتی تھیں...... صبح ہوتے ہی سلام کرنے کی عادت اماں جان نے ڈالی۔ اسکول جانے لگا تو فرمایا اسکول سے سیدھے گھر آنا ہے۔ اسکول سے آتے ہی سلام کرنا اور ہاتھ منہ دھلوانا آپ کا پہلا کام ہوتا تھا۔ نماز کا وقت ہوتا تو وضو کروا کے نماز کے لئے بھیج دیتیں...... شام کو عصر کے بعد کھیلنے کے لئے بھیج دیتیں۔ لیکن یہ حکم تھا کہ مغرب کی اذان کے ساتھ گھر آجاؤ......''

غریبوں کے ساتھ ہمدردی پیدا کرنے اور انسانی مساوات کا سبق سکھانے کے لئے حضرت اماں جان نے جو طریقہ کار استعمال کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''مجھے یاد ہے ایک دو یتیم بچوں کو حضرت اماں جان نے پالا تھا...... مجھے وہ کمرہ بھی یاد ہے جہاں دستر خوان بچھا ہوا تھا...... اور جس پر حضرت اماں جان نے ان بچوں کو کھانے کے لئے بٹھایا...... لیکن مجھے معلوم نہیں اس وقت مجھے کیا سوجھی کہ میں ان کے ساتھ نہ بیٹھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن حضرت اماں جان نے مجھے کھانا نہ دیا۔ شام کو میں نے خود مانگ کر کھانا کھایا۔ اس میں ایک سبق تھا کہ جس کو دنیا یتیم کہتی ہے...... خدا کے بندے سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی حفاظت کریں۔ اور ان کے نگران بنیں۔''

حضرت اماں جان اور حضرت مرزا ناصر احمدؒ کی محبت کے بارے میں آپ کے بڑے صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ:۔

''ہر روز صبح کی نماز کے بعد حضرت اماں جان سیر کرتی ہوئی النصرت آجاتیں۔ مجھے یاد ہے اماں جان کے ہاتھ میں ایک چھتری ہوتی جسے زمین پر مار کر اپنے آنے کا اعلان کرتیں۔ پھر ابا کے ساتھ اور ہم بچے بھی النصرت کے باغ میں ٹہلتے۔ حضرت اماں جان اور ابا کے درمیان ایک عشق کا تعلق تھا۔ ابا جب کہیں باہر جاتے تو اماں جان کو بتا کر جاتے۔ 10-12 دن میں آجاؤں گا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد اماں جان کے دل سے آہ نکلتی کہ آہ! ناصر۔ تو ادھر سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ابا کا جواب آتا۔ آگیا اماں جان! السلام علیکم۔

میں نے یہ نظارہ ایک دو دفعہ نہیں بیسوں دفعہ دیکھا ہے۔"

بچپن کا ایک اور واقعہ جو خود آپ کو بہت پیارا لگتا تھا اس سے بھی آپ کی محسنہ دادی کی تربیت کے انداز جھلکتے ہیں جو سراسر ایثار، عجز و انکساری، سادگی حیا اور مروت جیسے نگینوں سے مزین ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

"میں بہت چھوٹا تھا، بیت اقصیٰ میں عشاء کی نماز کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں نیچے اترا۔ نماز کے لئے۔ تو عین اس وقت مدرسہ احمدیہ کے طلباء کی لائن نماز کے لئے جا رہی تھی۔ اور اندھیرا تھا خیر میں لائن میں شامل ہو گیا۔ میرا پاؤں ایک طالب علم کے سلیپر پر لگا۔ وہ سمجھا کہ کوئی لڑکا اس سے شرارت کر رہا ہے۔ وہ پیچھے مڑا اور مجھے ایک چپیڑ لگا دی۔...... مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس کے سامنے ہو گیا تو بہر حال اس کو شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ اس خیال سے میں ایک طرف ہو گیا۔ جب 15-20 بچے گزر گئے تب میں دوبارہ لائن میں داخل ہوا۔ تا کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔"

(تشحیذ الاذہان مئی 1983)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شخصیت کو نکھارنے اور قابل توجہ بنانے والی چھوٹی چھوٹی عادات میں بھی حضرت اماں جان کی عملی تربیت کا ہاتھ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں حضرت اماں جان کی تربیت میں رہا ہوں۔ چھٹ پن کے زمانے سے ہی میں نے خاص طور پر نوٹ کیا ہے کہ بیماری کے دنوں میں جب آپ کو پیاس لگتی تو تین چار خادمائیں ہونے کے باوجود اٹھ کر خود جاتیں اور پانی کا گلاس بھر لیتیں اور پی لیتیں...... کہتی تھیں کہ طاقت رکھتے ہوئے کیوں میں دوسروں سے کام کراؤں۔

بچپن کا یہ سبق غیر شعوری طور پر میری طبیعت میں راسخ رہا۔ لاہور کالج کے دفتر میں پیاس لگتی وہاں گھڑا موجود ہوتا تو میں اس سے گلاس میں پانی ڈالتا اور پی لیتا۔ انہی دنوں کراچی سے ایک غیر احمدی افسر لاہور آیا وہ...... کسی زمانے میں چودھری ظفر اللہ خانصاحب کا سیکرٹری بھی رہ چکا تھا۔ وہ مجھے بھی ملنے آ گیا۔ اور ملتے ہی کہنے لگا آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو چودھری صاحب کی وجہ سے ملنے آیا ہوں...... میں اس لئے آیا ہوں کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ جب آپ کو پیاس لگتی ہے تو آپ چپڑاسی، مددگار یا کارکن کو نہیں کہتے بلکہ خود ہی اٹھ کر پانی پی لیتے ہیں۔ مجھے تو عادت پڑی ہوئی تھی...... لیکن غیر کی نظر میں چھوٹی سی بات ایسی ہو گئی کہ اس نے سمجھا کہ یہ لوگ ہمارے جیسے نہیں......"

(الفضل 2 مارچ 1966ء)

زمانہ طالب علمی:۔

آپؒ کی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے شروع ہوا...... ناظرہ قرآن کریم ختم ہونے پر آپ کی آمین منعقد ہوئی۔ ناظرہ کے بعد 17 اپریل 1922ء کو جبکہ آپ کی عمر 13 سال تھی آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا۔

13 سال کی عمر میں تراویح پڑھانے کی شہادت دیتے ہوئے قاضی عطاء اللہ صاحب کی ڈائری کا ایک ورق

پیش خدمت ہے۔تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں اور ماسٹر دین محمد صاحب ایڈیٹر Review قصبۂ مقدس میں وارد ہوئے۔غسل کیا اور نماز ظہر ادا کی۔ بوقت عصر بیت مبارک میں گئے۔ پیارے ناصر نے قرآن سنایا۔اس چھوٹی عمر اور بھولی بھالی صورت سے ایسا بڑا کام۔ اس بچہ کی ہوشیاری کا ایک یقینی ثبوت ہے۔آٹھ رکعات میں سیپارہ ختم کیا۔''

حفظ قرآن کے دوران ہی آپ کی دنیاوی تعلیم کا آغاز ہوا۔حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ:۔

''ایک دن حضرت اماں جان کے پاس محمود احمد، منصور اور ناصر تینوں بیٹھے تھے۔میں بھی تھی۔بچوں نے بات کی کہ ناصر احمد کو انگریزی نہیں آتی ہمیں زیادہ آتی ہے۔اتنے میں حضرت مصلح موعود تشریف لائے۔حضرت اماں جان نے فرمایا۔''میاں قرآن ضرور حفظ کراؤ مگر دوسری پڑھائی کا انتظام بھی ساتھ ساتھ ہو۔لیکن کہیں ناصر دوسرے بچوں سے پیچھے نہ رہ جائے۔آپ مسکرائے اور جواب دیا کہ آپ اس کا بالکل فکر نہ کریں۔ایک دن یہ سب سے آگے ہوگا۔''

(الفضل ربوہ 15 جنوری 1969)

قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد مولوی سیّد سرور شاہ صاحب سے عربی اور اردو پڑھی۔ پھر دینی تعلیم کے لئے مدرسہ احمدیہ داخل کروایا گیا۔جولائی 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی کا امتحان مولوی فاضل پاس کیا۔آپ پنجاب بھر میں تیسرے نمبر پر رہے۔ 1934ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔

ابتدائی زندگی میں آپ کے خیالات وافکار

ابتدائی زندگی میں آپ کے جو خیالات و افکار تھے ان کے نقوش آپ کی ڈائری کے صفحات میں صاف نظر آتے ہیں۔آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں ایک نظم لکھی جو آپ کی ڈائری میں درج ہے۔

دنیا کے کام بے شک کرتا رہوں گا میں بھی
لیکن میں جان و دل سے اس یار کا رہوں گا
برقی خیال دل میں سر میں رہے گا سودا
اس یار کو میں بھولوں اتنا نہ محو ہوں گا
عیسیٰ کو چرخ پر نہ بٹھاتے تو خوب تھا
احمد کو خاک میں نہ سلاتے تو خوب تھا

(حیات ناصر ص:59)

لاہور میں طالب علمی کا زمانہ

میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا......وہاں آپ کی شرافت سے آپ کے ساتھی اور پروفیسر سب متاثر تھے...... چنانچہ کرنل داؤد احمد صاحب کا بیان ہے کہ

''مولوی کریم بخش صاحب باوجود اپنی مذہبی تنگ نظری کے ہمیشہ تعریف کیا کرتے تھے کہا کرتے تھے

ناصر احمد بڑا شریف انسان ہے

گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانہ طالب علمی کا ہی ایک دلچسپ واقعہ آپ نے اپنی خلافت کے دوران بیان فرمایا:۔

''میں جن دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھا کرتا تھا ان دنوں کا مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ کالج میں چھٹی تھی میں قادیان جا رہا تھا ایک تیز قسم کا مخالف بھی گاڑی کے اسی ڈبے میں بیٹھ گیا...... وہ میرے ساتھ سخت بدزبانی کرتا رہا اور میں مسکرا کر اسے جواب دیتا رہا۔ جس وقت وہ امرتسر اترا تو اس مسکراہٹ اور خوش خلقی کا اس پر یہ اثر تھا کہ وہ مجھے کہنے لگا اگر آپ جیسے مبلغ آپ کو دو سو مل جائیں تو آپ ہم لوگوں کو جیت لیں گے۔ (الفضل 12 مئی 1971)

شادی اور اولاد

انگلستان روانگی سے قبل آپ کا نکاح اور شادی کی مبارک تقریب عمل میں آئی آپ کا نکاح حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب و مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوا...... آپ کا نکاح حضرت مصلح موعود نے پڑھا۔ 6 ستمبر 1935ء کو حضرت مصلح موعود نے آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھجوایا۔

آپ نے اپنی تعلیم کے دوران نہ صرف یہ کہ بہترین طالب علم بن کر دکھایا بلکہ...... کی صحیح ترجمانی کی اور دین حق پر ہونے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک پروفیسر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

'' آکسفورڈ میں پہلی ٹرم میں لاطینی وغیرہ زبانوں کا امتحان بھی پاس کرنا پڑتا تھا اور چونکہ غیر ملکی طلباء لاطینی وغیرہ کا علم نہیں رکھتے اس لئے انھوں نے فارسی، عربی اور سنسکرت زبانوں سے کوئی ایک زبان لینے کی سہولت دی ہے میں نے سہولت کی وجہ سے عربی زبان لی اور یہ صاحب (مارگولیتھ) وہاں عربی پڑھایا کرتے تھے۔ غالباً دوسرا تیسرا دن تھا کہ اسے اسلام پر حملہ کرنے کا پہلا موقع ملا اور جب اس نے اعتراض کیا تو میں کھڑا ہو گیا اور کہا آپ نے جو استدلال کیا ہے وہ قرآن کریم کی فلاں آیت اور فلاں حدیث کے خلاف ہے۔ (الفضل 18 اکتوبر 1969)

دوران تعلیم انگلستان آپ کے پیش نظر اپنے عظیم والد کی دعاؤں کے علاوہ وہ ضروری ہدایات اور نصائح بھی تھیں جو انگلستان روانگی سے قبل ایک خط کی صورت میں حضرت مصلح موعود نے آپ کو تحریر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:۔

''میں تم کو انگلستان بھجوا رہا ہوں اس غرض سے جس غرض سے رسول کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کو فتح مکہ سے پہلے مکہ بھجوایا کرتے تھے...... میں اس لئے بھجوا رہا ہوں کہ تم مغرب کے نقطۂ نگاہ کو سمجھو۔ تم اس زہر کی گہرائی معلوم کرو جو انسان کے روحانی جسم کو ہلاک کر رہا ہے۔ تم ان ہتھیاروں سے واقف اور آگاہ ہو جاؤ۔ جن کو دجّال ...... کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ غرض تمہارا کام یہ ہے کہ تم...... کی خدمت کے لئے اور دجّالی فتنے کی پامالی کے لئے سامان جمع کرو''

ان عظیم الشان مقاصد اور دعاؤں کے ساتھ

دوران تعلیم آپ کا ہر لمحہ خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار گزرا۔ تعلیمی تقاضوں کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ میں بھی کوشاں رہے۔ اس غرض سے ایک رسالہ ''الاسلام'' کے نام سے بھی جاری فرمایا۔ اس دوران یورپ کے دیگر ممالک کی سیاحت بھی کی۔ عمیق نظر سے اس معاشرے کا مطالعہ کیا۔ مغربی جرمنی جا کر جرمن زبان اور مصر میں قیام کے دوران عربی زبان سیکھی۔ دوران تعلیم نہ صرف یہ کہ آپ بہترین طالب علم تھے بلکہ دین حق کے صحیح ترجمان بھی تھے۔ جب بھی موقع ملا آپ نے دین حق پر ہونے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔

''آکسفورڈ کے طالبعلموں میں آپ کا نمایاں مقام تھا۔ یونیورسٹی کی طرف سے آپ کو obe ایوارڈ دیا گیا۔ یعنی officer of the order of british empire۔ کافی عرصہ تک یونیورسٹی سے آپ کے نام آنے والے میگزین پر obe لکھا ہوتا۔''

دوران تعلیم آپ نے جرمنی میں ایک رویاء دیکھی جس کا ذکر آپ نے اپنے زمانہ خلافت 1967ء میں جرمنی میں کیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ ہے وہاں ہٹلر بھی موجود ہے اور وہ حضور سے کہتا ہے کہ آئیں میں آپ کو اپنا عجائب خانہ دکھاؤں۔ چنانچہ وہ حضور کو ایک کمرہ میں لے گیا جہاں مختلف اشیاء پڑی ہیں کمرہ کے وسط میں ایک پان کی شکل کا پتھر ہے۔ جیسے دل ہوتا ہے اس پتھر پر.......... لکھا ہوا ہے۔ اس کی تعبیر حضور نے یہ بیان فرمائی کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن قوم اگرچہ اوپر سے پتھر دل ہے یعنی دین سے بیگانہ مگر اس کے دل میں دین حق قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 13 ص 155)

دوران تعلیم جرمنی سے ہی آپ نے حضرت مصلح موعود کو خط لکھ کر اس ارادے کا اظہار کیا کہ آپ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں۔ گو حضرت مصلح موعود نے پہلے ہی آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

''...... جماعت ان حالات میں سے گزر رہی ہے جو حالات عظیم الشان قربانی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بہت سے نوجوان ہیں جنہوں نے اس راز کو سمجھا اور آج دنیا کے کونوں میں احمدیت کی آواز پہنچا رہے ہیں۔ مگر بہت سے میرے جیسے ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہوئے کہ:۔

یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالہ جرس کارواں رہے

اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں پر بیٹھے آنسو بہا رہے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے۔ اس لئے میں حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر حضور مناسب فرماویں تو بندہ ہمیشہ کی طرح اب بھی فوراً سلسلہ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔...... بی اے اور ایم اے بننے کا مجھے کبھی شوق نہیں رہا...... گو وقف کنندہ ہوں مگر دوبارہ اپنے آپ کو حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں۔...... سلسلہ کی غلامی کو سب عزتوں سے بہتر سمجھتا ہوں اور سلسلہ کی خدمت سے علیحدہ رہتے ہوئے اپنی زندگی کو خالی اور فضول پاتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ خاکسار ناصر احمد

حضرت مصلح موعود کو اس تحریر سے جو راحت و مسرت حاصل ہوئی اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا:۔

''تمہارا ایک خط پہلے ملا اور دو اب میں نے پہلے خط کا جواب بھی ابھی نہیں دیا تھا۔ میرے جذبات اس وقت بہت متاثر تھے......اللہ تعالیٰ تمہارے ارادہ میں برکت ڈالے میں خود اس بارے میں باوجود شدید احساس رکھنے کے کچھ کہنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ وہ خود ہی تم کو نیک ارادے کی توفیق دے۔ کیونکہ میرے نزدیک میری تحریک پر تمہارے ارادے کو بدلنا تمہارے ثواب کو ضائع کر دیتا۔ سو الحمدللہ کہ تمہارا دل اس طرف متوجہ ہوا......''

دین حق کی خاطر زندگی وقف کرنے کے عہد کو کس طرح نبھایا۔ 1938ء میں یورپ سے واپسی سے لے کر تا حیات نہ صرف آپ کی روح بلکہ جسم بھی اس مشقت کی لذت اٹھاتا رہا۔ یورپ سے واپسی پر 1938ء میں جامعہ احمدیہ کے پروفیسر مقرر ہوئے جون 1939ء میں آپ کو جامعہ احمدیہ کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اس ادارے کی آبیاری کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:۔

''اس زمانے میں جب میں جامعہ احمدیہ میں تھا تو میں نے اپنا دل اور دماغ اس ادارے کو دے دیا تھا۔ اور بڑی محبت سے اس کی نشوونما کی طرف توجہ کی تھی۔''

(الفضل 4 فروری 1970ء)

آپ جامعہ کے طلباء کو دعوت الی اللہ اور تقریر کی عملی مشقیں بھی کرواتے اساتذہ اور طلباء کو بعض اوقات گرمیوں میں کسی پہاڑ پر اپنے ساتھ لے جاتے۔

فروری 1939ء سے لے کر اکتوبر 1949 تک آپ خدام الاحمدیہ کے صدر رہے اور اکتوبر 1949 سے نومبر 1954ء تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صدارت میں نائب صدر رہے۔ اسی دور میں خدام الاحمدیہ کے رسالہ ''خالد'' کا اجراء ہوا۔ خدام الاحمدیہ کو دیئے گئے پیغام کہ ''قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی'' نشان منزل بناتے ہوئے تنظیم کو اس بلندی تک لے گئے کہ نوجوانوں نے قربانی کے ہر دور میں ایک عظیم الشان داستان رقم کی اور خلافت سے وابستگی کا بہترین نمونہ قائم کیا۔

1954ء میں آپ کے سپرد مجلس انصار اللہ کی قیادت کی گئی۔ دوستوں نے ازراہ مذاق کہا کہ اب آپ بوڑھے ہوگئے ہیں تو فرمایا:۔

''میں بوڑھا نہیں ہوا بلکہ مجلس انصار اللہ جوان ہوگئی ہے۔''

آپ ہی کی زیر صدارت انصار اللہ رسالہ کا اجراء ہوا۔ مئی 1955ء میں آپ صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان مقرر ہوئے۔ 1959 تا انتخاب خلافت آپ افسر جلسہ سالانہ بھی رہے۔ ان عظیم الشان جماعتی خدمات کے ساتھ 1944ء سے 1965ء تک آپ ایک لمبا عرصہ پرنسپل تعلیم الاسلام کالج بھی رہے۔

پرنسپل تعلیم الاسلام کالج:۔

1944ء میں کالج یونین کے عہدیداران نے یونین کے افتتاحی اجلاس کے لئے آپ کی خدمت میں خواہش ظاہر کی کہ آپ اس اجلاس میں خطاب فرمائیں۔ آپ نے فرمایا 15 منٹ کے لئے طلباء سے حسن وعشق کے موضوع پر خطاب کروں گا۔ طلباء ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے قادیان میں خوب خبر پھیل گئی کہ آج شام کالج کے پرنسپل حسن وعشق کے موضوع پر تقریر کریں گے۔ سامعین سے ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا تقریر کیا تھی علم وعرفان کے گہرے نکات تھے۔ آپ نے فرمایا:۔

''ہر طالب علم میں خدا تعالیٰ نے ایک مخفی حسن کسی نہ کسی کمال یا استعداد کے لحاظ سے ودیعت کیا ہوتا ہے۔ حقیقی استاد وہ ہے جو اس حسن پر عاشق ہو کر ایک والہانہ جستجو اور سرگرمی کے ساتھ اس مخفی حسن کو اجاگر کرے۔ اور پھر اس کی نشوونما کا سامان کرے۔''

یوں ایک طرف تو آپ نے طلباء کو ان کی قدر وقیمت سے روشناس کرایا تو دوسری طرف اساتذہ کو ان کے فرائض کا احساس دلایا تھا تا کہ دونوں طرف تعاون سے صحیح اور شاندار نتائج برآمد ہوں۔

1947ء میں ملکی تقسیم کے بعد تعلیم الاسلام کالج قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا۔ پرنسپل تعلیم الاسلام کالج حضرت مرزا ناصر احمدؒ کی قیادت میں کالج نے لاہور کے تمام کالجوں میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

1954ء میں حضرت مصلح موعود کے ارشاد مبارک پر ٹی آئی کالج ربوہ منتقل ہوا۔ ڈیڑھ لاکھ کی رقم اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے آپ نے تعمیر کا کام شروع کروایا۔ آپ کی صاحبزادی امۃ الحلیم صاحبہ اس دور میں آپ کی مشقت کی داستان ان الفاظ میں سناتی ہیں۔

''شدید گرمیوں کی لمبی دوپہروں میں خود کھڑے ہو کر بشاشت، دعاؤں اور بہت پیار سے ایک ایک اینٹ چنوائی۔ اور ساتھ ہی سبزے کو مدّ نظر رکھتے ہوئے پودے اور درخت لگانے شروع کیے، آپ کی یہ لگن اور محنت صرف کالج کی عمارت کی تعمیر کے لئے نہیں تھی بلکہ وہ پودے جنہوں نے اس عمارت سے سایہ دار درخت بن کر نکلنا تھا یہ سب کچھ انہیں ایک صحتمند ماحول فراہم کرنے کے لئے تھا۔

محترم مجیب الرحمان صاحب ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:۔

''لاہور میں جن دنوں حضور پرنسپل تھے میں کالج میں داخل ہوا۔ کالجز میں سال اوّل کے طلبہ کو بے وقوف بنانے اور ان کا الو کھینچنے کا رواج عام تھا۔ حضور نے داخلہ کے بعد پہلے ہی دن ہال میں سب طلباء کو جمع کر کے خطاب فرمایا۔ دیگر باتوں کے علاوہ فرمایا ایک بات میں آپ کو بتا دوں ہم اس کالج میں بے وقوفوں کو داخلہ نہیں دیتے لہٰذا کسی کو بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کریں۔ جو گندی رسمیں انگریز ہمارے اداروں میں چھوڑ گئے ہیں ان کی اپنی درسگاہوں میں ان کا نام ونشان تک نہیں''

چوہدری محمد علی صاحب اپنے مضمون پیارے

میاں صاحب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضور سالہا سال تک ایم اے سیاسیات، اقتصادیات، یونیورسٹی کے امتحانات میں ممتحن، استاد، ممبر اکیڈمک کونسل، ممبر یونیورسٹی سینٹ رکن مجلس انتظامیہ رہے''

آپ کی مقناطیسی شخصیت کے زیر سرپرستی کالج نے ہر میدان میں نام پیدا کیا۔ اعلیٰ تعلیمی معیار اور اخلاقی اقدار کے لئے کالج نے خاص شہرت پائی۔ نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں کھیلیں، مشاعرے اور علمی مقابلہ جات شامل تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن تدبر عطا فرمایا تھا۔ بات اس انداز سے کرتے کہ حالات کا پانسہ ہی پلٹ دیا کرتے۔ دشمن دوست بن جاتے اور سنگین سے سنگین معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو جاتا۔

ہجرت اور حفاظت مرکز قادیان:۔

14 اگست 1947ء کو جب تقسیم پاک و ہند عمل میں آئی تو جماعت احمدیہ کو بھی ہندوستان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اس نازک موقع پر مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت کے لئے آپ 15 نومبر 1947ء تک قادیان رہے۔

فرقان بٹالین کمیٹی کے ممبر:۔

جون 1947ء سے جون 1950 تک آپ فرقان بٹالین کمیٹی کے ممبر نامزد کئے گئے فرقان فوجی فورس کے فوجی اشارات میں آپ فاتح الدین کے نام سے موسوم تھے۔ ایک دفعہ مری جاتے ہوئے آپ نے اپنی حرم ثانی محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ سے فرمایا:۔

''فرقان فورس کے ساتھ ان راستوں پر سے گزرتے ہوئے میرے پیروں کے سارے ناخن ٹوٹ گئے تھے۔''

حضرت مصلح موعود کی بیماری اور حضرت میاں ناصر احمد صاحب کی ذمہ داریوں میں غیر معمولی اضافہ:۔

55-1954ء میں حضرت مصلح موعود بیمار ہو گئے۔ حضورؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت میاں ناصر احمد صاحب کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئیں 5 نومبر 1965ء کا جمعہ حضرت مصلح موعود کی خلافت کا آخری جمعہ ثابت ہوا اس روز حضرت میاں ناصر احمد صاحب کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد ملا...... 7 اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب کو حضرت مصلح موعود کا وصال ہو گیا۔

اس موقع پر آپ کی جو کیفیت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی ایک بہن صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بیان کرتی ہیں۔

مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھولتا جب میرے ابا جان (حضرت مصلح موعود) کی وفات کے بعد میں ان کے کمرہ سے باہر نکلی تو سامنے بھائی جان کھڑے تھے آپ کے چہرے پر بھی شدید دکھ کے آثار تھے آپ نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگا لیا اور میرے سر پر پیار کر کے فرمایا کہ جماعت کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ

جماعت کو ہر قسم کے انتشار سے بچائے اور ایک ہاتھ پر کھڑا کرے...... یوں مجھے پہلا سبق ذاتی غم سے زیادہ جماعت کے ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے اور خلافت کی اہمیت کا دیا۔

خلافت ثالثہ کے مبارک دور کا آغاز

اگر چہ خلیفۃ المسیح الثالث کا انتخاب بظاہر جماعت احمدیہ کے چند اکابرین (انتخاب کمیٹی) کے ذریعے وقوع پذیر ہوا لیکن اس کے پیچھے قدیم سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا مخفی ہاتھ کارفرما تھا...... حضرت مصلح موعود 24 اگست 1945ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

1965ء میں ایک انقلاب انگیز دور شروع ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ اس لئے خلافت ثالثہ کے آغاز پر ہی اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے عظیم الشان نشان ظاہر ہونے لگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کا ظہور

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 1867ء کا ایک الہام

''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

پہلی مرتبہ پورا ہوا۔

1981ء میں ایک نہایت افسوسناک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضورؒ کی رفیقۂ حیات حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ ایک مختصر علالت کے بعد 3 دسمبر کو وفات پا گئیں حضورؒ نے اس موقع پر غیر معمولی صبر کا نمونہ دکھایا اور 4 دسمبر کا جمعہ پڑھانے کے لئے بنفسِ نفیس تشریف لائے اور ایک معرکۃ الآراء خطبہ دیا جس میں آپ نے حضرت بیگم صاحبہ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا...... حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات سے عورتوں اور خلیفہ وقت کے درمیان براہِ راست رابطہ میں جو خلاء پیدا ہو گیا تھا اسے پر کرنے کے لئے آنحضرتؐ کی سنت کے مطابق حضورؒ نے 11 اپریل 1982ء کو مکرمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ بنت خان عبدالمجید خان صاحب کے ساتھ عقد ثانی فرمایا۔

آخری بیماری اور وصال

8 اور 9 جون کی درمیانی رات حضورؒ کی طبیعت یکدم خراب ہو گئی اور ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود 8 اور 9 جون 1982ء منگل اور بدھ کی درمیانی شب ''بیت الفضل'' اسلام آباد میں حضورؒ انتقال فرما گئے......

بیماری کے دوران حضورؒ نے انتہائی صبر و تحمل کا نمونہ پیش فرمایا۔ حضورؒ فرمایا کرتے تھے ''ہمارا یقین ہے کہ زندگی موت کے ساتھ ختم نہیں ہو گی بس چلتے چلتے ایک لائن کو پھلانگا اور اگلی زندگی میں چلے گئے''

میرا بچپن

سیّدنا ناصر کی کہانی سیّدنا ناصر کی زبانی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حسین وخوبصورت بچپن کی بعض نہایت پیاری یادیں جو حضورؒ نے اپنے خطبات یا تقاریر میں بیان فرمائی ہیں۔

(مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

''میری تاریخ پیدائش 16 نومبر 1909ء ہے۔ (الفضل 4 اکتوبر 1967ء) جب سے مجھے ہوش آئی ہے ابھی مَیں سکول میں داخل نہیں ہوا تھا اور قرآن کریم حفظ کیا کرتا تھا۔ اُس وقت سے مجھے یاد ہے کہ قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمانانِ جلسہ سالانہ کے لئے مکانوں کی تنگی ہو جایا کرتی تھی۔'' (الفضل 8 مارچ 1979ء)

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دارِ مسیح (قادیان بہت بڑی حویلی تھی لیکن) جلسہ سالانہ کے دنوں میں حضرت اماں جان جن کے پاس مَیں رہا جنہوں نے میری پرورش اور تربیت کی اکثر اوقات ضرورت کے وقت ہمیں زمین پر سُلا دیتی تھیں اور اس میں ہمیں بہت خوشی ہوتی تھی، ہمیں ایک مزہ آتا تھا۔'' (الفضل 11 دسمبر 1968ء)

مَیں حضرت اماں جان کی تربیت میں رہا ہوں اور بچپن کے زمانہ سے ہی مَیں نے خاص طور پر یہ نوٹ کیا ہے کہ بیماری کے دنوں میں بھی آپ کو پیاس لگتی تو تین چار خادمائیں موجود ہونے کے باوجود اُٹھ کر خود جاتیں اور پانی کا گلاس بھرتیں اور پی لیتیں۔ بعض دفعہ یہ دیکھ کر ہمیں تکلیف بھی ہوتی کہ آپ کمزور ہیں بیماری میں کیوں ایسا کرتی ہیں لیکن وہ کہتی تھیں کہ طاقت رکھتے ہوئے کیوں مَیں کسی دوسرے سے کام کرواؤں۔ بچپن کا یہ سبق میری طبیعت میں غیر شعوری طور پر راسخ رہا۔'' (الفضل 2 مارچ 1966ء)

مجھے بچپن کا نظارہ یاد ہے کہ کس طرح دارِ مسیح کا وہ حصہ جو حضرت اماں جان کے پاس تھا نیچے بھی اور اُوپر بھی مہمانوں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی جماعتی رہائش گاہ ہو۔ ایک وقت تک تو عورتوں کا سارا انتظام نچلے حصّہ میں ہوتا تھا۔ بہت بڑے بڑے کمرے تھے۔ جن میں شروع شروع میں تو اندھیرا ہوتا تھا لیکن بعد میں بجلی کی وجہ سے اندھیرا دُور ہو گیا تھا۔ تاہم وہ کمرے گرمیوں میں گرم نہیں ہوتے تھے اور سردیوں میں جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی وجہ سے ٹھنڈے نہیں رہتے تھے۔'' (الفضل 12 دسمبر 1973ء)

''ہم نے بچپن کی عمر میں بھی یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہماری چند گھنٹے کی ڈیوٹیاں لگیں گی۔ یعنی یہ کہا جائے گا کہ تم پانچ گھنٹے کام کرو اور باقی وقت تم آزاد ہو۔ ہم صبح سویرے جاتے تھے اور رات کو دس بجے، گیارہ بجے گھر میں واپس آتے تھے۔ وہ فضا ہی ایسی تھی اور ساروں میں ہی خدمت کا یہ جذبہ تھا کوئی بھی اس جذبہ سے خالی نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بعض دفعہ ماموں جان (حضرت میر اسحاق صاحب......) کہتے تھے کہ اب تم تھک گئے ہو گے کھانے کا وقت ہو گیا ہے اب تم جاؤ۔ لیکن ہمارا گھر جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ بس یہ ہوتا تھا کہ دفتر میں بیٹھے ہیں اور اپنی عمر کے لحاظ سے جو کام ملتا ہے وہ کر رہے ہیں۔'' (الفضل 14 فروری 1969ء)

''تربیت کے سلسلہ میں مجھے ایک اور واقعہ یاد آ گیا وہ مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ ہمارے ماموں جان (حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) جو بڑا لمبا عرصہ افسر جلسہ سالانہ رہے۔ بڑی دھیمی طبیعت کے اور بڑے نرم دل تھے۔ مَیں مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا رہا ہوں مَیں نے ان کو شاذ ہی غصہ میں دیکھا۔ لیکن ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک مہمان اُن کے پاس آیا اور اس نے شکایت کی مَیں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔ جب مَیں اپنے رہائش کے کمرہ میں پہنچا تو وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ اور کوئی رضا کار موجود نہیں تھا یہ غالباً جلسہ کے ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ یعنی 23 یا 24 دسمبر کی بات ہے جب مہمان آنے شروع ہوتے ہیں۔ حضرت ماموں صاحب کو شدید غصہ آیا اور انہوں نے اس رضا کار کو بلایا جو اُس کمرہ پر مقرر تھا۔ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے اور میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب وہ آیا تو حضرت میر صاحب نے اس سے کوئی بات نہیں پوچھی بلکہ آگے بڑھ کر اُسے ایک چپت لگائی۔ وہ لڑکا خاصی بڑی عمر کا تھا یعنی اپنی کلاس میں جو لڑکے بڑی عمر کے ہوتے ہیں وہ اُن میں سے ایک تھا۔ دیکھنے میں جوان لگتا تھا۔ حضرت میر صاحب نے چپت لگانے کے بعد اس سے پوچھا کہ تم ڈیوٹی سے غیر حاضر کیوں ہوئے؟ تم نے غیر حاضری کی وجہ سے مہمان کو اس وقت تکلیف پہنچائی ہے جب تمہیں اسے خوش آمدید کہنا چاہیے تھا۔ مہمان آیا اور پریشان ہوا ہے۔'' (الفضل 14 فروری 1969ء)

مَیں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے بچپن کے زمانہ میں جذبہ خدمت کے نہایت حسین نظارے دیکھے ہیں..... نظارے اتنے حسین ہیں کہ انہیں بار بار بیان کرنا چاہیے تا کہ ہماری جو چھوٹی پود ہے، نئی نسل ہے، اِن کو بھی پتہ لگے کہ مہمان کی خدمت کیسے کی جاتی ہے۔

ایک دفعہ مَیں بہت چھوٹی عمر کا تھا، مدرسہ احمدیہ کی چوتھی جماعت میں داخل ہوا تھا یا شاید پانچویں جماعت میں ہوں گا یعنی یہ قرآن کریم حفظ کرنے کے معاً بعد کی بات ہے۔ ہمارے چھوٹے ماموں جان (حضرت میر محمد اسحٰق صاحب)...... افسر جلسہ سالانہ ہوا کرتے تھے۔ آپ ہماری تربیت کی خاطر ہمیں اس عمر میں اپنے ساتھ لگا لیتے تھے۔ آپ ہر لحاظ سے ہمارا خیال بھی رکھتے تھے۔ اور پورا وقت ہم سے کام بھی لیتے تھے۔ چاہے وہ دفتر میں بٹھائے رکھنے کا ہو یا خطوط وغیرہ

فائل کرنے کا ہو۔ ان کے علاوہ دوسرے تمام کام کو اس عمر کے مطابق ہوں ہم سے لیتے تھے۔

ایک دن آپ نے مجھے کہا (رات کے کوئی نو دس بجے کا وقت کا ہوگا) کہ مدرسہ احمدیہ میں دو صحن تھے ایک بڑا صحن تھا اس کے اردگرد رہائشی کمرے تھے چند ایک کلاس روم بھی تھے لیکن زیادہ تر رہائشی کمرے تھے ایک چھوٹا صحن تھا جس کے اردگرد چھوٹے کمرے تھے اور وہاں کلاسیں ہوا کرتی تھیں۔ جلسہ کے دنوں میں ان کمروں میں بھی مہمان ٹھہرا کرتے تھے۔ حضرت میر صاحب نے کہا ان چھوٹے کمروں کا چکر لگا کر آؤ اور دیکھو کہ کسی مہمان کو تکلیف تو نہیں۔ کسی کو کوئی ضرورت تو نہیں۔ اُس دن حضرت میر صاحب نے معاونین میں چائے تقسیم کروائی تھی۔ جلسہ کے دنوں میں ایک یا دو دفعہ رات کو دس بجے کے قریب چائے تقسیم کی جاتی تھی۔ اس چائے میں دودھ اور میٹھا سب کچھ ملا ہوا ہوتا تھا۔ اور نیم کشمیری اور نیم پنجابی قسم کی چائے ہوتی تھی۔ مَیں وہاں جا کر کمروں میں پھر رہا تھا۔ دوستوں سے مل رہا تھا اور اُن سے اُن کے حالات دریافت کر رہا تھا۔ ایک کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا مَیں اُس میں داخل ہونے لگا تو مَیں نے دیکھا کہ ہمارا ایک رضا کار جو چھوٹی عمر کا تھا آبخورے میں چائے لے کر باہر سے آیا۔ کمرے میں ایک مہمان کو بخار چڑھ گیا تھا اُس نے یہ سمجھا کہ یہ رضا کار میرے لیے گرم چائے اور دوائی وغیرہ لے کر آیا ہے۔ مجھ سے چند سیکنڈ ہی قبل وہ دروازہ میں داخل ہوا تھا اس مہمان نے غلط فہمی میں (کیونکہ ہمارے احمدی مہمان بھی بڑی عزت والے ہوتے ہیں اس مہمان کو اس شام بخار چڑھ گیا تھا اور بڑا تیز بخار تھا۔ اس کو غلط فہمی ہوگئی) اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور کہا تم میرے لیے گرم چائے لائے ہو تم بڑے اچھے اور پیارے بچے ہو (اس قسم کا کوئی فقرہ اُس نے کہا) اب یہ اُس بچے کے لئے انتہائی امتحان کا اور آزمائش کا وقت تھا اگر اس بچے کے چہرے پر ایسے اسباب پیدا ہو جاتے جن سے معلوم ہوتا کہ یہ اس کے لئے چائے نہیں لایا تو اس مہمان نے کبھی چائے نہیں لینی تھی۔ مَیں باہر کھڑا ہوگیا اور خیال کیا کہ اگر مَیں اندر آ گیا تو نظارہ بدل جائے گا۔ مَیں نے چاہا کہ دیکھوں یہ کیا کرتا ہے۔ اُس رضا کار نے نہایت بشاشت کے ساتھ اور اصل حقیقت کا ذرا بھر اظہار کئے بغیر اس کو کہا۔ ہاں تم بیمار ہو مَیں تمہارے لیے چائے لے کر آیا ہوں۔ اور اگر کوئی دوائی لینا چاہتے ہو تو لے آؤں۔ اب یہ خدمت ایسی تو نہیں کہ ہم کہیں کہ ہمالیہ کی چوٹی سَر کی لیکن کتنا پیار اور حُسن تھا اُس بچے کے اس فعل میں۔ اُس نے اپنے نفس پر اتنا ضبط رکھا اس لئے اُس کی یہ خواہش اور جذبہ تھا کہ میں نے مہمان کی خدمت کرنی ہے۔ اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو اس کی ہلکی سی ہچکچاہٹ بھی اس مہمان کو شرمندہ کر دیتی اور اُس نے کبھی چائے نہیں لینی تھی لیکن اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور کسی اظہار کے کہا۔ ہاں مَیں آپ کے لئے ہی لے کر آیا ہوں۔ یہ نظارہ اس قسم کا حسین تھا کہ اس وقت بھی جبکہ میں آپ کو یہ بات سنا رہا ہوں وہ کمرہ اُس کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا۔ اُس لڑکے کی شکل، وہ مہمان، وہ رُخ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

بچپن میں خدمتِ دین کی تڑپ

عیسیٰ کو چرخ پر نہ بٹھاتے تو خوب تھا

احمدؑ کو خاک میں نہ سلاتے تو خوب تھا

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا

مردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا

قصّے کہانیاں نہ سناتے تو خوب تھا

زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا

اپنے تئیں جو آپ ہی ...... کہا تو کیا

...... بنا کے خود کو دکھاتے تو خوب تھا

تبلیغِ دین میں جو لگا دیتے زندگی

بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں

یاد خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا

(حیات ناصر جلد اوّل ص:59 تا 60)






ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
سرگودھا شہر







زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں
پائندہ ہو تمہاری لیاقت خدا کرے

منجانب

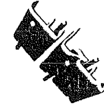
ممبرات لجنہ اماء اللہ
شہر و ضلع رحیم یار خان







”جو قرآن کو عزت دیں گے
وہ آسمان پر عزت پائیں گے“



محترمہ شفقت صاحبہ (صدر لجنہ)
اہلیہ رحمت اللہ صاحب
چوہک پور ضلع سیالکوٹ







دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
پکی کوٹلی۔ ضلع سیالکوٹ




ذکر خدا پہ زور دے، ظلمت دل مٹائے جا
گوہر شب چراغ بن، دنیا میں جگمگائے جا

منجانب
صدر، ممبرات عاملہ
ضلع فیصل آباد

ربوہ کو تیرا مرکز توحید بنا کر
اک نعرہ تکبیر فلک بوس لگائیں

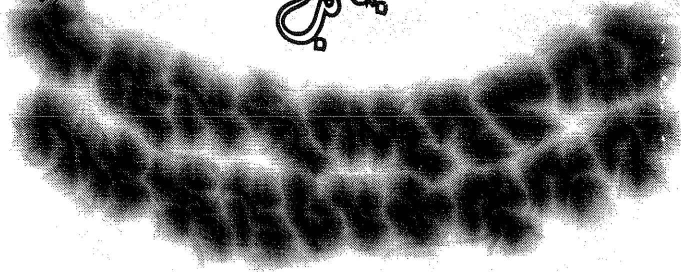
منجانب
منجانب

مکرمہ ماہرہ لئیق صاحبہ

بیت النور، لاہور

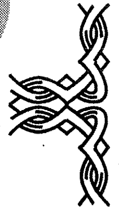



دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے



ممبرات لجنہ

پشاور کینٹ، یونیورسٹی، اچینی پایاں، شیخ محمدی ضلع پشاور

سیکھے گی دنیا ہم سے
محبت کے سارے دستور
تیری چاہت میں مخمور
تیری طاعت میں مسرور
انی معک یا مسرور
انی معک یا مسرور

طالب دعا

مکرمہ سعادت اکرم صاحبہ (کراچی)، مکرمہ عائشہ ندرت صاحبہ (کراچی)
مکرمہ بدر منیر صاحبہ (لاہور)، مکرمہ عظمیٰ وقار صاحبہ (واہ کینٹ)




حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بچپن کی زندگی کے حالات

مکرم چوہدری عبدالوہاب صاحب جہلمی

میں حافظِ قرآن۔ عامل قرآن۔ عاشق قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی بچپن کی زندگی کے دو واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ جن ہستیوں کو دنیا کی خدمت کے لئے چنتا ہے وہ شروع سے ہی پاک باطن اور پاک صفات ہوتے ہیں میں نے حضور کی زندگی کا وہ زمانہ بھی بغور دیکھا ہے۔ جبکہ آپ حافظ سلطان حامد صاحب ملتانی مرحوم سے قادیان میں قرآن کریم حفظ کیا کرتے تھے۔

قادیان میں جب تعلیم حاصل کرنے کے لئے گیا تو مجھے احمدیت سے کوئی خاص اُنس تھا نہ لگاؤ۔ مجھے حضرت اقدس کی تعلیم کا بھی کچھ علم نہ تھا۔ مگر سلسلہ کے بزرگوں اور بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی بچپن کی زندگی کا گہرا نقش میرے دل و دماغ پر ہوا۔ حضور کا بچپن دیکھ کر میرے رگ و ریشہ میں احمدیت کی صداقت سما گئی۔ حضور نے مدرسہ احمدیہ کی اُس کلاس میں جس میں یہ نابکار بھی تھا داخلہ لیا تو مجھے اُس سے بے حد خوشی ہوئی۔ میں نے حضور کو کلاس روم میں دیکھا کہ قانون کی پابندی استادوں کی فرمانبرداری کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کوئی بڑائی اور اپنی ذات کے لئے کوئی الگ پوزیشن قائم کرنے کا انہیں کبھی خیال بھی نہ آیا حالانکہ آپ خلیفۂ وقت کے بیٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ رفتار میں گفتار میں میانہ روی۔ سب سے حسنِ سلوک ان کا طریق تھا۔ ہماری کلاس میں بعض ایسے لڑکے تھے جو کہ اس وقت بڑوں کے لڑکے اور بزعم خود بڑے ہونے کے دعویدار تھے۔ مگر ان کا نمونہ کسی طرح بھی بڑوں کی شان کے شایان نہیں تھا۔ عموماً ایک نماز کا وقت سکول ٹائم میں آتا تھا۔ سکول کی گھنٹی بجتی اور اساتذہ کرام وضو کر کے اپنی اپنی کلاسوں کو لے کر بیت اقصیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے۔ نماز ختم ہونے پر قطار در قطار واپس آ کر کلاسوں میں بیٹھ جاتے۔ بعض بڑے ہونے کے دعویدار گھنٹی بجتے ہی اپنے گھروں میں چلے جاتے اور نماز ختم کر کے جب دوسرے لڑکے آتے وہ بھی کلاس میں آ جاتے۔ مگر حضور باقاعدہ نماز میں شامل ہوتے اور نظام کی پوری پابندی کرتے۔ ہلکا سا تبسم۔ گفتار میں میانہ روی۔ غریب لڑکوں سے حسن سلوک آپ کی امتیازی خصوصیت تھی۔ ہر ساتھی اور ہر مخاطب سے ایسی گفتگو فرماتے جس سے ہر شخص خوش ہوتا اور یہی معلوم ہوتا کہ میرے ہی سب سے زیادہ مونس و غمخوار ہیں۔

اکثر پرانے احباب کو یاد ہو گا کہ 1929ء کے جلسہ کے لئے جو جلسہ گاہ تیار ہوئی وہ حضرت فضل عمر مصلح موعود کی

افتتاحی تقریر کے وقت ہی ناکافی ثابت ہوئی حضور اقدس نے جب دیکھا کہ جلسہ گاہ ناکافی ہے تو حضور نے افسر جلسہ کو جلسہ گاہ وسیع کرنے کا حکم صادر فرمایا اس وقت استاذی المکرّم حضرت میر محمد اسحاق صاحب افسر جلسہ سالانہ تھے۔

حضرت میر صاحب نے جو کہ انتظامی قابلیت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھے یہ انتظام کیا کہ مدرسہ احمدیہ کے بڑے لڑکوں کو حکم دیا کہ آج رات تم جلسہ گاہ کی توسیع کے سلسلہ میں رات بھر کام کرو گے۔ اس وقت ہماری کلاس ہی عمر کے لحاظ سے کام کرنے کے قابل اور بڑے لڑکوں پر مشتمل تھی۔ چنانچہ ہمیں کام کرنے کی ہدایت ہوئی۔ حضرت خلیفہ ثالث رحمہ اللہ بھی ہمارے کلاس فیلو تھے۔ آپ بھی جلسہ گاہ کی توسیع کے لئے تشریف لے گئے

سابقہ تعمیر شدہ جلسہ گاہ ہٹا دی گئی مستری آگئے اینٹ اور گارا مستریوں کو دینا اور شہتیریاں رکھنا ہم طلباء کی ڈیوٹی تھی حضرت خلیفہ ثالث رحمہ اللہ اس وقت ایک جفاکش مزدور کی مانند تمام رات کام کرتے رہے حقیقت یہ ہے کہ میرے جیسے نکمے بھی حضور کو دیکھ کر چست ہو گئے۔ حضور کے دل میں حد سے زیادہ کام مکمل کرنے کا جذبہ اور تڑپ تھی۔ اینٹ اٹھانے میں اول۔ گارا پہنچانے میں آگے آگے شہتیریاں اٹھاتے وقت بے دریغ کندھا دینا اور ساتھ ہی ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانا سردیوں کی سرد اور لمبی رات تمام رات لگاتار کام کر کے آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ سید القوم خادمہم۔

رات بھر ہماری اور مستری صاحبان کی نگرانی حضرت میر صاحب خود فرماتے رہے۔ جلسہ گاہ کو وسیع کرنے میں جن طلباء نے رات بھر کام کیا ان کو افسر جلسہ سالانہ کی طرف سے چاندی کے تمغہ جات عطا ہوئے ان تمغہ جات کے اوپر کے حصہ میں جلسہ سالانہ 1929ء اور نچلی طرف افسر جلسہ سالانہ لکھا ہوا تھا۔

دوسرا واقعہ غالباً 1936/37 کا ہے۔ دوسرے سکولوں کی طرح ہمارے مدرسہ احمدیہ قادیان میں بھی بوائے سکاؤٹنگ کی تحریک کا اجراء ہوا۔ خاکی وردیاں سلائی گئیں اور بانس کی چھڑیاں اور رسیاں خریدی گئیں محترم جناب چوہدری عبدالواحد صاحب مرحوم سکاؤٹ ماسٹر مقرر ہوئے اور حضورؒ ٹروپ لیڈر مقرر ہوئے۔ کاموں اور پریڈ وغیرہ کے علاوہ باہر جا کر کیمپ لگانا اور مصنوعی لڑائی کرنا اور دیگر اسی قسم کے کاموں کی مشق کرائی گئی۔ اسی سلسلہ میں ہمارے مدرسہ کے سکاؤٹوں نے موضع سٹھیالی میں کیمپ لگایا ایک دن مصنوعی لڑائی میں کماد اور کپاس کے فصلوں میں دوڑتے ہوئے مجھے چوٹ آگئی میں بیٹھ گیا۔ خون صاف کر رہا تھا کہ چند منٹ کے بعد مجھے محبت سے بھرپور پیاری آواز آئی دیکھا تو میرے ٹروپ لیڈر حضورؒ ہیں۔ آپ نے جلدی سے جیب سے رومال نکالا میرا زخم باندھ کر مجھے کیمپ میں جانے کا حکم دیا۔ میں کیمپ میں پہنچ گیا اور وہاں پر غالباً برادرم خلیفہ صلاح الدین صاحب مرحوم بھی موجود تھے انہوں نے رومال کھول کر اور خون دھو کر پٹی باندھ دی۔ حضورؒ بھی ڈیوٹی ختم کر کے سیدھے میرے پاس حال دریافت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ بعد میں اپنے کیمپ میں گئے ایک ادنیٰ ساتھی اور اس کا اس قدر فکر سبحان اللہ سوائے پاکبازوں کے اور کسی کو اس قدر توجہ نہیں ہو سکتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا عائلی زندگی میں حسنِ سلوک

مکرمہ ڈاکٹر شہناز اختر صاحبہ

عظیم انسان مدّتوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ مادرِ گیتی ان کو روز جنم نہیں دیتی۔ ایسے انسانوں کے لئے تاریخ کو لمبا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ تب کوئی ایسا انسان وجود میں آتا ہے جو تمام صفات حسنہ سے متصف ہوتا ہے۔ ایسا ہی گوہر نایاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بابرکت وجود تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ساری زندگی رضائے الٰہی کے حصول، خدمت دین اور خدمت خلق میں گزار دی۔ آپ کا بابرکت وجود سراسر شفقت ورحمت کا موجب تھا۔ آپؒ کی دلنواز شخصیت اور حسنِ یوسف، مذہبی ذوق وشوق اور لگاؤ رکھنے والوں کے دل تو موہتا ہی تھا، مگر عام لوگ بھی آپ کے جلوہ حسن اور رعب وجلال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ جماعت کے عام لوگ ہوں، خاص لوگ ہوں، امیر ہوں یا غریب ہوں، ہر ایک یکساں محبت سے نوازا جاتا تھا اور پھر جس کی بے نظیر شخصیت کا ہر کوئی مدّاح ہو وہاں آپ کا عائلی زندگی میں حسن سلوک کس قدر دلبرانہ اور مشفقانہ ہوگا۔ جن کا پیغام محبت ساری دنیا پر محیط تھا انہوں نے اپنی عائلی زندگی میں محبت کی دولت کس طرح لٹائی ہوگی۔ یہ زندگی کا ایک حسین دور ہے۔ جہاں آپؒ کی زندگی میں خدا تعالیٰ کے حکم سے دو خواتین محترمات آئیں۔ جنہیں آپ کی ازواج مطہرات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حرمِ اوّل حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ اور حرمِ دوم حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ۔

حضورؒ کی جس طرح پیدائش الٰہی بشارتوں سے ہوئی اسی طرح آپؒ کی پہلی شادی بھی الٰہی بشارتوں سے حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ و حضرت نواب مبارکہ بیگم کے ساتھ ہوئی۔ یہ رشتہ حضرت اماں جان نے برسوں پہلے تلاش کر لیا تھا۔ حضورؒ خود اس کے بارہ میں فرماتے ہیں ”ہماری شادی کے متعلق حضرت اماں جان کو بہت سی بشارتیں ملی تھیں اس کے نتیجہ میں یہ شادی ہوئی تھی۔ یہ رشتہ آپ نے کروایا تھا الٰہی بشارت کے مطابق۔ اور جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے مدّ نظر خود کیا اور ایک ایسی ساتھی میرے لیے عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ کو بانٹنے کی اہلیت رکھتی تھیں۔“ (الفضل 22 دسمبر 1981)

حضورؒ کے لئے جس ساتھی کا انتخاب ہوا تھا اُن کی والدہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو بھی حضرت سیّدہ منصورہ بیگم کی پیدائش سے پہلے خواب آیا کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہاں بیٹی ہوگی اس کا رشتہ میرے پیارے بیٹے محمود کے بیٹے سے کرنا۔ مبارک رشتہ ہوگا۔ پاک نسلیں چلیں گی۔“

(مصباح فروری 1982)

حضورؒ کا نکاح حرمِ اول حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ سے 2 جولائی 1934 کو ہوا۔ اس مبارک شادی کی بارات میں گنتی کے پانچ افراد شامل ہوئے جس میں حضورؒ کی دادی حضرت اماں جان، آپ کی والدہ حضرت اُمّ ناصر، حضرت مصلح موعود، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت مولوی سیّد سرور شاہ صاحب۔ نہایت سادگی سے رخصتی ہوئی۔

حضورؒ اپنی شادی سے ٹھیک ایک ماہ کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت مصلح موعود کے حکم سے انگلستان تشریف لے گئے۔ جہاں آپ حصول تعلیم کے لئے مصروف عمل رہے وہاں حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے بھی صبر ورضا کا بے مثال نمونہ دکھایا حضورؒ نے حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے اس وصف کے بارے میں فرمایا " ایک ذرہ بھر بھی انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا کہ میں اپنی وہ تعلیم مکمل نہ کروں، جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔ (مصباح فروری 1982)

حضورؒ حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کی بہت قدر کرتے تھے اور اُن کی بہت سی خصوصیات کا اعتراف بہت محبت بھرے انداز سے فرماتے تھے۔ حضورؒ جب انگلستان میں تھے تو دوران تعلیم آپ نے اپنی ڈائری میں 17 اپریل 1937 کو تحریر فرمایا کہ:۔

" دن کے اڑھائی بجے مرزا انس احمد کی پیدائش ہوئی۔ منصورہ پیاری کو سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بچہ کو مسیح موعودؑ کا حقیقی معنوں میں وارث بنائے اور احمدیت کا سچا خادم اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے والا اور لمبی عمر پانے والا اور اس عمر کو بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے خرچ کرنے والا ہو۔ اور پیاری منصورہ کو اللہ تعالیٰ جلد صحت کامل عطا فرمائے۔ اور اپنے فضل سے لمبی صحت اور خوشی کی زندگی عطا فرمائے۔"

حضورؒ کی اپنے گھر میں حسنِ سلوک کی متعدد مثالیں ملتی ہیں 14 اگست 1947 کو جب تقسیم پاک و ہند عمل میں آئی تو جماعت احمدیہ کو بھی قادیان سے ہجرت کرنا پڑی اس نازک موقع پر مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت کے لئے آپؒ 15 نومبر 1947 تک قادیان رہے۔ اس دور میں آپ کی بلند ہمتی، محبت اور عظمت کی چند جھلکیاں ان خطوط میں نظر آتی ہیں جو آپ نے قادیان سے اپنی بیگم حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو لکھے۔ آپؒ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

" ظاہری حالات دگرگوں ہیں۔ حیلے سب جاتے رہے، تو اب رحمان خدا کے سہارے کے سوا کچھ باقی نہیں۔ چار پانچ ہزار عورتیں اور بچے پھنسے پڑے ہیں۔ خدا ہی ہے جو اپنے فضل سے ان غریبوں کی نجات کی کوئی راہ نکالے۔ آمین۔ جہاں تک ہوسکتا ہے کام کرتے ہیں۔ لوگ تو دو آگوں میں ہوتے ہیں، ہم بہت سی آگوں میں ہیں مگر " آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی غلام ہے" اس لیے گھبرانے کی وجہ نہیں۔ یہ زندگی دوروزہ ہے کبھی خاوند بیوی سے بچھڑتا ہے، کبھی بیوی خاوند سے، جو اس دنیا میں رہ جائیں ان کا خدا تعالیٰ بھی حافظ وناصر اور وکیل ہوتا ہے۔ جو اپنے فرائض کو ادا

کرتے ہوئے اپنے خدا سے ملتا ہے، خدا اس کے عزیزوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ باقی ابتلاء تو آتے ہی رہتے ہیں۔ ابتلاؤں میں ثابت قدم رہے کہ ابتلاء ہی اصطفا تک پہنچاتا ہے......سب کو سلام اور دعا۔ "ہمیشہ تمہارا ناصر" (ماہنامہ خالد مئی 1983)

اسی طرح ایک اور خط میں آپ نے اپنے گھر والوں کو ان الفاظ میں تسلی دی:۔

"خدا تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا وقتی ابتلاء ہیں وقت گزر جائے گا مگر یہ حالات جماعت کی تاریخ میں تا قیامت یاد رہیں گے۔ میری طبیعت پر ذرا بھر بوجھ نہیں ہے۔ لاہور کی فکر ضرور رہتی ہے۔ حضور کی کمزوریٔ صحت ضرور دکھ میں رکھتی ہے۔ خدا کے امان میں تم سب اور ہمارے بزرگ۔ ظلم اپنے انتہا کو پہنچ چکا ہے خدا کی مدد بھی قریب ہے بالکل پریشان نہ ہونا۔ "تمہارا ناصر" (ماہنامہ خالد مئی 1983)

جب خاوند اتنا خیال رکھنے والا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بیوی بھی فدائی اور جانثار عطا فرمائی۔ حضور سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے بارے میں خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ میں خداداد فراست تھی۔ علم سے شغف تھا۔ میں سمجھتا ہوں! تاثر ہے میرا! کہ میری حفاظت کیلئے اپنا یہ طریق بنالیا تھا! کہ جب تک میں سو نہ جاؤں رات کو۔ آپ نہیں سوتی تھیں کتاب پڑھتی رہتی تھیں اور جب میں اپنی بتی بجھا کر لیٹ جاتا تو پھر دومنٹ کے بعد بتی بجھا کر لیٹ جاتی تھیں۔" حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات پر حضورؒ نے حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ نہایت شاندار الفاظ میں فرمایا:۔

"بغیر بات کیے ساری ذمہ داریاں جو میرے نفس کی تھیں وہ آپ سنبھال لیں، اس حد تک کہ وٹامنز خود نکال کر دیتی تھیں۔ کبھی میں خود نکالنے کی کوشش کروں تو ناراض ہو جاتیں کہ یہ میرا کام ہے کیوں کیا آپ نے؟ مطلب یہ تھا کہ یہ دومنٹ بھی خود اس کام پر کیوں خرچ کیے۔ جو دوسرے اہم جماعتی کام ہیں ان پر خرچ کریں۔ مجھے ہر قسم کے ذاتی فکروں سے آزاد کر کے، سارے اوقات کو احباب کی فکروں میں لگانے کے لئے موقع میسر کر دیا۔ آپؒ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔ کہ آپ ان کے لئے دعا کریں کہ آخری اور دائمی زندگی کا مالک انہیں اپنی رحمت اور بخشش کی چادر میں ڈھانپ لے۔ اے ہمارے رحیم اور ودود خدا ! تیری شفقت اور محبت اور پیار کی نظر ان پر رہے اور سکینت اور قرار انہیں عطا ہو تیرا مقدس رسول ﷺ جس کی وہ عاشق تھیں اور تیرا برگزیدہ......جس کی وہ بیٹی اور بہو تھی، انہیں اپنی محبت اور اپنے پیار کی آغوش میں جگہ دے۔"

حضورؒ اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کا سنتالیس سال کا ساتھ رہا۔ لیکن پھر وہ وقت بھی آ گیا جس پر کسی کا بس نہیں ہوتا۔ خدا جب چاہے اپنے پیارے کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ سو حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو بھی 3 دسمبر 1981 کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات پر جس عظیم حوصلہ اور برداشت کا آپ نے ثبوت دیا وہ ایک عام

انسان کے بس کی بات نہیں تھی لیکن آپ کا یہ حوصلہ جماعت کے لئے بھی مرہم کا کام کر گیا۔ جو ایک تو حضرت سیّدہ کی جدائی میں غم سے نڈھال تھی اور دوسرے اُن کے پیارے امام دکھ میں تھے اس وجہ سے بھی زخموں سے چور چور تھی، لیکن آپؒ کے صبر سے ٹوٹے دلوں کو سہارا مل گیا اور خدا کی رضا پر راضی ہونے کا سلیقہ بھی آ گیا۔

حضورؒ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ ہر استعداد کو اُسی کے فضل سے انتہا تک پہنچا دیا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق کہ اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، پر آپ نے اس حد تک عمل فرمایا کہ آپؒ کے جسم، روح، قول اور فعل کا ذرہ ذرہ اور آپ کی زندگی کا ہر لحہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپؒ نے تمام عمر خدا اور اس کے رسول کے حکموں کی پیروی کرتے ہوئے گزاری۔

خلیفہ وقت کا کوئی کام بھی ذاتی غرض کے لئے نہیں ہوتا اس کے سب کام معاشرہ اور انسان کی بہبود کے لئے ہوتے ہیں جس کے لئے یکسوئی، اطمینان اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اتنے بڑے صدمے کے بعد جو خلا آپؒ کی زندگی میں پیدا ہو گیا اسے جماعتی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے پورا کرنا ضروری تھا۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد حضورؒ نے دینی اغراض کی خاطر خدا تعالیٰ کے حکم کے تحت عقدِ ثانی کا ارادہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے چالیس روز 25 فروری 1982 تا 5 اپریل 1982 تک خاص دعائیں کیں۔

11 اپریل 1982ء کو آپؒ نے اپنا نکاح حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ کے ساتھ پڑھا۔ خطبہ نکاح میں آپ نے فرمایا:۔

''ہر انسان جو اس جہان میں پیدا ہوتا ہے ایک دن اس جہان کو چھوڑ بھی دیتا ہے کبھی خاوند پہلے چلا جاتا ہے اور بیوی پیچھے رہ جاتی ہے۔ کبھی بیوی پہلے چلی جاتی ہے اور خاوند پیچھے رہ جاتا ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں ان کی زوجین کی زندگی پر اگر نظر ڈالیں تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور شناخت کرتے ہیں کہ رہنے والی نے اس مشن کو اکیلا رہتے ہوئے بھی پوری طرح ادا کیا۔ جو ہر دو پہلے پورا کر رہے تھے۔ اگر خاوند اکیلا رہ جائے، تو چونکہ ذمہ داری کا بعض لحاظ سے خاوند پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ اس لیے یہ ارشاد پیدا ہوتا ہے کہ ایک ساتھی ہو جو ہاتھ بٹائے اور فکروں کو دور کرنے والا اور تسکین پیدا کرنے والا اور طمانیت پیدا کرنے والا ہو۔'' (حضرت مرزا ناصر احمد ص:76)

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ نے اس رشتہ کے بارہ میں بتایا کہ میں واضح اور برملا طور پر اس بات کا اظہار کروں گی کہ حضورؒ سے شادی کا فیصلہ میں نے مکمل طور پر اپنی مرضی سے کیا۔ حضرت سیدہ صاحبہ نے حضور کے عقد ثانی کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے بتایا۔

'' حضورؒ نے کن حالات میں، کن ضروریات کے پیش نظر عقدِ ثانی فرمایا اور اس عقد کی واقعاتی تفصیل کو میرے علاوہ کسی اور کے لئے پوری طرح سے بیان کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ میں مختصراً اس کی تفصیل

بیان کروں۔آپ فرماتی ہیں:۔

''حضورؒ اس معاملہ میں بہت حساس تھے۔ شادی کے بعد شروع میں کئی بار مجھ سے پوچھا ''تم اپنے فیصلہ پر پچھتا تو نہیں رہی؟ چونکہ حضورؒ نے اس معاملہ میں پوری شرعی احتیاط برتی تھی اور یہ شادی محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی رضا کے لئے کی تھی۔ اس لئے جب کبھی حضورؒ کو محسوس ہوتا کہ کسی نے عمر کے تفاوت کی وجہ سے معترضانہ رنگ میں بات کی ہے تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور میرا اس تفصیل کے بیان سے یہی مقصد ہے کہ تا آنے والے وقت میں ہمیشہ کے لئے یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ شادی حضورؒ نے کلیتہً خدا تعالیٰ کے حکم اور رضا سے کی۔ اور میں نے اس رشتہ کو بغیر کسی دباؤ کے شائبہ کے اپنی خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ مناسب ہوگا کہ میں حضورؒ کا پیغام اور وہ جواب جو میں نے اپنے والد کو لکھا یہاں نقل کر دوں۔'' حضورؒ نے یہ پیغام حضرت سیدہ کے بھائی مکرم عبدالمجید صاحب کو لکھا۔

''ذاتی حیثیت میں اپنے رب کریم کا یہ عاجز بندہ بقیہ زندگی بغیر کسی شادی کے بھی گزار سکتا تھا۔ لیکن جماعتی ذمہ داریاں ایک وفادار، ایثار پیشہ، ہمت وعزم والی واقفہ ساتھی کا تقاضا کرتی ہیں۔ جو خلافت کے کاموں میں مد و معاون ہوں۔ اس سلسلہ میں جو دعائیں کروائیں اور کیں اس کے نتیجہ میں بہت سی بشارتیں ملیں۔ ہونے والی ساتھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بھرپور حصہ لینے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے شادی کی اجازت بھی دی گئی۔ عزیز لقمان کو اس کی امی نے خواب میں یہ بھی بتایا کہ عزیزہ ''طاہرہ'' اچھا رشتہ ہے۔ ان سب باتوں کی روشنی میں پورے انشراح اور کامل بشاشت کے ساتھ عزیزہ طاہرہ خان کا رشتہ آپ سے مانگتا ہوں۔ امید ہے کہ عزیزہ طاہرہ کی امی اور آپ بھی اسی بشاشت کے ساتھ اسے قبول کریں گے۔ جزاکم اللہ''

حضورؒ کے پیغام کے بعد حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے خدا تعالیٰ کی نوازشوں کا اظہار کرتے ہوئے اور اس کے فضلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو خط اپنے والد کے خط کے جواب میں لکھا وہ یہ تھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ کیسے لکھوں۔ تکلفات کی بجائے میں بالکل صاف بات آپ کو بتا دوں کہ جب آپ سب مجھ سے ہاں کا پوچھتے ہیں تو مجھے عجیب لگتا ہے۔ کیوں کہ انکار کا تو میرے دل میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی خیال نہیں آیا۔ یہ اس لئے نہیں کہ میں بہت مخلص ہوں بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے جیسی میری طبیعت بنائی ہے اس کے لئے یہ بہترین سے بھی بہتر ہے۔

دعاؤں کے دوران مجھے شدید خوف اس بات کا رہا کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے رد نہ کر دے۔ اور جب یہ خوف بہت زیادہ بڑھ جاتا تو میں اپنی ہمت کے مطابق دعا کرتی اور ہمیشہ ہی زیادہ خوف کے بعد مجھے ایسی خواب آجاتی جس سے میرے دل کو اطمینان ہو جاتا۔ میں خدا تعالیٰ کے اس فضل اور احسان پر بے انتہا خوش ہوں کہ اس نے مجھے قبول کر لیا۔ میرے لئے دعا کرتے رہیں کہ اب پکڑ کر کہیں وہ مجھے چھوڑ نہ دے۔ اور اپنے ان فضلوں کے قابل خود ہی مجھے بنا دے جس کے میں لائق نہ تھی۔'' (حضرت مرزا ناصر احمد ص:81)

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ

''حضورؒ کے ساتھ میرا تعلق بیوی کی حیثیت سے

اگرچہ بظاہر صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ تک رہا لیکن یہ تعلق اس قدر گہرا، اس قدر مضبوط، اس قدر پیار سے بھرپور اور اتنا بے تکلف تھا کہ بیسیوں سال پرانے رشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔...... حضورؒ کا حسن سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ قابل رشک حد تک خوبصورت تھا مجھے وہ الفاظ نہیں ملتے جن سے میں اس کا نقشہ کھینچ سکوں۔ بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ چاروں طرف پیار ہی پیار تھا۔ شفقت ہی شفقت تھی اور اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اتنا گہرا اور شدید پیار اور اتنی شفقت کہ عام انسان تو اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ بسا اوقات میں خود حیران رہ جاتی تھی۔

آپ مزید فرماتی ہیں۔ میری تربیت کا ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی خیال رہتا۔ لیکن ہر بات اتنے پیار اور نرم انداز سے کہتے کہ مجھے برا محسوس نہ ہوتا۔ جذبات کا خیال بڑی باریکی سے رکھتے۔ بعض اوقات میں نے وہ بات محسوس نہیں بھی کی ہوتی تھی لیکن حضورؒ کو اس کا احساس ہوتا کہ شاید اس نے محسوس کیا ہو اور خود ہی اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے۔ زندگی کے ہر پہلو پر جب میں نظر ڈالتی ہوں تو یہی محسوس کرتی ہوں کہ حضورؒ اس کے لئے میری کسی نے کسی رنگ میں ضرور راہنمائی فرما گئے ہیں۔ شروع شروع میں جب میں نے گھر والوں سے اور دیگر لوگوں سے ملنا جلنا شروع کیا تو حضور نے مجھے نصیحت فرمائی کہ "دیکھو تکبر نہیں کرنا لیکن وقار سے رہنا۔" (حضرت مرزا ناصر ص:82)

حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ حضورؒ کی محبتوں اور شفقتوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتی ہیں۔

معمولی سی تکلیف اور دکھ کا بہت زیادہ احساس فرماتے اور خیال کرتے۔ ایک دفعہ رات کے وقت بیٹھے ڈاک دیکھ رہے تھے۔ میری طبیعت تھوڑی سی خراب ہوئی۔ معدہ میں جلن تھی میں نے کوئی خاص پرواہ نہیں کی۔ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے ذکر کیا تو حضورؒ فوراً اٹھے اور مجھے ہومیو پیتھی دوا دی۔ دس دس منٹ بعد تین خوراکیں دیں۔ اور چہرے پر فکر کا تاثر۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد دریافت فرماتے اب ٹھیک ہو۔ میں حیران تھی نصف گھنٹے میں بالکل ٹھیک ہوگئی۔ طبیعت میں حلم اور نرمی بہت تھی کسی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مجھ سے بھی فرماتے "میں تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔" مجھے ٹائفائیڈ کا ٹیکا لگوانا تھا۔ کوئی خاص تکلیف والی بات تو نہ تھی لیکن آپ نے جس طرح خیال اور محبت سے خود بازو پکڑ کر ٹیکہ لگوایا وہ میرے لیے اس وقت باعث حیرت تھا اور اب اس کی یاد باعث فرحت ہے۔ غرض یہ کہ آپ کی محبتوں اور شفقتوں کا تذکرہ کہاں تک کیا جائے۔ زندگی کے ہر پہلو میں آپ صرف اس بات کا خیال رکھتے کہ ہر کام قرآن کریم کے حکموں کے مطابق ہو۔ اچھے کھانے کھاتے تو فرماتے ہم اچھی چیزیں اس لئے کھاتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ لکھا ہے کہ دنیا کی بہترین چیز...... کے لئے پیدا کی گئی ہے۔"

حضورؒ کی شخصیت میں وقار بھی انتہا کا تھا، خدائی رُعب اور جلال بھی تھا۔ نفاست بھی بے انتہا تھی لیکن طبیعت میں درویشی بھی حد درجہ تھی۔ آپؒ نے ہمیشہ مسکرانے کا سبق دیا۔ حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ حرم دوم آخری علالت کے وقت کا ایک واقعہ تحریر فرماتی ہیں:۔

"ایک روز میں پاس بیٹھی بازو دبا رہی تھی میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے میں سمجھی تھی کہ آپ سو رہے

ہیں۔ اتنے میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ میری طرف دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے" تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں میری طرف دیکھو میں کیسے مسکرا رہا ہوں۔ اگر تم بی تو باہر جو بیٹھے ہیں انہیں تسلی کون دے گا" تین چار مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ " اس بیماری کے شروع دنوں میں مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحہ میری وفات ہو سکتی ہے۔ لیکن میں مسکراتا رہا"

اتنا عظیم حوصلہ تھا، اتنی زبردست قوتِ برداشت تھی کہ باوجود اس کے کہ طبی طور پر ان کی علالت کی شدت کو جانتی تھی۔ میں بھی دھوکہ کھا جاتی جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں...... اس بیماری کے دوران بھی آپ بار بار گھر والوں سے میرے متعلق فرماتے کہ ان کے کھانے کا خیال رکھو اور یہ کہ یہ رات بھر جاگتی ہیں اس لئے دن کے وقت انہیں سلا دو۔ اتنا زیادہ خیال فرماتے کہ میں اکثر شرمندہ ہو جاتی اور پھر آخری دوپہر کو کھانے کے وقت مجھ سے فرمانے لگے" تمہیں نیند کی دوائی دلسے کر اگلے چوبیس گھنٹوں کے لئے سلا دینا چاہیے"

حضرت سیّدہ آپؒ کی جماعت سے محبت کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتی ہیں:۔

"اُس مردِ آہن نے اپنی ذات کو جماعت کے مفاد کے لئے بالکل پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ اپنا ہر غم بھول کر ہمیشہ افرادِ جماعت کا حوصلہ اور ہمت بڑھائی۔ مصائب میں خود مسکرا کر انہیں مسکرانا سکھا دیا۔" (حضرت مرزا ناصر احمد ص:137)

31 مئی کو جب اچانک حضورؒ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہوگئی تو اس وقت بھی جب کہ کمزوری اور سانس کی تکلیف کے باعث بات کرنا بھی دشوار تھا۔ حضورؒ نے فرمایا:۔

"الفضل میں میری صحت کے متعلق ایک بلیٹن شائع کروا دو۔ جماعت کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کر دو لیکن Exagration نہ ہو۔ اتنا پیار کرنے والی میری جماعت ہے۔"

(حضرت مرزا ناصر احمد ص:141)

اس وقت انہیں اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ فلاں رشتہ دار کو خبر کر دیا فلاں دوست کو۔ بلکہ خیال تھا تو صرف اپنی پیار کرنے والی جماعت کا۔

جماعت کو جو بے انتہا پیار حضورؒ سے تھا اور ہے اس کے اظہار کا طریق یہ ہے کہ جماعت اُن تمام خواہشات اور امیدوں کو پورا کرے جو حضورؒ کو اُن سے وابستہ تھیں۔

آپؒ محبتوں کا ایک جہان اور شفقتوں کا ایک سمندر تھے۔ تجلیاں آپ کے رخِ انور سے پھوٹتی تھیں۔ ذہانت ذکاوت اور فراست کا ایک سیل رواں تھا جو کہ ہر دم بہتا رہتا تھا۔ آپؒ کے کلام میں ایسی فصاحت و بلاغت تھی کہ منظر بہ منظر روشن ہوتا چلا جاتا تھا۔ یقین آپ کا ورثہ اور خدا آپؒ کا خزانہ تھا۔ برکتیں اور محبتیں بکھیرنے والے انسان کی عظمت کا بیان قلم کی طاقت سے باہر ہے۔

جانتی تھی مَیں یہ بات اچھی طرح
تیرے محبوب کے مَیں تو قابل نہ تھی
پر مرے مولیٰ تیرا احسان ہے
وہ عطا مجھ پہ کی۔ جو نہ سوچی کبھی
یاد کچھ نہ رہا اپنا ماضی مجھے
اس قدر خوش تھی مَیں ۔ اتنی مسرور تھی

جذباتِ غم اور اللہ تعالیٰ کے حضور التجا

(حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

جانتی تھی مَیں یہ بات اچھی طرح
تیرے محبوب کے مَیں تو قابل نہ تھی
پر مرے مولیٰ تیرا یہ احسان ہے
وہ عطا مجھ پہ کی۔ جو نہ سوچی کبھی

جس میں پیدا ہوئی مَیں۔ پلی اور بڑھی
چھوڑنے پر نہ اُس گھر کو کچھ غم ہوا
بھول بیٹھی تھی۔ مَیں ماں کے بھی پیار کو
میری امی کو مجھ سے گِلہ ہی رہا

جب کیا مجھ سے شکوہ مَیں چُپ ہی رہی
اور کہتی بھی کیا؟ تھی حقیقت یہی
یاد کچھ نہ رہا اپنا ماضی مجھے
اس قدر خوش تھی مَیں اتنی مسرور تھی

وقت ہر دَم خوشی سے تھا یوں بہہ رہا
غم کا طوفاں نہ آئے گا جیسے کبھی
پر یہ طوفان آکر ہی آخر رہا
اَیسا آیا۔ نہ جائے گا جیسے کبھی

چار دن پہلے گذرے تو پھر اَے خُدا
مَیں یہ سمجھی کہ تُو نے ہے سُن لی دُعا
کچھ دنوں بعد اچھے یہ ہو جائیں گے
پھر وہی دَور آئے گا آغاز کا

آخری شام کتنے تھے مسرور وہ
مَیں بھی خوش اور ہشاش بشاش تھی
پھر اچانک ہی بدلا وہ رنگِ سحر
اور دَر آئی یک دم گھنی تیرگی

جانے مجھ کو مِلی کس خطا کی سزا
شکر تیرا نہ شائد اَدا کر سکی
مَیں تو سمجھی تھی باقی بہت وقت ہے
شکر کرنے کو اِک زندگی ہے پڑی

مَیں تو بے حد تھی کمزور اَور ناتواں
تُو نے اتنا کڑا لے لیا اِمتحاں
پھر بھی مولیٰ ! نہیں تجھ سے مایوس مَیں
التجا نہ مری جائے گی رائیگاں

بخش دے مجھ کو اَے میرے پیارے خُدا
میرے عیبوں کو بھی ڈھانپ مولیٰ مِرے
مجھ سے راضی رہے تُو ہر اک گام پر
مجھ پہ انعام ہر دم ہوں آقا میرے

پُورا کر دُوں گی مَیں اُن کی اُمید کو
اپنے محبوب سے ہے یہ وَعدہ مِرا
اب وہی عزم و ہمت دکھاؤں گی مَیں
وہ جو مطلب بتایا صدیقہ کا تھا

مجھ اکیلی سے لیکن یہ ممکن نہیں
جب تلک تُو نہ میرا سہارا بنے
اس لئے تُو ہی اے میری جاں کی سِپَر
عزّم وہمت کی اَب مجھکو توفیق دے

ربوہ کو تیرا مرکز توحید بنا کر
اک نعرہ تکبیر فلک بوس لگائیں

تُو میرے دل کا نور ہے اے جانِ آرزو
روشن تجھی سے آنکھ ہے اے نیّرِ ہُدیٰ



ممبرات لجنہ
ناصر آباد جنوبی

ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

ضلع سانگھڑ

1908ء تا 2008ء

عالمگیر جماعت احمدیہ کو شکرانہ فیڈمل پرائیویٹ لمیٹڈ کی
طرف سے محبت بھرا اسلام اور صد سالہ خلافت جوبلی مبارک

منجانب

خلیفہ طاہر احمد، خلیفہ جمیل احمد
کوئٹہ شہر

خدا کا یہ احسان ہے ہم پہ بھاری
کہ جس نے ہے اپنی یہ نعمت اتاری

منجانب

فیملی شیخ شریف اللہ صاحب

دارالذکر، فیصل آباد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا انتخاب اور بشارات ربانیہ

محترم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ

الحمدللہ کہ خلیفہ ثالث کا انتخاب عین منشائے خداوندی کے مطابق ہوا جس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بعض دوسری عظیم الشان روحانی شخصیتوں کے لیے خدا کے کلام میں پہلے سے پیشگوئیاں موجود ہوتی ہیں جو ان کی تعین میں مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق بھی بہت سی آسمانی بشارات موجود ہیں۔

7اور8 نومبر 1965ء کی درمیانی رات خدا کا محبوب بندہ محمود مکرم اور مصلح موعود جس کا نزول جلال الٰہی کے ظہور کا موجب تھا۔ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اپنے محبوب ازلی خدا کے حضور اٹھایا گیا تھا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَقْضِیاً۔ آپ کی وفات بھی ٹھیک اس رویا کے مطابق ہوئی۔ جو حضور نے 23 اپریل 1944ء کو دیکھی تھی۔ جس میں صراحتاً یہ ذکر تھا کہ آپ اب دارفانی میں دعویٰ مصلح موعود کے بعد اکیس سال یعنی 1965ء تک اور قیام پذیر رہیں گے۔ (الفضل 29 اپریل 1944ء)

آپ کی وفات الہامی ارشاد

''مَوْتُ حَسَنٍ مَوْتٌ حَسَنٌ فِیْ وَقْتٍ حَسَنٍ''

کے مطابق کامیاب زندگی اور بامراد انجام کی موت تھی حضور نے فرمایا تھا۔

''اس الہام میں مجھے حسنؓ کا بروز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کے ساتھ تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کو پورا کرے گا اور میرا انجام بہترین انجام ہوگا اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوگی۔ فالحمد اللہ علیٰ ذالک (تفسیر کبیر جلد دہم ص:571) اور آپ کی وفات ایسے وقت میں ہوئی جبکہ پاکستان میں بوجہ جنگ فرقہ وارانہ اختلاف اور جھگڑے دب گئے تھے اور قوم سیاسی اور مذہبی میدان میں متحد ہوگئی تھی پھر وفات کے وقت جنگ عارضی طور پر رُک بھی چکی تھی اور اس فتح پر جو اللہ تعالیٰ نے پاکستانیوں کو اپنے دشمن پر دی تھی تمام پاکستانی شاداں وفرحاں تھے اور ملک میں وسائل آمدورفت بھی کھل چکے تھے ایسے وقت میں جو درحقیقت اچھا وقت تھا حضور نے وفات پائی اور نمائندگان مجلس انتخاب خلیفہ کو مرکز پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور نہایت خیروخوبی سے انتخاب خلیفہ کا کام سرانجام پایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے محض اپنے تصرف سے جماعت احمدیہ کو پھر ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ایک زلزلہ کے بعد جماعت احمدیہ نے قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث سے سکینت پائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر انتخاب خلافت کے لیے جماعت کی نمائندہ ایک مجلس مرتب فرمائی تھی جو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر صاحبان، تحریک جدید کے وکلاء، بیرونی ممالک میں تبلیغ ...... کا شرف حاصل کرنے

والے مبلغین، رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور 1901ء سے پہلے کے رفقاء کرام کے بڑے فرزند اور امراء جماعت وغیرھم پر مشتمل تھی۔ نمائندگان بھاری اکثریت یعنی 205 افراد 24 گھنٹے کے اندر انتخاب کے لیے پہنچ گئے تھے۔ جن کی بڑی اکثریت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو مسیح موعود کا خلیفہ ثالث منتخب کیا۔

اس انتخاب میں نہ کوئی فرد منصب خلافت کا امیدوار ہوتا ہے اور نہ ہی کسی شخص کے حق میں رائے ہموار کی جاتی ہے۔ تمام ممبران سے عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے پوری دیانتداری سے رائے دیں گے ان ممبران کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ان پر اعتماد کر کے ساری جماعت کی طرف سے ان پر خلیفہ کے انتخاب کی نازک ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے انہیں انتہائی تقویٰ اور دیانتداری سے نبھانا ہوگا انہیں معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی ارشاد:۔

اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (النساء آیت:59)

کے مطابق وہ اپنے ووٹ کے استعمال کے لیے خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہوں گے چنانچہ ان تمام امور کی موجودگی میں ایک الٰہی تصرف کارفرما ہوتا ہے جو...... کو ایک فرد کی طرف لاتا ہے۔ چنانچہ خلافت ثالثہ کے انتخاب کے موقع پر ایسا ہی نظارہ دیکھنے میں آیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت تمام قلوب پر متصرف ہے اور خدا کے فرشتے دلوں پر سکینت نازل کر رہے ہیں۔

الحمدللہ کہ خلیفہ ثالث کا انتخاب عین منشاء خداوندی کے مطابق ہوا جس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بعض دوسری عظیم الشان روحانی شخصیتوں کے لیے خدا تعالیٰ کے کلام میں پہلے سے پیشگوئیاں موجود ہوتی ہیں جو اس کی تعین میں انسانوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ اس پر مستزاد وہ سینکڑوں رؤیاء اور کشوف ہوتے ہیں جو ان مقدس وجودوں کے روحانی مرتبہ پر فائز ہونے سے قبل ہی دکھائے جاتے ہیں۔

آسمانی بشارات:۔

ہم پہلے یہاں سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے متعلق وہ چند آسمانی بشارات درج کرتے ہیں جو حضور کی مصدق ہیں اور جن کی صداقت پر جناب کے خلیفہ ہونے سے مہر ثبت ہوگئی ہے۔ یہود کی احادیث کی مشہور کتاب طالمود میں لکھا ہے۔ یہ بھی ایک روایت ہے کہ:۔

مسیح کے وفات پانے کے بعد اس کی بادشاہت یعنی آسمانی بادشاہت اس کے فرزند اور پھر اس کے پوتے کو ملے گی۔

اس روایت کی تائید میں یسعیاہ 42 کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ (طالمود مرتبہ جوزف بارکلے باب پنجم صفحہ 37 مطبوعہ لندن 1878ء)

یہ پیشگوئی مسیح ناصری کے وجود میں تو پوری نہیں ہوئی کیونکہ نہ ان کا کوئی فرزند تھا نہ پوتا۔ یسعیاہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح موعود علیہ السلام اور اس کے مبشر فرزند اور پوتے کے متعلق ہے جس کے متعلق زیادہ صراحت خود مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں ہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسیح موعودؑ کے متعلق یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کے الفاظ میں یہ بشارت دی ہے

کہ مسیح موعود اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ایک شادی کریں گے اوران کے ہاں خاص اہمیت کی حامل اولاد ہوگی اور ایک ایسا بیٹا بھی اللہ تعالیٰ عطا کرے گا جو حسن واحسان میں اپنے باپ مسیح موعود کا نظیر ہوگا۔ وہاں حضور نے یہ بھی خبر دی ہے کہ ابنائے فارس میں سے ایک فرد نہیں بلکہ کئی افراد دین کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوں گے اوران کے کارنامے...... کی نشاۃ ثانیہ اور ایمان کو ثریا کی بلندیوں سے واپس لانے کے مترادف ہونے کی وجہ سے خاص اہمیت کے حامل ہوں گے۔ (بخاری کتاب التفسیر) اوران کا وجود سورۃ جمعہ کی آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ آیت:4) کے مقدس گروہ کی امانت سنبھالے گا۔

اس حدیث میں رجل ؓ اور رجال ؓ کے الفاظ ہیں کہ ثریا سے ایمان کو واپس لانے والا ایک شخص ہوگا یا کئی اشخاص اس خاندان کے کئی افراد چونکہ ایک ہی روحانی سلسلہ کے خادم ہوں گے اور ایک ہی شخص کی ذریّت ہوں گے اس لیے گویا وہ ایک شخص کے حکم میں ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر زیر تفسیر سورۃ الجمعہ)

جس طرح طالمود میں مسیح موعود کے ساتھ اس کے بیٹے اور پوتے کی پیشگوئی موجود ہے کہ وہ آسمانی بادشاہت میں اس کے خلیفہ ہوں گے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں آپ کے فرزند مصلح موعود اور پوتے کے متعلق بھی بشارات موجود ہیں۔ چنانچہ تذکرہ صفحہ 554 جدید ایڈیشن بحوالہ حقیقۃ الوحی یہ الہامات ہیں۔

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَّظْهَرِ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّكَ یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اُترے گا اور ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔

اور 6، 7 نومبر 1907ء کو الہام ہوا۔

"اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اِسْمُهُ يَحْيٰى۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ"

(تذکرہ صفحہ 626)

یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحيٰ ہے حالانکہ اس سے پہلے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات جو الہام اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰهِ وَ اُصِيْبُهُ کے مطابق ہوئی تھی جس میں یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ جلد فوت ہو جائے گا۔ آپ کے متعلق یہ الہام بھی ہوا تھا کہ کفی ھذا۔

(تذکرہ صفحہ 278)

جس کا ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ کیا ہے کہ:۔

"یہ نسل یا اولاد کافی ہے اور اب اس کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوگی"۔ (صادقوں کی روشنی صفحہ 48)

لیکن صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات کے بعد ایک اور لڑکے کی پیدائش کے متعلق مذکورہ بالا الہامات میں جو بشارات دی گئی تھیں اس سے مراد موعود نافلہ ہی تھا۔ جیسا کہ اوپر بحوالہ حقیقۃ الوحی ذکر آچکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس پانچویں فرزند سے مراد پوتا ہی لیا تھا اور عملاً بھی حضور کے ہاں الہام کفی ھذا کے مطابق مرزا مبارک احمد مرحوم کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔ گو حضرت مسیح موعودؑ نے مذکورہ بالا الہامات کا مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پہلے بیٹے مرزا نصیر احمد مرحوم کو قرار دیا لیکن وہ کم عمری میں فوت ہوگئے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مذکورہ بالا الہام

کے مصداق نہیں تھے کیونکہ ان الہامات میں اس موعود کا ایک نام یحییٰ ہے جس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود یہ فرماتے ہیں:۔

”اس کا مطلب یہ ہے زندہ رہنے والا“۔

(تذکرہ صفحہ 726)

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ موعود پوتا آپ کے پسر موعود مصلح موعود سے یہ مشابہت رکھتا ہے کہ جیسے لمبی عمر پانے والا مصلح موعود کی پیشگوئی کے بعد پہلے بشیر اوّل ارہاص کے طور پر پیدا ہوئے جنہیں پسر موعود والی پیشگوئی کا مصداق سمجھا گیا لیکن وہ جلد وفات پا گئے اور ان کی وفات کے بعد پسر موعود کی پیشگوئی کا اصل مصداق بشیر ثانی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مبشر یہ لمبی عمر پانے والے موعود پوتے کی پیشگوئی کے بعد 1907ء میں بشیر ثانی مصلح موعود کے ہاں نصیر احمد مرحوم پیدا ہوا جسے مبشر یہ موعود نافلہ کا مصداق سمجھا گیا لیکن وہ بھی بشیر اوّل کی طرح ہی چھوٹی عمر میں وفات پا گئے اور اس کے بعد لمبی عمر پانے والے موعود پوتے اور دوسرے لفظوں میں پانچویں فرزند کا حقیقی مصداق پیدا ہوا۔ یعنی صاحبزادہ مرزا ناصر احمد۔ پس واقعات اور قرائن اور خلافت ثالثہ کے انتخاب اور افرادِ جماعت کے کثیر تعداد کی رویائے صالحہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ابن خامس اور موعود نافلہ سے مراد مرزا نصیر احمد کی بجائے مرزا ناصر احمد تھے۔ جن کی ولادت با سعادت 16 نومبر 1909ء کو ہوئی ....

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات مذکورہ کے مصداق کی جو ہم نے تعیین کی ہے اس کی تصدیق اس آسمانی بشارت سے بھی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پیدائش سے پہلے دی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں جو حضور نے اپنے موعود فرزند کی پیدائش سے دو ماہ قبل یعنی 26 ستمبر کو تحریر فرمایا تھا اس میں آپ لکھتے ہیں کہ:۔

”مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور...... کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا“۔ (الفضل 8 اپریل 1915ء)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک ایمان افروز مکتوب:۔

اس موعود پوتے کو اللہ تعالیٰ نے الہام اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيٰ میں اس بناء پر کہ وہ عمر پانے والا ہوگا یحییٰ کا نام دیا ہے جیسا کہ اس کے والد کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ لمبی عمر پانے والا ہوگا۔ اور اس نام کے رکھنے میں بعض حکمتیں بھی ہو سکتی ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الہام الٰہی میں مبشر پوتے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پانچواں بیٹا قرار دیا گیا ہے اور پوتے کے لئے بیٹے کا لفظ عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن فرمایا۔ انا النبی لا کذب انا ابن المطلب کہ میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

سب جانتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے پوتے تھے۔ پس پوتے کے لئے بیٹے کا لفظ بکثرت ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے اور یہ عجیب بات ہے

کہ حضرت اماں جان نے اپنے تمام پوتوں میں سے صرف حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو ہی اپنے بیٹوں کی طرح پالا اور ان کی تربیت فرمائی۔ آپ اس الہامی نام سے ہی آپ کو پکارا کرتی تھے۔

چنانچہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے میرے استفسار پر جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے مجھے یقین ہے کہ جواب قارئین کے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگا۔ آپ تحریر فرماتی ہیں:۔

برادرم مکرم......اللہ تعالیٰ

آپ کا خط ملا...... یہ درست ہے کہ حضرت اماں جان ناصر احمد کو بچپن میں اکثر یحییٰ کہا کرتیں اور فرماتی تھیں کہ یہ میرا مبارک ہے یحییٰ ہے جو مجھے بدلہ میں مبارک کے ملا ہے۔ مبارک احمد کی وفات کے بعد کے الہامات بھی شاہد ہیں ایک بار میرے سامنے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان سے بڑے زور سے اور بہت یقین دلانے والے الفاظ میں فرمایا تھا کہ ''تم کو مبارک کا بدلہ بہت جلد ملے گا۔ بیٹے کی صورت میں یا نافلہ کی صورت میں''۔

مجھے مبارک احمد کی وفات کے تین روز بعد ہی خواب آیا کہ مبارک احمد تیز تیز قدموں سے چلا آ رہا ہے اور وہ دونوں ہاتھوں پر ایک بچہ اُٹھائے ہوئے ہے اس نے آ کر میری گود میں وہ بچہ ڈال دیا جو لڑکا ہے اور کہا ہے کہ ''لو آپا یہ میرا بدلہ ہے'' (یہ فقرہ وہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا) میں نے جب یہ خواب صبح حضرت اقدس کو سنایا تو آپ بہت خوش ہوئے مجھے یاد ہے آپ کا چہرہ مبارک مسرت سے چمک رہا تھا اور فرمایا تھا کہ ''بہت مبارک خواب ہے'' آپ کی بشارتوں اور آپ کے کہنے کی وجہ تھی کہ ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو اماں جان نے اپنے بیٹا بنا لیا تھا۔ اماں جان کے ہی ہاتھوں میں ان کی پرورش ہوئی۔ شادی بیاہ بھی انہوں نے کیا کوٹھی بھی بنا کر دی (النصرت) تمام پاس رہنے والے جو زندہ ہونگے اب بھی شاہد ہونگے کہ حضرت اماں جان ناصر کو مبارک سمجھ کر اپنا بیٹا ظاہر کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں یہ تو میرا مبارک ہے'' عائشہ والدہ نذیر احمد جس کو حضرت اماں جان نے پرورش کیا اور آخر تک ان کی خدمت میں رہیں۔ یہی ذکر اکثر کیا کرتی ہے کہ اماں جان تو میاں ناصر احمد کو اپنا مبارک ہی کہا کرتی تھیں کہ یہ تو میرا مبارک مجھے ملا ہے...... کئی سال ہوئے مَیں بہت بیمار ہوئی تو میں نے ایک کاپی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض باتیں جو جو یاد تھیں لکھی تھیں ان میں بھی یہ روایت اور اپنا خواب میں نے لکھا تھا وہ کاپی میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔

والسلام

مبارکہ

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی تقریر برجلسہ سالانہ 1956ء میں بطور بشارت فرمایا تھا۔

''میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا......اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی'' (خلافت حقہ اسلامیہ ص:17)۔

ان اللّٰہ علی کل شی قدیر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے طالبِ علمی کے زمانے کی ایک نظم

دنیا کے کام بے شک کرتا رہوں گا مَیں بھی — لیکن میں جان و دل سے اس یار کا رہوں گا

برقی خیال دل میں سر میں رہے گا سودا — اس یار کو میں بھولوں اتنا نہ محو ہوں گا

چمکوں گا میں فلک پر جیسے ہو کوئی تارا — بھولوں کو راہ پر لاوے ایسی میں شمع ہوں گا

سورج کی روشنی بھی مدہم ہو جس کے آگے — ایسا ہی نور حاصل اس نور سے کروں گا

عالم کو میں معطر کر دوں گا اس مہک سے — خوشبو سے جس کی ہر دم مدہوش میں رہوں گا

اخلاق میں مَیں افضل، علم و ہنر میں اعلیٰ — احمدؐ کی رہ پہ چل کر بدرالدجیٰ بنوں گا

سارے علوم کا ہاں منبع ہے ذات جس کی — اس سے مَیں علم لے کر دنیا کو آگے دوں گا

مجھ میں تڑپ وہ ہوگی بجلی بھی جھینپ جائے — دل عشق سے بھروں گا اور بے قرار ہوں گا

پھر برق میں بنوں گا جل کر میں خاک ہوں گا — اکسیر جو بنا دے اکسیر میں وہ ہوں گا

جو کچھ کہوں زبان سے ناصر میں کر دکھاؤں — ہو رحم اے خدایا، تا تیرے فضل پاؤں

(مرزا ناصر احمد 14/3/1928)

(حیات ناصر جلد اوّل ص:58 تا 59)



مقامِ خلافت
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی نظر میں

مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سترہ سالہ دورِ خلافت میں نظامِ خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات کا بڑی تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے نیز اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے خلافت کی ترقی کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور مقامِ خلافت کو احبابِ جماعت کے سامنے واضح فرمایا ہے۔ آپ نے استحکامِ خلافت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کی بارہا تلقین فرمائی ہے۔ اس مضمون میں مقامِ خلافت کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات پیش ہیں۔

خلیفہ خدا بناتا ہے:۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔'' (الفضل 17 مارچ 1967ء)

روحانی انقلاب کی نوید:۔

''میں تمام جماعت کو جو کہ یہاں موجود ہے اور پوری دنیا کو کامل یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال کے اندر دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہونے والا ہے۔ وہ دن قریب ہیں جب دنیا کے بہت سے ممالک کی اکثریت ......کو قبول کر چکی ہوگی اور دنیا کی سب طاقتیں اور ملک بھی اس آنے والے روحانی انقلاب کو روک نہیں سکتے۔ جب کہ وہی زبانیں جو آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہی ہیں آپؐ پر درود بھیج رہی ہوں گی۔ یہ دن یقیناً آنے والے ہیں۔

لیکن یہ پیش خبریاں ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد کرتی ہیں جنہیں بہر حال ہم نے پورا کرنا ہے۔ ہمیں عظیم قربانیاں دینی ہوں گی۔ جب ہم اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے تب خدا کہے گا کہ میں اپنا کچھ کیوں

بچا کر رکھوں، میں بھی اپنی سب برکتیں تمہیں دیتا ہوں اور جب ایسی حالت ہو جائے تو پھر خود سوچ لو کہ ہمارے لئے کیا کمی رہ جائے گی۔" (خطبات جلسہ سالانہ 1965ء بحوالہ جلسہ سالانہ کی دعائیں صفحہ 3,4)

تسکین کا سامان:۔

پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ قیامت تک آنحضرت ﷺ کے اظلال نے بھی ہمیشہ اور ہر وقت موجود رہنا ہے اس لئے ان کو بھی یہ حکم ہے۔ کہ تم جس جماعت پر مقرر کئے گئے ہو۔ آنحضرت ﷺ کا ظل ہونے کی وجہ سے ان کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔ چنانچہ اس حکم کے ماتحت رسول کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین مجددین اور اولیائے اُمت اپنے لئے اتنی دعائیں نہ کرتے تھے۔ جتنی دعائیں انہوں نے اُمت مسلمہ کے لئے کیں اور اب جماعت احمدیہ کے خلفاء بھی اپنے لئے اتنی دعائیں نہیں کرتے (یا نہیں کرتے رہے) جتنی دعائیں وہ احمدی بھائیوں کے لئے کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں اور اس امید اور یقین سے دعا کرتے اور کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان دعاؤں کے نتیجہ میں...... کے دلوں میں تسکین پیدا کرے گا پھر ہمارا دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری حقیر دعاؤں کے نتیجہ میں واقعہ میں ...... کے دلوں میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت کے افراد کے سینکڑوں خطوط اس بات کی شہادت دے رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ کو ہر آن پورا کر رہا ہے۔ کبھی وہ ہماری دعاؤں کو قبول کر کے مومنوں کے دلوں میں تسکین کے سامان پیدا کرتا ہے اور کبھی وہ مومنوں کو قوت برداشت عطا کر کے ان کیلئے تسکین کے سامان مہیا کرتا ہے۔ بہر حال وہ ان کے دلوں میں تسکین کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مارچ 1966ء)

جماعت اور خلیفہ ایک ہی وجود ہیں:۔

ڈنمارک میں ایک پریس کانفرنس کے دوران پہلا سوال انہوں نے اسی سلسلہ سے شروع کیا اور کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ میں آپ کا مقام کیا ہے" میں نے انہیں کہا کہ تمہارا سوال میرے نزدیک غلط ہے کیونکہ میرے نزدیک جماعت احمدیہ اور میں ایک ہی وجود ہیں اس واسطے یہ پوچھنا کہ جماعت میں آپ کا کیا مقام ہے یہ سوال درست نہیں۔ وہ بڑے گھبرائے کہ ہمیں یہ کیا جواب مل گیا ہے اور یہ جواب اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا۔ (خطبات ناصر جلد اول صفحہ 877)

نظام خلافت کی حفاظت:۔

ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے جماعت ...... روحانی مقامات بلند سے بلند حاصل کرتی چلی جاتی ہے تو ایمان کا ایک اور تقاضا خلافت کو قائم کریں گے خلافت کو قائم رکھیں گے ایک مختصر سا فقرہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرے بچے جو اس وقت سامنے بیٹھے ہیں ان کی کثرت اس کی روح کو سمجھ نہیں سکتی جب تک کہ ان کے سامنے کھول کر اور بار بار اسے بیان نہ کیا جائے ایک تو نظامِ خلافت کی حفاظت کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنی ارواح کی حفاظت کریں گے کیونکہ قرآن کریم میں جو خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ یہ نہیں کہ تم جو مرضی ہے بن جانا میں خلافت کا

سلسلہ قائم رکھوں گا بلکہ وعدہ یہ دیا گیا ہے اس کے برعکس وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (النور:۵۶) کہ ایمان کے تقاضوں کو جب تک پورا کرتے رہو گے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرو گے کہ واقعی تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہو میں اس وقت تک تم میں خلافت کا سلسلہ قائم رکھوں گا۔(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ ۲۸۲)

عظیم الشان انقلاب کی خوشخبری:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کی خبر ان الفاظ میں دی فرمایا:۔

’’میرے دل میں بڑی شدت سے یہ بات ڈالی گئی ہے کہ آئندہ 23-25 سال احمدیت کے لئے بڑے ہی اہم ہیں۔کل کا اخبار آپ نے دیکھا ہوگا حضرت مصلح موعود نے 1945ء میں کہا تھا کہ اگلے بیس سال احمدیت کی پیدائش کے ہیں اس واسطے چوکس اور بیدار رہو۔بعض غفلتوں کے نتیجہ میں پیدائش کے وقت بچہ وفات پا جاتا ہے۔میں خوش ہوں اور آپ کو بھی یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ وہ بچہ 1965ء میں بخیر وعافیت زندہ پیدا ہو گیا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔میرے دل میں یہ ڈالا گیا ہے کہ وہ بچہ خیریت کے ساتھ، پوری صحت کے ساتھ اور پوری توانائی کے ساتھ 1965ء میں پیدا ہو چکا ہے۔اب 1965ء سے ایک دوسرا دور شروع ہو گیا اور یہ دور خوشیوں کے ساتھ، بشاشت کے ساتھ، قربانیاں دیتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانے کا ہے۔اگلے 23 سال کے اندر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہونے والا ہے۔یا دنیا ہلاک ہو جائے گی یا اپنے خدا کو پہچان لے گی۔یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔میرا کام دنیا کو انذار کرنا ہے اور میں کرتا چلا آ رہا ہوں۔آپ کا کام انذار کرنا اور میرے ساتھ مل کر دعائیں کرنا ہے تا یہ دنیا اپنے رب کو پہچان لے اور تباہی سے محفوظ ہو جائے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 رجون 1970ء مطبوعہ الفضل 15 جولائی 1970ء صفحہ 11)

اطاعتِ خلافت:۔

پھر خلفاء کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت تمہارے لئے اسوۂ ہے۔خلیفہ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اپنا کچھ نہیں رکھتا بلکہ وہ نبی متبوع کے وجود کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اسی کا رنگ اس کے اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے۔اسی لئے آپ نے فرمایا کہ خلفاء کی سنت بھی تمہارے لئے اسوۂ ہے۔یعنی اگر کسی وقت کسی مقام پر کسی زمانے میں میرا جو حسن ہے یا مجھ پر خدا تعالیٰ کی صفات کا جو رنگ چڑھا ہوا ہے وہ تمہیں صاف اور واضح طور پر نظر نہ آئے تو میرے خلفاء کی طرف دیکھ لینا کیونکہ جو ان کا رنگ ہے وہ ان کا اپنا نہیں ہے بلکہ میرے نائب ہونے کی حیثیت سے ان میں میرا ہی حسن جلوہ گر ہے۔اُن پر میرا ہی رنگ چڑھا ہوا ہے۔اگر زمانہ کی دوری یا مکان کی دوری کی وجہ سے تمہیں کوئی شبہ پیدا ہو تو اس وقت جو میرے نائب اور خلفاء ہوں گے اُن کے اندر تمہیں میرے حسن اور میری سنت کا اسوۂ نظر آئے گا۔اس لئے تم اُن کی

پیروی کرنا۔

پس چونکہ خلفاء کا اپنا کچھ نہیں ہوتا اس لئے ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ اس طرح خداتعالیٰ اُن کو کوئی رفعت دینا چاہتا ہے۔ اُن کے لئے تو خداتعالیٰ کا پیار کافی ہے۔ اس لئے ان کو تو کسی اور رفعت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکی اطاعت کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے ذریعہ خداتعالیٰ تمہیں رفعت بخشنا چاہتا ہے۔ اگر تم ان کی اطاعت نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ابلیس بن جاؤ گے اگر تم ابلیس نہیں بننا چاہتے تو پھر تمہیں خلفاء کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ تمہیں ان کی کامل طور پر اور بشاشت کے ساتھ اطاعت کرنی پڑے گی۔

پس خلافت کے زمانہ میں یہ گدی والی ولایت ہو ہی نہیں سکتی۔ جب خلافت کا زمانہ نہ ہو تو اس وقت گدی والی خلافت سے ملتی جلتی خلافت ہوتی ہے۔ وہ بھی حقیقتاً گدی والی خلافت نہیں ہوتی لیکن ایک تھوڑے سے دائرہ کے اندر ایک نائب رسول اپنی محدود صلاحیتوں کے ساتھ امت مسلمہ کے ایک حصے کے شیرازہ کو مضبوط اور ان کے اتحاد کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن ہر خلافت کے زمانہ میں جہاں ہزاروں لاکھوں اولیاء ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں وہاں ایک بھی خدا کا پیارا اور محبوب گدی والا ولی نہیں ہے اور وہ خداتعالیٰ کا پیارا کیا ہوا جس نے اپنی دعاؤں اور خوابوں کو [illegible]روزی کا ذریعہ بنا لیا ہو۔ کیا ایسا شخص خداتعالیٰ کو رزّاق [illegible] سمجھتا کہ [illegible] دوسرے کی طرف ہاتھ اُٹھانے کی ضرورت پڑ گئی؟ (خطبات ناصر جلد چہارم صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۵)

نظامِ خلافت کا احترام:۔

جس طرح آپ کے دلوں میں نظامِ خلافت کا احترام ہے اسی طرح بیرون پاکستان کے احمدیوں کے دل میں بھی خلافت سے بہت پیار ہے۔ وہ تو بیچارے میرے جانے پر مختلف کاموں کی وجہ سے تھکے ہوئے ہوتے ہیں مگر کام کئے جاتے ہیں۔ دراصل خلافت ایک انسٹی ٹیوشن ہے۔ ایک فرد نہیں ہے یہ وہ چیز ہے جس کے متعلق میں نے ڈنمارک کے پادریوں سے کہا تھا کہ تمہارا سوال غلط ہے۔ انہوں نے پوچھا تھا آپ کا مقام جماعت احمدیہ میں کیا ہے؟ میں نے جواب دیا تھا میں اور جماعت احمدیہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ اس واسطے میرا مقام جماعت احمدیہ میں کیا ہے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ (خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۲۰۷)

امام کی ڈھال:۔

مَیں اس وقت یہ بتا رہا ہوں کہ مصلحت بتانا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن امام کے پیچھے امام کی ڈھال کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ اور......کی جنگیں لڑنا ضروری ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ مصلحت نہیں بتائی گئی۔ اس لئے ہم ڈھال سے پرے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح تم اپنا نقصان کروگے اس طرح......کی جنگ نہیں لڑی جاسکتی۔ ہرگز نہیں لڑی جاسکتی۔ امت محمدیہ پر ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جب امت کو ہر جگہ یہ ڈھال میسر نہ تھی یا چھوٹی چھوٹی ڈھالیں تھیں مگر امت محمدیہ بحیثیت امت اس ڈھال کے پیچھے

نہیں لڑسکتی تھی وہ تو ایک جگہ جمع ہی نہیں ہوسکتی تھی کیا اس وقت ......نے کوئی ترقی کی؟ (روزنامہ الفضل ربوہ 4 نومبر 1973ء)

نظامِ خلافت میں تسلسل:۔

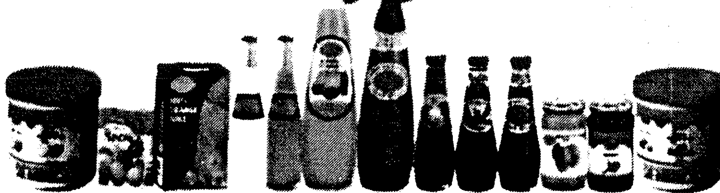
شروع خلافت میں فضل عمر فاؤنڈیشن کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ دراصل جوبلی فنڈ کا جو منصوبہ تھا وہ ایک پُل کا کام دیتا ہے خلافتِ ثانیہ اور خلافتِ ثالثہ کے درمیان۔ یہ نہ سمجھیں کہ خلافت کے بدلنے کے ساتھ کوئی نئی کوشش ہوتی ہے۔ تسلسل ہے جس کے اندر کوئی روک نہیں۔ جس میں یہ ڈر نہیں کہ ٹوٹ گیا اور نئے سرے سے آ گیا ہے۔ ایک جگہ ٹھہر کر نئے سرے سے حرکت نہیں ہوتی۔ ایک مسلسل حرکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ شروع ہوئی ہے وہی حرکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلسل کے ساتھ آگے سے آگے Momentum gain کر کے بڑھ رہی ہے۔ (خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ ۴۰۴)

اور حضور کے زمانہ خلافت میں تربیت اور تبلیغ میں جو غیر معمولی وسعت پیدا ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنی خلافت کے آخری جلسہ پر تقریر کرتے ہوئے حضور نے 27 دسمبر 1981ء کو فرمایا:۔

''میں تو حیران ہوں اور حیرت میں گم ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عظمت میرے اس زمانہ میں اس بات سے ثابت ہوئی کہ میرے جیسے عاجز انسان کا اس نے ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا کہ اس ذرّہ ناچیز سے میں دنیا میں انقلاب بپا کردوں گا اور کر دیا۔'' (خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1981ء)



20 kg.



ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ساری جماعت کو
آنحضرت ﷺ کے اسوۂ اور ارشادات پر عمل
کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

منجانب

ممبرات مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ
ربوہ

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احسان تیرا
کس طرح شکر کروں اے مرے سلطان تیرا

منجانب

مکرمہ مسعودہ اقبال صاحبہ
ناصر آباد جنوبی ربوہ

ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اے جانے والے ہم تیرے
کاموں کو زندہ رکھیں گے اور تیرے کاموں کو مکمل کرنے
اور تیری خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی قربانی کے
لئے تیار رہیں گے

منجانب

مکرمہ امۃ الحفیظ محمود بھٹی صاحبہ
ڈیفنس کراچی

درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے
اور ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا
کر دیا کرتی ہے (حضرت مصلح موعود)

منجانب

مکرمہ لبنیٰ ندیم صاحبہ
بیت النور ڈیفنس لاہور

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وسلامتی
ودرازیٔ عمر کی درخواست دعا کے ساتھ
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک



ممبرات لجنہ اماءاللہ
ضلع وہاڑی

محمد پر ہماری جان فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

منجانب

ممبرات لجنہ اماءاللہ
موسیٰ والا، کوٹلی ہرنرائن، نائی والا
نشتر آباد، ضلع سیالکوٹ

تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے میرے جاناں تیرا

منجانب

ممبرات لجنہ اماءاللہ
دارالرحمت وسطی 1 ربوہ

سایۂ احمدؐ میں آئے جو کروڑوں ٹڈیاں
سرخرو اُن کی دعائیں ہو رہی ہیں دیکھ آج



محترمہ شازیہ محمود صاحبہ، مکرم محمود احمد صاحب،
مکرم نوید احمد، مکرمہ نداء المجیب، مکرم لبید احمد
و مکرم نبیل احمد
دفتر لجنہ اماءاللہ پاکستان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یاد دل سے محو ہونے والی یاد نہیں ہے

اس کے تذکرے جاری رہیں گے۔ آپ بے حد ہمدرد اور شفیق تھے بڑے تحمل اور عفو سے کام لیا ہمارے ساتھ بڑی محبت وشفقت کا سلوک فرمایا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی رحلت پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے تاثرات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبہ جمعہ فرمودہ 11 جون 1982 میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا رقت بھرے لہجہ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''حضورؒ کی یاد دل سے محو ہونے والی یاد نہیں اس کے تذکرے جاری رہیں گے۔ آخری بیماری کا ایک واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وفات سے غالباً ایک یا دو دن پہلے آپا طاہرہ کو حضورؒ نے فرمایا۔ گذشتہ چار دنوں میں میری اپنے رب سے بہت باتیں ہوئی ہیں میں نے اپنے رب سے عرض کیا ہے کہ اے میرے اللہ! اگر تو مجھے بلانے ہی میں راضی ہے تو میں راضی ہوں۔ مجھے کوئی تردد نہیں میں ہر وقت تیرے حضور حاضر بیٹھا ہوں لیکن اگر تیری رضا یہ اجازت دے کہ جو کام میں نے شروع کر رکھے ہیں ان کی تکمیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو یہ تیری عطا ہے۔ خدا کی تقدیر جس طرح راضی تھی اور جس طرح آپ نے سرِ تسلیم خم کیا آج ساری جماعت اسی تقدیر کے حضور سرِ تسلیم خم کر رہی ہے۔ اللہ ہمارے صبر اور ہماری رضا میں اور بھی برکت دے اور ہمیشہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہنا سیکھ لیں۔'' آمین (الفضل 22 جون 1982)

10 جون 1982ء کو منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے معاً بعد حضورؒ نے...... مبارک میں جو خطاب فرمایا اس میں آپ نے فرمایا:۔

''دوست دعاؤں میں اپنے نہایت ہی محبوب اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بھی خاص طور پر یاد رکھیں۔ آپ نے بڑی محبت وشفقت کے ساتھ ہم سے سلوک فرمایا اور بڑے تحمل اور عفو کے ساتھ ہماری غفلتوں سے پردہ پوشی کی۔ آپ کامل وفا کے ساتھ اپنے رب کے کاموں پر لگے رہے۔ اتنا بوجھ آپ پر ڈالا گیا کہ میں جب دیکھتا تھا تو لرز اٹھتا تھا کہ کیسے انسان میں طاقت ہے کہ اتنا بوجھ اٹھا سکے مسلسل بیماریوں کے باوجود، کمزوری کے باوجود جب بھی حضورؒ کو وقت ملا میں نے دیکھا کہ رات بعض دفعہ دو بجے تک بعض دفعہ صبح تین بجے تک آپ نے لوگوں کے خطوط کے جواب دیئے اور ڈاک کو دیکھا اور ختم کیا مسلسل دعائیں کرتے رہے۔ ایسی راتیں آپ کی زندگی میں آئیں ابتلاء کے دنوں میں جبکہ ایک لحہ کیلئے بھی آپ نہیں سوئے اور ساری رات اپنے رب کو یاد کرتے رہے اس سے رحمت اور فضل مانگتے رہے۔ جہاں تک مجھے واسطہ پڑا میں نے دیکھا آپ بے حد ہمدرد تھے۔ بے حد شفیق تھے۔ لوگوں کے ذرا سے دکھ سے آپ کو بہت دکھ پہنچتا تھا۔ آپ کا حق ہے جانے والے کا حق ہے کہ ہم آپ سے کامل وفا اور محبت کا سلوک کرتے ہوئے ہمیشہ آپ کو دعاؤں میں یاد رکھتے رہیں۔''

(الفضل 19 جون 1982)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا مستورات سے روح پرور خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اسی رات یعنی 8 نومبر 1965 کو رات کے دس گیارہ بجے کے درمیان نیچے صحن میں تشریف لائے۔ صحن میں اس وقت ستر پچھتر کے قریب مستورات جمع تھیں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بھی موجود تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بیعت لی اور مستورات کو چند نصائح فرمائیں آپ نے فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے اس وقت صرف دو وجود باقی ہیں ہمیں ان بابرکت وجودوں کی قدر کرنی چاہیے حضورؒ نے محبت اور اتفاق پر زور دیا اور دعا فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مورخہ 9 نومبر 1965ء قبل از دوپہر احمدی مستورات سے بیعت لینے کے بعد حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کے گھر جو خطاب فرمایا وہ درج ذیل ہے۔ یہ بیعت کا دوسرا موقع تھا جو احمدی مستورات کو دیا گیا۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آپ میں سے بعض بہنیں ضرور یہ علم رکھتی ہوں گی اور بعض کو شاید ان تفاصیل کا علم نہیں ہوگا کہ جب 1914ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے مصلح موعود کو مسندِ خلافت پر بٹھایا تو اس وقت جماعت کے بعض لوگوں میں نفاق پیدا ہو چکا تھا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر پوری طرح اور کامل طور پر مجموعی لحاظ سے یقین نہیں رکھتے تھے یعنی بعض پہلوؤں کو تو وہ مانتے تھے لیکن ان دعاوی کے بعض پہلوؤں کو وہ ردّ کر رہے تھے اور انہیں قبول کرنے کیلئے ان کے دل تیار نہ تھے گو اس وقت اندر ہی اندر ایک چھپا ہوا فتنہ جماعت میں پیدا ہو چکا تھا ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس ذمہ داری کو اٹھایا جو ذمہ داری کہ ایک الٰہی سلسلہ میں سب سے مشکل اور سب سے اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رحم سے اور اپنی محبت کے طفیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو یہ توفیق عطا کی کہ آپ اس فتنہ کو مٹا دیں۔ آپ نے جماعت میں ایک ایسا اتفاق، ایک ایسا اتحاد، ایک ایسی یک جہتی ایک ایسی اخوت اور ایک ایسی برادری قائم کردی کہ اس کا نظارہ ہمیں سگے رشتوں میں بھی نظر نہیں آتا اور یہی وہ نظارہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا:۔

لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ (انفال آیت:64)

جماعت کا جو اتحاد آج نظر آ رہا ہے یہ دنیوی تدابیر کے نتیجہ میں نہیں دنیوی کوششوں کے نتیجہ میں بھی نہیں، دنیا کے مال خرچ کرنے کے نتیجہ میں بھی نہیں کیونکہ ساری دنیا کے سارے اموال بھی اگر خرچ کر دیئے جائیں تو بھی اس قسم کا اتحاد اور اس قسم کا اتفاق کسی قوم میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس قسم کے اتحاد و اتفاق کے پیدا کرنے کیلئے اس مشیت الٰہی کی

ضرورت ہے جس کا منبع آسمان ہے یعنی آسمان پر اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر زمین پر اس کا نفاذ ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ کہ خدا تعالیٰ نے خود یہ تدبیر کی کہ پھر ان کے دلوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو جائے۔ جب کسی قوم میں یہ اتفاق و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس قوم کے تمام افراد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ اس کی یکجہتی کے قیام اور استحکام کیلئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں اور اسکے واسطے ہر قربانی دینے کیلئے تیار ہوں۔ اس اتفاق و اتحاد میں بظاہر رخنہ پیدا کرنے کیلئے بھی بعض مواقع پیدا کئے جاتے ہیں تا کہ ہمارا امتحان لیا جائے۔ ان مواقع میں سے ایک بڑا موقع وہ ہے جب ایک امام وقت اپنے رب کو پیارا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کمزور انسان کے اوپر ذمہ داری ڈالی جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ دیکھو ہمارے محبوب اور تمہارے امام نے جس کے کندھوں پر ہم یہ بھاری ذمہ داری ڈالی تھی کس طرح اپنی قوم میں اپنی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں اتحاد قائم کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ قوم ہر امتحان میں پوری اتری اور کامیاب ہوئی اور اسطرح خدا تعالیٰ کے مزید فضلوں کی وارث ٹھہری۔ دوسری طرف وہ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ دراصل کسی انسان کی کوشش کا نتیجہ نہیں تھا۔ پہلا شخص جو بڑا تجربہ کار اور بڑا عالم ہوتا ہے جس کے عمل کا سکہ دنیا مان چکی ہوتی ہے اور اس کی دور بین نگاہیں دور دور کی باتوں کو فوراً تاڑ جاتی ہیں۔ اور جس کی حکمتِ عملی کا دنیا میں کوئی جواب نہیں پایا جاتا خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں اسے اٹھا کر ایک نا تجربہ کار ایک بے علم اور نا اہل انسان کو اس کی جگہ بٹھاتا ہوں اور پھر تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میرا یہ قائم کردہ سلسلہ اور اس کا اتحاد و اتفاق کس طرح قائم و دائم ہے کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود مجھ پر ہے انسانی تدبیر پر نہیں۔

لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ پہلے حصہ کا تعلق میرے اور آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ہے پس آپ میں سے ہر وہ عورت جس کے گھر کوئی فتنہ ہو اور اتحاد میں خلل پیدا ہوتا ہے اپنے خدا کے سامنے اس کی ذمہ دار ہے اور اس کے متعلق اپنے رب کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا کیونکہ اس نے اپنے گھر کی پاسبانی نہیں کی۔

پس آپ میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ اس اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے پوری کوشش کرے اور اگر ضرورت ہو تو اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دے۔ اپنے بچوں کو اپنی بچیوں کو اور اپنے تمام رشتہ داروں کو سمجھائے کہ قوم کا اتحاد ہر قیمت پر ملحوظ رکھا جائے گا اگر آپ نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور اسے پوری طرح نبھایا تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کی کوئی طاقت ہمارے اس اتفاق و اتحاد میں رخنہ پیدا نہ کر سکے گی۔ ہم لوگوں نے بہر حال اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا ہے ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کر سکتے کہ جا تو اور تیرا رب لڑے ہم تو یہاں آرام سے بیٹھے ہیں ہمیں ان فدایانِ محمد ﷺ کا نمونہ دکھانا ہوگا۔ جنہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن کو آپ تک ہرگز نہیں پہنچنے دیں گے جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آگے نہ بڑھے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات تو ایک اسوہ تھی ایک نمونہ تھی آپ نے ...... کی مکمل تعلیم پیش فرمائی اور ساتھ ہی اس تعلیم کی اشاعت کی ذمہ داری آپ نے اپنے اوپر اور دیگر فدایانِ اسلام پر ڈالی۔ وہ زمانہ بیت گیا اب اس آخری زمانہ میں یہ ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے متبعین پر ڈالی گئی۔ ہاں یہ ذمہ داری مجھ پر اور آپ میں سے ہر ایک پر ڈالی گئی ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے رب سے یہ عہد باندھا ہے کہ ہم اپنی عزتوں کو قربان کر کے اپنی خواہشات کو قربان کر کے، اپنے بچوں اور بچیوں کو قربان کر کے اور ہر قسم کی قربانی دے کر اس دین کی حفاظت کریں گے اور ...... کے غلبہ کی کوششوں کو جاری رکھیں گے۔ یہ ہے ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری!!!! پس اس ذمہ داری کو سمجھیں اور دل میں پختہ عہد کریں کہ خواہ کچھ ہو جائے دعاؤں کے ذریعہ اور ہر قسم کی تدبیروں کے ذریعہ ہم قومی اتحاد کو قائم رکھیں گے اور اس فرض کو حتیٰ الوسع احسن طور پر نبھانے کی کوشش کریں گے جو ہم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق عطا کرے اور ہم پر وہ تمام فضل نازل فرمائے جن فضلوں کا وارث اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو بنایا اور جن کی بشارات آپ کو دی گئیں۔ آپ کو بہت بڑی بشارات دی گئی ہیں کوشش کریں کہ آپ ان بشارات ان برکات اور ان فیوض سے حصہ لے رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو ہر آن آپ کی مدد کرے ہمیشہ آپ کی حفاظت کرے اور ہمیشہ ہی آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔ اللّٰھم آمین۔ (الفضل یکم دسمبر 1965ء ص2)

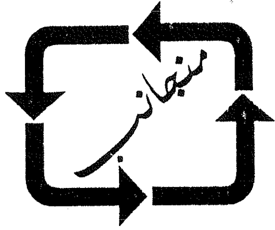
خلافت نور رب العالمین ہے
خلافت ظل ختم المرسلین ہے

منجانب

مکرمہ منیبہ عابد صاحبہ زوجہ عابد مشتاق بٹ

جہلم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری
جماعت کو صد سالہ خلافت مبارک ہو



ممبرات لجنہ اماء اللہ

حلقہ اقبال ٹاؤن نمبر 3، بیت التوحید، لاہور

الٰہی ہمیں تُو فراست عطا کر
خلافت سے گہری محبت عطا کر

منجانب

مکرمہ انجم قادر صاحبہ

پبّی، پشاور

خدا تعالیٰ ہمیں لجنہ اماء اللہ
اور جماعت احمدیہ کی احسن رنگ میں خدمت کرنے
کی توفیق عطا فرمائے آمین

منجانب

مکرمہ پروین عزیز صاحبہ

یونیورسٹی کینٹ، پشاور

1953ء میں قید و بند کے مصائب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ثبات قدم کا اعلیٰ نمونہ

مکرمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ

جو کچھ کہوں زبان سے نا صرؔ وہ کر دکھاؤں
ہو رحم اے خدایا تا تیرے فضل پاؤں

اللہ تعالیٰ کے مقربین اور پیاروں پر ہمیشہ ہی آزمائشیں آتی رہتی ہیں لیکن وہ ان آزمائشوں سے صبر، استقلال اور وقار سے گزر جاتے ہیں۔ 1953 میں مخالفین نے اپنے اوچھے حربوں سے ایک جھوٹا الزام لگا کر حضورؒ کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت آپؒ رتن باغ لاہور میں ٹی آئی کالج کے پرنسپل تھے آپؒ نے اس موقع پر کمال صبر کا مظاہرہ فرمایا اور اس سارے عرصہ کو تحمل اور بردباری سے برداشت کر کے اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اس قدر تکلیف دہ حالات لیکن اس مردِ مجاہد کے پایہ ثبات میں ذرہ بھی لرزش نہیں آئی۔ حضورؒ احباب جماعت کو بھی ہمیشہ صبر اور دعاؤں کی تلقین فرماتے تھے۔ اس زمانہ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو بھی حکومت وقت نے انہیں دنوں ایک جھوٹا الزام لگا کر گرفتار کر لیا تھا۔ مسیح آخر الزماں اور سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے ان دو ہیروں کی گرفتاری سے جہاں ساری دنیا کے احمدی تڑپ کر رہ گئے وہاں خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی ایک زلزلہ سا آگیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جو حضورؒ کی پھوپھی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی بہن تھیں، اُن پر جو قیامت ٹوٹی وہ اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتی ہیں۔

چلاؤ کوئی جا کے مزار مسیح پر
نصرت جہاں کی گود کے پالوں کو لے گئے
آقا تمہارے باغ میں داخل ہوئے عدو
گلزار احمدی کے نہالوں کو لے گئے
رو بہ صفات ، دشمن بد بیں بہ مکر و زور
قیدی بنا کے شیر مثالوں کو لے گئے
جائے گرفت ہاتھ نہ آئی تو بد سرشت
دھبہ لگا کے نیک خصالوں کو لے گئے

حضورؒ کی گرفتاری کا سبب وہ بے ضرر سا خنجر بنا جو بظاہر پھل اور سبزی بھی کاٹنے کے قابل نہ تھا۔ واقعہ کچھ یوں تھا کہ حضورؒ کی شادی اس وقت کے نواب مالیر کوٹلہ کے چچا کی صاحبزادی حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ سے ہوئی تھی شادی پر حضورؒ کو جو تحفہ تحائف اور زیورات ملے اُن میں آپ کے خسر صاحب نے آپ کو ایک جڑاؤ خنجر بھی دیا اس خنجر کا دستہ سنہری تھا اور یہ مالیر کوٹلہ کی نادر اشیاء میں سے تھا اور یہ حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ کے زیورات میں پڑا ہوا تھا۔ لیکن فوجی حکام نے اسے قبضہ میں لے لیا اور حضورؒ پر مقدمہ چلا دیا۔ فوجی عدالت سے آپ کو پانچ سال قید با مشقت اور پانچ ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔

دوسری گرفتاری جو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی ہوئی وہ بھی جھوٹے اور بے سرو پا الزام کی مرہونِ منت تھی۔ یہ واقعہ بھی کچھ یوں ہے کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا اُن دنوں لاہور میں بندوق سازی کا ایک لائسنس یافتہ کارخانہ تھا پاکستان گورنمنٹ اس کارخانہ سے کرچیں تیار کرانا چاہتی تھی۔ جس کے لئے ایک فوجی افسر نے نمونہ کے طور پر حضرت صاحبزادہ صاحب کو ایک کرچ دی تھی اور اس کے متعلق محکمہ فوج سے آپ کی خط وکتابت بھی ہوئی تھی جو کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس موجود تھی۔ اس کو عدالت میں بھی پیش کیا گیا مگر اس کے باوجود حضرت صاحبزادہ صاحب کو اس کرچ کے ناجائز رکھنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور صاحبزادہ صاحب کو ایک سال قید با مشقت اور پانچ ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد شانزدہم حصہ اول)

جن کا پیغام محبت، امن اور ہمیشہ مسکراتے رہو تھا۔ جب اُن پر گرفتاری کے تکلیف دہ لمحات آئے تو انہوں نے اپنے اس پیغام کا دامن تھامے رکھا اور دنیا کو بتا دیا کہ خدا کے فرستادہ دنیاداروں کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ بلکہ وہ ازلی ابدی اطمینان اور سکون اپنے دل اور چہروں پر سجا کر ان بزدلوں کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ حضورؒ کو اپنے گرفتاری کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے قبل ہی دے دی تھی جس کی روایت حضرت صاحبزادہ مرزا انس صاحب کرتے ہیں: ''آپ بتاتے ہیں کہ جو فوجی افسر آپؒ کو گرفتار کرنے آئے ان کو آپ نے فرمایا مجھے تو آپ کے آنے کا پتا تھا میں تو انتظار کر رہا تھا آپ نے دیر کر دی'' (حیات ناصر ص:132)

گرفتاری کے دنوں میں حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ بیمار تھیں کیونکہ صاحبزادہ مرزا لقمان احمد پیدا ہونے والے تھے حضورؒ حضرت سیّدہ کو ہسپتال داخل کروا کر آئے تھے اور تہجد کی نماز پڑھ کر تکیے پر سر رکھا ہی تھا۔ کہ آپؒ کو الہاماً بتایا گیا ''گرفتاری ہونے والی ہے'' اس سے چند ہی لمحوں بعد ملٹری آ گئی اور اس نے تلاشی لینی شروع کر دی۔ آپؒ کی گرفتاری کے دوران ایک عجیب معجزہ رونما ہوا۔ حضورؒ نے اس واقعہ کی تفصیل اپنی ایک مجلس عرفان میں بتائی۔

جب فوجی آپ کی شیروانی کی جیبوں میں ہاتھ ڈالنے لگے جو الماری میں کھونٹی کے ساتھ لٹک رہی تھی تو اس کی ایک جیب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ایک خط تھا جس میں اگرچہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا لیکن آپ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ خط تلاشی لینے والا افسر پڑھے۔ جب تلاشی لینے والے افسر نے ایک جیب کی تلاشی لی اور اپنا ہاتھ دوسری جیب میں ڈالنا چاہا جس کے اندر خط تھا تو شیروانی جیسے گھوم گئی اور اس کا ہاتھ پھر پہلی جیب میں چلا گیا اور اس طرح دو تین مرتبہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سے وہ خط ان کے ہاتھ نہ لگا۔ (حیات ناصر ص:171)

آپؒ کی گرفتاری کے وقت آپ کی صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ موجود تھیں انہوں نے آپؒ کی گرفتاری کے وقت آپ کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی کہ:۔

''فوج صبح ہی صبح رتن باغ لاہور (جہاں ہمارا قیام تھا) پہنچ گئی۔ فجر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ حضورؒ کو جب

فوج کے آنے کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ’’ان سے کہو انتظار کریں۔ میں نماز پڑھ کر آیا۔ فوج کے آنے کی خبر بالکل پرسکون انداز میں اس طرح سنی جیسے پہلے ہی جانتے تھے۔ خیر فوج نے تلاشی وغیرہ لی صرف ایک چھوٹا سا پرانا تاریخی خنجر اسے ملا جو کہ امی کو جہیز میں ملا تھا اور حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کے آباؤ اجداد کے وقت کا چلا آرہا تھا۔ اس پر ابا کو لے گئے۔ بہت کڑا وقت تھا۔ ابا نے کہا۔ میں کپڑے بدل لوں تو چلتا ہوں۔ فوج والا کمرے کے دروازہ پر کھڑا رہا۔ میں حلمی۔ (میری بہن امۃ الحلیم) اور میرے بھائی انس اور چھوٹا بھائی فرید ہم ایک لائن میں کھڑے تھے۔ آنکھوں سے آنسو دل کی عجیب حالت۔ ہمارے پاس آئے سب کو ملے پھر میرے چہرے پر تھپکی دے کر بولے۔ ’’مسکراؤ مسکراؤ‘‘ وہ پہلا سبق تھا جو مشکل وقت میں مسکرانے کا ابا نے دیا۔ آپ بھی مسکرا رہے تھے ہمیں بھی مسکرانے کا کہہ رہے تھے۔‘‘ (مصباح دسمبر 1982)

اُن دنوں لاہور سے جن احمدی مجاہدین کو گرفتار کیا گیا تھا ان میں مکرم محمد بشیر صاحب زیروی بھی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ:۔

’’جب ہمیں میڈیکل ہوسٹل کے نیلا گنبد کے بڑے گیٹ پر کھلے کیمپ سے جیل بھیجنے کے لئے اکٹھا کیا گیا تو وہاں اس عاجز کی ملاقات میاں صاحب سے ہوئی۔ وہاں سے ہمیں ایک ٹرک پر بٹھا کر جیل کی طرف لے گئے۔ حضرت میاں ناصر احمد صاحب نے ٹرک میں بیٹھتے ہی بلند آواز میں قرآنی دعا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِـنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد شروع کر دیا جس سے دلوں میں سکینت واطمینان کی لہر دوڑنا شروع ہوگئی۔

حضرت میاں شریف احمد صاحب ہم سب میں بڑے تھے اور صحت کے لحاظ سے بھی کمزور مگر حوصلہ کے اعتبار سے ازحد مضبوط و مستحکم، کہ جب ہمارے چہروں کو پریشان یا ہمیں اضطراب سے دعائیں کرتے دیکھتے تو فوراً ہماری دلی گھبراہٹ کو بھانپ جاتے اور حضرت میاں ناصر احمد صاحبؒ سے فرماتے۔ یہ بچے تو مجھے دل چھوڑتے معلوم ہوتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب ہمیں اپنے مخصوص انداز میں ہر آنے والے وقت کے لئے تیار کرتے رہتے مجھے ان کی یہ ادا کبھی نہیں بھولے گی کہ جب ہم میں سے ایک نوجوان نے اپنے بیان میں کسی قدر جھوٹ ملایا تو حضرت میاں شریف احمد صاحب بیتاب ہوگئے۔ اس کے بعد آپ بار بار فرماتے کہ ’’اب یہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اس نے اپنا ثواب بھی ضائع کر لیا‘‘ اور پھر ہم میں سے ایک ایک سے مل کر فرماتے۔

’’بیٹا ہم خدا کی خاطر یہاں آئے ہیں۔ یہ ہمارے ایمانوں کی آزمائش ہے۔ اگر ہم آزمائش میں پورے نہ اترے تو ہم جیسا بدنصیب کوئی نہ ہوگا اور اگر اس آزمائش میں کامیاب ہوگئے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں گے۔ اگر ہم نے جھوٹ بولا تو اس کی نصرت سے محروم ہو جائیں گے۔ خواہ کتنی بڑی سزا مل جائے مگر سچ کا دامن کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑنا‘‘

قید کے دوران ایک معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے جلسہ سالانہ 1969 میں فرمایا

''مَیں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ جب ایک موقعہ پر ظالمانہ طور پر ہمیں بھی قید میں بھیج دیا گیا گرمیوں کے دن تھے اور مجھے پہلی رات اس تنگ کوٹھڑی میں رکھا گیا جس میں ہوا کا کوئی گزر نہیں تھا۔ اور اس قسم کی کوٹھڑی میں ان لوگوں کو رکھا جاتا ہے جنہیں اگلے دن پھانسی پر لٹکایا جانا ہو، زمین پر سوتا تھا، اوڑھنے کے لئے ایک بوسیدہ کمبل تھا اور سرہانے رکھنے کے لئے اپنی اچکن تھی۔ بڑی تکلیف تھی۔ مَیں نے اس وقت دعا کی کہ اے میرے رب! میں ظلم کر کے، چوری کر کے، کسی کی کوئی چیز مار کر یا غصب کر کے یا کوئی اور گناہ کر کے اس کوٹھڑی میں نہیں پہنچا۔ مَیں اس جگہ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ میں تیرے نام کو بلند کرنے والا تھا۔ مَیں اس جماعت میں شامل تھا جو تُو نے اس لئے قائم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت دلوں میں پیدا کی جائے۔ میرے رب! مجھے یہاں آنے سے کوئی تکلیف نہیں، مجھے کوئی شکوہ نہیں، مَیں کوئی گلہ نہیں کرتا، مَیں خوش ہوں کہ تو نے مجھے قربانی کا ایک موقع دیا ہے اور میری اس تکلیف کی میری اپنی نگاہ میں بھی کوئی حقیقت اور قدر نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مَیں اس جگہ جہاں ہوں ہوا کا گزر نہیں سو نہیں سکوں گا۔ میں یہ دعا کر رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں میں بلا مبالغہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے نزدیک ایک ایئر کنڈیشنر لگا ہوا ہے۔ اور اس سے ایک نہایت ٹھنڈی ہوا نکل کر پڑنی شروع ہوئی اور مَیں سو گیا۔ غرض ہر دکھ کے وقت، ہر مصیبت کے وقت میں جب عظیم منصوبے بنائے گئے۔ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کا پیار آسمان سے آیا اور اس نے ہمیں اپنے احاطہ میں لے لیا اور ہمیں تکلیفوں اور دکھوں سے بچایا اور ایسی لذت اور سرور کے سامان پیدا کئے کہ دنیا اس نے ناواقف ہی نہیں اس کی اہل بھی نہیں ہے۔ (تاریخ لجنہ جلد سوم ص:724)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تو اسی لمحہ میں ہمارے ساتھ ہو گئی تھی جب مارشل لاء حکام کے ذہن میں خیال بھی گزرا ہو گا کہ اب گرفتاریوں میں توازن قائم رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ کے افراد کو بھی پکڑا جائے بلکہ یہ جسارت بھی کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ہاتھ ڈالا جائے۔ جیل میں پہلی رات نہایت ہی کرب میں گزری۔ صبح ہوئی' ہمیں ان کوٹھڑیوں سے باہر نکالا گیا۔ ہم ضروری حاجات سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوئے اور باہر اپنے کمبل بچھا کر بیٹھ گئے حضرت میاں ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے میری اداسی دیکھ کر فرمایا۔ سورۃ ملک یاد ہے؟ فرمایا۔ سناؤ! چنانچہ اس عاجز نے سورۃ ملک سنائی۔ پھر فرمایا۔ کوئی خواب آئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضورؒ آئی ہے فرمایا۔ سناؤ! چنانچہ میں نے عرض کیا کہ ''حضورؒ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے لئے ایک ریلوے لائن تیار ہوئی ہے جس کے بائیں پہلو سے ایک چھوٹی سی لائن تیار ہوئی ہے جیسے کہ ٹرالی وغیرہ کے لئے ہوتی ہے۔ وہ صرف میرے لئے ہے اس کے آگے بھی مین لائن ہے اس کے ساتھ کچھ لوگ پگھلا ہوا مزید لوہا دائیں جانب چمٹا رہے ہیں''

یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا کہ آپ تو انٹیروگیشن

INTERRO GATION میں ہی رہا ہو جائیں گے مگر اس سے آگے آپ خاموش ہو گئے اتنے میں ناشتے کا وقت ہو گیا چنانچہ جیل سے ہمارا ناشتہ آ گیا جو ابلے ہوئے چنوں کا تھا۔ میں نے ان چنوں کی طرف کچھ ترچھی سی نگاہوں سے دیکھا کہ اب ہمیں یہ کھانے ہوں گے۔ حضرت میاں صاحب فوراً میرے چہرے کے تاثرات ہی سے میرے دل کی کیفیت اور میرا تردد بھانپ گئے اور فوراً ان کو چادر پر ہاتھ سے بکھیرنے کے بعد انہیں خود مزے لے لے کر کھانا شروع کر دیا۔ آپ کھاتے بھی جاتے اور فرماتے بھی جاتے تھے ''بشیر صاحب دیکھئے یہ تو بے حد لذیذ ہیں۔'' اللہ! اللہ! آپ نے ہمیں کس کس طرح تکلیف کے ان دنوں کو حوصلہ اور بشاشت سے گزارنے کے آداب سکھائے۔ ان کا ہاتھ دسترخوان کی طرف بڑھ جانے کے بعد بھلا کس کی مجال تھی جو نہ کھاتا غالباً اسی دن کی دوپہر سے حضرت اقدس کے گھر سے کھانا شروع ہو گیا جو اس قدر ہوتا تھا کہ ہم سب سیر ہو کر کھا لیتے تو پھر بھی بچ جاتا تھا یہاں بھی ہماری دلجوئی مدنظر رہی۔ کھانا آتا تو آپ سارا کھانا میرے سپرد فرما دیتے اور فرماتے ''ساقی صاحب اسے تقسیم کریں'' اور خود میرے گھر سے آیا ہوا کھانا لے بیٹھتے کہ میں تو یہ کھاؤں گا۔ جو نہایت ہی سادہ ہوتا تھا میرے اصرار کے باوجود میرا وہ سادہ سا کھانا حضورؒ خود تناول فرماتے اور رتن باغ سے آیا ہوا کھانا ہم کھاتے ......حضورؒ پرنور اور حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب جب تک ہمارے پاس رہے ایک لحہ کے لئے بھی ہمیں اداس اور غمگین نہیں ہونے دیا اور ہمیں واقعات سنا سنا کر ہمارے حوصلے بلند فرماتے رہے گویا جیل میں بھی ہر روز مجلس علم و عرفان جمی رہی۔

ایک دن مجھے پریشان سا دیکھ کر نہایت ہی بے تکلفی سے فرمانے لگے ''تمہیں پانچ سال قید ہو گی عرض کیا میرے حق میں اس پاکیزہ منہ سے تو کلمہ خیر ارشاد فرمائیں ''فرمانے لگے'' میرا مطلب ہے THINK OF THE WORST جیل میں مَیں نے آپ کو ایک لحہ کے لئے بھی پریشان نہیں پایا بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیل میں اس مرد بحران کی صحت روز بروز بہتر ہو رہی ہے۔ میں نے ایک دن عرض کیا کہ چونکہ میری گرفتاری اچانک اور غیر متوقع تھی میری بھوک پیاس ختم ہو گئی لہٰذا ناشتہ بھی نہ کر پایا۔ فرمایا ''جب مجھے گرفتار کیا گیا تو میں نے پہلے نہایت ہی اطمینان سے غسل کیا پھر سیر ہو کر ناشتہ کیا کیونکہ ایسے وقتوں میں مجھے خوب بھوک لگتی ہے اس کے بعد کپڑے تبدیل کئے''

ہر وقت خوش رہتے اور ہمیں خوش رکھنے کی کوشش فرماتے اور ہمارے ذہنوں میں یہ احساس پیدا کرتے رہتے کہ یہ آزمائش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں کامیابی کے بعد ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بے شمار بارشیں ہوں گی لہٰذا ہمیں استقلال کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ ان لمحات کو مسکراتے ہوئے گزارنا چاہئے۔

جمعہ کا دن تھا۔ اس دن میری انٹیروگیشن (INTERRO GATION) تھی اور حضرت میاں صاحبان کی ٹرائل (TRIAL) تھی۔ اس عاجز کی پردہ پوشی کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان فرمایا کہ اسی کار میں جس میں آپؒ کو سنٹرل جیل سے بورسٹل جیل میں لایا گیا اس عاجز کو بھی لایا گیا۔ راستے میں حضورؒ ہدایات دیتے رہے کہ کسی سے

بھی فضول باتیں نہیں کرنی بلکہ کوشش کریں کہ کسی سے کوئی بات ہی نہ ہو نیز استغفار پر زور دیں گویا اپنے سے زیادہ میری فکر تھی۔ اس عاجز کو حضرت میاں صاحبان کی معیت میں بہتر (72) گھنٹے سے زیادہ ہی رہنے کا موقع ملا اور میں نے آپ کو بہت قریب سے خوب خوب ہی دیکھا۔ ہر لحہ اور ہر آن ان کی رفاقت ہمارے ایمانوں میں اضافہ کا باعث بنی رہی اور آج تک میرے دل و دماغ پر کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دن خواب میں ظاہر فرما دیا تھا۔ عین اسی کے مطابق یہ عاجز تو انٹیرگیشن (INTERRO GATION) ہی میں رہائی پا گیا اور حضرت میاں صاحبان چند ماہ بعد رہا ہو گئے‘‘

(ماھنامہ خالد۔ سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی 1983)

حضورؒ نے اپنی گرفتاری اور قید کے دوران جس صبر و استقلال کا اعلیٰ نمونہ دکھایا اس کے متعلق لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) بشارت احمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

’’میں یہاں اپنے ہم پیشہ دو افسروں کا ذکر کروں گا۔ نام مصلحتاً نہیں لے رہا مگر واقعات بالکل درست ہیں اور عین ان کے بیان کے مطابق ہیں۔ ایک لیفٹیننٹ (جواب بریگیڈیئر ہیں) نے بتایا کہ 1953ء میں ان کو رات کے وقت حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو جو اس وقت لاہور میں پرنسپل تعلیم الاسلام کالج تھے رتن باغ کی عمارت سے گرفتار کرنے کے لئے وارنٹ دیئے گئے۔ یہ افسر وقت مقررہ پر رتن باغ گئے تو انہوں نے مکان کی دوسری منزل کے ایک کمرہ سے پردوں سے نکلتی ہوئی روشنی کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔ گھنٹی بجائی۔ ایک خادم 5 منٹ کے اندر نیچے اترا۔ جب حضرت مرزا صاحب کے متعلق معلوم کیا کہ کیا کر رہے ہیں تو جواب ملا کہ ’’نماز پڑھ رہے ہیں‘‘ یہ صاحب بہت حیران ہوئے۔ پھر سنبھلے۔ بہت جلد حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضورؒ کو وارنٹ گرفتاری دکھائے تو حضورؒ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں اٹیچی کیس لے لوں۔ پھر گھر والوں کو خدا حافظ کہا اور ساتھ چل پڑے۔ اسی افسر کو دو ایک روز کے بعد ایک بڑے عالم دین کی گرفتاری کے وارنٹ ملے۔ وقت گرفتاری تقریباً پہلے والا۔ ان کے گھر پہنچے گھنٹی اور دروازہ کھٹکھٹاتے رہے مگر کافی دیر تک کوئی جواب نہ ملا۔ کافی وقت کے بعد ایک نوکر آنکھیں ملتا ہوا آیا۔ جب مولانا کے متعلق معلوم کیا تو جواب ملا سو رہے ہیں۔ کافی تگ و دو کے بعد مولانا سے ملاقات ہوئی جب وارنٹ گرفتاری دکھائے تو اسلامی اور عربی اصطلاحات میں کوسنے لگے اور بڑی بحث مباحثہ کے بعد چلے۔ تو یہ لیفٹیننٹ دل ہی دل میں سوچتے رہے کہ ایک ’’کافر‘‘ تو تہجد پڑھ رہا تھا اور توکل کا اعلیٰ نمونہ خاموشی سے پیش کرتا گیا دوسری طرف بزعم خود یہ عالمِ دین تحمل، توکل اور بردباری سے قطعاً عاری۔ (الفضل 5 اکتوبر 1983)

دوسرے واقعہ کا تعلق اس دور سے ہے جب اس گرفتاری سے متعلقہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقدمہ کا فیصلہ ہو چکا تھا اور آپ کو سزا سنائی گئی۔ یہ واقعہ سنانے والے ایک کیپٹن صاحب تھے جو اس بلوچ رجمنٹ سے ہی تعلق رکھتے تھے جس میں خاکسار بھی تعینات تھا۔ وہ ایک روز میرے گھر تشریف لائے۔ 1966ء کی بات ہے۔ باتوں باتوں میں انہیں میرے احمدی ہونے کا علم ہوا۔ یہ کیپٹن صاحب پوچھنے لگے کہ آج کل آپ کے خلیفہ کون ہیں؟ جب میں نے

مرزا ناصر احمد کا نام لیا تو یکدم سکتے میں آ گئے۔ کہنے لگے۔ میرا ایک ذاتی مشاہدہ ہے کہ آپ کی جماعت واقعی خدائی سایہ کے نیچے اور روحانی ہاتھوں میں ہے۔ پھر انہوں نے یہ واقعہ بتایا کہ ان کی ڈیوٹی 1953ء کے مارشل لاء میں تھی۔ ان کے فرائض میں ایک کام یہ تھا کہ جن لوگوں کے مقدمات کے فیصلے مکمل ہوتے تو کسی افسر کو مقرر کرتے کہ جیل میں جا کر اسے سزا سنا آئیں جن افسروں کو یہ کام دیا جاتا وہ اپنے عجیب وغریب مشاہدات بیان کرتے ایک صاحب جن کو سزا سنائی گئی غیظ وغضب میں آ گئے۔ ایک اور صاحب سکتے میں آ گئے بلکہ شدید مایوس ہو گئے۔ بعض اپنی بے گناہی اور معصومیت کا واسطہ دینے لگتے وغیرہ وغیرہ۔ (حیات ناصر ص:179)

میرے پلٹن والے اس کیپٹن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر موقعہ ملا تو وہ بھی کسی کو سزا سنائیں اور دیکھیں کہ کس قسم کے تاثر کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک روز بعد دوپہر ایک فائل ان کو ملی جس میں ایک قیدی کے خلاف فیصلہ درج تھا اور کوئی افسر فوری طور پر موجود نہیں تھا۔ انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور خود جیل پہنچ گئے فائل سے نام پڑھا۔ یہ نام گرامی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ یہ کیپٹن ان سے بالکل واقف نہ تھے۔ علیک سلیک کے بعد چارج شیٹ اور سزا انگریزی میں پڑھ کر سنائی۔ ان کیپٹن صاحب کے دماغ میں تھا کہ دیکھیں ان صاحب کا ردعمل دیگر لوگوں کی نسبت کیا ہوگا۔ جب یہ کیپٹن صاحب ساری کاروائی انگریزی میں سنا چکے تو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے جانے کی اجازت چاہی۔ نہ تعجب، نہ حیرانگی، نہ گھبراہٹ، نہ کوئی تاثر، نہ فکر، نہ غم، کیپٹن صاحب تو کسی عجیب و غریب ردعمل کے منتظر تھے۔ فوراً بولے آپ شاید انگریزی نہ سمجھے ہوں میں اردو میں پڑھ کر سناتا ہوں اس پر اس کوہ وقار اور متوکل انسان نے فرمایا:۔

کیپٹن صاحب آپ کی مہربانی سے آکسفورڈ کا گریجوایٹ ہوں۔ تو الٹا کیپٹن صاحب پر کپکپی کا عالم طاری ہو گیا۔ سزا اور جرمانہ بہت شدید تھے گو جرم صرف ایک خاندانی زیبائشی خنجر کو گھر رکھنے کا تھا۔'' (الفضل 5 اکتوبر 1983)

گو کہ حضورؒ کو ایک سال قید با مشقت ہوئی تھی لیکن خلیفہ وقت اور لاکھوں افراد جماعت کی مضطربانہ دعاؤں کی بدولت تقریباً دو ماہ کی قید و بند کے بعد 28 مئی 1953 کو دونوں اسیرانِ راہ مولا کو رہا کر دیا گیا۔

صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت ابا جان اور بھائی کی رہائی پر حضرت اقدس کا الہام ''رہا گو اسفندان عالی جناب'' پورا ہوا۔ (الفضل 12 مارچ 1983)

سبحان اللہ کیسا توکل تھا خدا کی ذات پر اور کیسا صبر دکھایا مسیح موعود کے نافلہ نے۔ جو کہ خدائی بشارتوں سے اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اور جنہوں نے اپنے عمل اور نمونہ سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ سزائیں، یہ قربانیاں جماعت احمدیہ کی جڑوں کو مضبوط کر گئیں نہ صرف مضبوط کر گئیں بلکہ احمدیت میں ایک دوامی زندگی پیدا کرنے کا باعث بن گئیں۔

خدا کا فضل ہے اس کی عطا ہے
محمد کے وسیلہ سے ملا ہے
مبارک تھا یہ ...... کا
ہوا مقبول رب العالمین کا

پیار سب سے نفرت کسی سے نہیں

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ

میر محفل کبھی تھا وہ جانِ جہاں
دیکھ کے جس کو ہر شخص خورسند تھا
نافلہ تھا مسیح کا وہ عالی گہر
اَور فضلِ عمر کا وہ فرزند تھا

ذات اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوئی
کام اس کا زمانے میں موجود ہے
جا کے مغرب میں پیغام حق کا دیا
آج واں کُفر کی راہ مسدُود ہے

زندگی کی چمک سے دَمکتا ہوا
اس کے چہرے پہ کیسا عجب نور تھا
اُس کی ہر بات امید کی روشنی
یاسیت کے اندھیروں سے وہ دور تھا

سلسلہ تھا حوادث کا جاری مگر
یاس کا لفظ بھی لَب پہ آیا نہ تھا
موجزن دَرد کا دل میں دریا مگر
کرب کا اُس کے چہرے پہ سایا نہ تھا

مسکراتا رہا آپ بھی وہ سدا
مسکرانے کی تلقین کرتا رہا
اِس جماعت کو تسکین دیتا رہا
اِس کی راہوں کی تعیین کرتا رہا

اس کی صورت حسیں، اُس کی سیرت حسیں
وہ شگفتہ دہن، وہ کشادہ جبیں
درس اہلِ وفا کو یہی دے گیا
پیار سب سے کسی سے بھی نفرت نہیں

سات سو سال کے بعد ...... کی پھر
اُس کے ہاتھوں سے رکھی گئی ہے بنا
بہرِ تشنہ لباں اُس نے اسپین میں
چشمۂ فیضِ حق پھر سے جاری کیا

یاد زندہ تھی فضلِ عمر کی ابھی
اک نیا زخم دِل پہ ہمارے لگا
چوٹ تازہ ہوئی زخم رسنے لگے
اک نیا درد دل میں مرے بھر دیا

چیز جس کی تھی واپس وہی لے گیا
کوئی شکووں کا حق بھی ہمارا نہیں
اپنے رب کی رضا پہ ہی راضی ہیں ہم
اس کی ناراضگی تو گوارہ نہیں

(ہے درازِ دستِ دعا مرا ص:85تا87)

خدا کرے کہ عشقِ مصطفےٰ ہمارے دِل میں ہو
رضائے حق کی مسندِ کرام بھی ہمیں ملے

منجانب

ممبرات

لجنہ اماءاللہ دارالرحمت غربی 1 ربوہ

عالمگیر جماعت احمدیہ کو محبت بھرا اسلام
اور دعا کی درخواست ہے

منجانب

صدر و ممبرات عاملہ

لجنہ اماءاللہ

مجلس دارالذکر لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی پیاری جماعت کو
خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

مبارک

منجانب

محترمہ دردانہ فاروق صاحبہ

ملتان

کر چکے ہیں مسخر فضاؤں کو بھی
اب غلام مسیح الزماں ساتھیو

منجانب

محترمہ عظمیٰ ستکوھی صاحبہ

ڈیفنس کراچی

ہم اپنے پیارے آقا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو خلافت احمدیہ

صدسالہ جوبلی کے پُرمسرت موقع پر دل کی گہرائیوں

سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

طالب دعا

منجانب

محترمہ سمیرا امتیاز صاحبہ، ممبرات لجنہ اماء اللہ

جھنگ شہر

گرفتار بلا ہوں اپنے ہاتھوں

بڑھا دست کرم، آزاد کر دے

منجانب

مکرمہ ثوبیہ اصغر صاحبہ

حلقہ ٹینچ بھاٹہ، راولپنڈی

مقبول دعائیں ہوں سب دور بلائیں ہوں

لے آئے خدا تم کو اب خیر سے عزّت سے

منجانب

مکرمہ ناصرہ عصمت صاحبہ و مکرمہ ثریا بیگم صاحبہ

گوجرانوالہ شہر

رحمت کا رہے سایہ بڑھتا ہی رہے پایہ

ہر وقت خدا رکھے آسائش و صحت سے

منجانب

مکرمہ نجمہ وددو صاحبہ مع خاندان

پشاور

بڑھے چلو شاہراہ دینِ متیں پر دڑانا، سائباں ہے
تمہارے سر پر خدا کی رحمت قدم قدم گام گام کہنا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

دارالنصر شرقی نمبر 1 ربوہ

راضی ہو خدا تم سے شیطان ہو جدا تم سے
لبریز رہے سینہ ایمان کی دولت سے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

دارالصدر جنوبی نمبر 3 ربوہ

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

قیادت دہلی گیٹ، دارالذکر، لاہور

نہیں دنیا کی خواہش ہم کو ہرگز
فدا دین پر ہی اپنا مال و جاں ہے

منجانب

منجانب

محترمہ خالدہ غفور شرما صاحبہ
مع بچگان

دارالذکر، لاہور

سیّدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ
کے دورِ مبارک کی مختصر جھلک

(مکرمہ فوزیہ محسن صاحبہ)

16 نومبر 1909ء	ولادت باسعادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ از بطن مبارک حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ
1929ء	پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا
1934ء	گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری حاصل کی
2 جولائی 1934ء	حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے نکاح ہوا
6 اگست 1934	کو شادی ہوئی۔
6 ستمبر 1934	حضورؒ حصول تعلیم کے لئے لندن تشریف لے گئے
9 نومبر 1938	آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کر کے واپس قادیان تشریف لائے۔
جون 1938 تا اپریل 1944	جامعہ احمدیہ قادیان کے پرنسپل رہے
فروری 1939 تا اپریل 1949	آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر رہے
اکتوبر 1949 تا نومبر 1954	سیّدنا حضرت اقدس مصلح موعود نے خود بنفس نفیس صدر خدام الاحمدیہ ہونے کا اعلان فرمایا تو اس عرصہ میں آپؒ نے نائب صدر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں
یکم مئی 1944 تا 8 نومبر 1965	آپ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل رہے
14 اگست 1947	تقسیمِ ملک پر آپ نے قادیان میں رہ کر نہایت جرأت سے اردگرد دیہات میں گھرے ہوئے مظلوم ...... کی امداد اور حمایت فرمائی۔

16 نومبر 1947	قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔
جون 1948 تا جون 1950	فرقان بٹالین میں جہاد کشمیر کے سلسلہ میں عظیم خدمت سرانجام دیں۔
1953	فسادات، پنجاب کے موقع پر مارشل لاء لگنے پر کچھ عرصہ تک آپ کو قیدو بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔
1954	مجلس انصاراللہ کے صدر بنے۔
مئی 1955	صدر انجمن احمدیہ کے صدر مقرر ہوئے
1959-1965ء	افسر جلسہ سالانہ مقرر ہوئے۔
5 نومبر 1965ء	حضرت مصلح موعود کی وفات سے قبل آپ کی زندگی کا آخری خطبہ جمعہ پڑھایا
8 نومبر 1965ء	منصب خلافت پر فائز ہوئے
17 دسمبر 1965ء	اَطْعِمُوْ الْجَائِع کی تحریک
19-20 دسمبر 1965ء	وقف بعد از ریٹائرمنٹ کی تحریک
21 دسمبر 1965ء	فضل عمر فاؤنڈیشن تحریک کا اعلان۔ اسی سال "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" کا الہام پُورا ہوا۔ اور گیمبیا کے گورنر جنرل ایف۔ ایم سنگھاٹے نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا کپڑا بطور تبرک حاصل کیا۔ اسی سال لنڈن سے دی مسلم ہیرلڈ کا اجرا ہوا۔
21 جنوری 1966ء	عجز وانکساری پیدا کرنے کی تحریک
مارچ 1966ء	مجلس ارشاد مرکزیہ کا قیام
18 مارچ 1966ء	تحریک وقف عارضی کا اعلان۔
22 اپریل 1966ء	تحریک جدید کے دفتر سوم کا اجراء
6 مئی 1966ء	ڈنمارک میں جماعت کی پہلی "البیت" کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ خُدا کا یہ گھر خُدا کے فضل سے صرف احمدی مستورات کے چندہ سے تعمیر ہوا۔
5 اگست 1966ء	مجالس موصیان کا قیام
9 ستمبر 1966ء	بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔

17 اکتوبر 1966ء	احمدی بچوں اور بچیوں کے لئے وقف جدید کی تحریک
28 اکتوبر 1966ء	بیت اقصیٰ کا سنگِ بنیاد رکھا۔
جنوری 1967ء	"اسلامی اصولوں کی فلاسفی" کا انگریزی ترجمہ ایک لاکھ کی تعداد میں شائع ہوا۔
8 جولائی 1967ء	دورۂ یورپ کے لئے روانگی
21 جولائی 1967ء	بیت النصر (ڈنمارک) کا افتتاح
23 اگست 1967ء	کراچی میں اتحاد بین المسلمین کی تحریک فرمائی۔
15 مارچ 1968ء	خاص دعاؤں تسبیح وتحمید اور درود شریف کی تحریک
28 جون 1968ء	تحریک استغفار کرنے کی تحریک
1968ء	ربوہ میں طبیہ کالج کا اجراء ہوا۔
20 دسمبر 1968ء	جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نان بائیوں کی ہڑتال کے پیش نظر مہمانوں کے لئے مستورات کو خود روٹی پکا کر جلسہ کے انتظام کو پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔
20 مئی 1969ء	فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے تحت پہلی دفعہ علمی تحقیق پر انعامات دیئے گئے۔
6 اپریل 1970ء	دورۂ یورپ و مغربی افریقہ
24 مئی 1970	بیت الفضل لنڈن میں نصرت جہاں سکیم کا اعلان
25 مئی 1970ء	پہلا دورۂ سپین
12 جون 1970ء	"نصرت جہاں ریزروفنڈ" کی تحریک کا اعلان
12 جولائی 1970ء	نصرت جہاں سکیم کے "آگے بڑھو" پروگرام کا اعلان
31 مارچ 1971ء	بیت الاقصیٰ ربوہ کا افتتاح فرمایا۔
17 اپریل 1971ء	سفیر چین کی ربوہ آمد اور حضور سے ملاقات۔
7 جولائی 1971ء	5 سالہ پروگرام کے تحت دس لاکھ کی تعداد میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت کا اعلان۔

3 اکتوبر 1971ء	ربوہ میں ''خلافت لائبریری'' کی نئی عمارت کا افتتاح۔
15 اکتوبر 1971ء	انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کی تحریک (جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی)
31 جنوری 1972ء	جنگی قیدیوں کے لئے صدریاں اور رضائیاں بنانے کی تحریک
22 ستمبر 1972ء	پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے لئے دعاؤں اور صدقات کی تحریک
17 نومبر 1972ء	لجنہ اماء اللہ کے قیام پر جشن پنجاہ سالہ کا انعقاد۔
18 نومبر 1972ء	حضور کی خدمت میں لجنہ کی طرف سے دو لاکھ روپے اشاعتِ قرآن کے لئے پیش کئے گئے۔
9-10 دسمبر 1972ء	سالانہ گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ
1973ء	خدام الاحمدیہ کو سائیکل خریدنے، سائیکل چلانے اور اجتماعات پر سائیکل پر آنے کی تحریک فرمائی۔
جنوری 1973ء	شجرکاری کی مہم کی تحریک
1973ء	ریڈیو اسٹیشن اور پریس کے قیام کی تحریک
ستمبر 1973ء	سیلاب زدگان کی امداد کی تحریک
19 اکتوبر 1973ء	قلمی دوستی کی تحریک (جماعت احمدیہ کی وسعت کے پیش نظر عالمگیر سطح پر روابط بڑھانے اور دعوت الی اللہ کے لئے)
28 دسمبر 1973ء	جلسہ سالانہ پر صد سالہ جوبلی فنڈ (اڑھائی کروڑ) کی تحریک۔
25 جنوری 1974ء	انگریزی دان احباب، ڈاکٹرز، ٹیچرز اور پروفیسر کو وقف کی تحریک فرمائی۔
8 فروری 1974ء	''صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبے کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے عظیم روحانی پروگرام کی تحریک۔
1974ء	وَسِعْ مَکَانَکَ کی تحریک
29 مئی 1974ء	پاکستان بھر میں احمدیوں کے خلاف خونریز ہنگاموں کا آغاز۔
14 جون 1974ء	اسلامی آداب اور اخلاق کی ترویج و اشاعت کی تحریک

7 ستمبر 1974ء	پاکستان کی قومی اسمبلی میں 13 دن روزانہ حضور کے سوال وجواب، جماعت احمدیہ کو قانونی اور آئینی اغراض کے لئے Not muslim قرار دیا۔
5 اگست 1975ء	حضور نے بغرض علاج سفرِ یورپ اختیار فرمایا۔
27 ستمبر 1975ء	گوٹن برگ (سویڈن) کی پہلی بیت الذکر ناصر کا سنگ بنیاد
28 دسمبر 1975ء	ایک ایک پارہ حفظ کرنے کی تحریک۔
20 جولائی 1976ء	دَورۂ امریکہ اور یورپ
20 اگست 1976ء	بیت ناصر (گوٹن برگ) کا افتتاح
27 مارچ 1977ء	لندن میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر مختلف مذاہب کے نمائندوں کی مجلس مذاکرہ۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی وفات۔
1978ء	فولڈرز کی تحریک، آپ نے جماعت احمدیہ کے تعارف اس کے مقاصد اور اس کے کاموں پر مشتمل فولڈرز مختلف زبانوں میں شائع کرنے کی تحریک کی۔
4,3,2 جون 1978ء	لنڈن میں کسرِ صلیب کانفرنس منعقد ہوئی اس میں شرکت فرمائی۔
9 مارچ 1979ء	قرطبہ (سپین) میں نئے مشن ہاؤس کا قیام عمل میں آیا۔
15 اکتوبر 1979ء	ڈاکٹر عبدالسّلام صاحب کو نوبل انعام دینے کا اعلان کیا گیا۔
28 اکتوبر 1979ء	حضور نے جماعت کی روحانی اور علمی ترقی کے لئے ایک عظیم تعلیمی منصوبے کا اعلان فرمایا۔ یعنی ہر بچہ کم از کم میٹرک ہو۔
27 دسمبر 1979ء	''احمدیہ صد سالہ جوبلی تعلیمی منصوبہ'' کا اعلان
12 جون 1980ء	طلباء کی ذہنی نشوونما کے لئے سویابین اور لیسیتھین کے استعمال کی تحریک۔
1980ء	منصوبوں پر عمل کرنے کی تحریک۔
13 جون 1980ء	تعلیمی انعامی تمغہ جات کی پہلی تقریب منعقد ہوئی۔
26 جون 1980ء	دَورۂ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے لئے روانگی۔

یکم اگست	بیت النور اوسلو ناروے کا افتتاح فرمایا۔
24 اگست 1980ء	غانا کے صدر مملکت سے ملاقات۔
20 ستمبر 1980ء	مانچسٹر اور ہڈرز فیلڈ میں احمدیہ مشنوں کا افتتاح۔
2 اکتوبر 1980ء	بریڈفورڈ میں احمدیہ مشن کا افتتاح۔
9 اکتوبر 1980ء	700 سال بعد سپین میں تعمیر ہونے والی ''البشارت'' کا سنگ بنیاد رکھا۔26 اکتوبر۔واپسی مرکز سلسلہ۔
9 اکتوبر 1980ء	''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کی عظیم الشان تحریک
1980ء	ٹرانسلیشن بوتھ کا قیام
جلسہ سالانہ 1980ء	جلسہ پر زنانہ اور مردانہ جلسہ گاہوں میں انگلش اور انڈونیشین تراجم سنوائے گئے۔
2 نومبر 1980ء	چودہویں صدی ہجری کے اختتام اور پندرہویں صدی کے استقبال کے لئے جماعت کو......کے وِرد کی تحریک۔
10 نومبر 1980ء	جاپان کے شہر ناگویا میں احمدیہ سنٹر کی خرید۔
3 دسمبر 1980ء	حضرت سیّدہ منصورہ بیگم حرم اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وفات پاگئیں۔
1981ء	افغان مہاجرین کے لئے طبی سہولت اور دعاؤں کی تحریک۔
1981ء	کھیلوں کے کلب اور صحت جسمانی کی تحریک۔
9 اکتوبر 1981ء	حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں ٹوکیو میں مشن ہاؤس کا افتتاح۔
24 دسمبر 1981ء	احمدیہ بک ڈپو کا افتتاح
27 دسمبر 1981ء	حضور نے جماعت کو''ستارہ احمدیت'' عطا فرمایا۔
11 اپریل 1982ء	عقدِ ثانی کی مبارک تقریب منعقد ہوئی۔حضورؒ کا محترمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ سے نکاح ثانی ہوا۔اور اس موقع پر اپنا نکاح بھی حضورؒ نے خود ہی پڑھا۔
12 اپریل 1982ء	دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔
9،8 جون 1982ء	کی درمیانی شب بیت الفضل اسلام آباد میں وفات پائی۔ (یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)

نصرت جہاں سکیم

مکرمہ امۃ الحفیظ عابدہ صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔ ترجمہ۔ یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتے ہو۔ (آل عمران 111) اس میں بہترین امت ہونے کی پہلی صفت یہی بتائی گئی ہے کہ یہ امت لوگوں کے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے۔ پس بنی نوع انسان کی خدمت اور اس سے حسن سلوک ہماری اوّلین ذمہ داری ہے ہمارے پیارے نبی ﷺ کا بھی فرمان ہے اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے سب سے پیارا وہ ہے جو اسکے کنبہ یعنی مخلوق سے سب سے زیادہ حسن سلوک سے پیش آئے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اس زمانہ میں دینِ حق کی تجدید اور اسکی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی پا کر جو دس شرائط بیعت مقرر فرمائیں ان میں سے نویں شرط یہ رکھی ”یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

جماعت احمدیہ کا مقصود مطلوب اور تمنا خدمت خلق ہے یہی ہمارا کام ہے یہی ہماری ذمہ داری ہے یہی ہمارا طریق ہے اور یہی ہماری راہ ہے۔ جماعت احمدیہ نے خدمت کو اپنا نصب العین بنایا اور ابتداء ہی سے حق اللہ کے بعد حق العباد کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دی اور خدمتِ خلق کے مختلف کاموں میں سرگرم عمل رہی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ خدمت بنفس نفیس خود بھی کیا کرتے تھے بالخصوص مستحق غرباء کے لئے علاج معالجہ کی خدمت کی طرف خصوصی توجہ فرماتے چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ ”ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جانکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا فراغت کے بعد میں نے یہ عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے

مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں ہے میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔۔۔۔کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہئے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"تمہارا تعلق لوگوں کے جسموں کے ساتھ ہوگا نہ کہ انکی روحوں کے ساتھ اسلئے تمہاری نظر میں۔۔۔۔ متقی یا خدا کے منکر کا سوال نہیں ہونا چاہئے اور نہ کسی قوم اور فرقہ سے تعلق کا خدا کی ہر مخلوق کے ساتھ جو تمہارے پاس آئے یا جنہیں تمہاری خدمت کی ضرورت ہو تم بلا امتیاز تفرقہ انکے کام آؤ یہی بڑی نیکی ہے اور خدا کا شکر کرو کہ تمہیں کسی کی خدمت کا موقعہ ملا۔" (الحکم جلد 37 نمبر 4 ص 3)

پس اپنے امام کے اس پاک نمونہ اور تعلیم کے پیش نظر جماعت بھی خدمت خلق کے کاموں میں پیش پیش رہی ہے چنانچہ قادیان میں نور ہسپتال اور ربوہ میں فضل عمر ہسپتال اور افریقہ میں مجلس نصرت جہاں کا تعلیمی اور طبی میدان میں خدمات کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے پیار کا دامن اپنوں سے لے کر غیروں تک پھیلایا ہوا تھا آپؒ نے ان قوموں کو بھی پیار دیا اور ان کی بھلائی اور آسودگی کے سامان پیدا کئے جو ہمیشہ پیار سے محروم چلی آرہی تھیں۔ آپ کے دل سے اٹھنے والی محبت کی کرنیں جب نصرت جہاں سکیم کے دوش پہ براعظم افریقہ کی کمزور اور دھتکاری ہوئی قوم پر پڑیں تو اُن کے دلوں اور روحوں کے اندھیرے پل بھر میں دور ہو گئے جنہوں نے سکول کالج کا نام بھی نہ سنا تھا خود اُن کے گھروں کے بیچ سکول کالج کھل گئے۔ جن کے بیمار طبی امداد پہنچنے سے پہلے دم توڑ جاتے تھے اُن کے گھروں تک جماعت احمدیہ کے مسیحا شفا بانٹنے لگے جن کے ساتھ حضورؒ کی دعائیں، شفقتیں، راہنمائی اور خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہتا تھا۔ حضورؒ نے محبت، پیار، ہمدردی اور مساوات کی سوغات نصرت جہاں سکیم کی شکل میں برِّاعظم افریقہ کے خستہ حال افراد تک پہنچائی۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دور جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ آپ نے نصرت جہاں کی آسمانی سکیم کے ذریعہ مغربی افریقہ کے نصف درجن سے زائد ملکوں میں متعدد احمدیہ ہسپتال سیکنڈری سکول اور دیگر تعلیمی ادارے قائم کر کے اہل افریقہ کے دلوں کو ایسا جیتا کہ وہ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور وہاں کے لوگوں کی نگاہ میں 'احمدیہ' کا لفظ عزو شرف کا ہم معنی شمار ہونے لگا۔

آپ نے تمام دنیا میں محبت کا پیغام دیا وہ عظیم رہنما جن کی قیادت میں دینِ حق کو اکناف عالم میں سربلندی حاصل ہوئی افریقہ کے تپتے ہوئے صحرا کے رہنے والوں کے لئے نہ صرف روحانی زندگی کا سامان مہیا کیا بلکہ نصرت جہاں سکیم کے ذریعہ ان کی جسمانی بقا کیلئے ہسپتال اور سکول قائم کر کے انسانیت کی بے لوث خدمت کی۔

مجلس نصرت جہاں احمدیہ کا وہ ادارہ ہے جو ایک تو افریقہ کی دکھی اور لاچار انسانیت کے لیے ہسپتال کھولتا اور ڈاکٹرز مہیا کرتا ہے۔ اور دوسرے افریقہ کے بچوں کے لئے سکول کھول کر تعلیم کے میدان میں بھی خدمات سرانجام دیتا ہے۔ یہ ادارہ 1970 میں وجود میں آیا۔

جب 1970 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مغربی افریقہ کے چھ ممالک جن میں نائیجیریا، گھانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون کا دورہ فرمایا جو کسی خلیفۃ المسیح کا افریقہ کا پہلا دورہ تھا تو گیمبیا میں یہ تحریک حضور کو القا ہوئی جس کا نام نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم (leap forward scheam) رکھا گیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں ''ایک دن اللہ تعالیٰ نے میرے اپنے پروگرام نہیں رہنے دیئے بلکہ بڑی شدت سے میرے دل میں ڈالا کہ یہ وہ وقت ہے کہ تم کم سے کم ایک لاکھ پونڈ ان ملکوں میں خرچ کرو اور اس میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈالے گا اور بہت بڑے اور اچھے نتائج نکلیں گے''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کے بارہ میں دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا

''پس افریقہ میں لڑی جانے والی جنگ کو جیتنے کے لئے ہم پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوئی ہے اس سلسلہ میں بہت ساری باتیں پہلے بیان کر چکا ہوں مثلاً نصرت جہاں ریزرو فنڈ قائم کیا گیا ہے ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے ہمیں ٹیچروں کی ضرورت ہے ہمیں بڑی دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر تو کچھ نہیں ہو سکتا جب اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اپنے پیار کا جلوہ دکھائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی''۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل 3 جولائی 1970)

انسان جب کوئی کام شروع کرنے لگتا ہے تو اسے فکر ہوتی ہے کہ اس کے لئے رقم کہاں سے آئے گی اور کام کرنے والے کہاں سے آئیں گے لیکن حضور کو اسکی کوئی فکر نہیں تھی فکر تھی تو صرف یہ کہ اللہ اس قربانی کو قبول فرمالے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ

''مجھے یہ فکر نہیں کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ خرچ کیا جائے تو ضرور دے گا یہ رقم مجھے ملے گی مجھے کوئی فکر نہیں مزید برآں مجھے کام کرنے کے لئے تیس ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور اساتذہ انکے علاوہ ہیں یہ بھی مجھے فکر نہیں کہ رضا کار واقف ملیں گے یا نہیں ملیں گے یہ تو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ یہاں کام کیا جائے جس چیز کی مجھے فکر ہے اور آپ کو بھی ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ محض خدا کے حضور مالی قربانی پیش کر دینا کوئی چیز نہیں جب تک وہ مقبول نہ ہو اس واسطے آپ بھی دعا کریں اور میں بھی کروں گا کہ یہ سعی مشکور ہو خدا تعالیٰ اس حقیر سی قربانی کو قبول فرمائے''۔ (الفضل 15 اپریل 1972)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ بھی بیان فرمایا

''میں نے (نصرت جہاں) ریزرو فنڈ کے بارہ میں احباب کو یاددہانی کروائی تو ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے کچھ رقم اپنی شادی کے لئے جمع کی ہوئی ہے اب آپ کا خط مجھے ملا ہے اور میں نے یہ رقم نصرت جہاں ریزرو فنڈ میں دے دی

ہے۔ اور اپنی شادی ملتوی کر دی ہے پس اس قسم کی قربانیاں دینے والے لوگوں کے چندہ سے نصرت جہاں ریزروفنڈ بنا ہے"۔ (الفضل 12 مارچ 1983ء ص 29)

الغرض اللہ تعالیٰ نے حضور کی توقع کے مطابق نصرت جہاں سکیم کی اس تحریک میں بہت برکت ڈالی اور غیر معمولی کامیابیوں سے نوازا۔ حضور کے مرکز تشریف لانے پر ابھی چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سکیم کا پہلا شیریں ثمر عطا فرمایا اور ستمبر 1970ء میں غانا میں نصرت جہاں اکیڈمی "وا " کا قیام عمل میں آیا اور یکم نومبر 1970 کو غانا (کوکوفو Kokufu) میں ایک ہسپتال قائم کیا گیا۔

حضورؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ 1970 میں مَیں نے نصرت جہاں سکیم جاری کی تھی اور اس وقت اپنے حالات کو دیکھ کر اور جماعت کے حالات کو دیکھ کر یہ خیال تھا کہ سات سال میں یا بہت جلدی کر سکے تو پانچ سال میں میں اپنا وعدہ پورا کر سکوں گا میں نے دعائیں کیں جماعت نے دعائیں کیں اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے وہ منصوبہ جسکے متعلق ہمارے اندازے تھے کہ وہ سات سال میں مکمل ہوگا خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ دو سال میں وہ مکمل ہو گیا اور اسکا بڑا اثر ہوا ایک امریکن مجھے غانا میں ملے وہ وہاں کے قبائل (customs) انکی روایات اور رہن سہن کے طریقوں پر پی ایچ ڈی P.H.D کے لئے اپنا مقالہ لکھ رہے تھے۔ وہ ڈیڑھ سال کے بعد یہاں آئے۔ سیر کرتے ہوئے پھر رہے تھے یہاں بھی آگئے وہ کہنے لگے کہ میں صرف یہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں کہ یہ جماعت کس چیز کی بنی ہوئی ہے مجھ سے تو بات نہیں کی لیکن بعض دوستوں سے انہوں نے کہا کہ اگر امریکہ یہ وعدہ کرتا تو ڈیڑھ دو سال میں وہ اپنا یہ وعدہ پورا نہ کر سکتا لیکن جماعت احمدیہ نے اسے پورا کر دیا۔ بات یہ ہے کہ ہم اس مٹی سے بنے ہوئے ہیں جو دنیا کی نگاہ میں حقیر ہے لیکن خدا کے ہاتھ میں اسکا آلہ بن چکی ہے۔ خدا تعالیٰ فضل کرتا ہے اور کامیابیاں عطا کرتا ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا اور ہمارے مال کیا اور ہماری عقلیں اور فراست کیا۔ نتیجے اور تدابیر اور کوشش کا آپس میں کوئی مقابلہ نہیں۔

(الفضل 13 دسمبر 1975)

اللہ کی شان دیکھیں کہ حضور نے تو نصرت جہاں کے لئے صرف ایک لاکھ پونڈ کا مطالبہ کیا تھا لیکن خدا کی اس پیاری جماعت نے اڑھائی لاکھ پونڈ یعنی ترپن لاکھ روپے سے بھی زیادہ اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دیئے یوں دگنی سے بھی زیادہ رقم اس عظیم الشان تحریک کے لئے اکٹھی ہوگئی اور جو بڑے بڑے کام اس سکیم کے نتیجہ میں ہوئے انکے مقابل پہ یہ سرمایہ بہت معمولی دکھائی دیتا ہے۔

نصرت جہاں سکیم کے تحت کھلنے والے سکول ہسپتال اور میڈیکل سنٹرز کی تفصیل درج ذیل ہے

نام ملک	تعداد سکول	تعداد ہسپتال و میڈیکل سنٹر
سیرالیون	41	3
غانا	7	12
لائبیریا	1	2
گیمبیا	4	2

نائیجیریا	4	6
آئیوری کوسٹ	0	1

یاد رہے کہ یہ سکولز اور ہسپتال کی موجودہ تعداد ہے ورنہ ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو بعض وجوہ کی بنا پر بند کی جا چکی ہے۔اور بارہ لیڈی ڈاکٹرز بعد از خدمت واپس آچکی ہیں۔

اس سکیم کے تحت میدانِ عمل میں مصروف خدمت ڈاکٹرز کی تعداد 51 ہے جو 42 مقامات پر 12 ملکوں میں مصروف عمل ہیں۔20 لیڈی ڈاکٹرز، 22 ملکوں کے 25 ہسپتالوں میں خدمت کے بعد واپس جا چکی ہیں۔ اب تک 6 ملکوں میں 57 سکولوں کا اجرا ہو چکا ہے۔ 59 ملکوں میں 14 ہسپتال قائم ہو چکے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثالث نے فرمایا

''افریقہ میں غلبہ اسلام کی صبح نمودار ہونے کے بعد اسلام کا سورج اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ طلوع ہو چکا ہے یہ سورج نصف النہار پر پہنچ کر اپنی پوری شان کے ساتھ چمکے گا اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کر دکھائے گا ہمارے افریقی بھائی ہمارے پہلو بہ پہلو غلبہ......کی شاہراہ پر اب آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے''۔ (الفضل 4 نومبر 1970)

سیرالیون کے صدر اور ملک کے وزیر اعظم جناب مصطفیٰ سنوسی نے کہا کہ ''میں ہمیشہ احمدیت کا مداح اور خیر خواہ رہا ہوں بعض لوگ میری اس عقیدت اور محبت کو پسند نہیں کرتے میں انہیں بتاتا ہوں کہ احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے 12 سیکنڈری سکول اور 50 پرائمری سکول چلانا کوئی معمولی بات نہیں یہ کام صرف اخلاص جذبہ اور نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔نیز کہا کہ طب کے میدان میں جماعت احمدیہ کی خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں''۔ (الفضل 19 اپریل 1980)

نائیجیریا کے صدر شیخو شغاری نے نائیجیریا میں جماعت کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ'' یہ امر میرے لئے باعثِ سکون ہے کہ جماعت احمدیہ دعوت الی اللہ سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام میں بدستور بڑے عزم وثبات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اس جہت میں جماعت کی مساعی انتہائی قابلِ تعریف اور دوسری رضا کار تنظیموں کے لئے باعثِ تقلید ہیں جس پر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے''۔ (الفضل 3 مارچ 1980)

پس آج جب ہم خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر خلافت جوبلی کا جشن منا رہے ہیں خلافت ثالثہ کی نصرت جہاں سکیم کے شیریں ثمرات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے وہاں اس بات کا بھی عہد کرنا چاہئے کہ آئندہ بھی خلیفہ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور خلیفۂ وقت جب بھی کسی بھی قسم کی قربانی کا ہم سے مطالبہ کریں تو ہم کبھی بھی اس سے دریغ نہ کریں گے بلکہ ہر قربانی کے لئے تیار رہیں گے کیونکہ اب ہماری ہر ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہیں۔

خدا سے چاہیے لَو لگانی
کہ سب فانی ہیں پر وہ غیر فانی



مکرمہ نصرت ماہی صاحبہ
گوجرانوالہ شہر

مل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے
چمکے فلک پہ تارہ قسمت خدا کرے



ممبرات لجنہ اماء اللہ
گلستان کالونی، گلبرگ، کینال کالونی، فیصل آباد

صدر و ممبرات مجلس عاملہ
لجنہ اماء اللہ پاکستان و کارکنات دفتر لجنہ اماء اللہ پاکستان
دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی تمام
ممبرات کیلئے از حد مبارک فرمائے۔ آمین

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
حلقہ مجاہد آباد۔ قیادت مغل پورہ دار الذکر لاہور

تیری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در سے جائیں گے ہم

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
قیادت جوہر ٹاؤن
بیت النور لاہور

خدا کا یہ احسان ہے ہم پہ بھاری
کہ جس نے ہے اپنی یہ نعمت اتاری

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

قیادت چھاؤنی، فیصل ٹاؤن دارالذکر، لاہور

مبارک صد مبارک

ہمیں دکھ نہ دے کوئی لغزش ہماری
رہیگا خلافت کا فیضان جاری

ممبرات لجنہ اماء اللہ

حلقہ اقبال ٹاؤن نمبر 4 بیت التوحید، لاہور

سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت
ہوئے جان و دل سے فدائے خلافت

منجانب

محترمہ وسیمہ صاحبہ

حلقہ سبزہ زار بیت التوحید، لاہور

نہ مایوس ہونا کٹھن ہو نہ طاری
رہیگا خلافت کا فیضان جاری

منجانب

محترمہ فائزہ وسیم اہلیہ وسیم احمد

جہلم

’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘

(مکرمہ نصرت مظفر صاحبہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ایک عظیم الشان تحریک Love for all Hatred for none تھی۔ آپؒ محبت کا سفیر بن کر ملک ملک اور قوم قوم محبت اور پیار کا سبق دیتے رہے۔ آپؒ کو اپنی جماعت سے بہت پیار تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ:۔

’’جماعت اور خلیفہ وقت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں‘‘

(حیات ناصر ص:8)

آپؒ کو قرآن کریم سے اس حد تک عشق تھا کہ آپؒ نے ساری عمر زندگی کے ہر شعبے میں قرآن کریم سے مدد لی اور آیات قرآنی کو تمام شعبوں میں اس طرح نافذ فرمایا کہ آپ کا ہر عمل آیات قرآن کی تفسیر بن گیا۔

آپؒ نے جماعت کو محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں کا موٹو دیا۔ قرآنی تعلیمات کا نچوڑ پیش فرمایا۔ اس سلسلے میں آپ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

مَیں نے اپنی عمر میں سینکڑوں مرتبہ قرآن کریم کا نہایت تدبر سے مطالعہ کیا ہے اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو دنیاوی معاملات میں ایک ...... اور غیر ...... میں تفریق کی تعلیم دیتی ہو۔ شریعت ...... بنی نوع انسان کے لئے خالصاً باعث رحمت ہے حضرت محمدؐ اور آپ کے صحابہؓ کرام نے لوگوں کے دلوں کو محبت پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے سب سے محبت نفرت کسی سے نہیں۔ اور یہی طریقہ ہے دلوں کو جیتنے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ محبت و شفقت کا مجسمہ تھے۔ مغربی جرمنی میں حضورؒ نے ایک موقع پر اپنی زندگی کا مطمح نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’میں نے اپنی زندگی بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ میرے دل میں نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا ایک سمندر موجزن ہے۔ اس لئے میں انہیں راہِ فلاح کی طرف جو بلاشبہ اسلام کی راہ ہے بلا رہا ہوں۔ یہاں بھی محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور وہ یہی ہے کہ انسان، انسان سے محبت کرے۔ محبت کے نتیجہ میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ محبت ہی غالب آتی ہے اور تعصب کے لئے سدا سے شکست مقدر ہے‘‘

حضورؒ نے 1980ء میں چار براعظموں کا دورہ فرمایا اور محبت کا سفیر بن کر اپنی اس آفاقی تحریک کو دنیا کے کونے کونے میں بنفس نفیس پہنچایا۔ حضورؒ کی زندگی کا مسرور ترین لمحہ 9 اکتوبر 1980 کو آیا جب حضورؒ نے سپین سے مسلمانوں کے اخراج کے سات سو پچاس سال بعد قرطبہ کے قریب پیدروآباد کے مقام پر پہلی بیت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر بھی حضورؒ نے یہی پیغام دیا۔ فرمایا:۔

’’......ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر، پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ...... دینِ حق ہمیں باہم محبت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے ہمیں انکساری سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہئے انسانیت کا یہی تقاضا ہے...... میرا پیغام صرف یہ ہے کہ

Love For All Hatred For None

یعنی سب کے ساتھ پیار کرو نفرت کسی سے نہ کرو"

1980ء میں حضورؒ نے پورے یورپ میں محبت کا پیغام دیا اور سوئٹزرلینڈ میں اس ارادے کا اظہار کیا کہ حضورؒ محبت کا سفیر بن کر سارے یورپ میں محبت کا پیغام دینے نکلے ہیں فرمایا:۔

"میں یورپی ممالک کا یہ دورہ اسی لئے کر رہا ہوں کہ یہاں کے لوگوں کو دینِ حق کی طرف سے امن کا پیغام دوں اور قیام امن کی حقیقی راہ انہیں بتاؤں چنانچہ میں جس ملک میں بھی جاتا ہوں لوگوں کو یہی یقین دلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ انسانیت کی بقاء کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھو۔ اس لئے میں محبت کے ایک سفیر کی حیثیت سے یہ دورہ کر رہا ہوں" (حیات ناصر ص:658)

اسی طرح انگلستان میں ایک پریس کانفرنس کے دوران بھی اپنے اس آفاقی پیغام کو دہراتے ہوئے فرمایا:۔

"میں ایک مذہبی آدمی ہوں میں سیاست میں دخل نہیں دینا چاہتا۔ میرا پیغام اسلام کا پیغام ہے۔ دینِ حق کہتا ہے انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دینِ حق ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ بلا شبہ استثناء ہر انسان سے محبت کرو اور اس کے حقوق غصب نہ کرو...... اس بنیادی اصل پر عمل پیرا ہو

"نفرت کسی سے نہیں محبت سب کے لئے"

اور اسی لئے میں کہتا ہوں کسی اور کی طرف نہ دیکھو قرآن کی طرف آؤ" (حیات ناصر ص:658)

حضورؒ نے ہالینڈ میں پریس کانفرنس کے دوران لوگوں کو ایک عالمگیر تباہی سے متنبہ فرمایا اور اس تباہی سے بچنے کا واحد راستہ بتاتے ہوئے فرمایا:۔

"دنیا بڑی تیزی سے ایک تیسری عالمگیر تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے اس تباہی کو محبت و پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ انسانوں کے دل جیت کر اور خدائے واحد کے ساتھ ان کا تعلق قائم کر کے روکا جا سکتا ہے"

سکنڈے نیوین ممالک کے دورہ کے دوران بھی حضورؒ نے ان ممالک میں اپنی تحریک کا پرچار کیا۔ اور اپنے پیغام محبت کا اعادہ فرمایا۔ سویڈن میں گوٹن برگ کے مقام پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرا مشن یہ ہے اور میں یہاں کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہوں کہ ان کے مسائل کا حل اس امر میں مضمر ہے کہ وہ نوع انسان سے محبت کرنا سیکھیں...... میں یقین رکھتا ہوں کہ محبت اور پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ ایک دن ہم دینِ حق کے لئے تمہارے دل جیتنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس دن ہم تمہیں یقین دلا دیں گے کہ ہم جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ اس سے جو پہلے تمہارے پاس ہے بہتر ہے تو تم دینِ حق کو قبول کئے بغیر اور دینِ حق کی آغوش میں آئے بغیر نہ رہو گے"۔

ناروے میں اوسلو کے مقام پر بیت نور کا افتتاح فرما کر پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے دورے کے مقصد سے آگاہ فرمایا کہ:۔

"میرا ایک مشن ہے جسے پورا کرنے کے لئے میں مختلف ملکوں کا دورہ کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں یہاں بھی آیا ہوں۔ یہ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت دنیا دو کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے......۔ان دنوں بڑی طاقتوں نے سوچا تھا کہ اگر ہم انتہائی مہلک ہتھیاروں کے اپنے پاس انبار لگا لیں گے تو اس سے دنیا میں قیام امن میں بہت مدد ملے گی۔ قیام امن کی اس انوکھی کوشش میں وہ ناکام ہو چکے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امن ...... کے لازوال اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انسانوں کو باہم ایک دوسرے سے محبت کرنے کی تعلیم دینے سے قائم ہوگا اسی لئے میں محبت کا سفیر بن کر یہاں آیا ہوں"

براعظم افریقہ میں جو قومیں ہمیشہ سے محبت سے محروم چلی آ رہی تھیں اور دنیا کی نفرت کا نشانہ تھیں ان تک بھی حضورؒ نے عملی طور پر اپنی تحریک کو جاری فرمایا۔ حضورؒ نے 1980ء کے دورہ مغرب کے دوران فرمایا:۔

"1980ء میں میں مغربی افریقہ کے دورہ پر گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہاں کے لوگ محبت کے بھوکے ہیں۔ ماضی میں ان پر اتنا ظلم وتشدد کیا گیا ہے کہ اب جب کہ وہ آزاد ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ان سے محبت و پیار کا سلوک کرے۔ چنانچہ انہیں ایک نیا تجربہ ہوا۔ جب میں نے ان کے ساتھ محبت اور شفقت کا اظہار کیا تو وہ بہت ممنون ہوئے" نائیجیریا میں ایک صحافی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:۔

"بنی نوع انسان کی محبت ہمارے دلوں میں ہے اور یہ محبت ہی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم انہیں راہ نجات دکھائیں اور جو خدمت بھی ہم سے بن پڑے اس کو بجا لائیں"

براعظم امریکہ میں بھی حضورؒ محبت کے سفیر بن کر گئے حضورؒ کی ان کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے ایک امریکی ریٹائرڈ جرنیل رولینڈ ڈیل مار (Gen. Roland delmary) نے استقبالیہ تقریب میں کہا "یہاں بہت سے لوگ ہیں جو آپ سے ملنے اور تبادلہ خیالات کرنے کے متمنی ہیں کیونکہ آپ جہاں بھی جاتے ہیں امن لے کر جاتے ہیں۔ آپ امن کی باتیں کرتے ہیں۔ امن ہی آپ کی گفتگو کا موضوع ہوتا ہے۔ امن کا پرچار ہی آپ کا مشن ہے اور باہمی تفرقوں، مخالفتوں، نفرتوں کو ختم کرنا آپ کا مقصد ہے۔ آپ کو تو امریکہ میں زیادہ عرصہ ٹھہرنا اور قیام کرنا چاہئے تاکہ ملاقات کے متمنی آپ سے مل سکیں اور آپ کے بیش قیمت خیالات سے مستفیض ہو سکیں"

کینیڈا میں حضورؒ نے ایک پریس کانفرنس کے دوران اپنی تحریک کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ فرمایا:۔

"مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دل کو جبر سے، یا قوت کے بل پر بدلا نہیں جا سکتا ساری دنیا کے ایٹم بم مل کر بھی ایک دل کو نہیں بدل سکتے۔ دل ہمیشہ کسی عقیدہ کے باطنی حسن اور خوبی سے بدلتے ہیں یا محبت و پیار اور بے لوث خدمت سے۔ دینِ حق نہ پہلے تلوار سے پھیلا تھا اور نہ اب تلوار یا فوجی قوت سے پھیلے گا۔ پہلے بھی دینِ حق کے حسن نے دلوں کو مسخر کیا تھا اور اب بھی اس کا اپنا حسن نوع انسانی کے دلوں کو مسخر کر کے ان پر فتح حاصل کرے گا اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آئیں گے......

آنحضرتﷺ اور آپؐ کے خلفاء کو جو جنگیں لڑنا پڑیں وہ سب دفاعی جنگیں تھیں، ان کا دینِ حق کی اشاعت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پہلے قریش مکہ نے ظلم ستم کا بازار گرم کر کے اور پھر متعدد بار مدینہ پر حملہ آور ہو کر دینِ حق کو نیست و نابود کرنا چاہا

اور پھر اس زمانہ کی دو بڑی طاقتوں قیصر و کسریٰ نے اپنی زبردست جنگی قوت سے دینِ حق اور...... کا نام ونشان مٹانا چاہا' لیکن نہ قریش مکہ اور نہ اس زمانہ کی دو بڑی طاقتیں دینِ حق کو کالعدم کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اور...... اپنے باطنی حسن اور بے پناہ کشش کی وجہ سے دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ قریش مکہ اور قیصر و کسریٰ نے ...... پر جو جنگیں مسلط کیں وہ اس بات کو دنیا پر آشکار کرنے کا موجب بنیں کہ دلوں کو جبر کے ذریعہ یا طاقت کے بل پر بدلا نہیں جا سکتا...... ہم پُر امن تبلیغ واشاعت کے ذریعہ اور محبت و پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ دینِ حق کو دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہیں اور اس میں رفتہ رفتہ کامیابی ہو رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام نوع انسانی دینِ حق کے حسن کی گرویدہ ہو کر اس کی طرف کھینچی چلی آئے گی اور دین واحد پر جمع ہو کر امت واحدہ کی شکل اختیار کرلے گی"

حضور دنیا کے مختلف براعظموں میں محبت کی سوغات بانٹتے رہے۔ جب آپ کیلیگری پہنچے تو آپ نے محبت کے پیغام کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔" اگر تیسری جنگ کی شکل میں سروں پر منڈلانے والی مکمل تباہی سے بچنا چاہتے ہو تو ایک ہی خاندان کے افراد کی طرح باہم مل کر زندگی گزارو۔ سب کو یکساں درجہ دو اور سب کے یکساں حقوق تسلیم کرو۔ ابھی وقت ہے ہمیں آج کچھ کرنا چاہئے تا کہ مستقبل میں اپنی دانش مندی اور دور اندیشی کی وجہ سے ہم ہنسیں اور خوش ہوں نہ کہ اپنی حماقتوں پر آنسو بہائیں۔ خدا ہمیں اس کی توفیق دے"

1980ء میں یورپ' امریکہ اور افریقہ کے تاریخی دورہ سے واپس آ کر جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر حضورؒ نے جماعت کو اس سے قبل دیئے ہوئے دو ماٹوز "حمد" اور "عزم" میں دو مزید ماٹوز کا اضافہ فرمایا جو" محبت و پیار" "ہمدردی وخیر خواہی" ہیں۔ حضورؒ کی تمام تحریکات انسان کی جسمانی۔ ذہنی۔ اخلاقی اور روحانی قویٰ کی نشو ونما کا سامان کرتی ہیں اور ان کا خلاصہ ہے' حمد' عزم' محبت و پیار' اور ہمدردی وخیر خواہی۔ حضورؒ نے پندرھویں صدی کے آغاز میں جماعت کو یہ موٹو دیتے ہوئے ان کا خلاصہ بیان فرمایا کہ پہلا ماٹو "محبت و پیار ہے" ہم نے محبت و پیار سے دنیا بھر کے دل خدا اور محمد ﷺ کے لئے جیتنے ہیں۔ ہمارا اگلا ماٹو خیر خواہی اور خدمت ہے...... دنیا سے فساد تبھی مٹ سکتا ہے جب دنیا انانیت کو چھوڑ کر خدمت کے مقام پر کھڑی ہوگی...... نبی اکرم ﷺ کی امت بھلائی اور خیر خواہی کے لئے پیدا کی گئی ہے...... کسی کو دکھ نہیں دینا' کسی سے برائی نہیں کرنی۔ کوشش کرنی ہے کہ دنیا جو گناہوں' دکھوں' بے چینی اور بے اطمینانی کی بھٹی میں جل رہی ہے یہ سب دور کر کے ماحول اور معیشت میں خوشی اور اطمینان پھیلا دیا جائے تا کہ دنیا سمجھے کہ محمد ﷺ واقعی دنیا کے حقیقی محسن اعظم ہیں......"
(حیات ناصر ص:652-663)

خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو حضورؒ کے محبت کے اس پیغام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ اس پیغام کی برکت سے بنی نوع انسان ایک خاندان کی طرح رہنے لگے اور دلوں سے نفرتیں اور کدورتیں ختم کر کے محبت اور امن کے پیغامبر بن کر دنیا کے کونے کونے میں محبت کے بیج بو دیں تا کہ سسکتی اور تڑپتی انسانیت چاہت کے یہ پھل کھا کر امن و آشتی سے ایک خدا کی عبادت کرنے لگ جائیں اور توحید کی حکومت ساری دنیا میں قائم ہو جائے۔ یہی انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔

میرا باپ میرا دوست

مکرمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ

آؤ مل جُل کے کریں اُس یار کی باتیں لوگو
تا کہ زندہ رہیں ذہنوں میں وہ یادیں لوگو

ہم نے ہر حال میں اس شخص سے جینا سیکھا
اشک آنکھوں کے بھی ہنستے ہوئے پینا سیکھا

وہ مرا دوست بھی تھا مونس وغم خوار بھی تھا
مرا ہمراز تھا، ہمدم تھا، وفادار بھی تھا

وہ مرے پاس تھا جب غم بھی بھلے لگتے تھے
خار رستے میں تھے، پر پھول کھلے لگتے تھے

جس کے آنے سے گلستاں میں بہار آئی تھی
ہر نظر جس کی زمانوں کو سنوار آئی تھی

جس کی باتوں میں ہوا کرتی تھی چاہت کتنی
جس کے دیکھے ہی سے مل جاتی تھی راحت کتنی

اس کے ہونٹوں کی ہنسی اور وہ چہرے کا نکھار
اس کی آنکھوں کی چمک دل کے لئے وجہِ قرار

سب کے ہی واسطے یکساں تھی محبت کیسی
تھا نہ معلوم کہ ہوتی ہے عداوت کیسی

اب وہ ساحر ہے نہ جادو بھری باتیں اس کی
خوں رُلا دیتی ہیں پہروں مجھے یادیں اس کی

کر کے بے سایہ مجھے زیرِ زمیں سویا ہے
آج کھو کر اسے جانا کہ جہاں کھویا ہے

احمدیہ صد سالہ جوبلی تعلیمی منصوبہ کی تحریک اور اس کے شیریں ثمرات

مکرمہ شاہین روحی صاحبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام علوم جدیدہ کی تحصیل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس وقت قلم کی ضرورت ہے۔

اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو۔سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے (......) پر جو شبہات وارد کیے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے۔اُس نے مجھے متوجہ کیا۔ کہ مَیں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور (......) کی رُوحانی شجاعت اور باطنی قوّت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں میں کب اِس میدان کے قابل ہوسکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اُس کے دین کی عزّت ظاہر ہو۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 38)

میری ان باتوں پر عمل کرو

میری یہ باتیں اس لیے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو۔ان باتوں پر عمل کرو اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نُور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو اس لئے آجکل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیّت کے مسائل کی بنا پر ہے۔اس لیے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیّت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں،تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔

علوم جدیدہ کی تحصیل

میں اُن مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علومِ جدیدہ کی تعلیم سے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔اُن کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات (......) سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس (......) سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لیے یہ بات تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔اُن کی رُوح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

سچا فلسفہ قرآن میں ہے۔

مگر وہ سچا فلسفہ اُن کو نہیں ملا جو الہامِ الٰہی سے

پیدا ہوتا ہے جو قرآنِ کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ اُن کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلّل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبّرانہ خیالات کا تعفّن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑ گڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

علوم جدیدہ کو(......) کے تابع کرنا چاہیے

پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے عُلومِ جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدّ و جہد سے حاصل کرو لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہلِ دل اور اہلِ ذکر کے پاس بیٹھنے کا اُن کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نُور نہ رکھتے تھے۔ وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور (......) سے دُور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ اُن علوم کو (......) کے تابع کرتے۔ اُلٹا (......) کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سُود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو یہ کام وُہی کر سکتا ہے۔ یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 43)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول اور پھر 1903ء میں تعلیم الاسلام کالج جاری فرمایا حضرت اقدس کے ان ارشادات کی روشنی میں خلافتِ اولیٰ اور خلافت ثانیہ کے بابرکت ادوار میں جماعت کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے اور علوم جدیدہ کے حصول میں معاونت کے لئے بہت سے اقدامات کئے جاتے رہے لیکن اس مضمون میں خلافت ثالثہ کے بابرکت دور میں علوم جدیدہ کے حصول اور جماعت کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے اور طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے جو پروگرام بنائے جاتے رہے اور جو اقدامات کئے جاتے رہے خاکسار ان کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتی ہے۔ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ قبل از خلافت اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں تعلیم کے شعبہ سے اپنے لگاؤ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ

جب مَیں نے قرآن کریم حفظ کیا اور مولوی فاضل پاس کیا تو مَیں نے انگریزی تعلیم شروع کر دی۔ پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ پھر آکسفورڈ چلا گیا۔ جب واپس آیا تو حضرت صاحب (حضرت مصلح موعود) کا خیال تھا شاید مَیں عربی بھول گیا ہوں گا، دینی تعلیم بھول گیا ہوں گا۔ مجھے جامعہ احمدیہ میں استاد لگا دیا۔ پھر میں نے ازسرِ نو تیاری کی۔ پڑھا اور پڑھایا اور 1938ء کے آخر سے لے کر 1944ء تک جامعہ احمدیہ میں ایک استاد کی حیثیت سے پھر پرنسپل کی حیثیت سے مَیں نے کام کیا۔

بطور پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

پھر 1944ء میں جب کالج بنا تو مجھے جامعہ احمدیہ سے نکال کے (مَیں واقفِ زندگی ہوں۔ مَیں یہ واقعہ بتا رہا ہوں ہر قدم پر ہر حکم مَیں نے بشاشت سے قبول کیا۔

مَیں نے اپنی زندگی وقف کی تھی خدمت کے لئے اپنے آرام کے لئے نہیں کی تھی) کہا گیا کہ تم کالج کے پرنسپل لگ جاؤ۔ خیر مَیں بن گیا پرنسپل۔ ایک ہدایت جو مجھے حضرت مصلح موعود نے دی، وہ یہ تھی کہ کالج ہم نے اس پسماندہ مُلک کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے جاری کیا ہے، ...... کے لئے جاری نہیں کیا۔ اس کے لئے ہمارے دوسرے محکمے ہیں۔ اس واسطے اس کالج میں ہر عقیدہ کا لڑکا جو غریب اور ذہین ہے اس کو اگر تمہاری طاقت ہے اور جس حد تک تمہاری طاقت ہے تم نے پڑھانا ہے۔ یہ چیز میرے دماغ میں حضرت مصلح موعود نے اچھی طرح داخل کر دی تھی۔ اللہ جانتا ہے۔ وَلَا فَخْرَ ہماری جماعت کا مزاج ہے بے لوث خدمت کرنا اور ہر احمدی کا بھی یہی مزاج ہے۔ یونیورسٹی کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک پرنسپل کل تعداد طلباء کی جو ہے اس کی دس فیصدی کی نصف فیس معاف کر سکتا ہے اور بس۔ یعنی اگر چار سو لڑکا ہو تو صرف 40 لڑکوں کی آدھی فیس معاف کر سکتا ہے اس سے زیادہ کی نہیں کر سکتا۔ مجھے جو حکم تھا وہ یہ تھا کہ ذہین بچے کو جہاں تک پڑھا سکتے ہو پڑھاؤ۔ سچی بات یہ ہے کسی سے نہیں پوچھا مَیں نے کہ یونیورسٹی کا قاعدہ میں توڑنے لگا ہوں توڑ دوں یا نہ توڑوں۔ میں نے یہ سوچا جب میرا امام (حضرت مصلح موعود) کہہ رہا ہے کہ جس حد تک پڑھا سکتے ہو، پڑھاؤ تو میں پڑھاتا جاتا ہوں۔ مَیں نے سو میں سے پچاس لڑکوں کی فیس معاف کر دی۔ چار سو میں سے چالیس کی نہیں بلکہ سو (100) میں سے پچاس کی یعنی دس فیصد کی بجائے پچاس فیصد کی معاف کر دی جن میں سے آگے پچاس فیصد وہ طلبہ تھے جن کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

مجھے کہا گیا تھا کہ یہ تعلیم کا ادارہ ہے، ...... کا ادارہ نہیں۔ جو غریب لڑکا، ذہین بچہ آیا میرے پاس اُس کو مَیں نے داخل کیا نہ صرف اس کی فیس معاف کی۔ اس کے کھانے کا انتظام کیا۔ بعض دفعہ اُس کے کپڑوں کا انتظام کیا اُس کے علاج کا انتظام کیا۔"

ہمارے تعلیمی ادارے حکومت پاکستان نے قومی تحویل میں لے لئے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا۔

پس چونکہ ہمارے تعلیمی ادارے قوم کی خدمت کے لئے تھے اگر قوم نے یہ منصوبہ بنایا ہے اور حکومت یہ سمجھتی ہے ان کو قومیا لیا جائے تو قوم کی زیادہ خدمت ہو سکتی ہے یہ ان کا منصوبہ اور ان کا خیال تھا مَیں کسی سیاسی بحث میں نہیں پڑوں گا کیونکہ میں سیاست دان نہیں ہر آدمی سمجھتا ہے۔ چنانچہ جب تعلیمی اداروں کے قومیائے جانے کا فیصلہ ہوا تو ہم نے کہا ٹھیک ہے ہم نے قوم کی خدمت کرنی تھی تم سمجھتے ہو اس طرح بہتر خدمت کر سکتے ہو تو لے لو لیکن کروڑوں کی جو جائیداد حکومت کو مسکراتے چہروں اور بشاش دل کے ساتھ ہم نے پیش کر دی قوم کی خدمت کے لئے اگر اس کے چند دنوں کے استعمال کی اُسی جماعت کو ضرورت پڑ جائے جنہوں نے ان پر پیسے خرچ کئے تو ایسی صورت میں اگر بعض مقامی افسروں کے دلوں میں یہ انقباض پیدا ہو کہ تعلیمی ادارے جماعت کے استعمال میں نہیں آنے چاہئیں تو ان

افسروں کو میں یہ کہوں گا کہ گردنیں جھکاؤ اور اپنے دل میں جھانکو اور غور کرو کہ تمہارا یہ انقباض کس حد تک درست ہے۔
(خطبات ناصر جلد ششم صفحہ 570)

احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشنز:۔

خلافت ثالثہ کے ابتدائی دور میں ہی ہر بڑے شہر میں احمدی طلباء کی تنظیم قائم ہو گئی تھی مثلاً احمدیہ انٹر سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لاہور۔ لیکن بالخصوص 1979ء میں تعلیمی منصوبے کے اعلان پر حضورؒ نے اس طرف خاص توجہ دی اور مرکزی سطح پر احمدی طلباء کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ میں ''امور طلباء'' کا ایک شعبہ قائم کروایا۔ اسی طرح ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ پاکستان کو احمدی طلباء کی ایسوسی ایشن کو منظم کرنے کا ارشاد فرمایا تا کہ احمدی طلباء علم کے میدان میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلہ میں مرکز میں کالجوں اور سکولوں کو تعطیلات کے دوران کوچنگ کلاسز کا اہتمام ہونے لگا جو مسلسل جاری ہے۔ 1980ء اور 1981ء میں احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے سالانہ کنونشن بھی ربوہ میں منعقد ہوئے۔
(حیات ناصر جلد اوّل صفحہ 634)

قلمی دوستی کی تحریک:۔

1971ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ سے قبل جب کہ پاکستان کے دونوں صوبوں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے عوام کے بعض حلقوں میں کشیدگی پھیل چکی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے طلباء اور طالبات کو قلمی دوستی کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔ '' ہمارے تعلیم الاسلام کالج''، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور جامعہ احمدیہ کے لڑکوں اور اسی طرح نصرت گرلز ہائی سکول اور جامعہ نصرت کی لڑکیوں کو چاہیئے کہ وہ مشرقی پاکستان میں پین فرینڈ بنائیں، لڑکے لڑکوں کو پین فرینڈ بنائیں اور لڑکیاں لڑکیوں کو پین فرینڈ بنائیں اور اس طرح مشرقی پاکستان کی یونیورسٹیوں اور سکولوں کے طلباء سے دوستانہ تعلق قائم کریں اور اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ کئی لحاظ سے مفید ہو سکتا ہے''

احمدی بچے کو چوکس رہ کر سنبھالنا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے۔

7 دسمبر 1979ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے جماعت کو تعلیمی منصوبہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ہر بچہ تعلیم کے میدان میں اُس مقام تک ضرور پہنچے جس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اُسے دی ہے۔ ہمیں اگلے پندرہ بیس سال کے اندر ہزاروں کی تعداد میں ٹاپ کے سکالر چاہئیں۔

مَیں نے جماعت کو بار بار اس طرف متوجہ کیا ہے کہ علم کی طرف وہ توجہ دے اور اپنی نسل کو اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ پڑھائے۔ ابھی پچھلے دنوں مَیں نے یہ کہا تھا کہ ہر احمدی بچہ کم از کم دسویں جماعت پاس ہونا چاہیئے۔ بلکہ قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں مجھے یہ کہنا چاہیئے کہ ہر بچہ اس مقام تک ضرور پہنچے جس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اُسے دی ہے۔ استعداد، استعداد میں فرق ہے تو جس قدر تعلیم میں بچہ آگے نکل سکتا ہے وہاں تک اُسے پڑھنا

چاہیئے۔ عملی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے پھر وہ عملی میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی دوسری قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بنی نوع انسان کی بہتر خدمت کر سکتا ہے۔

اعلیٰ سائنسی تعلیم کا حصول احمدی بچے کو چوکس رہ کر سنبھالنا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے اور اس کے بعد یعنی انٹرمیڈیٹ کے بعد مثلاً انہوں نے طب کا مضمون لیا۔ میڈکل کورس لیا یا انجینیئرنگ کا مضمون لیا یا سائنسز کے دوسرے مضامین میں وہ آگے جا کر بہت ترقی ان میں کر سکتا ہے فزکس ہے کیمسٹری ہے۔ باٹنی زوالوجی ہے وغیرہ وغیرہ اب تو سائنسز کے نام بھی نئے علوم مدوّن ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دفعہ میں نے بتایا تھا کہ ایک نئی سائنس بن گئی۔ سائنس آف چانس۔ یہ اتفاق۔ اتفاق۔ اتفاق انسان جو کہتا تھا تو سوچنے والوں نے سوچا۔ فکر کرنے والوں نے فکر کی اور اس کو ایک سائنس میں تبدیل کر دیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا کوئی خالق، کوئی رب، کوئی ایک واحد ہستی ایسی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

بہر حال جو آگے جاتے ہیں وہ پھر کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو درمیانے درجہ کے ہیں یا درمیانے درجے کے بھی نچلے حصے میں ہیں۔ وہ ایم۔ ایس۔ سی کر لیتے ہیں لیکن اُن کا ذہن بہت اچھا نہیں Genius نہیں۔ وہ یہاں کی تعلیم ہمارے ملک کی جو ہے وہ ان کے لیے کافی ہے۔ ان کو سہولت ملنی چاہیئے۔ ان کی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ان کی غذا کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ایک صحت مند ایم۔ ایس۔ سی پیدا ہو جائے اس ملک کی خدمت کے لئے جو اس سے اُوپر کے دماغ ہیں وہ آگے دو حصوں میں بٹتے ہیں۔ ایک وہ جو بہت اچھا نہیں۔ لیکن کافی اچھا ہے۔ بہت اچھا نہیں کہ سارا بوجھ اُس کی Higher studies اعلیٰ تعلیم کا جماعت احمدیہ برداشت کرے اور یہ فرض ہو۔ لیکن اتنا بُرا بھی نہیں کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے اگر اس کا خاندان اس کے اخراجات میں حصہ دار بنے تو کچھ حصہ جماعت کو ادا کرنا چاہیئے۔ باقی بوجھ وہ اٹھائیں۔ ایسا طالب علم ہے جو بہت اچھا ہے اس کا سارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے یہ اگر کے ساتھ مَیں کہہ رہا ہوں ویسے۔ اگر سارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے تو جماعت کو اٹھانا چاہیئے لیکن چونکہ وہ بہت اچھا ہے اس لیے اگر اس کا خاندان یہ کہے کہ ہم کچھ بھی نہیں دینا چاہتے باوجود اس کے کہ ہم مالدار بھی ہیں تو یہ غلط ہے جس حد تک بھی وہ اس کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں ان کو اٹھانا چاہیئے اور اس کے علاوہ جو بوجھ بھی ہے وہ جماعت کو اٹھانا چاہیئے۔ ذہن کو ضائع نہیں ہونے دینا۔ یہ آپ عہد کریں۔ جو ذہن اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی خاندان میں پیدا کیا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔

جماعت احمدیہ کا یہ فرض ہے کہ کسی بچے کو میٹرک سے پہلے تعلیم چھوڑنے نہ دیں۔

''جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے جو بچہ اپنے ذہن کے لحاظ سے مڈل تک پہنچ سکتا ہے اس کو پرائمری میں نہ

چھوڑنے دیں تعلیم۔ جو میٹرک تک پہنچ سکتا ہے اسے مڈل میں نہ چھوڑنے دیں تعلیم۔ جو انٹر میڈیٹ میں پہنچ سکتا ہے اس کو دسویں جماعت کے بعد تعلیم نہ چھوڑنے دیں جو بی اے۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی کرسکتا ہے اس سے پہلے وہ تعلیم کو چھوڑ کر دوسرے میدانوں میں نہ جائے۔ پہلے اپنی استطاعت اور قابلیت کے مطابق اپنی تعلیم کو پورا کرے۔ پھر وہ اس تعلیم سے فائدہ اٹھائے جو اس نے حاصل کیا۔ علم کے میدان میں اس کی روشنی میں دوسروں کے لئے ایک مفید وجود بننے کی کوشش کرے۔"

اصل علم ہمارے نزدیک تو قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اور جتنے یہ سارے علوم سائنسز وغیرہ جو ہیں ان کی بنیادی باتیں ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہیں بلکہ بعض ایسی بنیادی حقیقتیں ہیں جو علم کے میدان میں آگے بڑھنے والی قومیں ہیں ان سے بھی وہ بنیادی حقیقت مخفی رہی اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہم پر اسے واضح کیا۔

تو یہاں میں ساری جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ جو انفرادی عطیہ ہے ذہن کا یعنی ایک فرد کو مل گیا۔ ایک خاندان میں پیدا ہو گیا نہ اس کو ضائع کرنا ہے اور نہ جماعت کو مجموعی طور پر جو عطا خدا تعالیٰ نے دی اور بڑی دی۔ دوسروں سے زیادہ دی ہے نہ اس کو ضائع کرنا ہے۔ ناشکرے نہیں بننا۔ اس کے شکر گزار بندے بننے کی کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 ردسمبر 1979ء مطبوعہ الفضل 11 راگست 1982ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی طلباء کے لئے حصول تعلیم کے ذرائع پیدا کرنے اور احباب جماعت کو علم حاصل کرنے اور تحقیق کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش رہی۔ لیکن صد سالہ جوبلی منصوبہ کے تحت اس بارہ میں منظم توجہ کی گئی۔ ۱۹۷۹ء کے جلسہ سالانہ کے دوسرے روز کے خطاب میں "عظیم الشان تعلیمی منصوبہ" کا اعلان فرماتے ہوئے حضور انور نے فرمایا۔

آئندہ جماعت کے کسی ذہین بچے کو ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔

"ذہین بچے کو جماعت پانچویں کے امتحان کے بعد سے ہی سنبھال لے گی۔ دوست دعا کریں کہ اگلے سو سال میں اللہ تعالیٰ جماعت کو سائنس کے ہر میدان کے ایک ہزار سائنس دان عطا کرے۔ حضور نے فرمایا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے غلبۂ (......) کے متعلق جو پیش خبریاں دیں ان میں ایک یہ بھی ہے آپ نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کردیں گے۔" بڑا عظیم الہام ہے بڑی عظیم یہ پیشگوئی ہے۔

ایک ہزار سائنس دان اور محققین کی ضرورت:۔

میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ اگلے دس سال کے بعد آنے والے سو سال میں جس صدی کو میں غلبہ (......) کی صدی کہتا ہوں ہمیں ایک ہزار سائنسدان اور محقق چاہئیں لیکن آج تک یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا ایک بھی مظہر ہمارے سامنے نہیں تھا یعنی کچھ اس طرح وہ ابھرا ہو اور آسمانوں تک پہنچا ہو اپنی علمی تحقیق میں کہ واقع میں اس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ علم اور معرفت میں اس نے کمال حاصل کیا اور اپنے سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیا اور (اپنے حلقۂ تحقیق میں) آئن سٹائن بہت بڑا سائنسدان گزرا ہے انہوں نے بھی کام کیا اور نا کام ہوئے اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے کام کیا اس پر اور وہ کامیاب ہوئے اور ان کو نوبل پرائز ملا اور دنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں میں پہنچ گئے۔ (اس موقع پر حضور نے مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو سٹیج پر آ کر حاضرین سے خطاب کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے مختصر سی تقریر فرمائی۔

حضور انور۔ نے خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

اب ہم اسی سلسلہ میں جو دوسرا بڑا ہی اہم پہلو ہے اسے لیتے ہیں وہ ذہن رسا ہے جو ماں کی گود میں خدا تعالیٰ کی رحمت سے آتا ہے پیدائش کے وقت ضائع کر دیا جاتا ہے۔ یا سنبھال لیا جاتا ہے مَیں نے پہلے بھی کہا اب بھی کہنے لگا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ کوئی ذہین بچہ خواہ وہ افریقہ کے جنگلات میں پیدا ہو یا نیویارک کے محلات میں، وہ ماسکو میں پیدا ہو یا خانہ کعبہ کے علاقہ میں پیدا ہو، کوئی ذہین بچہ (جو ذہن خدا کی عطا ہے) ضائع نہیں ہونا چاہیئے دوسرے مَیں نے کہا کہ کچھ وظیفے ایسے ہوں گے جو open (اوپن) ہوں گے اگر کوئی بچہ احمدی نہیں ہے، ہمارے بچے سے وہ آگے نکلتا ہے تو آئے ہم بڑی خوشی سے اُسے پڑھائیں گے۔

آج مَیں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ ذہین بچے کو پرائمری کے امتحان سے سنبھالے گی۔ پانچویں جماعت کا جب امتحان دے گا (بورڈ کا) اور ذہین ہو گا اور غریب ہو گا تو اس کو جماعت سنبھال لے گی۔ لے کے پالے گی نہیں۔ سنبھال لے گی۔ اور مَیں نے اندازہ لگایا ہے تو اگر بورڈنگ میں رہے پرائمری پاس لڑکا یعنی اپنے گھر میں وہ نہیں رہ سکتا کسی وجہ سے تو اس کا ایک سو باون روپے ماہانہ خرچ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قریباً دو ہزار سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ اور دہم تک اسی طرح چلتا ہے قریباً اور کالج میں (گیارہویں، بارہویں میں) قریباً دو سو پچیس روپے ماہانہ خرچ ہے۔ اور یہی تھرڈ ائیر اور فورتھ ائیر میں اور ایم اے۔ ایم ایس سی میں تین سو ساٹھ روپے ماہانہ خرچ ہے۔ یہ ہم نے اندازہ لگایا ہے کچھ باہر کی جماعتوں کو بھی خدا تعالیٰ نے تحریک کر دی میرے ذہن کی رَو کے ساتھ ہی قریباً ۲۰۔ ۲۵ ہزار کے وظائف کا وعدہ کر لیا انگلستان کی جماعت نے۔ میں اِس وقت جو اعلان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی طرف سے اس نئی سکیم میں سوا لاکھ روپے سال

کے وظیفے دیں گے۔ یہ وہ طلبہ ہیں جو genius سے ذرا نیچے ہیں۔ جو genius ہے یعنی غیر معمولی ذہین بچہ، اس کا پتہ لگ جاتا ہے بعض دفعہ پرائمری میں بھی۔ خدا اگر ہمیں ایک ہزار بچہ ایسا دے گا تو جماعت آدھی روٹی کھائے اور اُن کو پڑھائے اور پڑھائے گی۔

اگلے سو سال میں ایک ہزار انتہائی غیر معمولی ذہین احمدی سائنس دانوں کی ضرورت:۔

"تو آپ میری مدد کریں دعاؤں کے ساتھ۔ دو دعاؤں سے آپ میری مدد کریں۔ ایک یہ کہ یہ سکیم جو ہے اس کا اجراء جماعت اور قوم کے لئے انتہائی مفید ثابت ہو۔ اور (۲) اس سے بھی اہم دُعا یہ کریں اپنے رب سے کہ اے خدا! مرزا ناصر احمد کی یہ خواہش ہے کہ اگلے سو سال میں ایک ہزار انتہائی غیر معمولی ذہین سائنسدان جماعت احمدیہ کو ملیں تُو اس خواہش کو پُورا کر اور اس خواہش کے لئے جو وہ دعائیں کریں اُن کو بھی قبول کر اور جو ہم کریں انہیں بھی قبول کر۔

میری خواہش یہ ہے کہ اگلے دس سال میں ہم سو سائنسدان اچھے خدا سے مانگیں۔ یہ نہیں مَیں کہتا ہم پیدا کر دیں۔ مَیں کہاں سے پیدا کر سکتا ہوں، آپ نے کہاں سے پیدا کر لینے ہیں۔ ساری دنیا مل کر ایک اچھا سائنسدان پیدا نہیں کر سکتی۔ مَیں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اگلے دس سال میں اللہ تعالیٰ ہمیں ایک سو چوٹی کا سائنسدان عطا کرے اور میری یہ خواہش ہے کہ ان دس سال کے بعد اگلے سو سال میں جس کو میں غلبہؑ (......) کی صدی کہتا ہوں ایک ہزار سائنسدان ہر فیلڈ کا ، ایک فیلڈ کا نہیں سائنس کے ہر میدان میں بکھرا ہوا پھیلا ہوا۔ آسمانوں کی سیر کرنے والا، دماغ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرے۔

آسمانوں پر کمندیں ڈالنے والے سائنس دانوں کی ضرورت:۔

خدا کرے ہمیں پانچ دس ایسے سائنسدان بھی مل جائیں جو ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی طرح اپنے ڈیسک پر بیٹھ کر دوسرے تیسرے آسمان کے متعلق تصور بنایا کریں۔ فارمولے جو آج سے پچاس سال بعد یا سو سال بعد یا ڈیڑھ سو سال کے بعد انسان کی عملی تحقیق جب وہاں پہنچے تو حیران ہو کہ ڈیڑھ سو سال پہلے ایک احمدی کے دماغ کو خدا تعالےٰ نے وہاں تک پہنچا دیا تھا اور آج ہم وہاں پہنچ رہے ہیں۔ ہمارے سیکھنے کا بڑا علم ہے پھیلا ہوا اس دُنیا اور کائنات میں بہر حال یہ کتابوں کے ذکر کے ساتھ علم کا ذکر آیا اور علم کے ذکر کے ساتھ اس وعدہ اور بشارت کا ذکر آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان پہچاننے والوں کے علوم و تحقیق میں برکت ڈالی جائے گی اور وہ اپنے اپنے میدان میں اُس جگہ پہنچیں گے کہ دوسروں کا مُنہ بند کرنے والے ہوں گے۔ اُس کا ایک پہلو آ گیا سامنے۔ کل کو ایک دوسرا آ جائے گا۔ پھر تیسرا آ جائے گا۔ دروازہ کُھل گیا اب آگے ہی آگے چلیں گے۔ (الفضل 25 فروری 1980ء)

پہلی سے آخری جماعت تک کا کوئی بچہ مجھے خط

لکھنے سے محروم نہ رہے:۔

ہر احمدی بچہ جس نے اس سال کوئی امتحان دیا ہے وہ پاس ہوا ہے یا فیل ہوا ہے وہ مجھے خط لکھے یہ جماعت کے لئے اعلان ہے کہ پہلی کلاس (کنڈر گارڈن) سے لے کر پی ایچ ڈی تک امتحان دینے والا ہر احمدی بچہ (لڑکا اور لڑکی) مجھے خط لکھے۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ایک کے لئے خاص طور پر دعا کروں گا اور دفتر کی طرف سے ان کو جواب بھی دیا جائے گا۔

وظائف اور انعامات کا اعلان:۔

پانچویں کلاس کے وظیفہ کا امتحان (جو غالباً ضلعی سطح پر ہوتا ہے) اس میں اوپر کی ۳۰۰ پوزیشنوں میں ہر ضلع میں جو احمدی بچہ آئے گا اسے میں اپنے دستخطوں سے دعائیہ خط اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب تحفہ کے طور پر اپنے دستخطوں اور دعائیہ فقرہ لکھ کر بھیجوں گا۔

آٹھویں کے وظیفہ کا امتحان جو غالباً ڈویژنل سطح پر ہوتا ہے اس میں ہر ڈویژن میں اوپر کی ۳۰۰ پوزیشنوں میں جو احمدی طالب علم آئے گا اسے بھی اپنے دستخطوں سے دعائیہ خط اور کتاب تحفةً بھیجوں گا۔

دسویں جماعت کا امتحان ایجوکیشن بورڈ لیتا ہے۔ ہر امتحان میں Top کے 200 لڑکوں اور لڑکیوں میں سے جو بھی احمدی طالب علم / طالبہ آئے گا اس کو دستخطوں سے خط اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ کتب میں سے ایک تفسیر کی کتاب ان کی ذہنی قابلیت کی قدر کرتے ہوئے بھیجوں گا۔

ایف۔اے، ایف ایس سی میں بھی ہر بورڈ میں اوپر کی 200 پوزیشنوں میں جو بھی احمدی طالب علم آئے گا۔ اسے بھی دعائیہ خط اور ایک تفسیر کی کتاب بھجوائی جائے گی۔ یونیورسٹی کے امتحان میں بی۔اے کے لئے علیحدہ اور بی ایس سی کے لئے علیحدہ اوپر کے 200 طلباء وطالبات میں سے احمدی طلباء کے لئے اپنے دستخطوں سے دعائیہ خط اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کی کتابوں میں سے ایک کتاب تحفةً بھیجوں گا۔

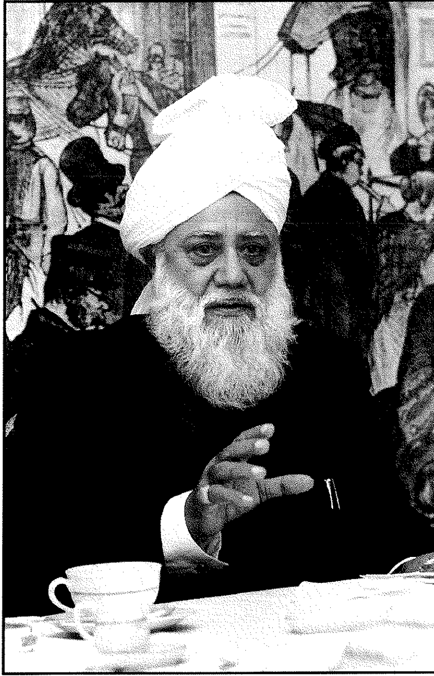
ایم۔اے، ایم۔ایس۔سی میڈیکل یا انجینئرنگ کے فائنل امتحان میں ہر مضمون میں Top (چوٹی) کی سات پوزیشنوں میں جو احمدی طالب علم آئے گا اسے دعائیہ خط تفسیر صغیر اردو یا انگریزی ترجمہ اپنے دستخط کر کے دعائیہ فقرے کے ساتھ بھیجوں گا۔

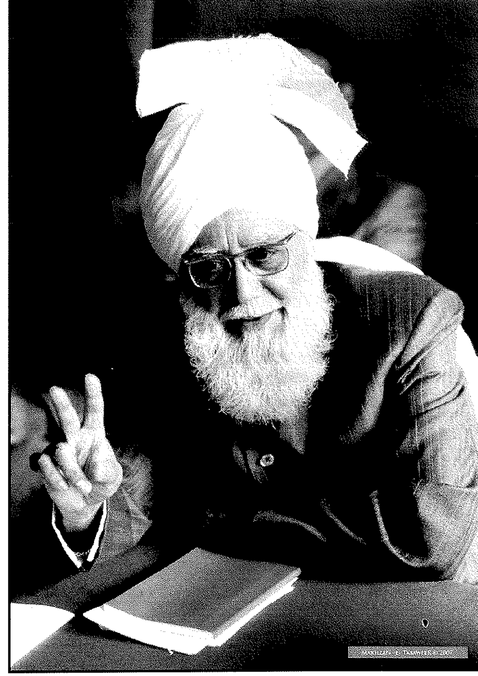
جماعتیں طلباء کا ریکارڈ رکھیں ضلع وار اور پائیدار شکل میں رجسٹر بنالیں پانچویں جماعت سے پی ایچ ڈی تک ہر ذہین بچے پر شفقت کی نظر رکھیں۔ ہر ایک بچے سے اس طرح تعلق رکھیں۔ جس طرح طبیب کی انگلیوں کا بیمار کی نبض کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جماعتیں اس بات کا خیال رکھیں کہ پہلی کلاس سے آخری کلاس تک کوئی احمدی بچہ نہ رہے جس نے اس سال امتحان دیا اور مجھے اس کا خط نہ آئے۔

(الفضل 29/اپریل 1980ء)

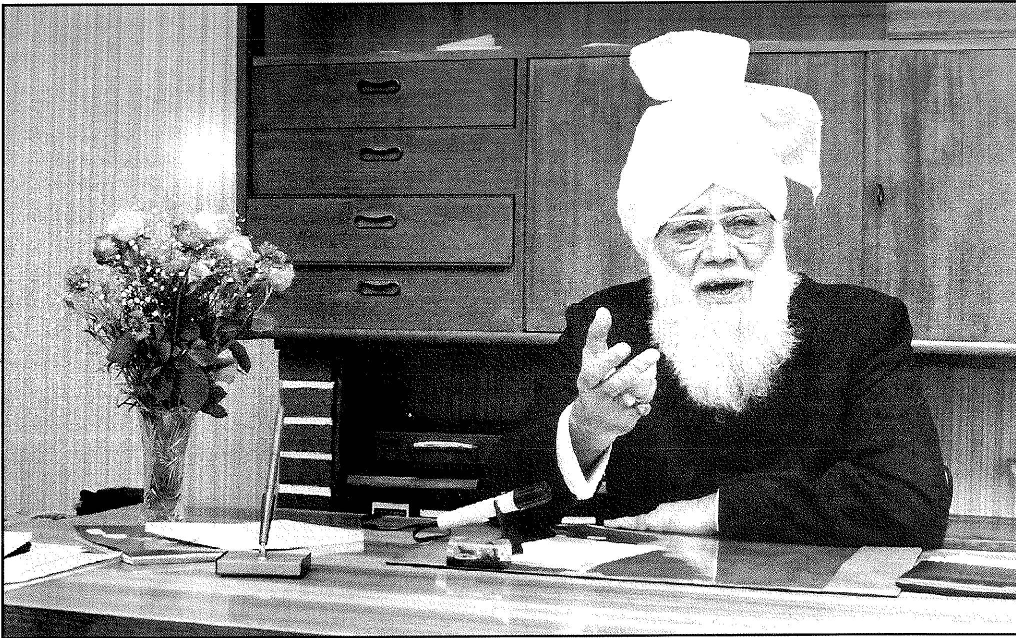
ہر لڑکا میٹرک ہو اور لڑکی کم از کم مڈل ضرور پاس ہو:۔

جماعت احمدیہ میں اگلے دس سال میں (اور پھر





مسکراہٹیں بکھیرتا ہوا حسین چہرہ





خدا کا فضل ہے اس کی عطا ہے　　محمدؐ کے وسیلے سے ملا ہے

مبارک تھا یہ.........کا　　ہوا مقبول. رب العالمین کا

نویدِ احمد و تنویرِ محمود　　یہ موعود ابنِ موعود ابنِ موعود

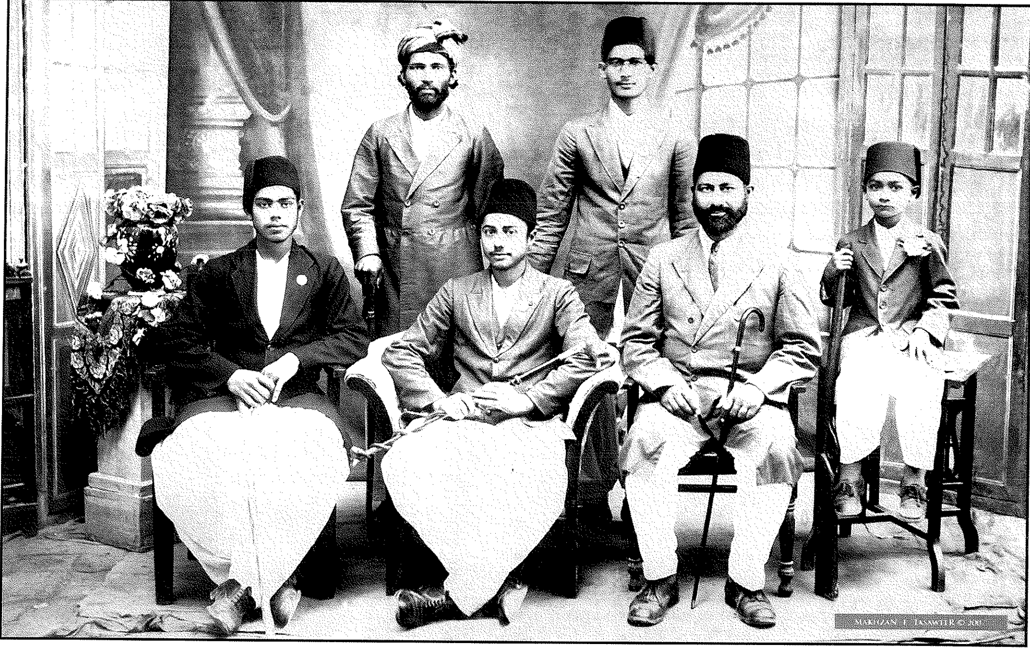




مقدس روحانی بچپن

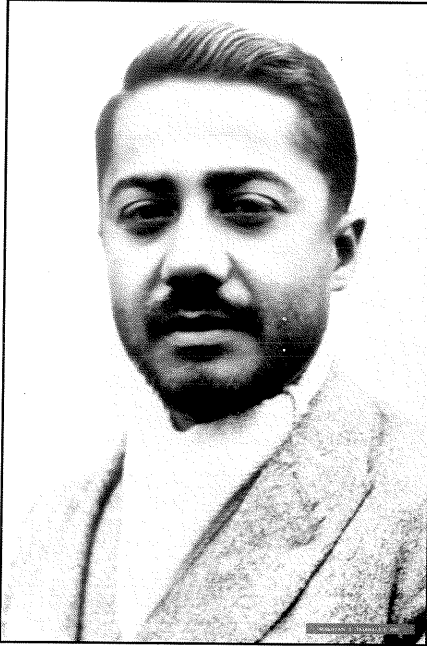


درمیانی قطار میں بائیں طرف سب سے پہلے نمبر پر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب

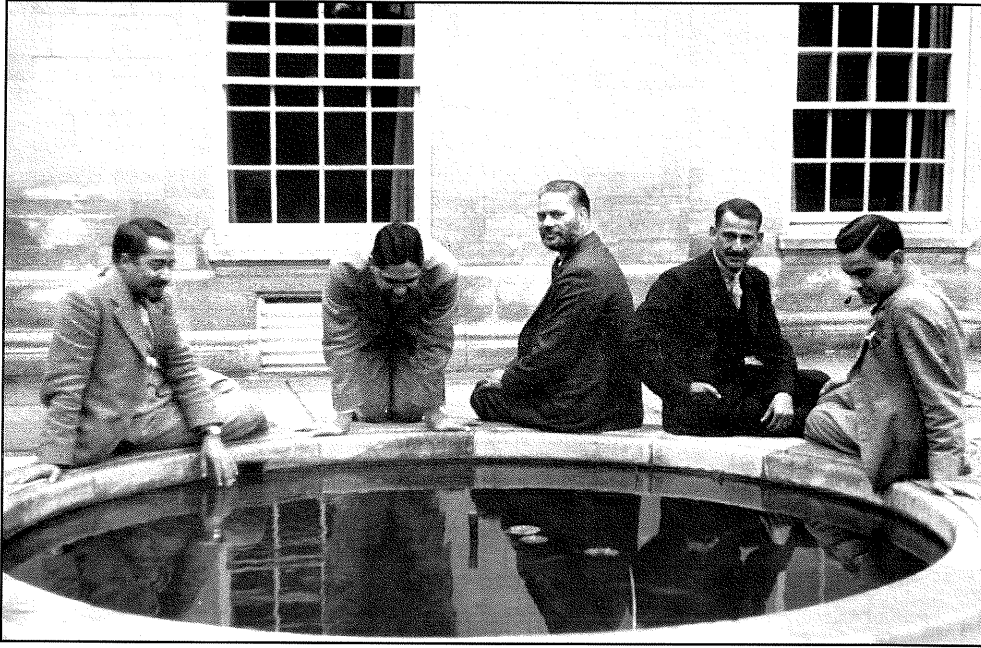


دائیں سے تیسرے نمبر پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب





عہد شباب اور تعلیمی دور



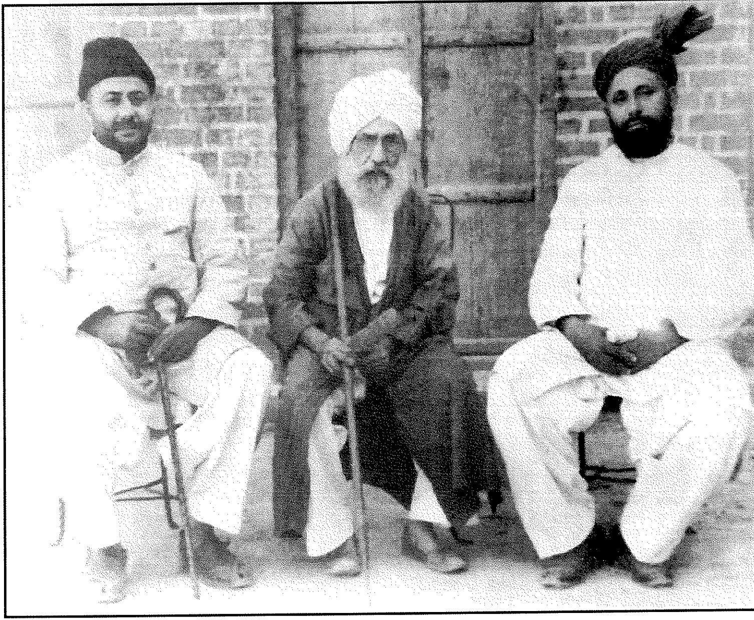
آکسفورڈ میں تعلیم کے دوران



آکسفورڈ میں تعلیم کے دوران



آکسفورڈ (برطانیہ)
دورطالب علمی میں حلال گوشت کی فراہمی کے لئے



جامعہ احمدیہ کے تین پرنسپل

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب



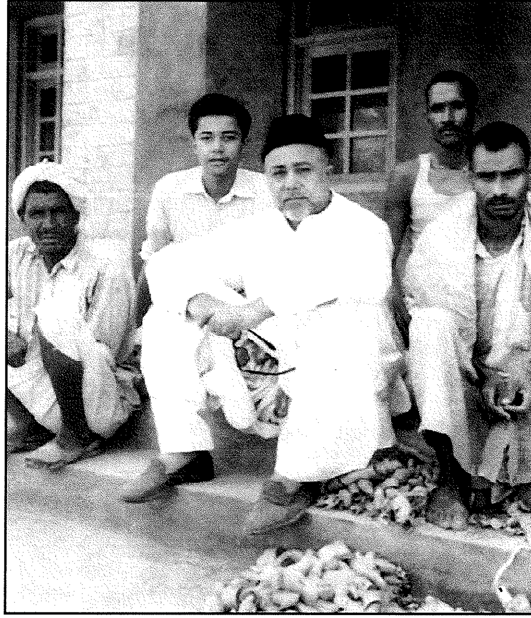
جامعہ احمدیہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب حضرت مولانا محمد سید سرور شاہ صاحب کے ساتھ



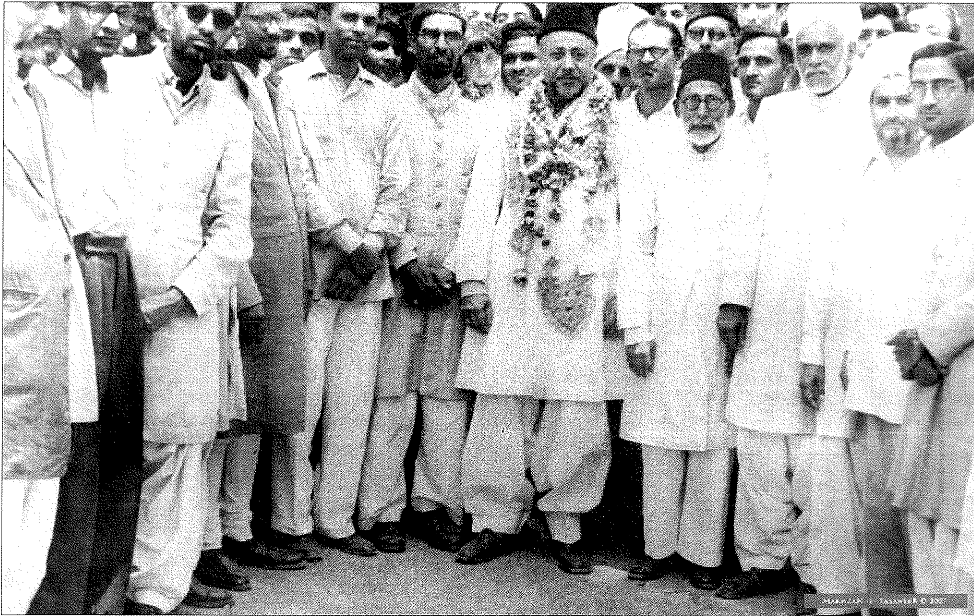
فرقان فورس کی ایک یادگار تصویر



انصار اللہ کے اجتماع کا ایک منظر



سادگی کا ایک انداز



حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب 1953ء میں اسیری سے رہائی کے موقع پر احبابِ جماعت کے ساتھ

ہمیشہ کے لئے) اس کا کوئی ایسا بچہ نہیں ہونا چاہیئے جو میٹرک سے پہلے سکول چھوڑ دے لڑکا میٹرک ضرور پاس کرے اور لڑکی مڈل ضرور پاس کرے جماعت اس کی بھی کوشش کرے کہ بچیوں کے لئے بھی ایسا انتظام ہو جائے کہ لڑکی کے لئے میٹرک تک پہنچنا ممکن ہو جائے۔

تعلیمی ترقی کا عظیم منصوبہ اور اس کی اہمیت:۔

حضور نے تعلیمی ترقی کے لئے عظیم منصوبہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صد سالہ احمدیہ جوبلی کے منصوبہ نے سرمایہ مہیا کرنا تھا اور پھر اس مالی جہاد کے نتیجہ میں اشاعت دین کے عملی جہاد نے مختلف شکلیں اختیار کرنا تھیں۔ سو اس عملی جہاد کی ایک شکل تعلیمی اور علمی ترقی کا وہ عظیم منصوبہ ہے جو غلبۂ دین حق کے مقصد میں کامیابی کی غرض سے جاری کیا گیا ہے۔

حضور نے اس عظیم منصوبہ کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے جلوؤں کو جو کائنات ارضی وسماوی میں ہر آن ظاہر ہو رہے ہیں۔ آیات قرار دے کر اور ان پر غور کرنے والوں کو اولوالالباب قرار دے کر دنیوی علوم کو روحانی علوم کی طرح ہی اہم قرار دیا ہے اور ان دونوں علوم کو ایک دوسرے کا ممد و معاون ٹھہرایا ہے۔ اس منصوبہ کی اہمیت یہ ہے کہ افراد جماعت کو دنیوی علوم سے درجہ بدرجہ آراستہ کر کے ان میں قرآنی علوم و معارف سے بہرہ ور ہونے کی اہلیت پیدا کی جائے کیونکہ یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اَن پڑھ کے مقابلہ میں ایک میٹرک پاس نوجوان قرآن کو سمجھنے اور اُس کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ایف اے، ایف ایس سی، بی اے، بی ایس سی اور ایم اے، ایم ایس سی پاس میں قرآن کو سمجھنے اور اُس کے انوار سے منور ہونے کی اہلیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ سو اِس منصوبہ کا اصل اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر احمدی اپنی اپنی استعداد کے مطابق دینوی علوم میں دسترس حاصل کرے تا کہ وہ قرآنی علوم و معارف سے بہرہ ور ہو سکے اور اس طرح وہ قرآن کے حسن سے حسن لے کر اور اس کے نور سے نور لے کر (......) کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی آسمانی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور اس باب کو سمجھ لے کہ (......) کا موعودہ غلبہ ایٹم بم وغیرہ کے ذریعہ نہیں بلکہ علمی تفوق کی بنا پر ظاہر ہوگا۔

ہر علم کی بنیاد قرآن کریم میں موجود ہے۔

حضور نے آخر میں یہ واضح فرمایا کہ تعلیمی منصوبہ صد سالہ احمدیہ جوبلی کے منصوبہ کا ایک حصہ ہے اور غلبۂ (......) کی آسمانی مہم ہے اس کا گہرا تعلق ہے۔ ہر علم کی بنیاد قرآن میں موجود ہے۔ کوئی دنیوی علم ایسا نہیں جس کا اصولی اور بنیادی ذکر نہ ہو اس لئے دنیوی علوم کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کو سمجھنے اور اس سے راہنمائی حاصل کرنے کے لئے کرنا بھی ضروری ہے۔ (الفضل 15/جولائی 1980)

نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء میں تمغوں اور انعامات کی تقسیم کی پہلی تقریب میں آپ نے فرمایا:۔

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج میرے لئے اور آپ کے لئے بڑی خوشی

کا دن بڑی برکتوں کا اور رحمتوں کا دن ہے اس لئے کہ تعلیم کے متعلق جو عظیم منصوبہ مَیں نے حال ہی میں جاری کیا ہے اس کے ضمن میں یہ پہلا Function یا اجتماع اس وقت یہاں ہو رہا ہے۔

آج ہم ان کو سونے کا تمغہ بھی دیں گے اور قرآن کریم کی تفسیر بھی اور پھر اُن کو ہم نے مزید پڑھانا بھی ہے سارے خرچ کا جتنا حصہ وہ خود برداشت نہیں کر سکتے ہیں وہ جماعت دے گی اور دعائیں بہت دیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی ذہنی قابلیت قائم رکھے اور پہلے سے زیادہ آگے بڑھنے کی انہیں توفیق دے۔ تمغے اور انعامات کی تقسیم کے لئے آج کا اجتماع ہمارا پہلا اجتماع تقسیم تمغہ جات کی پہلی تقریب ہے اس میں تو انعام حاصل کرنے والے تھوڑے سے آئے ہیں انشاء اللہ آگے چل کر بہت سارے اور آئیں گے۔

ادائیگی حقوق طلباء:۔ ہمارے قوائد کے مطابق انعام کا یا ادائیگی حقوق کے ضمن میں وہ کسی چیز کا مستحق بنتا ہے تو وہ اسے مل جائیگی اس واسطے اس قسم کی دوسری تقریب انشاء اللہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر ہو گی۔ جنہوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ ہم نے تو ابھی امتحان دینے ہیں اور اُن کے نتیجے نکلنے ہیں یا یہ کہ ہم امتحان دے چکے ہیں اور ابھی نتیجہ نہیں نکلا یا نکلنے والا ہے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اچھے نمبر دے گا۔ وہ تسلی رکھیں کہ اگر خدام الاحمدیہ کے اجتماع سے پہلے اُن کا نتیجہ نکل آیا تو اجتماع پر اُن کو اُن کا حق ادا کر دیا جائے گا۔ جن کا اُس وقت تک بھی نتیجہ نہ نکلا تو اجتماع کی تاریخ سے لے کر ۲۰ ردسمبر کے درمیان جن کا نتیجہ نکلے گا اُن کو اُن کے حقوق جلسہ سالانہ کے موقع پر ادا کر دیئے جائیں گے اور انعامات یا حقوق کی ادائیگی کا 1980ء کا سال جلسہ سالانہ کے موقع پر ختم ہو جائے گا۔

جماعت احمدیہ کے امام سے تمغہ حاصل کرنا ہے (بڑی عزّت افزائی ہے، آپ کی نسلیں آپ پر فخر کریں گی) وہ فرسٹ آئے اپنے مضمون میں وہ تھرڈ آ کے انعام کا مستحق اپنے آپ کو نہ سمجھے۔

تمغہ جات کی بناوٹ:۔

اللہ بڑا دیالو ہے۔ اس وقت کی میری گفتگو میں مَیں بہت ساری بنیادی باتیں بھی کہہ رہا ہوں۔ اب مَیں یہ بیان کرتا ہوں یعنی یہ کہ ہم کیا تمغے دے رہے ہیں دنیا کا عام دستور کچھ اور ہے اولمپکس کے مقابلے ہوتے ہیں۔ اُن میں اپنے جسمانی ٹیلنٹ (Talent) کو جو فرسٹ آتا ہے اس کو طلائی تمغہ (پتہ نہیں اس میں سونا کتنا ہوتا ہے) یا سیکنڈ آتا ہے تو اُسے چاندی کا تمغہ دیا جاتا ہے جو تھرڈ آتا ہے یعنی ساری دنیا میں جو تھرڈ آتا ہے اس کو کانسی کا تمغہ دیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں تو کانسی کا تمغہ اُس کی بڑی بے عزّتی کرتا ہے۔ مَیں اس بارہ میں بھی سوچتا رہا۔ مَیں نے بتایا ہے یا یہ اجتماع ہی اس لئے کیا ہے تا کہ بہت کچھ فیصلے یہاں کر دیں ایسا معلوم ہوتا ہے مَیں مانتا ہوں مَیں سمجھا نہیں سکا کام کرنے والوں کو مَیں یہ نہیں کہتا وہ سمجھ نہیں سکے میں کہتا ہوں میں سمجھا نہیں سکا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ تمغوں کے الفاظ ایک ہوں گے اوّل اور دوئم اور سوئم کے پھر میں نے کہا۔ سارے ہی تمغے سونے کے ہوں گے وزن کم کرتے جاؤ ...... مَیں کل

اسلام آباد سے واپس آیا ہوں مَیں نے سارا جائزہ لیا اب جو فیصلہ میں نے کیا ہے اسے کروا رہا ہوں آج فیصلہ یہ ہے۔

اوّل انعام:۔ جو اوّل آئے گا اس کو طلائی تمغہ ملے گا جس میں ایک تولہ اصل سونا ہوگا اور یہ کوئی زیادہ قیمت نہیں ہے Appreciation ہم نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کہ ہمارے بچے کو اس نے اتنا ذہن دیا ہے کہ اوّل کو ہزار روپے کے سونے کا تمغہ دینا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے تھوڑی سی ایک چیز ہے اللہ دیا لو ہے۔ ایک تولہ وزن کا خالص سونا ہوگا اس میں تمغہ بنانے کے لئے اس میں کھوٹ ملاتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہے ۴۱ ملی میٹر اس کا قطر ہے تمغے کی دو طرفیں ہیں ایک کو ہم چہرہ کہتے ہیں اور ایک کو کہتے ہیں پُشت اس کے چہرہ کے درمیان میں مینارۃ المسیح کی شکل ہے اس مینارہ کے اوپر کے حصہ کے دائیں بائیں جو مَیں نے آنے والی صدی کے لئے ایک ماٹو دیا تھا جلسہ سالانہ پر ''حمد اور عزم'' وہ لکھا ہوا ہے۔ حمد میں نے کہا تھا جلسہ سالانہ پر کہ خدا تعالیٰ کا بے انتہا شکر ادا کرو کہ اُس نے ہمیں، مٹی میں دبے ہوئے تھے ہمیں وہاں سے اٹھایا اور کتنی رفعتوں تک لے گیا ایک صدی میں تو اگلی صدی میں اِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کے مطابق شکر ادا کرو تاکہ اور ملے اور ملے عقل اور ملے۔ ہمارے خاندانوں کو خدا تعالیٰ ذہن اور دے اور ذہین بچے پیدا ہوں ہمیں طاقت عطا کرے خدمتِ نوعِ انسانی کی ہزار ہا نعمتیں ہیں ہزار ہا کیا لکھو کھا لکھو کھہا میں کیوں کہوں۔ بیشمار نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی جو ملتی ہیں انسان کو جب وہ ملیں تو ہمارا عزم ہو کہ اے خدا! تُو ہمیں دیئے جا۔ ہم تیری راہ میں اُسے خرچ کرتے چلے جائیں گے اس واسطے یہ دو لفظ مَیں نے ماٹو دیئے تھے ایک صدی کے لئے یہ ماٹو اس مینارۃ المسیح کے دائیں طرف حمد اور بائیں طرف عزم لکھا ہوا ہے اس تمغہ پر (اس موقع پر حضور نے تمغہ دکھاتے ہوئے فرمایا) یہ تعلیمی میدان کا تمغہ ہے تعلیمی میدان علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں اس میں ایک تولہ سونا ہے جس کی گارنٹی سنار نے دی ہے کہ مَیں ذمہ دار ہوں کہ اس میں ایک تولہ خالص سونا پڑا ہوا ہے۔ یہ اس کا چہرہ ہے اس کے وسط میں ہے مینارہ اور اس کے دائیں اور بائیں عزم ہے اب اُس کے نیچے قرآن کریم کی آیت لکھی ہوئی ہے۔

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَاشَآءَ

تو یہ تو ہے اس کا چہرہ اس کی پُشت پر اُوپر رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اور نیچے احمدیہ صد سالہ جوبلی اور جو درمیان کی جگہ ہے اس میں امتحان لکھا جائے گا امتحان کا سن لکھا جائے گا اور نام لکھا جائے گا تمغہ لینے والے کا اور نیچے احمدیہ صد سالہ جوبلی اور تاریخ لکھی جائے گی یہ ہے خالص ایک تولہ سونے کا تمغہ یہ پہلا انعام ہے فرسٹ آنے والے کے لئے دسویں سے لے کر ایم اے۔ ایم ایس سی تک یہی چلے گا کیونکہ ذہانت ذہانت میں ہم فرق نہیں کر سکتے۔ یہ جو پشت پر لکھا ہوا ہے۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ط

دوم انعام:۔ نیچے دوسری تفاصیل وہ اوّل دوم اور سوم تمغوں میں سب میں ایک ہی ہے چہرہ جو ہے وہ ملا ہے جو دوم آنے والا ہے ہمارا بچہ، اس کو جو طلائی تمغہ ملے گا اس میں ۳/۴ تولہ سونا ہوگا۔ پہلے میں ایک تولہ اس میں ۳/۴ تولہ۔

تھوڑا سا فرق کر دیا ہم نے اور ۴۱ قطر ملی میٹر وہی رہے گا۔ مینارة المسیح۔ حمد اور عزم وہی رہیں گے لیکن نیچے۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ کی بجائے یہ دعا لکھی ہے۔ رَبِّ أَرِنِي حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ جو اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ میں فرسٹ نہیں آیا مجھے اور سکھا۔ مَیں آگے جاؤں اس واسطے رَبِّ أَرِنِي حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ یہاں لکھا ہے اور باقی پشت تو ہر ایک کی وہی ہے۔

سوم انعام :۔ اور جو سوئم کا تمغہ ہے۔ ایک فرق یہاں کر دیا ہے کہ یہ چاندی کا ہوگا۔ مَیں نے کہا ہے کانسی کا ہم نہیں استعمال کر رہے اول اور دوم سونے کے تمغے کا وزن علی الترتیب ایک تولہ اور ۴/۳ ۱ تولہ۔ سوم کا چاندی کا تمغہ چار تولہ وزنی۔ ۴۱ ملی میٹر سائز وہی ہے جو ساروں کا ہے اور مینارة المسیح اور حمد اور اور عزم اور نیچے ہے۔

عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

اور پشت اس کی وہی ہے جو دوسروں کی ہے۔ یہ الفضل بھی ریکارڈ کر لے آگے جو دینے والے ہیں وہ اس کے مطابق چلیں گے۔ انشاء اللہ۔

تمغہ کا ربن :۔ (تمغہ ہاتھ میں اُٹھاتے ہوئے فرمایا) یہ تمغے کے ساتھ ایک ربن ہے اس ربن کے اوپر جماعت احمدیہ کے جھنڈے کے رنگ ہیں سفید اور کالا۔ آپ میرے پاس آئیں گے مجھ سے مصافحہ کریں سلام کریں السلام علیکم کہیں تو جواب دوں گا پھر میں آپ سے معانقہ کروں گا اس کے بعد مَیں آپ کو تمغہ پہناؤں گا بعد میں آپ کو تفسیر دوں گا اور میری دعا ہے سب کے لئے اکٹھی کروں گا پھر بھی میں دعا اصل چیز تو قرآن ہے۔ اَلْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ یہ خیر ہے جو اس میں پائی جاتی ہے خدا تعالیٰ آپ کو حصہ دے۔ اس کے بعد حضور نے اسی ترتیب کے ساتھ تمغہ جات اور کتب تفسیر کے انعام مرحمت فرمائے اور پھر اجتماعی دعا کرائی۔

تعلیمی منصوبے کے مختلف مراحل :۔

حضورؒ نے تعلیمی منصوبے کے بارے میں فرمایا:۔

خدا تعالیٰ نے مجھ سے تعلیمی ترقی کا ایک منصوبہ جاری کرایا ہے...... اس منصوبے کو جاری کرنے سے میرا مقصد یہ ہے اور میری تمام تر دلچسپی اس بات میں ہے کہ قرآن کریم کے علوم کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت ہو...... جب تک تعلیمی بنیاد مضبوط نہ ہو کوئی شخص علوم قرآنی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا ...... فی الاصل یہ ایک نہایت ہی اہم منصوبہ ہے اور اس میں درجہ بدرجہ ترقی کے کئی مراحل آئیں گے"

1980ء میں دورہ یورپ کے دوران حضورؒ نے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ گو تعلیمی منصوبے کا آغاز پاکستان میں کیا گیا ہے لیکن دو تین سالوں تک اس منصوبے کو ساری دنیا میں پھیلا دیا جائے گا۔

"ہم (......) کو اس وقت تک نہیں پھیلا سکتے جب تک یورپینوں کو تعلیم کے میدان میں شکست نہ دے دیں"

(حیات ناصر جلد اوّل صفحہ 581، 583)

تقسیم تمغہ جات کی چھ تقاریب کا انعقاد:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پوزیشن لینے والے احمدی بچوں اور بچیوں کے لئے تمغہ جات دینے کا جو

سلسلہ شروع فرمایا تھا اس سلسلہ میں حضورؒ کی زندگی میں تمغہ جات کی تقسیم کے لئے مندرجہ ذیل تقریبات ہوئیں۔

پہلی تقریب 13/ جون 1980ء چھ طلباء کو تمغہ جات دیئے گئے۔

دوسری تقریب اجتماع لجنہ اماء اللہ و خدام الاحمدیہ 1980ء چھ طلباء و طالبات کو تمغہ جات دیئے گئے۔

تیسری تقریب جلسہ سالانہ 1981ء دو طلباء و طالبات کو تمغہ جات دیئے گئے۔

چوتھی تقریب 4/اپریل 1981ء چھ طلباء اور دو طالبات کو تمغہ جات دیئے گئے۔

پانچویں تقریب اجتماع لجنہ اماء اللہ و خدام الاحمدیہ 1981ء سات طلباء و طالبات کو تمغہ جات دیئے گئے۔

چھٹی تقریب جلسہ سالانہ 1981ء پانچ طلباء و طالبات کو تمغہ جات دیئے گئے۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کے تحت حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں انعامی تمغہ جات کی تقسیم مندرجہ بالا تقاریب منعقد ہوئیں جن میں حضور نے بڑے پیار کے ساتھ یہ تمغہ جات طلبا کو پہنائے۔ مستورات میں حضور ایک پلیٹ میں تمغہ جات رکھ کر طالبہ کو عطا فرماتے تھے۔ جسے حضور کی حرم محترمہ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ اسے طالبہ کو پہناتیں۔ مستورات میں تمغہ جات کی آخری تقریب جو حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ 1981ء کے موقع پر منعقد ہوئی اس میں حضرت بیگم صاحبہ کی جگہ حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادیوں محترمہ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ اور محترمہ سیدہ امتہ القیوم صاحبہ نے طالبات کو تمغے پہنائے۔

ان تقاریب میں کل 32 تمغہ جات تقسیم ہوئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔اوّل: 17، دوم 10، سوم 5

خلافت خامسہ کے عظیم الشان بابرکت دور میں جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے آخری روز اختتامی خطاب سے قبل بھارت اور پاکستان کی یونیورسٹیز اور کالجز میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کو اسناد عطا فرمائیں اسناد دینے کی 12 تقاریب پہلے منعقد ہو چکی تھیں اس تقریب میں 1984ء سے 2005ء تک کے عرصہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء نے حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے سندات حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا طالبات کو سندات عطا کرنے کی تقریب جلسہ گاہ مستورات میں منعقد ہوئی اب تو ہر ملک کے جلسہ ہائے سالانہ کے موقع پر تمغہ جات دینے کی تقاریب منعقد ہو رہی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ دعا عظیم الشان طور پر پوری ہو رہی ہے کہ:۔

”اے خدا مرزا ناصر احمد کی یہ خواہش ہے کہ اگلے سو سالوں میں ایک ہزار انتہائی غیر معمولی ذہین (ہر میدان کے) سائنسدان جماعت احمدیہ کو ملیں تو اس خواہش کو پورا کر اور اس خواہش کے لئے جو وہ دعائیں کریں اُن کو بھی قبول کر اور جو ہم کریں اُنہیں بھی قبول کر آمین۔ (الفضل 25/فروری 1980ء)

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

ملتان شہر

"جو قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

شہر وضلع نوابشاہ

لجنہ اماء اللہ پاکستان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر کی اشاعت کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ ضلع بہاولپور

کس طرح شکر کروں اے مرے سلطاں تیرا
ہے عجز میرے خدا میرے پہ احساں تیرا



مکرمہ نازیہ راشد صاحبہ گوجرانوالہ شہر



منجانب
مکرمہ ناظمہ بشریٰ صاحبہ
صدر لجنہ اماء اللہ احمد نگر
و ممبرات لجنہ اماء اللہ
احمد نگر، جھنگ نمبر 2

دعا کی درخواست کے ساتھ

ہمارا یہ خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالصدر جنوبی نمبر 2

اَطۡعِمُوا الۡجَائِعَ

مکرمہ امتہ الشافی راجہ صاحبہ۔ ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی احباب جماعت اور دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے بہت سی روحانی، مالی اور جسمانی تحریکات فرمائیں ان میں سے ایک تحریک یہ بھی تھی کہ کم از کم جماعت احمدیہ کا کوئی فرد بھوکا نہ رہے۔ خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کے عہدیداران کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''آج میں ہر ایک احمدی کو جو ہماری جماعت کا عہدیدار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقے میں کوئی احمدی بھوکا تو نہیں سوتا دیکھو! مَیں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں اب آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 17 دسمبر 1965ء کے خطبہ جمعہ میں اس تحریک کا اعلان فرمایا حضورؒ کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

''خداتعالیٰ اور اس کے رسول کا ہمیں تاکیدی حکم ہے کہ مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلایا جائے''

حضورؒ نے سورۃ الدھر کی آیات 9 تا 12 وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا...... کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ہمارے نیک بندے...... کھانا کھلاتے ہیں...... مسکین کو، یتیم کو، اسیر کو...... پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو پوری غذا میسر نہیں ان کو ضرورت ہے ان کی مدد کی جائے جس کے بغیر وہ اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے...... بھوک کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف جب قومیں توجہ نہیں دیتیں تو ان قوموں میں بڑے بڑے انقلاب برپا ہو جاتے ہیں جیسے کہ روس میں ...... میرا یہ احساس ہے کہ جماعت کی اس حکم کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہئے۔ سب سے پہلے یہ ذمہ داری افراد پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے بعد جماعتی تنظیم اور حکومت کی باری آتی ہے...... اگر ایک احمدی بھی ایسا ہے جس کی غذائی ضروریات پورا کرنے میں ہم غفلت برت رہے ہوں تو ہمیں بحیثیت جماعت خداتعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا...... آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کون ہے وہ حاجت مند جسے ہم نے کھانا دینا ہے۔ اس کے لئے آپس میں تعلقات اور آپس میں پیار کے بڑھانے کی ضرورت ہے اور اپنی تنظیم کو اس طرح اخوت کی بنیادوں پر مضبوط کرنے کی ضرورت ہے کہ محلّہ والوں کو معلوم ہو کہ آج فلاں گھرانہ کس وجہ سے کھانا نہیں پکا سکا...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایسے لوگوں کو اس دن کے شر سے محفوظ رکھوں گا اور نجات دوں گا، اپنی رحمت سے نوازوں گا اور اپنی مغفرت کی

چادر سے ان کو ڈھانپ لوں گا۔ پس ہمارے خدا نے ایک حکم دیا ہے۔ ہمارے پیارے رسول محمد ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اور ہم نے اس تاکیدی ارشاد پر عمل کرنا ہے۔ اگر کسی وجہ سے آپ کا محلّہ یا جماعت اس محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں۔ مَیں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ مَیں ایسے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کر دوں۔'' حضورؒ نے جماعت کے غریب طبقہ کو احساس پناہ دیا اور فرمایا میرا یہ احساس ہے کہ جماعت کو اس حکم کی طرف پوری توجہ نہیں ہے کہ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہ سوئے۔ اس معاملہ میں پوری طرح محاسبہ نہیں کیا جاتا۔ حضورؒ کے اس مبارک ارشاد کو اخبارات کی زینت بنایا گیا۔ روزنامہ امروز لاہور نے حضورؒ کا حسب ذیل پریس انٹرویو شائع کیا۔

''ربوہ 29 جنوری (1967ء) جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے کہا ہے کہ کسی قومی بحران کی صورت میں ایجی ٹیشن کا راستہ اختیار کرنا دانش مندی کے منافی ہے۔ مرزا ناصر احمد نے خوراک کے مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ نکتہ چینی بحران کو حل کرنے میں مدد دینے کی بجائے الجھاتی ہے۔ کسی بھی قومی بحران کی صورت میں تمام شہریوں کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو مطعون کرنے اور ملزم ٹھہرانے کی بجائے بحران کو دور کرنے کی مثبت تدابیر اختیار کریں۔

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ سرور کائنات ﷺ کی حیات طیبہ کو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بنانا تھا اس لئے ان کی زندگی میں وہ تمام واقعات ملتے ہیں جو مسلمانوں کو بعد میں پیش آسکتے تھے۔ ان میں قحط کا واقعہ بھی موجود ہے رسول اکرم ﷺ نے ایثار کرنے پر زور دیا جس کے نتیجے میں کفار کو کھانا میسر آنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں مسلمان آج بھی رات کو یہ اطمینان کر کے سوئیں کہ ہمارا ہمسایہ بھوکا تو نہیں سو رہا تو مسئلے کی شدت کم ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی موقعوں کے لئے فرمایا تھا کہ ایک کا کھانا دو کے لئے اور دو کا چار کے لئے اور چار کا آٹھ کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ تو ان کا اشارہ متمول طبقے کی جانب تھا۔ مرزا صاحب نے حزب مخالف کے رویے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اگر مقصد لوگوں کا پیٹ بھرنا ہے تو پھر حکومت سے تعاون ضروری ہے۔ انہوں نے کہا۔ مخالف عناصر تعاون کی بجائے نکتہ چینی کی راہ اختیار کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ غذائی قلت کے مسئلے پر قابو پانا ان کا مقصد نہیں بلکہ اس کی آڑ میں اقتدار پر قبضہ کرنا ان کا مطلوب و مقصود ہے'' (حیات ناصر ص: 644 تا 645)

پس اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم حضورؒ کی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اس بات کو ہر وقت مدّ نظر رکھیں کہ ایک پرامن، پرسکون اخوت والا محبت والا پیار والا معاشرہ تب ہی قائم ہو سکے گا جب ہم خلفائے وقت کے ہر ارشاد کو من وعن تسلیم کریں اور اس پر عمل کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا احمدی معاشرہ پر رشک کرنے لگے گی اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی بہترین رنگ میں توفیق عطا فرمائے۔

بر وفات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

مکرم چوہدری محمد علی صاحب۔ وکیل التصنیف تحریک جدید ربوہ

پھر وہی ذکر سرِ وادیٔ سینا ہو گا
وہی ساقی، وہی بادہ، وہی مینا ہو گا

اب اسی دُھن میں بھرے شہر کو جینا ہو گا
تجھ سے ملنے کا بھی کوئی تو قرینہ ہو گا

اشک در اشک تجھے ڈھونڈنے نکلیں گے لوگ
وصل کے عہد میں فرقت کا مہینہ ہو گا

ہجر کی رات ہے رو رو کے گزاریں گے اسے
ہر گلی کوچے میں اجلاسِ شبینہ ہو گا

صبحِ تقدیر جدھر چاہے گی لے جائے گی
ہم نہیں ہوں گے، مقدر کا سفینہ ہو گا

جم کے رہ جائیں گی عُشاق کی نظریں اس پر
تیرے کوچے میں جو اُمّید کا زینہ ہو گا

تیری ہر ایک ادا رَستہ دکھائے گی ہمیں
تُو نہیں ہوگا، ترا دیدۂ بینا ہو گا

تجھ سے ملنے کی فقط اُس کو، اجازت ہو گی
جس کے اندر نہ انا ہو گی، نہ کینہ ہو گا

جس کی پلکوں پہ سجے ہوں گے وفا کے موتی
جس کے سینے میں محبت کا خزینہ ہو گا

آنے والے کے گلے لگ کے بلکنے والے!
جانے والے نے ترا چین تو چھینا ہو گا

تیری کرنوں کو اب اے عہد کے سچے سورج!
ہجر کی رات کا یہ چاک بھی سینا ہو گا

شربتِ وصل میں شامل ہے جو زہرِ فرقت
ہے اگر عشق تو یہ زہر بھی پینا ہو گا

ارضِ ربوہ اسے سینے سے لگا کر رکھنا
آبگینوں سے بھی نازک یہ دفینہ ہو گا

حسن پھر اُترا ہے روحوں پہ سکینت بن کر
قافلہ پھر سے رواں سوئے مدینہ ہو گا

یوں چڑھا ہے جو نئے عہد کا سورج بن کر
خاتمِ یار کا یہ چوتھا نگینہ ہو گا

اس کے دربار میں جاؤں گا خطائیں لے کر
میرے ہمراہ ندامت کا پسینہ ہو گا

کشتیٔ نوح میں بیٹھے تو ہو لیکن مضطرؔ!
شرط یہ ہے یہیں مرنا یہیں جینا ہو گا



وقف عارضی کی بابرکت تحریک

مکرمہ امۃ الرشید عابدہ زیروی صاحبہ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران آیت 105) چاہیے کہ تم میں سے ہمیشہ ایک ایسا گروہ موجود ہو جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کا حکم دیتا رہے اور انہیں برائیوں سے روکتا رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا میں نبی کریم ﷺ کے مذہب کو زندہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپؑ نے اس ارشاد ربانی کو جماعت کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا:۔ کہ چاہیے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی گوارا کرنے کے لئے تیار ہوں اور ان کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جائے بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو اور تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔ مستقل راست قدم، بردبار ہوں اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔ مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوت جذب ہوتی ہے وہ آپ جاذب ہوتا ہے وہ اکیلا رہتا ہی نہیں اور جو اس راہ میں مر جائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ:915)

خلفائے احمدیت نبی کے اس دین کو اکناف عالم میں پھیلانے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے قرآنی حکم کی تعمیل اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے جماعت احمدیہ کے افراد کو وقف عارضی کی تحریک فرمائی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ بنی نوع انسان کو ایک خاندان کی طرح بنا دیا جائے۔ اس تحریک پر کثیر احباب وخواتین نے والہانہ لبیک کہتے ہوئے جان مال۔ وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے اپنے عہد کو نبھایا۔ دراصل وقف عارضی وقت کی قربانی کی تحریک ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 مارچ 1966ء میں فرمایا:

''وقت کی قربانی کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اس کے لئے میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور ان کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجا لانے کی پوری کوشش کریں۔'' (الفضل 23 مارچ 1966)

حضورؒ نے اسی خطبہ میں وقف عارضی کی مبارک تحریک کے خدوخال نمایاں کرتے ہوئے فرمایا:۔ ''میں جانتا

ہوں کہ بعض دوست مالی لحاظ سے زیادہ لمبا سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے جو دوست دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک کے نتیجہ میں وقف کریں وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں کہ ہم مثلاً سو میل تک اپنے خرچ پر سفر کرنے کے قابل ہیں یا دو سو میل یا چار سو میل یا پانچ سو میل اپنے خرچ پر سفر کر سکتے ہیں۔ بہر حال جس قدر بھی ان کی مالی استطاعت ہو وہ ذکر کر دیں تا انہیں اس کے مطابق مناسب جگہوں پر بھجوایا جا سکے۔'' (خطبات ناصر جلد اول ص 183)

جماعت کی روز افزوں ترقی کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کے مسائل میں اضافہ ناگزیر تھا۔ ان حالات میں پھیلتی ہوئی جماعت میں ایسے امور کی اصلاح اور ترقی کیلئے بہت سارے واقفین کی ضرورت تھی جسے پورا کرنے کیلئے یہ مبارک تحریک شروع کی گئی۔ اعلان والے دن یعنی 18 مارچ 1966ء سے پہلی شب حضورؒ رات گئے تک ڈاک ملاحظہ فرماتے رہے۔ اور اسی رات خدا تعالیٰ نے اپنی تائید و رضا کا اظہار فرمایا۔ حضورؒ نے فرمایا:

''میں نے جماعت کی ترقی اور احباب جماعت کے لئے بھی دعا کی بہت توفیق پائی۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر یہ فقرہ تھا کہ:

اینا دیواں گا کہ تو رج جاویں گا''

(خطبہ 18 مارچ 1966ء)

اس پس منظر میں شروع کی گئی تحریک وقف عارضی نہایت مبارک تحریک ہے جس میں حصہ لینے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضال و برکات کے نئے سے نئے تجربات ہوئے اور مسلسل ہو رہے ہیں۔

ضرورت و اہمیت:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1966ء کی مجلس مشاورت اور بعد کے مُتعدّد خطباتِ جمعہ میں وقف عارضی کی ضرورت و اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا:

اس کا بڑا مقصد بھی یہ تھا اور ہے کہ دوست رضا کارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآن کریم سیکھنے سکھانے کی کلاسز کو منظم کریں اور منظم طریق پر وہاں کی جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کا جُوا بشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔'' (الفضل 14 مئی 1969ء ص 3)

وقف عارضی کی تحریک کسی خاص طبقہ کیلئے محدود مخصوص نہیں ہے بلکہ شعبہ ہائے زندگی کے تمام حصوں سے تعلق رکھنے والوں کیلئے ہے تا کہ ان سے مختلف مقامات پر بسنے والے احمدیوں کو رہنمائی اور مدد ملے اس طرح ہر قسم کے مشورے اور تجربے ساری جماعت کے علم میں آ کر مجموعی ترقیات کا پیش خیمہ بنیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات وارشادات میں بڑی تفصیل سے یہ عظیم مقاصد اور ان کے وسیع فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔

آپ نے فرمایا:

''تحریک وقف عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقفِ عارضی پر جاتے ہیں ان کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ جانے سے پہلے انہیں اپنی بعض کمزوریوں کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور دعاؤں کی طرف

ان کی توجہ مائل ہو جاتی ہے یعنی وقفِ عارضی پر جانے کی جو تیاری ہے اس کا بڑا حصہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرنے یا انہیں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جانے سے پہلے کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اور کچھ کتب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں اور اپنی غفلتوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہوئے انہیں دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ دوسری جگہ جائیں تو لوگوں کے لئے نیک نمونہ بنیں۔ ان کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ چنانچہ وقفِ عارضی کے وفود نے دعاؤں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔'' (الفضل 12 فروری 1977ء ص 3)

حضورؒ نے جماعت کو توجہ دلائی کہ جو دوست ملازمت کرتے ہیں انہیں دوران سال کچھ رخصتوں کا حق ہوتا ہے اگر وہ ان رخصتوں میں وقف عارضی کے لئے جائیں تو خصوصی مجاہدہ اور دعاؤں کے نتیجہ میں اپنی قوت عمل میں برکت پائیں گے۔ وقف عارضی کی مبارک تحریک ایک ہمہ جہتی افادیت اور دوررس نتائج واثرات کی تحریک ہے مثلاً

☆ قرآن کریم کا ناظرہ پھر باترجمہ پڑھنا پڑھانا ہے جس کے بعد تفسیر کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف میں ترقی کرنا ہے۔ یہ مقصد درحقیقت تمام مقاصد کی کنجی ہے جس سے تمام برکاتِ الٰہیہ وابستہ ہیں۔

☆ نمازوں کی طرف توجہ دلانا۔ اس کیلئے جب نمونہ بننے والا ''واقفِ عارضی'' دوسروں کو توجہ دلائے گا تو ساری جماعت نمازوں اور نوافل میں ترقی کرے گی۔

☆ ایک بڑا مقصد باہمی اتحاد و اتفاق کو مضبوط کرنا ہے۔ مختلف جگہ کے احباب سے تعلقات مربوط ہوتے ہیں۔ اور واقفیت بڑھتی ہے۔

☆ جہاں انسان رہتے ہیں وہاں کئی طرح کی شکررنجیاں پیدا ہو کر ناراضگیاں پھر مخالفتیں جنم لے لیتی ہیں جنہیں مقامی احباب خود دُور نہیں کر سکتے لیکن وقفِ عارضی کے تحت جانے والے اس سلسلہ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

☆ نئے نئے لوگ آنے سے دلچسپیاں بڑھتی ہیں اور ان سے نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں اس طرح خصوصاً دینی معلومات اور مسئلے مسائل کا علم بڑھتا ہے۔

☆ ''جماعت میں اصلاح وارشاد کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس میں روحانی فوائد بھی ہیں اور جسمانی فوائد بھی''

☆ وقفِ عارضی کے نتیجہ میں عام بیداری قدرتی امر ہے جس کے نتیجہ میں تعلیم وتربیت میں ترقی کے علاوہ تعلیم و تعلّم اور مالی قربانیوں کی طرف توجہ بڑھتی ہے۔

☆ مختلف علاقوں کے رابطے بڑھنے سے رشتہ ناطہ اور کئی دیگر معاملات میں صلاح مشوروں سے آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

دائرہ عمل میں وسعت:۔

وقفِ عارضی کی مبارک تحریک کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یہ تمام طبقات کے احباب کیلئے اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل افراد کو وقف عارضی میں شمولیت کی خصوصی تحریک فرمائی اور فرمایا:۔ ''کالجوں کے پروفیسر، اور لیکچرار، اسکولوں کے اساتذہ، کالجوں کے سمجھدار ذہین طلباء بھی اپنی رخصتوں

کے ایام اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لئے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباء بھی اس قسم کے کام کر سکتے ہیں کیونکہ سکولوں کے بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کرسکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہئیں بشرطیکہ وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہوں۔" (الفضل 23 مارچ 1966ء ص3)

حضور نے مزید فرمایا: "بعض ایسے پیشہ والے ہیں جن کو ان دنوں چھٹیاں ہوتی ہیں مثلاً بعض عدالتیں بند ہوجاتی ہیں، وہاں جو احمدی وکیل وکالت کا کام کرتے ہیں وہ بھی اپنی زندگی کے چند ایام اشاعت علوم قرآنی کے لئے وقف کر سکتے ہیں۔" (الفضل 10 اگست 1966ء ص4)

اس مبارک تحریک میں ہر فرد جماعت کو شامل ہونا چاہیئے اور شامل ہوتے ہیں تاہم ممبرات لجنہ اور ناصرات کیلئے پابندی ہے کہ ان کے ساتھ کوئی محرم ضرور ہو جیسے والد صاحب، خاوند یا بھائی وغیرہ۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس شرط کا ذکر کر کے فرمایا:-

"ورنہ ان سے اپنے ہی شہر یا قصبے میں عورتوں کی تربیت وغیرہ کے کام لئے جاتے ہیں تاکہ بہنیں بہنوں سے خدا کی رضا کی خاطر حسنِ معاملہ اور پیار کے تعلقات قائم کریں۔" (الفضل 16 فروری 1977ء)

آپؒ نے فرمایا: "مربیوں کو بھی چاہیئے اور عام عہدیداران کو بھی چاہیئے بلکہ ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کو بھی اور اپنے بھائی کو بھی یہ تلقین کرے کہ وہ وقفِ عارضی میں شامل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک قربانی کی راہ ہے اور یہ راہ تنگ ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ قربانی کی راہوں پر چلے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔"

(الفضل 27 اگست 1969ء ص5)

واقفینِ عارضی کی ذمہ داریاں:-

وقفِ عارضی کے مقاصد سامنے رکھتے ہوئے ایک واقفِ عارضی کی ذمہ داریاں بہت اہم ہیں۔

1- اسے مضبوط عزم و ارادہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ اپنی اصلاح نفس اور روحانی ترقی کیلئے چند دن وقف کرے گا اور وہ دن دو سے چھ ہفتے تک کے ایام اپنے خرچ پر باہر کسی جگہ گزارے گا۔

2- ارادۂ وقف کے ساتھ ساتھ اسے زادِ راہ کے علاوہ اپنے پیچھے گھر کا انتظام بھی کرنا ہوتا ہے۔ اخراجاتِ آمد و رفت کے ساتھ کھانے پینے کا انتظام بھی خود کرنا ہوتا ہے۔

3- حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ وقفِ عارضی پر جانے والے:

"وہاں قرآن کریم سیکھنے سکھانے کی کلاسز منظم کریں اور منظم طریق پر وہاں کی جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کا جُوا بشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔"

(الفضل 14 مئی 1966ء)

وقفِ عارضی اور عصرِ حاضر:-

آج سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے ساری جماعت احمدیہ کو کثرت کے ساتھ نظامِ وصیت میں شمولیت کی تحریک فرما رکھی ہے۔ جب

کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے موصیان کی مجلس قائم فرما کر تحریک کی تھی کہ:

''ہر موصی کا بحیثیت فرد اور اب موصیوں کی مجلس کا بحیثیت مجلس پہلا اور آخری فرض ہے اور اس بات کی نگرانی کرنا کہ وقفِ عارضی کی سکیم کے ماتحت زیادہ سے زیادہ موصی اصحاب اور ان کی تحریک ہر وہ لوگ حصہ لیں جنہوں نے ابھی تک وصیت نہیں کی۔'' (الفضل 10 اگست 1966ء ص3)

مجلس مشاورت 2004ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ پیغام دیا تھا کہ:-

''میری ممبران مجلس شوریٰ سے یہ درخواست ہے کہ یہ ارادہ کر کے جائیں کہ اس سال ہم نے ربوہ کے علاوہ باہر سے پانچ ہزار واقفین عارضی مہیا کرنے ہیں جو وفود کی شکل میں مختلف جماعتوں میں جائیں۔ انشاء اللہ ان وفود کی اپنی تربیت بھی ہوگی اور جماعت کی تربیت میں بھی مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔ آمین۔''

(الفضل 5 اپریل 2004ء ص1)

تجربات و تأثرات:۔

وقفِ عارضی کی مبارک تحریک میں حصہ لینے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمتوں سے نوازا خصوصاً اصلاح نفس کے بعد روحانیت میں ترقی ان کا مقدر بنی۔ وقف پر جانے والوں نے رپورٹس میں اپنے تجربات اور تأثرات بیان کئے جو سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

1 - پرانے خادمِ سلسلہ محترم حکیم نذیر احمد صاحب ریحان کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا:

''ایام وقف میں ایک عجیب سپاہیانہ اور مستعد زندگی گزارنے کی توفیق ملی۔ گھریلو کاموں سے فارغ ہو کر اپنے بچوں کو بھی بھیجتی اور خود بھی مستورات کو اکٹھا کرنے کے لئے گھر گھر چل پڑتی تھی پھر نمازوں کی بروقت اور باقاعدہ ادائیگی کی بھی توفیق ملتی رہی۔ دعاؤں میں بھی خاص لطف آتا تھا۔ ایام وقف کی برکات اور لذت کچھ عجیب سی ہے۔ دِل چاہتا ہے کہ سال میں دوسری بار بھی موقع ملے۔ انشاء اللہ جلد ہی دوبارہ وقف کی درخواست کروں گی۔''

لجنہ اماء اللہ راولپنڈی ایک ممبر اپنے تاثرات یوں بیان کرتی ہیں:۔ ''کثرت سے ذکر الٰہی کا موقع ملتا رہا۔ دعاؤں میں خاص لذّت محسوس ہوتی رہی اور روح میں ایک ایسا تغیر آیا کہ اس کو بیان کرنا امر محال ہے۔''

جس طرح ہماری بہنوں کو وقفِ عارضی پر جانے سے ایمان افروز تجربات ہوئے اور انہوں نے اپنے تأثرات بیان کئے اسی طرح ہمارے بزرگوں، بھائیوں اور بچوں کو بھی دلکش تجربات ہوئے۔ مختلف اضلاع سے تین کا ذکر حسب ذیل ہے:

1- محترم ڈاکٹر محمد خان صاحب آف رحیم یار خان نے اپنی رپورٹ میں لکھا:

''خاکسار جب گھر سے چلا تھا۔ میرے دھان وغیرہ پکے ہوئے تھے اور بھی کئی کاشتکاری کے کام یعنی توریا، برسیم وغیرہ کی کاشت ان دنوں میں ہوتی ہے۔ سب کو حوالۂ خدا کر کے یہاں آ گیا ہوں۔ یہاں آ کر جو روحانی کیف و

سرور حاصل ہو رہا ہے وہ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر عرض کر رہا ہوں کہ مجھے زندگی بھر حاصل نہ ہوا تھا۔"

2- محترم مسعود احمد صاحب آف پشاور نے بیان کیا کہ:

"میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا ضمیر اس کام سے تسلی وتشفی پاتا ہے۔ نمازوں میں ایک لذّت اور یگانگت محسوس ہوتی ہے۔ طبیعت نیکیوں کی طرف مائل ہوتی ہے اور ایسا احساس ہوتا ہے کہ مجھ کو ایک نہایت ہی قیمتی اور پیاری چیز جو کہ شاید کھوگئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے واپس مل گئی ہے اور دل میں ایک سکون حاصل ہوتا ہے۔"

3- ملتان کے محترم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب نے تحریر کیا:-

"ہمارے آنے کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا اثر ہوا ہے۔ یہ تحریک نہایت ہی بابرکت ہے۔ مقامی جماعت میں بیداری کے علاوہ ہمیں خود یہ فائدہ پہنچا ہے کہ دنیوی کاروبار سے الگ ہو کر یکسوئی سے دعائیں کرنے اور کثرت سے قرآن کریم پڑھنے کا موقع میّسر آ گیا ہے۔"

(محترم چوہدری مسعود احمد خورشید صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ) اکٹھے وقفِ عارضی پر گئے اور اپنی رپورٹ میں لکھا:-

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی جاری کردہ بابرکت تحریک وقفِ عارضی کا جہاں انسان کی ذات کو فائدہ پہنچتا ہے وہاں احباب جماعت کی تربیت بھی ہوتی ہے اور کئی لوگ جو نمازوں میں سست ہوتے ہیں چُست ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی طرف لوگوں کو توجہ ہوتی ہے۔ جماعتی کاموں میں دلچسپی بڑھتی ہے۔ بعض غیر از جماعت دوست ان کی مجالس میں شریک ہو کر جماعت کے متعلق اپنا منفی نظریہ بدل لیتے ہیں اور کم از کم جماعت کے مدّاح ضرور بن جاتے ہیں۔ وہ غلط خیالات جو جماعت کے متعلق ان کے دل میں ہوتے ہیں وہ دُور ہو جاتے ہیں۔ جماعت کے لوگوں میں الفت واتحاد پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام سے لگاؤ اور محبت بڑھتی ہے اور...... خدا کی محبت میں سرشار ہو کر اپنا تن من دھن اس کے دین کے لئے قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح انسان اس نُور سے حصہ پاتا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے وعدہ فرمایا ہے۔ وقف عارضی کے تحت اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو شیریں ثمرات سے نوازا ہے۔ شہروں اور دیہاتوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم ناظرہ جاننے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور جو ناظرہ جانتے تھے اُن کو قرآن پاک باترجمہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے تحریک وقف عارضی کی وجہ سے عام افراد میں بیداری کی ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے اور وہ سستیاں چھوڑ کر جماعتی خدمات میں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ پیش کر رہے ہیں۔ الغرض وقف عارضی اس آیت ربانی کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت 1966 سے لے کر 1982 تک لجنہ اماء اللہ کی تعداد 5057 جنہوں نے وقف عارضی میں حصہ لیا اور مردوں کی تعداد 15832 ہے جنہوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ سب احمدی احباب وخواتین کو اس بابرکت تحریک میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

مبارک

محترمہ منیرہ رحمان صاحبہ و
ممبرات لجنہ اماء اللہ
سیالکوٹ شہر

صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی مبارک

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

دعائوں کے محتاج

ڈاکٹر مسز امتہ الحفیظ صاحبہ بنت قریشی محمد مطیع اللہ (مرحوم)
مسٹر اینڈ مسز مائرہ محمود، نواسی عائزہ محمود،
نواسے رضا محمود اور اعزاز محمود لندن۔ سیالکوٹ شہر

مرے مولیٰ مری یہ دعا ہے
تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے انکو جو مجھ کو دیا ہے

کیے پورے خدا نے عہد سارے
کرم سے بھر دیئے دامن ہمارے
لڑی میں اس طرح ہم کو پرو دیا
کہ ہم تسبیح کے دانے ہیں سارے

''پردہ عصمتوں کا محافظ''

مکرمہ فوزیہ منصور صاحبہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم احمدی ایک پاکیزہ دینی معاشرہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ جس کی پاکیزگی خدا تعالیٰ کے فضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور خلفائے وقت کے تربیتی خطبات کی مرہون منت ہے۔ لیکن جب ہم دوسرے معاشروں پر نظر ڈالتے ہیں تو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ آج کی عورت نے مغربی تہذیب کے زیر اثر بے پردگی کو اختیار کر لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی شیطان کو موقع ملتا ہے وہ انسانی جذبات کو مغلوب کر لیتا ہے۔ نہ عورت نفسانی جذبات سے پاک ہے اور نہ مرد۔ پھر دونوں کو آزادنہ میل ملاقات اور نظر بازی کا موقع دینا ان کو اپنے ہاتھوں سے گڑھے میں ڈالنا ہے۔

عام طور پر پردہ کو عورت کی ترقی کی راہ میں حائل سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ عورت کا اصل دائرہ کار تو اس کا گھر ہے۔ بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت ہے اور اسی کام کی صلاحیتیں اس کے اندر رکھی گئی ہیں۔ بے پردہ پھرنے والی عورت کی نسبت پردہ میں رہ کر عورت باہر کے امور زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتی ہے۔ حضور ﷺ سے ایک عورت نے پوچھا کہ مردوں کو تو اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کرنے کے بہت سے مواقع فراہم کر دیے ہیں۔ لیکن ہم عورتوں کو گھریلو زندگی کی وجہ سے یہ مواقع میسر نہیں۔ ہم کیا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو عورت اپنے گھر کا کام خود کرتی ہے اور اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش کر رہی ہے اس کو جہاد جتنا ثواب ملے گا۔ (مصباح ستمبر 1980ص:15)

گویا دینِ حق نے عورت کو جہاد جیسا مقام بخش کر اس کے جذبہ کی قدر کی ہے۔ لیکن اگر اس نے باہر جانا ہے تو پردہ کے تقاضوں کو بہر حال ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پردہ کے بارہ میں بہت سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ آپ پر بچپن ہی سے پردہ کی اہمیت اچھی طرح سے واضح تھی جب ہم حضورؒ کی بچپن کی عمر یعنی 1927 میں آپ کی ڈائری کا ایک ورق دیکھتے ہیں تو اُس میں ہمیں یہ لکھا نظر آتا ہے کہ:۔ ''پردہ ہاں وہ پردہ جس سے...... کی شان بلند ہوتی تھی آج اس سے دنیا پھر رہی ہے۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں باوجود اس پردہ کے عورتیں مردوں سے کم کام نہ کرتی تھیں۔ جیسے عائشہ تیموریہ کہتی ہیں۔ ''گو آج کے فلسفی کہتے ہیں کہ پردہ سے عورتوں کے حقوق مارے جاتے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں دینی پردہ سے ہرگز عورتوں کے حقوق تلف نہیں ہوتے۔'' حضورؒ نے نہ صرف پاکستان بلکہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے دوروں کے دوران وہاں بسنے والے احمدیوں کو بھی بالخصوص پردہ کے بارہ میں تلقین فرمائی۔

ایک بار 1980ء میں حضورؒ نے نہایت جلال سے فرمایا:۔

’’بعض خواتین ایسی بھی ہیں جو یہاں کے ماحول میں پردہ کی کماحقہ پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر وہ سمجھتی ہیں کہ اس ملک میں رہ کر وہ پردہ نہیں کرسکتیں تو پھر انہیں انہی نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا جن سے یہاں کی عورتیں دو چار ہیں۔ اگر انہوں نے بے پردگی پر اصرار کیا تو پھر وہ وقت بھی آئے گا کہ انہیں یہاں کے طریق کے مطابق شادی سے پہلے بچے جننے پڑیں گے۔ انہیں نظر آنا چاہئے کہ یہاں کے تمدن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک آگ دہک رہی ہے۔ یہ لوگ پریشان ہیں کہ ہم کدھر جارہے ہیں اور ہمارا کیا انجام ہونے والا ہے۔ یہ لوگ بے اطمینانی کا شکار ہیں۔ سکون اور اطمینان ان کے لئے مفقود ہو چکا ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا بھی یہی حشر ہوگا......

میں ایسی خواتین سے جو یہاں پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے پردہ کو ترک کر کے ...... کی کیا خدمت کی؟ کچھ بھی نہیں! آج بعض کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں پردہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی ننگ دھڑنگ سمندر میں نہانے اور ریت پر لیٹنے کی اجازت دی جائے۔ پھر کہیں گی شادی سے پہلے بچے جننے کی اجازت دی جائے۔ میں کہوں گا پھر تمہیں دوزخ میں جانے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے......

کسی احمدی خاتون کو بے پردہ دیکھ کر سخت شرم آتی ہے۔ امریکہ کی احمدی خواتین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہ احمدی ہونے سے پہلے پردہ نہیں کرتی تھیں لیکن احمدی ہونے کے بعد انہوں نے پردہ شروع کر دیا۔ (حیات ناصر ص:638)

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہونے کی تقریب سعید پر سالانہ مرکزی اجتماع پر مستورات کو ایک بصیرت افروز خطاب میں آپ نے پردہ کے بارہ میں فرمایا:۔

’’میں سوچ رہا ہوں اور دعائیں کر رہا ہوں جو خاندان اسلامی احکام کی پابندی نہیں کرتے خواہ کوئی ہو۔ بڑا ہو یا چھوٹا اُن کو جماعت سے خارج کر دیا جائے لیکن اس کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہماری پہلی کوشش تو سنبھالنے کی ہونی چاہیے، اصلاح کرنے کی ہونی چاہیے۔ کسی کے ساتھ ہماری کوئی دشمنی ہے نہ کسی کے خلاف غصہ ہے۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ برقعہ پہنو۔ کیونکہ قرآن کریم نے برقع پہننے کا حکم نہیں دیا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ پردہ کرو تم جو زینت اپنے باپ اور خسر کے سامنے ظاہر کرسکتی ہو وہ غیر مرد کے سامنے ظاہر نہ کرو۔ کون سی جوان عورت ہے جو اپنے باپ اور خسر کے سامنے بے حیائی سے بیٹھ جاتی ہے۔‘‘

حضورؒ نے مزید فرمایا:۔

’’اگر تم نے اپنی عزّت اور عصمت کی ویسی ہی حفاظت کرنی ہے جو خدا کی نگاہ میں اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی نگاہ میں اور اس کے بندوں کی نگاہ میں ہے تو پھر تمہیں قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے کتے کتیوں کی طرح زندگی گزارنی ہے تو پھر تمہاری مرضی۔ لیکن اگر تم نے اس دنیا میں انسان بن کر رہنا ہے تو پھر تمہیں

حضرت محمد ﷺ کے قدموں کے ساتھ چمٹ کر زندگی گزارنی پڑے گی۔" (المصابیح ص:154)

حضورؒ نے بے پردہ عورتوں کو انذاری الفاظ میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

وہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں قبل اس کے کہ خدا کا قہر نازل ہو۔ میں چاہوں گا کہ خدا کا قہر ان پر اس حال میں نازل نہ ہو کہ وہ جماعت کی ممبر ہوں۔ اس سے پہلے پہلے میں ان کا جماعت سے اخراج کر دوں گا۔ میں قرآن کریم کا نمائندہ ہوں، اس کی تعلیم پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں مرنا پسند کروں گا لیکن قرآن کے خلاف عمل کو برداشت نہیں کروں گا۔ کسی ----- عورت کے کام میں پردہ نے کبھی خلل نہیں ڈالا۔ پردہ سے عورتوں کے کسی کام میں خلل نہیں پڑتا ہاں اگر وہ بیہودگیوں میں مبتلا ہوں تو پردہ سے ان کی بے ہودگیوں میں خلل ضرور پڑتا ہوگا۔ حماقت سے کوئی کام لینا چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرو۔ اگر ناشکری کرو گی تو تم دکھ اٹھاؤ گی اور تمہاری نسلیں تم پر لعنت بھیجیں گی کیونکہ ان کے گناہوں کی تم ذمہ دار ہوگی اور ان کے گناہوں میں تم شامل ہوگی۔ چند عارضی اور لاحاصل سہولتوں کی خاطر اپنی نسلوں سے لعنت لینے کی کوشش نہ کرو۔

(دورہ مغرب ص:238)

خلیفۂ وقت کی بار بار کی یاددہانی اور تنبیہ کے باوجود دوسروں کی نقلیں کرنے لگ جاتی ہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ ہم نے پردہ نہیں کرنا، کوئی کہتی ہے کہ پردہ دل کا ہوتا ہے، کوئی کہتی ہے کہ پردہ میں ضروری نہیں کہ چہرہ ڈھانپا جائے۔ یہ سارے نفس کے بہانے ہیں حضورؒ نے ان عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"اگر تم نے پردہ نہیں کرنا تو پھر تم کیوں ہمارے اندر رہ کر جماعت کو بدنام کر رہی ہو۔ اگر تم نے اسلامی احکام پر عمل نہیں کرنا تو جاؤ اپنے گھر بیٹھو۔ اور جس ہلاکت کی طرف دنیا جا رہی ہے اسی کی طرف تم بھی اپنے بچوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ یاد رکھو خدا کو تمہاری ضرورت نہیں تمہیں خدا کی ضرورت ہے۔" (المصابیح ص:155)

حضورؒ پردہ کی اس قدر پابندی فرماتے تھے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو بھی پردہ کا بہت پابند رکھا۔ آپؒ کی حرم دوم حضرت سیدہ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ:۔

"آپؒ کو پردہ کا انتہائی خیال تھا اور اس ذمہ داری کا احساس مجھ میں پیدا فرماتے تھے۔ کہ جماعت کی عورتوں کیلئے تم نے ایک نمونہ بننا ہے۔ چنانچہ شادی سے پہلے اگرچہ پردہ تو میں کرتی تھی لیکن وہ اتنا مکمل نہ تھا جتنا کہ حضورؒ کے نزدیک ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ شادی کے بعد میں پہلی دفعہ اپنی امی کی طرف گئی تو واپسی پر حضورؒ ساتھ تھے فرمانے لگے تمہاری عینک کہاں ہے؟ میں نے کہا۔ وہ تو گھر ہے۔ فرمانے لگے۔ اچھا پھر دونوں نقاب گرالو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا پردہ کی خاطر دستانے پہنا کرتی تھیں۔ مجھ سے فرمایا کہ حمید (میرے بھائی) سے کہو کہ

وہ تمہارے لیے دستانے لے آئے۔ پردہ کا اتنا زیادہ خیال تھا کہ میں جب درزی سے اپنے کپڑے سلوانے کے لئے نمونے دیکھ رہی ہوتی تو اس وقت بھی یہی فرمایا کہ ایسے ڈیزائن ہونے چاہیئے کہ جن سے کسی قسم کی بھی بے پردگی نہ ہو۔ایک انگریز خاتون نے ہماری شادی کی مبارکباد کے خط میں لکھا کہ مجھے تین وجوہات کی بناء پر اس شادی کی بہت خوشی ہے۔اور ایک وجہ یہ لکھی کہ وہ نوجوان ہیں اور ہمارے مسائل کو سمجھ سکے گی۔اس پر آپؒ نے تبصرہ فرمایا کہ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ تم شاید پردہ میں ان کے لئے ڈھیل کروادو گی۔(اور یہ بات آپؒ کو پسند نہ آئی) آپؒ ہر طرح کے پردہ کا بہت خیال رکھتے۔مجھ سے فرمایا کہ میرے گھر کے مردوں سے تمہارا ویسے پردہ تو نہیں ہوگا لیکن گھونگھٹ کا پردہ ہوگا۔

(حضرت مرزا ناصر احمد:83 تا 85)

اس وقت ساری دنیا کی حرکت ہلاکت اور تباہی کی طرف ہے اور نوعِ انسانی کو بچانے کی توفیق صرف جماعت احمدیہ کو ہے۔آج احمدی خواتین نے انسان کی حیات طیبہ کا سامان کرنا ہے اور اخلاقی اور روحانی بیماریوں سے دنیا کو شفا دینا ہے۔اس لئے احمدی بہنوں کو چاہیے کہ وہ پردہ کے متعلق احکامات الٰہی، احادیث نبویہ ارشادات مسیح موعود علیہ السلام وخلفائے راشدین اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مندرجہ بالا ارشادات کی پوری پوری تعمیل کریں پردہ کے تمام تقاضے پورے کر کے خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچیں۔خدا تعالیٰ بے پردہ عورتوں کو سمجھ عطا کرے اور انہیں دینِ حق پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

سویابین استعمال کرنے کی تحریک

مکرمہ امتہ الہادی باجوہ صاحبہ

ہمارے پیارے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1980ء میں پورے چار ماہ دنیا کے تین براعظموں میں پھیلے ہوئے تیرہ ممالک کا دورہ فرمایا۔ اس دوران آپ نے افریقہ کے سب سے بڑے شہر ابادان میں مرکزی احمدیہ بیت ابادان کا افتتاح فرمایا اور بعد میں تاریخی خطاب بھی فرمایا جس میں آپ نے سویابین کے استعمال کی ہدایت فرمائی آپ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ جسے سب قدرتیں اور طاقتیں حاصل ہیں احمدی خاندانوں کو بڑے ذہین بچے عطا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم عطیہ کی ہمیں قدر کرنی چاہیے اور پوری کوشش کرنی چاہیے کہ یہ ضائع نہ ہونے پائے۔ ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس امر کا اہتمام کرے کہ اس کے بچے حتی المقدور اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کریں اور اس طرح کوئی ایک ذہین بھی ضائع نہ ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے ہاں تعلیم کی شرح دوسروں کے مقابلہ میں بہت بڑھ جائے گی اور تمہیں ایک ایسا امتیاز حاصل ہو جائے گا جو پوری قوم کے لئے باعثِ فخر ہوگا۔ بچوں کی تعلیمی ترقی کا اہتمام کرنے کے ضمن میں ان کی صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ بعض خوراکیں بچوں کی جسمانی صحت اور ذہنی نشو ونما کے لئے بہت مفید ہیں ان میں سے ایک سویابین بھی ہے دوسری مفید غذاؤں کے ساتھ ساتھ بچوں کو سویابین بھی ضرور دینی چاہیے لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ سویابین اصلی اور اعلیٰ قسم کی ہو۔

سویابین کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ اس میں چوبیس فیصد تیل ہوتا ہے۔ اس تیل میں ایک کیمیکل ہے جسے لیسی تھین کہتے ہیں یہ کیمیکل بچوں کی عام صحت اور بالخصوص سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے ذہن کے لئے بہت مفید ہے۔"

(بحوالہ دورہ مغرب ص:349,348)

حضورؒ نے فرمایا "دماغی قوت اور ذہنی استعداد بڑھانے والے ایک خاص کیمیکل کا ذکر فرمایا جو لیسی تھین کہلاتا ہے اور اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ بچوں کو مناسب مقدار میں سویابین (جس میں لیسی تھین کافی مقدار میں ہوتی ہے) ضرور استعمال کرانی چاہیے۔" (دورہ مغرب ص:8)

ایک ڈینش بچی کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور اس کے والد کو جو ساتھ ہی کھڑے تھے نصیحت فرمائی کہ وہ بچی کو روزانہ لیسی تھین نامی دوا استعمال کرائیں تا کہ اس کا حافظہ اور ذہانت اور بڑھے اور وہ اپنی کلاس میں اوّل آئے اور بڑی ہو کر یونیورسٹی میں بھی نمایاں اور اوّل آئے اور بڑی ہو کر یونیورسٹی میں بھی نمایاں اور امتیازی پوزیشن حاصل کرے۔ پھر بچی کو امریکی فرم کے تیار کردہ سویابین لیسی تھین کے چھ کیپسول اپنے پاس سے مرحمت فرمائے اور اسے مخاطب کر کے فرمایا میں یہ کیپسول بطور تحفہ دیتا ہوں۔ تم بازار سے مزید کیپسول خرید کر روزانہ استعمال کیا کرو۔

(دورہ مغرب ص:168,167)

اس ضمن میں ایک چھوٹی سی بات بتادوں کہ ایک نئی ریسرچ یہ ہوئی ہے کہ دال کی قسم کی ایک چیز سویا بین ہے وہ اب پاکستان میں بھی لگانے کی مہم حکومت کی طرف سے جاری کی گئی ہے اس کے اندر بڑی خصوصیات ہیں اُس کی بہت سی قسمیں ہیں بلکہ سینکڑوں ہیں سویابین میں ۲۴ فیصد تیل (چکنائی) ہے۔ اس چکنائی میں بڑی بھاری مقدار میں ایک کیمیائی جزو پایا جاتا ہے اس کو کہتے ہیں ''لیسی تھین'' یہ کیمیاوی جزو انسان کے حافظہ کے لئے بڑا مفید ہے۔

طالب علم سویا لیسی تھین کا استعمال کریں:۔

یہ نئی ریسرچ ہوئی ہے کہ سویا بین کھانے سے طالبعلم ۴۰ فیصد اپنا وقت بچا لیتا ہے یعنی جس بات کے حفظ کرنے میں دس منٹ اس کو لگتے تھے وہ اس نے چھ منٹ میں حفظ کر لی تو بڑا فائدہ ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ چھ گھنٹے اگر اس نے کام کیا تو اس کا عام جو نتیجہ تھا وہ چھ کی بجائے دس نکلا پہلے دس گھنٹے میں اگر اس نے چھ گھنٹے کی چیز حفظ کی تھی تو پھر چھ گھنٹے میں دس گھنٹے کی چیز حفظ کرنے لگ گیا۔ یا جو دس گھنٹے میں اس نے حفظ کرنا تھا وہ چھ گھنٹے میں حفظ کرنے لگ گیا۔ ''لیسی تھین'' میں اور بہت ساری خصوصیتیں ہیں مَیں بھی اس کو استعمال کرتا ہوں۔ ایک بچہ ہمارا نوجوان مجھے ملنے کے لئے آیا۔ محنت کی وجہ سے اس کی آنکھیں گڑھے میں گئی ہوئی تھیں۔ چہرہ پر بڑی کمزوری کے آثار تھے۔ کہنے لگا مَیں ستمبر میں فائنل ایم بی بی ایس کا امتحان دینے لگا ہوں۔ تھک جاتا ہوں محنت کر رہا ہوں اور میں نے اپنا ٹارگٹ بنایا ہے کہ ۷۰ فیصد نمبر لوں گا۔ میں نے کہا میں نے تمہارا ٹارگٹ بنا دیا ہے ۸۰ فیصد نمبر لینے کا تو یہ دس فیصد نمبر میں نے بڑھائے ہیں اس کے لئے ذمہ داری میری ہو گی مَیں تمہیں ایک نسخہ بتاتا ہوں ''لیسی تھین'' میں نے اُسے بتائی اور میں نے تجربہ کروانے کے لئے اُسے اپنے پاس سے چھ کیپسول دیئے اور کہا تین دن ایک کیپسول صبح ناشتہ کے ساتھ اور ایک دوپہر کو کھانے کے ساتھ کھاؤ تین دن کے بعد شام کو میرے پاس آ کے بتانا۔ تمہیں کوئی اثر محسوس ہوا اس کا وہ تین دن کے بعد آیا پہلے تو میری نظر نے پہچانا کہ چہرے پر سے اس کی کمزوری دُور ہو گئی بڑا صحت مند آنکھوں میں جان آ ئی ہوئی۔ ایسی تیزی جو ذہانت کی تیزی آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہے مجھے کہنے لگا کہ میں پانچ گھنٹے کام کر کے تھک جاتا تھا۔ اور اب یہ کیپسول جو کھائے ہیں میں دس گھنٹے بھی کام کر کے نہیں تھکتا مَیں نے کہا پھر میرے پاس تو ستمبر تک سویا بین کھلانے کے لئے نہیں ہے۔ منگواؤ باہر سے اگر مجھے خدا توفیق دے تو مَیں ٹنوں کے حساب سے منگوا کر ہر ذہین بچے کو سویا بین کھلاؤں۔ اوّل تو سارا سال کھانی چاہیئے لیکن کم از کم چار مہینے امتحان سے پہلے وہ کھانا شروع کرے تو وہ بہت ساری پچھلی کمیاں دُور کر سکتا ہے۔ بات جس کی طرف توجہ دینی ضروری ہے یہ ہے کہ اگر ذہین بچوں میں غذائیت کی کمی ہو تو اسے پورا کرنے کی فکر کرنی چاہیے تا کہ ان کی استعدادوں اور صلاحیتوں کی پورے طور پر نشوونما ہو سکے۔ ایسے بچوں کو ایسی دوائیں دینی چاہئیں جن سے غذائیت کی کمی پوری ہو سکے۔ ان میں سے ایک سویا لیسی تھین بھی ہے ہر بچہ کو اس کے کیپسول کھلانا شروع کر دیں اور دعا بھی کریں پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ ان کے ذہنوں کو کس طرح تیز کرتا ہے اور حصول علم میں ان کے لئے کتنی آسانی اور سہولت پیدا ہوتی ہے۔ (دورہ مغرب ص:299,298)

نشانِ صُبحِ سعادت تھی اُسکی لَوحِ جبیں

مکرم ثاقب زیروی صاحب

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد نور اللہ مرقدہ کی یاد میں

برس گزر گئے لیکن وہ بھولتا ہی نہیں
وہ دور ہو کے بھی رہتا ہے میرے دل کے قریں

نفس نفس میں جلاتی ہے اُس کی یاد دِیئے
بچھڑ گیا ہے وہ مُجھ سے کروں میں کیسے یقیں

بسا ہوا ہے وہ خوشبو کی طرح سانسوں میں
غمِ حبیب امانت ہے۔ میری رُوح امیں

نظر میں رہتا ہے یُوں تو ہجُوم چہروں کا
مگر نگاہ نے دیکھا نہ کوئی اُس سا حسیں

اُسی کا پیار ہے شبنم سُلگتی آنکھوں کی
اُسی کی یاد میں ڈُوبا ہُوا ہے قلبِ حزیں

وہ جانتا تھا ہر اِک دل کو جیتنے کا فن
ادائے خندہ لبی اُس کی تھی سحر آگیں

وہ تھا مکارمِ اخلاق کا حسیں پیکر
رہا شدائدِ حالات میں بھی خندہ جبیں

خلافِ شرع نہ سَرزد ہُوا عمل اُس سے
تھی اُس کے پیشِ نظر آبروئے دینِ متیں

نسیمِ صُبح کی مانند تھا سفر اُس کا
قدم اٹھاتا تھا جب پاؤں چُومتی تھی زمیں

گُھلا ہُوا تھا صداقت کا نُور آنکھوں میں
نشانِ صُبح سعادت تھی اُسکی لَوحِ جبیں

میں اُس کا لطفِ کریمانہ کیسے بُھولوں گا
کہ اُس سے مُجھ کو مِلا اپنے شعروفن کا یقیں

وہ اب بھی دیتا ہے اِس دل کو حوصلہ ثاقبؔ
اگرچہ ہو گیا وہ شخص کب کا خُلد نشیں



فضل عمر فاؤنڈیشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پہلی بابرکت تحریک فضل عمر فاؤنڈیشن

(مکرمہ سعدیہ حبیب صاحبہ)

تحریک کا پس منظر:۔

''1965ء کے تاریخی جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت نے ۱۹؍دسمبر کو احباب کے سامنے حضرت مصلح موعود کے بے مثال کارناموں اور عظیم الشان ان گنت احسانوں کی یادگار کے طور پر ۲۵ لاکھ روپے کا ایک فنڈ قائم کرنے اور اس میں بڑھ چڑھ کر رقوم پیش کرنے کی تحریک کی''۔

فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کا اعلان:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے اختتامی خطاب میں 21؍دسمبر 1965ء کو فرمایا:

''کل مخدومی ومحترمی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے احباب جماعت کی خدمت میں حضرت مصلح موعود کی یاد میں ایک فنڈ قائم کرنے کی تحریک کی تھی اب مشورہ کے بعد اس فنڈ کا نام ''فضل عمر فاؤنڈیشن'' تجویز ہوا ہے۔

اس فنڈ سے بعض ایسے کام لئے جائیں گے جن سے حضرت مصلح موعود کو خاص دلچسپی تھی اس میں شک نہیں کہ موجودہ شکل میں صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، وقف جدید، انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کی جو ذیلی تنظیمیں حضورؓ نے جماعت میں قائم فرمائی ہوئی ہیں وہ سب حضور کی یادگار ہیں اور جب تک یہ قائم ہیں اور جب تک ان تنظیموں کے اچھے اور خوشکن نتائج نکلتے چلے جائیں گے۔ اس وقت تک حضرت فضل عمر کا نام اور کام بھی زندہ رہے گا اور دنیا عزت سے حضور کو یاد کرتی رہے گی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم حضور کی یاد میں صدقہ جاریہ کے طور پر نئی سکیمیں جاری نہ کریں۔ اس لئے میں دوستوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی تمام مالی قربانیوں پر قائم رہتے ہوئے اور ان میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر بشاشت قلب کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی خاطر اس فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس فنڈ کو بابرکت کرے اور اس کے اچھے نتائج کا ثواب حضرت فضل عمر کو بھی اور ہمیں بھی پہنچائے''۔

حضورؒ نے مزید فرمایا:

''ہمارا اندازہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پچیس لاکھ روپے سے کہیں زیادہ رقم جمع ہو جائے گی۔ امید ہے کہ کم از کم پندرہ لاکھ روپے بیرونی جماعتیں ہی فراہم کریں گی۔ اس

سلسلے میں ایک کمیٹی بنا دی جائے گی جو اس کے قواعد و ضوابط مرتب کرے گی اور غور کرے گی کہ کن کن کاموں پر اور کس طرح سے اسے استعمال کیا جائے۔"

پھر مجلس مشاورت 1966ء کے موقع پر 27 مارچ کو فرمایا:

"فضل عمر فاونڈیشن تو دراصل اظہار ہے اس محبت کا جو ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کے لئے پیدا کی اور یہ محبت اس لئے پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کو جماعت پر بحیثیت جماعت اور لاکھوں افراد جماعت پر بحیثیت افراد بے شمار احسانات کرنے کی توفیق عطا کی۔ تو خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر کے طور پر اور اس محبت کے نتیجہ میں جو ہمارے دلوں میں اس پاک وجود کیلئے ہے ہم نے (دین حق) کی اشاعت کے لئے اس فاونڈیشن کو جاری کیا ہے۔ اس میں بدعت اور معصیت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہماری نیتیں صاف ہیں"۔

یکم جون 1966ء کے الفضل میں حضور کا یہ پیغام شائع ہوا۔

حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کا پیغام

احباب کرام

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

فضل عمر فاونڈیشن کی تحریک محبت وعقیدت کے اس چشمہ سے پھوٹی ہے جو احباب کے دل میں اپنے پیارے آقا المصلح الموعود کے لئے موجزن رہی اور موجزن رہے گی۔ امید ہے کہ آپ سب اپنے عمل سے اس کا ثبوت دیں گے جیسا کہ بعض احباب نے اس کا عملاً ثبوت بہم پہنچا دیا ہے اور بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو احسن جزاء عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

جزاکم اللہ و باللہ التوفیق

خلیفة المسیح الثالثؒ

۶۶-۵-۱۸

اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت:۔

اس تحریک کے جاری کرنے کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کو بذریعہ الہام اطلاع دی۔

"تینوں ایناں دیواں گا کہ تو رج جاویں گا"

اس کا ذکر حضورؒ نے کئی مواقع پر فرمایا۔ ایک مرتبہ فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے شروع خلافت میں مجھے بتایا تھا "تینوں ایناں دیواں گا کہ تو رج جاویں گا"۔

حضور کے علاوہ جماعت کے بعض دوستوں کو بھی بشارتیں ملیں۔ حضورؒ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور موقع پر فرمایا:

"ایک دوست کو خواب میں حضرت مصلح موعود نظر آئے...... آپ نے اس دوست کو کہا کہ اس کو یعنی مجھے یہ پیغام پہنچا دو کہ فضل عمر فاونڈیشن سے منارہ ضرور بنایا جائے اور منارہ کی تعبیر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو (دین حق) کی طرف دعوت دینے والا ہو اور اس کا مطلب یہ تھا کہ فضل عمر فاونڈیشن سے جیّد عالم ضرور پیدا کئے جائیں اس سے بے توجہی نہ برتی جائے۔ بہت سی اور خوابیں بھی دوستوں نے دیکھی ہیں...... ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس فنڈ کی رقم یعنی

جو سرمایہ ہے اس کو خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ جن مقاصد کے پیشِ نظر فضل عمر فاونڈیشن کا قیام کیا گیا ہے ان کو پورا کرنے کے لئے جس قدر روپیہ کی ہمیں ضرورت پڑے گی وہ اس فنڈ کی آمد سے حاصل کیا جائے گا"۔

جس شوق اور جذبے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پہلی تحریک پر احباب جماعت نے حصہ لیا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس شوق اور جذبے کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں نظر آتی ہے جو ایک مجلس عرفان میں حضورؒ نے اپنی خلافت کے دوران ایک مرتبہ خود بیان فرمایا:

"فضل عمر فاونڈیشن کا جب چندہ جمع ہو رہا تھا تو ایک دن ملاقاتیں ہو رہی تھیں۔ مجھے دفتر نے اطلاع دی کہ ایک بہت معمر مخلص احمدی آئے ہیں وہ سیڑھی نہیں چڑھ سکتے اور حقیقت یہ تھی کہ یہاں آنا بھی ایک لحاظ سے انہوں نے اپنی جان پر ظلم ہی کیا تھا۔ چنانچہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ میں نے کہا میں نیچے ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔ خیر جب میں گیا۔ پتہ نہیں تھا کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے بڑی مشکل سے کھڑے ہونے کے لئے زور لگایا تو میں نے کہا نہیں آپ بیٹھے رہیں۔ وہ بہت معمر تھے۔ انہوں نے بڑے پیار سے دھوتی کا ایک پلو کھولا اور اس میں سے دو سو اور کچھ رقم نکالی اور کہنے لگے یہ میں فضل عمر فاونڈیشن کے لئے لے کر آیا ہوں۔ پیار کا ایک مظاہرہ ہے۔ پس اس قسم کا اخلاص اور پیار اور اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کا یہ جذبہ ہے کہ جتنی بھی توفیق ہے پیش کر دیتے ہیں۔ اس سے ثواب ملتا ہے رقم سے تو نہیں ملتا"۔

فضل عمر فاونڈیشن کے اغراض و مقاصد:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے فرمودات کی روشنی میں فضلِ عمر فاونڈیشن کے مقاصد درج ذیل مدنظر تھے:

1۔ حضرت مصلح موعود کے بے مثال کارناموں اور عظیم الشان ان گنت احسانوں کی یادگار میں 25 لاکھ روپے کا ایک ریزرو فنڈ قائم کرنا۔
2۔ حضرت مصلح موعود کی یاد میں صدقہ جاریہ کے طور پر اس نئی سکیم کا جاری ہونا۔
3۔ اس فاونڈیشن کے قیام سے (دین حق) کی اشاعت میں سرعت پیدا کرنا۔
4۔ اس فاونڈیشن سے جیّد عالم پیدا کرنا۔
5۔ اس فنڈ سے بعض ایسے کام کرنا جن سے حضرت مصلح موعود کی خاص دلچسپی تھی۔
6۔ اس فنڈ کی رقم یعنی جو سرمایہ ہے اس کو خرچ نہیں کرنا بلکہ اس فنڈ کو تجارت پر لگا کر اس کی آمد سے حاصل شدہ رقم سے جملہ کام سرانجام دینا۔

دفتر فضل عمر فاونڈیشن:۔

سب سے پہلا کام فضل عمر فاونڈیشن کے دفتر کے قیام کا تھا۔ صدر انجمن احمدیہ کے احاطہ میں نوّے سال کے لئے زمین پٹہ (Lease) پر لے کے دفتر کی عمارت تعمیر کی گئی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دستِ مبارک سے 6/اگست 1966ء کو دفتر کی بلڈنگ کا سنگ بنیاد رکھا اور 15/جنوری 1967ء کو فاونڈیشن کے صدر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے دفتر کا افتتاح فرمایا۔

فضل عمر فاونڈیشن کے ثمرات:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 4/جولائی 1980ء کو بیتِ نور فرینکفورٹ (مغربی جرمنی) میں خطبہ جمعہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا:

''سب سے پہلے میری طرف سے فضل عمر فاونڈیشن کا منصوبہ پیش ہو جماعت نے اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق اس میں حصہ لیا۔ اس کے تحت بعض بنیادی نوعیت کے کام انجام دیئے گئے۔ یہ گویا ابتداء تھی ان منصوبوں کی جو خدائی تدبیر کے ماتحت غلبہ (دین حق) کے تعلق میں جاری ہوئے تھے''۔

چنانچہ جو بنیادی کام اس فنڈ کی آمد کے سرمایہ سے سرانجام دیئے گئے ان کا تعلق زیادہ تر ان کاموں سے ہے جن سے حضرت مصلح موعود کو خاص دلچسپی تھی اور وہ درج ذیل ہیں:

(i) سوانح فضل عمر:۔

جس مقدس وجود کی یاد میں ''فضل عمر فاونڈیشن'' قائم کی گئی تھی ان کی سیرت کے بارے میں کتاب سوانح فضلِ عمر شائع کی گئی جو کہ پانچ جلدوں میں موجود ہے۔

(ii) حضرت مصلح موعود کی تقاریر و خطبات:۔

حضرت مصلح موعود نے اللہ تعالیٰ کی بشارت ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے مطابق اپنے باون سالہ دور خلافت میں بے شمار علمی جواہر پارے اپنی یادگار چھوڑے، حضور کی بے شمار تقاریر و خطبات باون سال سے زائد کی اخباروں اور رسالوں میں بکھرے پڑے ہیں ان سب کو اکٹھا کر کے محفوظ رکھنے کا کام اس فاونڈیشن کے بنیادی کاموں میں سے ہے۔ اس سلسلہ میں خطباتِ محمود کے نام سے حضرت مصلح موعود کے خطبات اور تقاریر کی 18 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود کی تصانیف ''انوار العلوم'' کی 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

(iii) خلافت لائبریری:۔

حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں جماعت کے پاس لائبریری کی کتب تو تھیں لیکن ایک وسیع بلڈنگ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہدایت کے مطابق ایک جدید لائبریری کی وسیع عمارت فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے ذریعے تعمیر کی گئی۔ اِس عمارت کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دست مبارک سے 18 جنوری 1970 کو رکھا گیا اور اس کا افتتاح بھی حضورؒ نے ہی فرمایا جو 3/اکتوبر 1971ء کو عمل میں آیا۔ اس موقع پر حضورؒ نے فرمایا:۔ ''یہ اتنی اہم چیز ہے کہ ہمارے مبارک کام اس سے وابستہ ہیں۔..... دین حق، مخالفوں کے اعتراضات کے جواب، تربیت، یہ سب کام لائبریری سے ہی تعلق رکھتے ہیں اس لائبریری کا نام خلافت لائبریری رکھا گیا۔ مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب فاضل کو ایک لمبا عرصہ بطور انچارج خلافت لائبریری خدمت کی توفیق ملی۔ جملہ مالی اور انتظامی امور کے لئے خلافت لائبریری کمیٹی قائم ہے۔ غرض فضل عمر فاونڈیشن کے ذریعہ مرکز سلسلہ میں ایک جدید اور وسیع لائبریری کا قیام ان اہم کاموں سے تھا جن سے حضرت مصلح موعود کو خاص دلچسپی تھی اور جن کے تکمیل نافلہ موعود خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ذریعہ ہوئی۔

(iv) انعامی مقالہ جات:۔

اس لئے فاؤنڈیشن نے ہر سال علمی تحقیقی انعامی مقالہ جات لکھوانے کا سلسلہ شروع کیا جس کا مدعا علمی ذوق پیدا کرنا اور کتب تصنیف کرنے کی اس جامع سکیم پر علمدرآمد کرنا تھا جو حضرت المصلح الموعود نے 1949ء میں احباب جماعت کے سامنے رکھی تھی۔ اول انعام حاصل کرنے والوں کو ایک ہزار روپے سے اڑھائی ہزار روپے تک کے انعامات دیئے جاتے رہے ہیں۔ خلافت ثالثہ کے اختتام تک 27 مقالہ جات پر انعام دیئے گئے۔ انعامات کی کل رقم پچاس ہزار روپے کے لگ بھگ دی گئی۔

(v) سرائے فضل عمر:۔

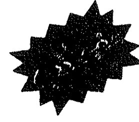
خلافت ثالثہ میں جلسہ سالانہ پر فضلِ عمر فاؤنڈیشن نے 1974ء میں سرائے فضلِ عمر کے نام سے ایک گیسٹ ہاؤس تعمیر کیا جس کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 30 جنوری 1974ء کو اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔

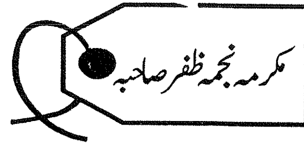
(vi) ٹرانسلیشن بوتھ:۔

غیر ملکی مہمانوں کو جلسہ سالانہ پر اصل تقریر کے ساتھ ساتھ ان کے تراجم سنانے کی دقت محسوس کی جا رہی تھی۔ غیر ملکی مہمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ خواہش فرمائی کہ ترجمانی کے لئے آلات نصب کر کے غیر ملکیوں کو سہولت دی جائے۔ ان آلات کی قیمت کے لئے ایک لاکھ روپے کا ابتدائی سرمایہ فضل عمر فاؤنڈیشن نے فراہم کیا۔

اللہ کرے ہمارا ہمیشہ خلافت کے

ساتھ پختہ تعلق قائم رہے۔ (آمین)





حلقہ جنوبی چھاؤنی، دارالذکر، لاہور

عالمگیر جماعت احمدیہ کو محبت بھرا اسلام اور دعا کی درخواست ہے

منجانب

نصرت خالد، مناہل

زینب، علی، عثمان

حلقہ سبزہ زار، بیت التوحید، لاہور

ہم خلافت احمدیہ کی مضبوطی اور استحکام اور

جماعت کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں

خداتعالیٰ ہمارے پیارے حضور

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو درازی عمر عطا

فرمائے اور ہمیں آپ کی مکمل اطاعت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

منجانب

مکرمہ بشیر بیگم بمعہ اہل وعیال

منجانب

مکرمہ فہمیدہ خالد صاحبہ

بیت التوحید لاہور

قیادت گلشن راوی، بیت التوحید، لاہور

بدرسوم کے خلاف جہاد

مرتبہ: مکرمہ شازیہ ظفر۔ ناصر آباد شرقی

آنحضرت ﷺ سے قبل دنیا شرک، گمراہی اور جہالت میں گھری ہوئی تھی بت پرستی کے ساتھ ساتھ ہزاروں قسم کی رسومات کے پھندے ان کے گلوں میں پڑے ہوئے تھے۔ لیکن ہزاروں درود و سلام اُس محسن انسانیت پر جس نے ساری دنیا کو شرک سے پاک کر دیا اور سب رسموں اور برائیوں سے پاک کر کے خدائے واحد کے آگے ان کا سر جھکا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی بدولت توحید کے اس اعلیٰ مقام پر قائم ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر چلنے میں ہی فخر محسوس کرتی ہے۔ لیکن جب کوئی جماعت ترقی کرنے لگتی ہے پھیلنے لگتی ہے تو نئے نئے لوگ داخل ہوتے ہیں جو بہت سی کمزوریاں لے آتے ہیں جن کے نتیجہ میں کئی رسومات پھیل جاتی ہیں۔ خلفائے راشدین قدرت ثانیہ نے وقتاً فوقتاً جماعت کو اس بدی سے پاک کرنے کے لئے خطبات دیئے اور کوششیں کیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں بدرسموں سے جماعت کو پاک کرنے کے لئے ایک جہادی پروگرام دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے دورِ خلافت میں جماعت کی فلاح و بہبود کے علاوہ دنیا کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے بہت سارے منصوبوں کا اعلان فرمایا۔ ساتھ ساتھ آپ نے جماعت کی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً کچھ تحریکات بھی فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت احمدیہ کو توحید کا درس دیا اور جماعت کو توحید پر قائم رہنے کے لئے بہت سے خطبات عطا فرمائے۔ بدرسموں سے بچنے اور ان سے اپنا دامن چھڑانے کے لئے آپ نے متعدد خطبات عطا فرمائے۔ حضورؒ نے خدا تعالیٰ کی محبت کے عریاں جلوے دیکھے خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ کوئی لالچ یا کوئی خوف آپؒ کو خدا تعالیٰ کے در سے دور نہ کر سکا۔ آپؒ کے علم کو خدا تعالیٰ نے نور عطا فرمایا ایک عرفان کا دریا آپ کے اندر جاری تھا۔ آپؒ نے احمدیت کے چھوٹے سے چھوٹے کام کو دنیا کی ہر عزت سے مقدم سمجھا اور اپنے خطبات میں جماعت احمدیہ کو خدا سے محبت اور اس کی توحید کو دنیا میں پھیلانے کی تلقین کی۔ اور جماعت کو یہ سبق دیا کہ خدا ہی تمہارا مقصود ہو، وہی مطلوب ہو، وہی محبوب ہو جب تک خدا کا نام دنیا میں روشن نہ ہو۔ جب تک اس کی حکومت دنیا میں قائم نہ ہو تم کو آرام نہ آئے، تم چین سے نہ بیٹھو۔ آپ نے شرک کی لعنت سے جماعت کو خبردار کیا اور بدعات اور بدرسوم کو نہ صرف کلیتاً چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ بلکہ آپ نے اِن کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔

آپ کی شدت سے یہ خواہش تھی کہ دنیا میں خالص توحید کا قیام ہو اور اس مقصد کے لئے جماعت احمدیہ عالمگیر کو سب سے پہلے اپنے سینہ کے بتوں کو توڑنا ہوگا۔ آپ نے اپنے خطبہ 9 ستمبر 1967ء میں بدرسوم اور

بدعات وغیرہ کو جماعت سے کلی طور پر ختم کرنے کے لئے بدرسومات کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔

حضورؒ نے فرمایا:۔

''مَیں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے ہر بدعت اور بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے''

اسی طرح فرمایا:۔

''اس وقت اصولی طور پر ہر گھر کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں''

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی اس سلسلہ میں کوشش فرمائی اور لجنہ اماء اللہ کراچی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آج دنیا کی رنگینیاں جاذب نظر ہیں اور آپ کو کشمکش میں ڈال رہی ہیں۔ ایمان کے لئے یہ امتحان کا وقت ہے۔ دنیا کی تقلید کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ وہ آپ ہی کے بزرگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دنیا اور دنیا کی آسائشوں پر ٹھوکر مار کر اپنا آپ اپنے مسیحؑ کو سونپ دیا۔ وہ بھی رسوم اور برادریوں میں دنیا کے جال میں اور رشتہ داریوں کے بندھن میں اسی طرح بندھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے ہر چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیا''

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم حرم اوّل نے فرمایا:۔

''میرے والد احمدیت میں داخل ہونے کے بعد رسومات سے بے حد متنفر ہو گئے تھے۔ خود میری شادی کے موقع پر کسی کو نہیں بلایا بلکہ بھائیوں میں سے بھی جو وہاں موجود تھے وہ شامل ہوئے اور مجھ کو ہدایت کی کہ اپنا جہیز کسی کو نہ دکھانا اور جب میں قادیان آئی تو میرے ماموں جان حضرت مصلح موعود نے بھی یہی حکم دیا کہ کوئی جہیز نہ دیکھے' مالیر کوٹلہ میں سینکڑوں رشتہ دار تھے' برادری تھی مگر آپ نے کسی کو نہیں بلایا' کوئی رسم نہیں کی' کوئی دعوت نہیں دی۔ رسمیں کوئی چیز نہیں ہیں بلکہ یہ تکلفات' یہ رسوم یہ سینما بینی یہ سب دنیا کی لعنتیں ہیں۔ ہم تو خدا کے ہو چکے اس لئے ہمیں ان سے کوئی علاقہ نہ ہونا چاہئے''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے نکاح ثانی کے موقع پر 11 اپریل 1982ء کو خطبہ نکاح ارشاد کرتے ہوئے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور سادگی کے ساتھ رخصتانے کے بارے میں فرمایا:۔

''جس نکاح کا مَیں اعلان کرنے لگا ہوں وہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ تیسرا نکاح ہو رہا ہے کہ جو خود اس رشتہ کا دولہا بننے والا ہے وہ آپ ہی خطبہ نکاح بھی پڑھنے والا ہے۔ حضرت مصلح موعود نے اپنے دو نکاح خود پڑھے۔ محترمہ آپا سارہ بیگم صاحبہ اور محترمہ آپا بشریٰ بیگم صاحبہ جو ''مہر آپا'' کہلاتی ہیں ان کا۔ تو طاہرہ خان جو عبدالمجید خان صاحب کی صاحبزادی ہیں ایک ہزار روپے مہر پر مرزا ناصر احمد جو اس وقت بول رہا ہے سے قرار پایا ہے......

منصورہ بیگم کا مہر ایک ہزار روپے تھا...... میری ہمشیرہ امتہ الباسط انہی دنوں میں مجھے کہنے لگیں کہ میری امی کو تو حضرت صاحب بس جا کر رخصت کروا لائے تھے۔ اور اخبار میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے وہ اخبار کا Quotation نکلوایا تو زیادہ روشنی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اس کے اوپر ڈالی ہے۔ کہ تانگے پر بیٹھ کے۔ 7 فروری 1921ء کو دو (افراد) ہی گئے، حضرت صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔ اور یہ کچھ! تاریخ نے پورا واضح نہیں کیا۔ کہ حضرت اماں جان، ایک دو مستورات کے ساتھ گئیں یا علیحدہ گئیں؟ بہر حال گئے! وہاں باتیں کیں، واپس آ گئے۔ اور حضرت اماں جان انہیں رخصت کروا کے شام کے وقت گھر لے آئیں اور باسط نے یہ بھی بتایا! کہ ایک جوڑا بری کا گیا تھا۔

یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ جو آپ بدعتیں بیچ میں شامل کر رہے ہیں خدا کے لئے ان کو چھوڑیں......

حضورؒ نے اپنے خطبہ نکاح جو کہ آپ کا حضرت آپا جان طاہرہ صدیقہ ہو رہا تھا کے دوران فرمایا کہ:۔

میں نے لڑکی والوں سے کہا میں تو ایک جوڑا بری میں دوں گا اور اسی طرح آؤں گا۔ نہ آپ ہمیں پانی کا پوچھیں۔ نہ مجھے پسند آئیں گے بجلی کے چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے بلب نہ جھنڈیاں۔ سادگی کے ساتھ میں آؤں گا۔ چند ہوں گے ساتھی میرے ساتھ۔ اور وہاں بیٹھیں گے باتیں کریں گے اور دعا کریں گے اور دلہن کو لے آئیں گے۔ تو آپس میں مشورہ کر کے انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر میری ایک اور ہمشیرہ ناصرہ بیگم بھی ایک جوڑا لینے لاہور گئی تھی تو وہ تین لے آئیں......

میں نے ان (لڑکی والوں کو) کو کہا تین آ گئے ہیں۔ وہ بھیج دوں؟

انہوں نے کہا نہیں ایک بھیجیں

اب تو ہم اس رسم کی تجدید کر رہے ہیں۔ رسم نہیں...... حقیقت...... جو سادگی ہے...... اس کی تجدید کر رہے ہیں اور بالکل سادگی کے ساتھ ایک ہزار روپے مہر......''

(الفضل 12 مارچ 1983 ص 11)

حضورؒ نے اس موقع پر رسم و رواج کے پابند لوگوں کی بابت فرمایا:۔

''میرے پاس آتے ہیں۔ تو بڑی کوفت ہوتی ہے' جہیز کے اوپر اختلاف ہو گیا' پھر خلع لینے کے لئے' پھر یہ کہ اس نے ہمیں پیسے نہیں دیئے' رشتہ داروں کے جوڑے بھی نہیں دیئے۔ یہ نہیں دیا' وہ نہیں دیا۔ تمہیں اس وقت سوائے خدا تعالیٰ کے پیار کے اور کچھ نہیں چاہئے۔ اس کے پیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس دنیا میں بھی کامیاب ہو جاؤ گے' اخروی زندگی میں بھی کامیاب ہو جاؤ گے......''

(حیات ناصر ص 639 تا 642)

رسموں کے وہ طوق جو آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم نے ہماری گردنوں سے اتار پھینکے تھے آج وہی طوق ہم نے دوبارہ اپنی گردنوں میں پہن لئے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں سکون سے جینا مشکل ہو گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ حضورؒ کے ارشادات کی روشنی میں تمام بدعات اور رسموں کا قلع قمع نہ صرف اپنے گھروں سے کریں بلکہ احمدی معاشرے کو بھی اس لعنت سے پاک کریں۔

چہروں پر مسکراہٹ پیدا کرنے کی تحریک

مکرمہ منصورہ حلیم صاحبہ

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو خدا تعالیٰ نے ایسی پُر وقار اور پُر نور شخصیت بنایا تھا کہ آپ مشکل سے مشکل وقت اور انتہائی پریشانی کے عالم میں بھی ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ دنیا جانتی ہے کہ جماعت احمدیہ متعدد مرتبہ ابتلاؤں اور آزمائشوں میں سے گزرتی رہی ہے۔ حضورؒ کے دورِ خلافت میں بھی جماعت پر ایک انتہائی کڑا وقت آیا جس نے جماعت کو لرزا کر رکھ دیا۔ لیکن پیارے امام نے جماعت کو مسکراتے رہنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ "مسکرانا سنت نبوی ہے" حضور کا مطمع نظر یہ تھا کہ محبت کے نتیجہ میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ یوں تو جماعتِ احمدیہ جب سے وجود میں آئی ہے مخالفین اس پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن 1974ء کا سال ایک عظیم ابتلاء لے کر آیا۔ اس وقت کی حکومت کی شہ پر پاکستان میں احمدیوں کے قتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رکھا گیا۔ معاندین نے احمدیوں کی بیوت الذکر، قرآن کریم کے نسخہ جات، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام، احمدیوں کے گھر اور احمدیوں کی فیکٹریوں کو آگ لگا دی۔ کئی احمدی شہید کر دیے گئے تاریخ نے ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کیں۔ ہزاروں بے گناہ احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو تحقیقاتی ٹریبونل میں بیان دینے کے لئے لاہور طلب کیا گیا یہی نہیں بلکہ جرح کے لئے پاکستان قومی اسمبلی میں اسلام آباد بلا لیا گیا۔ کئی روز جرح ہوئی۔ اس جرح کے دوران حضورؒ نے جماعت احمدیہ کے عقائد کی تفصیل بھی بتائی اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہم محمد رسولؐ کے قدموں کی خاک ہیں۔ لیکن حکومت اور مولویوں کی ملی بھگت سے پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعتِ احمدیہ کو آئینی اغراض کی خاطر Not Muslim قرار دے دیا۔ یہ خبر جماعت احمدیہ پر بجلی بن کر گری۔ جماعت کا ہر فرد غم زدہ اور نڈھال تھا کہ اب کیا ہوگا؟ کیونکہ کوئی احمدی یہ تصور ہی نہیں کر سکتا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے قدموں سے دور ہو کر زندگی گزارے۔ احمدیوں کا تو جینا مرنا ہی اسیؐ در پر ہے۔ جس در کی خاک کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے لگایا وہ خاک تو ہر احمدی کی آنکھوں کا نور ہے۔ یہ خبر سن کر ہر شخص تڑپ کر حضورؒ کی دہلیز پر جا پہنچا۔ پیارے آقا ہر شخص کی اس طرح دلداری فرماتے اس طرح سینہ سے لگاتے کہ پیارے آقا کے پاس جو بھی مصیبت زدہ احمدی ملاقات کے لئے آتا حضورؒ کو مل کر وہ تمام دکھ بھول جاتا۔ تعلق باللہ، اور توکل علی اللہ کے نتیجہ میں حضورؒ کے چہرے پر جو بشاشت تھی وہ ملاقات کے بعد ان کے چہروں پر بھی منتقل ہو جاتی اور وہ ہنستے مسکراتے باہر جاتے۔ اور اُن کے ذہن اور دل ایسے بدلتے کہ ابتلاؤں کی شکل میں اللہ تعالیٰ جو قربانیاں اُن سے لے رہا تھا وہ ان پر

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ جماعت کے لئے یہ بہت نازک وقت تھا۔ حضورؒ اپنی جماعت کی دلداری فرماتے اور کئی راتیں مسلسل جاگ کر اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات کرتے۔ آپؒ مخالفت اور ظلم وتشدد کے طوفان کے آگے مضبوط چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی دعاؤں اور اولوالعزمی سے اُس طوفان کا رخ موڑتے ہوئے اُس خدائی بشارت کا مصداق بنے جس میں حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مَیں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور دینِ حق کی خدمت پر کمربستہ ہوگا۔ (حیات ناصر ص:198) ان حالات میں جو دکھ معاندین کی طرف سے جماعت کو پہنچے وہ بلحاظ کمیت اور کیفیت غیر معمولی تھے۔ لیکن ان مصائب سے بچ نکلنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کا ثمرہ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے انصار دین کے لئے اپنے مولا کے حضور دعائیں مانگیں اور یہ عرض کیا۔

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر کہے آگت شود پیدا

حضورؒ نے اپنی جماعت کی دلداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حضورؒ سے ایک روز کسی نے سوال کیا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے حضورؒ نے جواب دیا،

''اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ'' پر عمل کرو یعنی ''استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو۔''

آپؒ نے مزید فرمایا:۔

''ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ جو اپنی طرف سے ہمارا مخالف ہے۔ اس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔''

حضورؒ نے جماعت کی مخالفت اور معاندین کی ایذا رسانی کے وقت بہت کرب اور اضطراب کے ساتھ جماعت کے لئے راتیں جاگ جاگ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔

اُن دنوں کی مناجات کا تذکرہ آپ نے یوں فرمایا:۔

''دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع تھیں، ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں خدا کے فضل اور رحم سے کہ ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعائیں کرتا رہا۔''

حضورؒ نے احباب جماعت کی تسلی اور دلداری کے لیے ایک حدیث قدسی بیان فرمائی اور فرمایا:۔

''حضرت نبی اکرم ﷺ کے متعلق احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ آپ کو دیکھنے والا ہر شخص آپ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت کے آثار مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ گویا مسکرانا سنت نبویؐ ہے۔ اس واسطے میں نے پہلے بھی متعدد بار کہا ہے کہ مجھے بھی اور مجھ سے پہلوں کو بھی بڑے مصائب اور پریشانیوں میں سے گزرنا پڑتا رہا ہے مگر ہماری مسکراہٹ کوئی چھین نہیں سکا۔ لوگ جانتے بوجھتے ہوئے یا ناسمجھی کی وجہ سے اس جماعت کو دکھ پہنچاتے ہیں جس پر۔۔۔۔کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی ذمہ داری

ہے مگر یہ تمام دکھ اور تکلیفیں ہماری مسکراہٹوں کو ہم سے نہیں چھین سکے اس لئے کہ ہم تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہیں اور آپؐ کے اسوہ حسنہ میں اپنی زندگی اور زندگی کے حسن کو دیکھتے اور پاتے ہیں۔ ہمارے مخالفین جتنا چاہے زور لگا لیں ہمارے دل میں ان کے لئے کبھی نفرت پیدا نہیں ہوگی۔ ان کی مخالفت پر ہمیں کبھی غصہ نہیں آتا کیونکہ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (الشعراء:4) کی رو سے انسانیت کے محسن اعظم حضرت رسول کریم ﷺ کے اس اسوہ حسنہ کی پیروی میں ہماری زندگیوں میں بھی "بَخع" کی حالت کارفرما ہونی چاہئے۔ ہماری تعلیم کا تقاضا یہی ہے۔ ہماری روایات بھی یہی ہیں۔ بعض ایسے حضرات جنہوں نے ساری عمر احمدیت کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر جب وہ زندگی کی آخری گھڑیوں میں متروک و مہجور اور علاج تک کے محتاج تھے ہم نے ان کی مقدور بھر مدد کی۔ یہ دور ہی کچھ ایسا ہے کہ بیٹا باپ کو چھوڑ سکتا ہے یا باپ بیٹے کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ایک احمدی کسی انسان کو مصیبت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ وہ دنیا میں محبت و اخوت اور ہمدردی و غمخواری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ اس کا فرض ہے جسے اس کو نبھانا چاہئے۔ انسانی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ محبت و پیار کا پیغام نہ پہلے کبھی ناکام ہوا ہے اور نہ آئندہ انشاء اللہ ناکام ہوگا"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کو مسکرانے کا سبق دیتے ہوئے فرمایا:۔

"دنیا تیوریاں چڑھا کے اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے۔ تم مسکراتے چہروں سے دنیا کو دیکھو۔ سارے غصے دل سے نکال ڈالو اور ساری تلخیاں بھول جاؤ۔ صرف اپنا مقصد سامنے رکھو کہ ہم نے محبت اور پیار سے دنیا کے دل جیتنے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے لئے پیدا کیا ہے۔ کسی سے دشمنی نہ کرو خواہ وہ ساری عمر تم سے دشمنی کرتا رہا ہو۔ (حیات ناصر ص:654)

حضورؒ نے اپنی جماعت کی سکینت کے لئے ایک اور حدیث قدسی کا حوالہ دیا اور فرمایا:۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص کے دل میں ایمان کی بشاشت پیدا ہو جائے اس کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور اصل مسرت اور بشاشت تو دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور چہروں سے ظاہر ہوتی ہے اس لئے جماعت احمدیہ کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ دنیا جس طرح چاہے ان کا امتحان لے لے وہ ان چہروں کی مسکراہٹیں ان سے نہیں چھین سکتی۔ یہ دنیا کی طاقت میں نہیں اس لئے کہ احمدیوں کے چہروں کی مسکراہٹیں اور بشاشت اور مسرت کے جذبات ان کے جسم کی نس نس اور روئیں روئیں میں سے نکل رہے ہوتے ہیں۔ ان کا منبع خدائے قادر مطلق اور قادر و توانا کی ذات ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو ابتلاء اور امتحان ہیں ان کا منبع بھی الٰہی منشاء

ہے۔ پس یہ قوم وہ قوم ہے جو ہنستے مسکراتے' عیدیں مناتے شاہراہ غلبہ...... پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جانے والی ہے"

حضورؒ کے اپنے دل کی جو کیفیت تھی اس کا اظہار آپؒ نے کئی مواقع پر کیا۔ ایک مرتبہ حضورؒ نے فرمایا:۔

"میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اسی (80) سال سے ساری دنیا کی گالیاں اور ظلم جو ہمارے اوپر ہو رہے ہیں ہماری مسکراہٹ نہیں چھین سکے اور ہم سے قوتِ احسان نہیں چھین سکے۔ ہمارا بڑے سے بڑا دشمن اگر کسی کام کے لئے ہمارے پاس آتا ہے تو ہم مسکرا کر اس کا کام کر دیتے ہیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بڑی صاحبزادی محترمہ امۃ الشکور بیگم صاحبہ لکھتی ہیں۔

"میں نے کبھی مشکل سے مشکل اور انتہائی پریشانی کے وقت بھی ابا کا پریشان حال چہرہ نہیں دیکھا۔ ہر حال میں مسکراتے رہنا ان کا شیوہ تھا" (حیات ناصر ص:655)

حضورؒ کی مسکراتی ، دلفریب اور جاں بخش مسکراہٹ جماعت میں نئی روح پھونک دیتی۔ حضورؒ نے خود اس بات کو تسلیم کیا اور فرمایا:۔

"انسانی نفس کا یہ خاصہ ہے کہ وہ بعض مشکلات کے وقت گھبرا جاتا ہے اس لئے بعض چہروں پر کچھ گھبراہٹ اور پریشانی بھی نظر آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ دو تین سو یا چار پانچ سو احمدی احباب جن سے میں ان دنوں روزانہ اجتماعی ملاقات کیا کرتا تھا جب وہ میری مجلس سے اٹھتے تھے تو ان کے چہروں پر بشاشت کھیل رہی ہوتی تھی اور وہ چھلانگیں مارتے واپس جاتے تھے" (حیات ناصر ص:656)

حضورؒ کی مسکراتے رہنے کی عادت کا اپنے پرائے سب اعتراف کرتے تھے حتیٰ کہ بیرون ممالک کے میڈیا نے بھی اس بات کو تسلیم کیا۔ ایک مرتبہ حضور کے غیر ملکی دورے کے دوران لنڈن ٹائمز نے لکھا:۔

"نرم دل دھیما مزاج اور بہت اثر کرنے والی شخصیت' ان کی طبیعت میں بہت مزاح ہے وہ اپنی بھرپور اور جاندار مسکراہٹ کے ساتھ مردوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں لیکن عورتوں سے نہیں" (حیات ناصر ص:656)

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جماعت احمدیہ پر جب جب ابتلاء آئے خدائے رحیم و برتر نے تب تب جماعت کو بے شمار افضال و عنایات سے نوازا۔ جہاں مخالفین نے ایک گھر جلایا۔ وہاں خدا تعالیٰ نے کئی گھر عطا کر دیے۔ جس کی مثال بار ہا ہم نے دیکھی ہے۔ خدا تعالیٰ کے اپنی پیاری جماعت سے محبت اور سلوک کے نظارے ہمیں خلافت کے طفیل نظر آتے ہیں کیونکہ جماعت کا ہمیشہ ایک رہبر اور ایک راہنما رہا ہے جس کے ہاتھ میں جماعت کی بھاگ دوڑ ہوتی ہے۔ وہ مسکراتا ہے تو سب مسکرا پڑتے ہیں وہ بے چین ہو کر خدا کے حضور گریہ زاری کرتا ہے

تو جماعت بھی تڑپ اٹھتی ہے۔ جماعت کی اس وحدانیت اور اجتماعیت پر خدا تعالیٰ کی رحمت کی چادر ہمیشہ تانی رہی ہے۔ مخالفین کے چلائے ہوئے مخالفت کے تیر پیارے آقا نے اپنے سینے پر سہے۔ جماعت آرام کی نیند سوتی اور پیارے آقا راتوں کو جاگ کر اپنے مولا کے حضور تڑپ تڑپ کر یہ عرض کر رہا ہوتا کہ اے خدا! تیرے مسیح کا لگایا ہوا پودا ہے یہ بیشک کمزور ہے لیکن اسی کے ذریعے تیرے محمدؐ کا نام دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہا ہے۔ اگر آج یہ پودا برباد ہو گیا تو الٰہی تیرے محمدؐ کا نام دنیا میں کیسے بلند ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضورؒ کی دلداری فرمائی کہ:۔

"وَسِّعْ مَكَانَكَ إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِ يْنَ"

کہ تم اپنے مکان وسیع کرو۔ میں ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہوں۔

1974ء کا سال جماعت کے لئے عظیم ابتلاؤں کا سال تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے بے شمار افضال اور نشان ظاہر ہوئے۔ مالی لحاظ سے بھی جماعت کے چندوں میں اضافہ ہوا۔ پاکستان میں بھی ہزاروں گھرانے احمدی ہوئے چنانچہ حضورؒ نے فرمایا:۔

ستمبر 1974ء کے بعد بعض علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی رو چلائی کہ وہاں (یعنی پاکستان میں) ہزاروں گھرانے احمدی ہو چکے ہیں اور جو احمدی ہوئے ہیں وہ دن بدن ایمان واخلاص میں پختہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔"

اور چندوں کے اضافے کے بارے میں حضورؒ نے فرمایا:۔

"دنیا مان ہی نہیں سکتی کہ 1974ء کے سال کا چندہ اس پہلے امن کے سال کے مقابلہ میں سات لاکھ روپے زیادہ تھا۔"

حضور نے اپنے دورِ خلافت میں جماعت کو ہر قسم کی مالی و جانی قربانی کے لئے تیار کیا اور انہیں "ہمیشہ مسکراتے رہو" کا پیغام دے کر جینے کا ایسا قرینہ سکھایا کہ دنیا ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی آپؒ نے اپنوں بیگانوں کے دکھوں کو اپنا دکھ بنایا۔ دکھوں پر دکھ اٹھائے لیکن زبان پر کبھی شکوہ نہ آیا۔ آپ کا دل خدا کی حمد سے بھرا رہتا تھا اور چہرے سے خدا کا نور ٹپکتا تھا۔ آپ نے ہمیشہ دنیا کو مسکراتے چہرے سے دیکھا اور یہی سبق آپ نے اپنی جماعت کو بھی پڑھایا۔ اور خدا کے فضل سے جماعت کا ایک کثیر حصہ حضورؒ کے اس حکم کی تعمیل میں دنیا کے ساتھ مسکراتے چہرے اور اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے۔

رکھتا نہ کیوں میں روح و بدن اس کے سامنے
وہ یوں بھی تھا طبیب وہ یوں بھی طبیب تھا



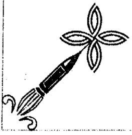
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت ہائے عالمگیر
کو دل کی گہرائیوں سے صد سالہ خلافت جوبلی مبارک ہو۔

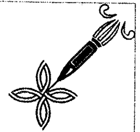
دعا کرو کہ سروں پر رہے وہ ابر کرم　　دعا کرو نہ گہنائے تا ابد یہ چاند
دلوں میں نور کی جو کھیتیاں اُگاتا ہے　　جو ظلمتوں میں دیئے پیار کے جلاتا ہے

طالب دعا　　منجانب

محترمہ نفیسہ بشیر صاحبہ صدر لجنہ



ضلع شیخوپورہ



خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت ہائے عالمگیر
کو دل کی گہرائیوں سے صد سالہ خلافت جوبلی مبارک ہو۔

ہر دور میں نور نبوت رہے قائم　　احمد کی جماعت میں یہ نعمت رہے قائم
اللہ ہمیشہ ہی خلافت رہے قائم　　ہو فضل تیرا یہ تا قیامت رہے قائم

طالب دعا　　منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ



شیخوپورہ شہر

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

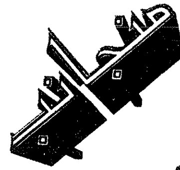
منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

حلقہ نیکا پورہ، حاجی پورہ، سیالکوٹ

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبحٰنَ مَن یَّرانِی



ممبرات لجنہ اماء اللہ
مجلس بیت العطاء، راولپنڈی

کھیلوں کے کلب اور صحت جسمانی

مکرمہ امتہ الہادی باجوہ صاحبہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر بے شمار صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں۔ جس میں ذہنی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی قوتیں ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احبابِ جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ ان صلاحیتوں کی نشوونما کریں کیونکہ یہ حکم ہمیں قرآن کریم سے ہی ملتا ہے کہ انسان کو اپنی تمام صلاحیتوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اور ہمیں کسی بھی انسانی طاقت یا قوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ولنفسك عليك حق کی رو سے انسان کی تمام طاقتوں اور قوتوں کی صحیح صحیح اور کامل نشوونما ہونی چاہیے۔ (حیات ناصر ص:623)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا اور احسن تقویم کی پیدائش کے نتیجے میں اسے مختلف قسم کی استعدادیں دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احبابِ جماعت کو ان تمام استعدادوں کو بروئے کار لانے کا حکم فرمایا۔ جس میں جسمانی استعداد کے بارے میں حضورؒ نے جماعت کو متعدد تحریکات فرمائیں۔ حضورؒ نے خطبہ جمعہ 9 مئی 1969ء میں فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا حق نفس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو قوتیں اور استعدادیں دی ہیں وہ اپنے دوسرے وسائل اور عطایا اس طرح خرچ کرے کہ یہ قوتیں اور استعدادیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور فضل کے نتیجہ میں اپنے کمال تک پہنچ جائیں۔ تاکہ انسانی پیدائش کا مقصد پورا ہو۔
(حیات ناصر ص:624)

اس سلسلے میں حضورؒ نے گھوڑے پالنے کی تحریک، کشتی رانی کے مقابلے نیزہ بازی کے مقابلے، سائیکل سفر اور مختلف جسمانی ورزشی مقابلہ جات کروائے اور کھیلوں کے کلب بنانے کی تحریک فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1981ء میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے کلب بنانے کی تحریک فرمائی اور پھر احمدی خواتین کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ پیارے حضورؒ نے تمام جماعتوں کو ورزش کے کلب بنانے کا ارشاد فرمایا اور لجنہ اماء اللہ کو بھی تحصیل اور ضلع کی سطح پر کلب قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔ ورزش کے متعلق آپ نے فرمایا ''ورزش کوئی مشکل کام نہیں۔ احمدی عورتوں کے لئے اُونچی دیواروں والے کسی ایسے احاطہ کا انتظام کیا جائے جہاں وہ اکٹھی ہو کر ورزش کیا کریں۔

حضورؒ نے فرمایا:۔

ہر احمدی عورت بچی کو دنیا میں سب سے زیادہ صحت مند ہونا چاہئیے اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ پڑھائی کے میدان میں بھی آگے نکلیں گی۔ ہماری احمدی خواتین اور بچیوں کو صحت کے میدان میں سب سے زیادہ صحت مند اور ذہانت کے میدان میں سب سے زیادہ ذہین ہونا چاہئیے۔ اور اخلاق کے میدان میں نور اور حسن کا ایسا نمونہ دکھانا چاہئیے کہ جس سے دوسری خواتین کے دل جیتے جاسکیں اور روحانی رفعتوں میں

ایسی بلندی پر ہونا چاہیئے کہ جو روحانیت کو نہیں مانتے وہ بھی قائل ہو جائیں حضور نے لجنات کے علاوہ خدام کو بھی متوجہ کیا کہ وہ بھی ایک سال کے اندر اندر ہر تحصیل کی سطح پر کلب قائم کریں جس میں میروڈبہ کبڈی وغیرہ کھیل کھیلے جائیں۔اس کے علاوہ سائیکل چلانا بڑی اچھی ورزش ہے ۔ ورزشیں، کھیلیں، تنظیم کی عمدہ مثال ہیں۔اس لئے عملی پروگرام یہ ہوگا کہ مہینے میں دو تحصیلوں کا مقابلہ ہو ہر سہ ماہی میں ضلع کا مقابلہ ہو ہر چھ ماہ بعد ایک بار کمشنری کا اور سال میں ایک بار یہاں اجتماع میں ملکی سطح کے مقابلے ہوں۔

اسی طرح حضورؒ نے فرمایا ایک مومن کی زندگی کا اصل حسن تو روحانی اخلاقی کمالات کو حاصل کرنا ہے۔لیکن اس کے لئے جسمانی صحت وتوانائی بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے اہلِ ربوہ کیلئے سیر اور دیگر کھیلوں کا پروگرام بنانے اور پھر کامیابی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کے لئے مجلسِ صحت قائم کی ہے۔(حیاتِ ناصر جلد 1 صفحہ 624 تا626)

حضورؒ نے فرمایا اپنے بچوں کو صحت مند بنائیں اس کیلئے دو باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ انہیں اچھی غذا دیں دوسرے یہ کہ ورزش کے ذریعہ اس غذا کو ہضم بھی کرائیں دنیا میں ہماری جماعت سب سے زیادہ صحت مند ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ دنیا میں سب سے زیادہ صحت مند انسان تھے جب محمد رسول ﷺ کے وصال کے بعد ایران سے جنگ کرنا پڑی تو حضرت ابوبکرؓ نے سرحدوں پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایرانیوں کے مقابلہ کیلئے بھیجا ان کے پاس صرف اٹھارہ ہزار سپاہی تھے جنہیں ایران کی ایک لاکھ اور کبھی اسی ہزار تازہ دم فوج کا مقابلہ کرنا تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کے زیرِ کمان تقریباً پانچ لڑائیاں لڑی گئیں۔حالت یہ تھی کہ ہر دو گھنٹہ کے بعد تازہ دم ایرانی فوج آگے آجاتی تھی اس طرح ایرانی فوج دن بھر میں صرف دو گھنٹہ تلوار چلاتی تھی جبکہ......فوج کو مسلسل آٹھ گھنٹہ تلوار چلانی پڑتی تھی اس سے ظاہر ہے کہ......سپاہی ایرانیوں سے چار گنا زیادہ صحت مند تھے۔تمہیں بھی...... کے دشمنوں کے خلاف اخلاقی اور روحانی جنگیں جیتنی ہیں۔تم کو ان جنگوں کے لئے پوری طرح مسلح ہونا چاہیئے ۔اسی لئے میں کہتا ہوں قرآن پڑھو...... پر عمل پیرا ہو اور علم حاصل کرو تم اپنی کوشش مجاہدہ اور دعاؤں کے نتیجہ میں کامیاب ہوگے۔(خطباتِ ناصر ص:626)

حضورؒ نے 1973ء میں سائیکل سفر کی ترغیب دلائی اور خدام اور انصار الاحمدیہ کو بھی تحریک فرمائی کہ وہ زیادہ سے زیادہ سائیکل سواری کریں۔جس کے نتیجے میں خدام اور انصار نے اس تحریک پر لبیک کہا اور ہر سال آپ کے دورہ خلافت میں کوئٹہ اور کراچی سے خاصی بڑی تعداد میں سائیکل سوار مرکز آتے رہے۔بعض ان میں سے 80 سال کے بوڑھے اور12-13 سال کے اطفال بھی تھے۔ان تمام تحریکات کا مقصد یہی تھا کہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کی صحت قابلِ رشک حد تک بہترین ہو جائے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حسب ارشاد تمام تنظیمات، اللہ کے فضل سے عمل کر رہی ہیں اور سالانہ کھیل وکلب کا انعقاد 1981ء سے ہی ہو چکے ہیں۔لجنہ اماء اللہ پاکستان کی سالانہ کھیلیں باقاعدگی سے ہو رہی ہیں ۔فروری2008ء میں یعنی خلافت جوبلی کے آغاز میں ہی لجنہ کا سب سے پہلا پروگرام ہی سالانہ کھیلیں بہت خوبصورتی سے سرانجام پایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس تحریک کی برکات کا وارث ٹھہرائے۔

خدمتِ قرآن کا جامع اور عالمگیر منصوبہ

مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت وسوانح کا ایک نمایاں پہلو تعلیم القرآن کیلئے بھرپور جدوجہد ہے۔ آپؒ حافظِ قرآن تھے اور قرآن پاک سے شدید محبت رکھتے تھے۔ آپؒ کا ہر عمل قرآنی آیات کی تفسیر تھا۔ آپ کی شدت سے خواہش تھی کہ جماعت کا کوئی فرد ایسا نہ ہو جسے قرآن شریف پڑھنا نہ آتا ہو آپ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

''قرآن کریم ہماری زندگی، ہماری سوچ، ہماری جان، ہمارا سب کچھ ہے۔ (حیات ناصر ص:317)

آپؒ نے تعلیم القرآن کو خلیفۂ وقت کا سب سے اہم ترین کام قرار دیا۔ احباب جماعت کو قرآن کریم سیکھنے، سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی تلقین فرمائی۔ ایک عظیم الشان کشف کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کو تعلیم القرآن کے متعلق ایک زبردست بشارت دی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ 5 اگست 1966ء میں حضور نے فرمایا:۔

''پانچ ہفتے کی بات ہے۔ ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو مَیں بہت دعاؤں میں مصروف تھا اس وقت عالم بیداری میں مَیں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی '' بُشْرٰی لَکُمْ ''

یہ ایک بڑی بشارت تھی لیکن اس کا ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ جس نور کو مَیں نے زمین کو ڈھانپتے ہوئے دیکھا ہے جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کو منور کر دیا ہے اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن مَیں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور مَیں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے اور انوارِ قرآن اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو مَیں نے زمین پر محیط ہوتے دیکھا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ (قرآنی انوار، ص63)

چنانچہ حضورؒ نے تعلیم القرآن کے کام کو تیز کرنے کیلئے بے شمار اقدامات فرمائے اور اپنے عہدِ خلافت

میں جماعت کے ہر طبقہ اور ہر ذیلی تنظیم اور ہر ایک عہدیدار کو مختلف پیرایہ میں اس اہم فریضہ کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

حضورؒ نے قرآنی علوم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے متعدّد منصوبہ جات جماعت کے سامنے رکھے مثلاً:

1: آپ نے تعلیم القرآن کو وقف عارضی کے ساتھ منسلک کرتے ہوئے فرمایا:۔

''بڑے بڑے کام جو ان دوستوں کو کرنے پڑیں گے ان میں سے ایک تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کی جو مہم جماعت میں جاری کی گئی ہے اس کی انہیں نگرانی کرنا ہوگی اور اسے منظم کرنا ہوگا۔''

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل 23مارچ1966ء)

2: حضور نے واقفین عارضی، تعلیم القرآن اور مجلس موصیان کی تنظیم کا الحاق کرتے ہوئے فرمایا:۔

''موصی صاحبان کا ایک بڑا گہرا اور دائمی تعلق قرآن کریم سیکھنے، قرآن کریم کے نور سے منور ہونے، قرآن کریم کی برکات سے مستفیض ہونے اور قرآن کریم کے فضلوں کا وارث بننے سے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ اسلئے مَیں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی تحریکیوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور یہ سارے کام ان کے سپرد کئے جائیں۔''

نیز فرمایا:۔

''قرآن کریم کے انوار کی اشاعت ہر موصی کا بحیثیت فرد اور اب موصیوں کی مجلس کا بحیثیت مجلس پہلا اور آخری فرض ہے اور اس بات کی نگرانی کرنا کہ وقف عارضی سکیم کے ماتحت زیادہ سے زیادہ موصی اصحاب اور ان کی تحریک پر وہ لوگ حصہ لیں جنہوں نے ابھی تک وصیت نہیں کی۔''

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل 10اپریل1969ء)

3: تعلیم القرآن کی اہمیت اور اس کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اور ان کی نگرانی کیلئے 1966ء کے اوائل میں حضورؒ نے نظارت اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن قائم فرمائی۔

4: ستمبر 1969ء میں حضورؒ نے سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میرے دل میں یہ خواہش شدت سے پیدا کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات جن کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے ہر احمدی کو یاد ہونی چاہئیں اور ان کے معنی بھی آنے چاہئیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کی تفسیر بھی آنی چاہئے اور پھر ہمیشہ دماغ میں وہ مستحضر بھی رہنی چاہئے۔...... یہ مضمون اس اعتبار سے بنیادی حیثیت کا حامل ہے کہ اس میں اُن بیماریوں سے بچنے کی راہیں بتائی گئی ہیں۔ پس ہم میں سے ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر عورت اور ہر مرد کو یہ آیات زبانی یاد ہونی چاہئیں تاکہ بوقت ضرورت ہم اس اعتماد پر پورے اتر سکیں جسے اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ہم پر کیا ہے کہ جس طرح یہ لوگ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے اسی طرح تمہیں بھی دھوکا نہیں دے سکتے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے نتیجہ

میں ہی سب کچھ ہوتا ہے۔''

5: حضورؒ خود حافظ قرآن تھے اور حضور کے دل میں یہ شدید تڑپ تھی کہ جماعت کے نوجوان کثرت سے حافظ قرآن بنیں چنانچہ حضورؒ نے جماعت کے نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ وہ قرآن کریم کا ایک ایک پارہ حفظ کریں اس طرح تیس خدام مل کر پورا قرآن کریم حفظ کرلیں گے۔

6: بعثتِ مسیح موعودؑ کی ایک ہی غرض ہے وہ یہ کہ قرآن کریم کے خزائن کو بنی نوع انسان کے ہاتھوں تک پہنچانا ہے۔ حضورؒ کی نگاہ میں احادیث نبویہ اور کتب حضرت مسیح موعودؑ چونکہ قرآن کریم کی تفسیر ہیں اس لئے قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے ان کا مطالعہ کرنا از حد ضروری قرار دیا۔ فرمایا:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بھی کہا یا لکھا وہ قرآن کریم کی ہی تفسیر ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم میں سے بعض، بعض چیزوں یا بعض مضامین کے متعلق کچھ پریشان ہوں کہ ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ یہ قرآن کریم کی کس آیت کی تفسیر ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ لاکھوں احادیث جو امتِ مسلمہ نے بڑی محنت اور جدوجہد سے محفوظ کیں سب قرآن مجید کی تفسیر ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اگست 1966ء مطبوعہ الفضل ستمبر 1966ء)

''اس لئے مہدی موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایسا انتظام کریں کہ ہر ایک کے پاس قرآن عظیم کا متن موجود ہو۔ اس کیلئے یہ ضرور ہے کہ متن کے ساتھ طباعت ہو اور قرآن کریم کو تجارتی نقطہ نگاہ سے نہیں بلکہ روحانی جذبہ کے ماتحت اس کی اشاعت ہو دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہر قوم اور ہر ملک کی زبان میں کیا جائے تاکہ دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں تک قرآن کریم کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ پہنچایا جاسکے۔'' (حیات ناصر جلد اوّل ص:479)

اس مقصد کو پانے کے لئے حضورؒ کی یہ خواہش بھی تھی کہ قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مختلف ملکوں میں پریس ہوں جو مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر کے اُن ملکوں میں بھجوائے جائیں کیونکہ دنیا میں اس وقت سینکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اکثر ایسی زبانیں ہیں جن کی طباعت ہوتی ہے۔ بعض ایسی زبانیں ہیں جن کی طباعت بھی نہیں ہوتی۔''

اشاعت قرآن کے مقصد کی تکمیل کی خاطر حضور نے ربوہ میں جدید پریس کا سنگِ بنیاد رکھا اس موقع پر حضورؒ نے فرمایا:۔

''آج ایک اہم کام کی ابتدا کی جارہی ہے اور وہ اپنے ایک جدید اور بہترین قسم کے چھاپہ خانے کی ابتداء ہے جس کی عمارت کا سنگِ بنیاد اس وقت رکھا جائے گا خدا تعالیٰ نے چاہا تو اسی کے فضل سے اور اسی کی رحمت سے ایک دن ہماری انتہائی خوشی بھی پوری ہو جائے گی۔ تاہم مرکز احمدیت میں صرف ایک مطبع سے تو ہمارا کام نہیں چلے گا یہ تو ایک اصل اور جڑ ہے جو اس باغ میں لگائی جارہی ہے جس کو چھاپہ خانوں کا باغ کہا جاسکتا ہے پھر پاکستان میں دوسری جگہوں پر بھی بڑے بڑے چھاپے خانے بن جائیں گے۔ پھر دنیا کے ہر ملک میں ایسے چھاپے خانے ہماری ملکیت اور

ہماری نگرانی میں چلنے والے ہوں گے جہاں قرآن کریم اور اس کے ترجمہ اور تفسیر کی طباعت کا کام ہو رہا ہوگا تا کہ ساری دنیا کے ہاتھ میں قرآن عظیم اپنے متن کے اعتبار سے بھی ترجمہ کے لحاظ سے بھی اور تفسیر کے لحاظ سے بھی پہنچ جائے انسانی تدبیر کے راستے میں اس کی ہمت اور اس کے عزم کا امتحان لینے کیلئے بعض روکیں کھڑی کی جاتی ہیں ہمارا جو مطمح نظر ہے اور مقصود ہے وہ ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئیے۔'' (الفضل 15 جون 1970)

جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے الٰہی سلسلوں کی طرف سے جب بھی خدمتِ قرآن اور اشاعت دین کا کوئی منصوبہ شروع کیا جاتا ہے۔ مخالف طاقتیں اس میں رکاوٹیں ڈالتی اور الزام تراشیاں کر کے ان منصوبوں کو ناکام کرنے کی کوششیں کیا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جب اشاعت قرآن کا عظیم الشان منصوبہ جاری فرمایا اور ربوہ میں جدید پریس کا سنگِ بنیاد رکھا تو ایک طرف حکومت نے معاندین کے دباؤ کے تحت اس پریس کے کام کو روک دیا اور دوسری طرف جماعت پر یہ ناپاک اتہام لگایا گیا کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ قرآن کریم کی تحریف وتبدل کی مرتکب ہوئی ہے۔

جہاں تک قرآن کریم کی تحریف وتبدل کے بے بنیاد اتہام کا تعلق ہے جماعت کی طرف سے بارہا اس کی تردید شائع ہو چکی ہے جس میں سے ایک اعلان بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

''جماعت احمدیہ کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ سراسر جھوٹ اور ناپاک اتہام ہے کہ جماعت احمدیہ نے کوئی محرف مبدل قرآن کریم شائع کیا بلکہ عام علماء کے مسلک کے برعکس جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں تو ہم قرآن کریم میں کس طرح تحریف کر سکتے ہیں۔'' (حیات ناصر جلد اوّل ص:482)

حضورؒ نے براعظم افریقہ اور یورپ کے لئے پریس کے منصوبوں کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''میں ایک اور بات بھی احباب جماعت سے کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم نے اشاعت قرآن کا ایک منصوبہ بنایا تھا جس کی خدا تعالیٰ کے فضل سے ابتدا بھی ہو چکی ہے یہ منصوبہ دو حصوں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ ہمارا اپنا چھاپہ خانہ ہو دوسرے یہ کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ دنیا میں کثرت سے قرآن کریم کی اشاعت کی جائے۔ میں نے اس منصوبہ کے اعلان کے وقت بھی کہا تھا کہ ہمیں ایک نہیں سینکڑوں چھاپہ خانوں کی ضرورت پڑے گی تاہم ایک پریس کا کام شروع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بتایا کہ اس سے بھی ایک بڑا کام ہے تمہیں اس کی طرف توجہ دینی چاہئیے۔ چنانچہ یہ تفہیم ہوئی کہ اس پریس کے علاوہ ہمارے دو اور پریس ہونے چاہئیں ایک افریقہ میں اور ایک براعظم یورپ میں انگلستان میں یا جہاں حالات اجازت دیں...... ربوہ میں ایک جدید پریس کے قیام کا منصوبہ پچھلے سال سے تعلق رکھتا ہے دوسرے مرحلے میں قرآن عظیم کی ہمہ گیر اشاعت کا کام کرنا ہے۔''

(حیات ناصر جلد اوّل ص:483)

اس مقصد کے لئے 13 جولائی 1973ء بروز جمعۃ المبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یورپ میں قرآن عظیم کی وسیع تر اشاعت کی خاطر ایک پریس کے قیام

اور تبلیغ ...... کے جماعتی منصوبوں کا بنفسِ نفیس جائزہ لے کر ان میں مزید وسعت پیدا کرنے کے بابرکت مقصد کی خاطر یورپ کا سفر اختیار کیا۔ روانگی سے قبل حضور نے 12 جولائی 1973ء کو فرمایا تھا:۔

''یہ سفر خالصتاً محض اس لئے اختیار کیا جارہا ہے تاکہ یورپ میں ...... اور قرآن کی اشاعت کے وسیع سے وسیع تر کرنے کے منصوبوں کا اور وہاں پر ایک اعلیٰ قسم کا پریس قائم کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جاسکے اور اس غرض سے یورپ کے مختلف مشنوں اور وہاں کے احباب سے براہ راست مشورہ ہو سکے۔''

اس سفر کے دوران زیورک میں ایک پریس کانفرنس میں ایک سوال کے جواب میں حضورؒ نے اشاعت قرآن کے عزم کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:۔

ہمارا مطمح نظر خدمتِ خلق ہے نہ کہ روپیہ کمانا حضرت مہدی علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے عظیم روحانی فرزند ہیں جو آپ کی پیشگوئوں کے مطابق مبعوث ہوئے اس زمانہ میں اور بھی...... ہیں لیکن یہ ہماری جماعت ہے جو (دعوت الی الخیر) اور اشاعتِ قرآن کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے ہماری مساعی کے نتائج ہماری کوششوں کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ اور بلند ہیں ۔ دراصل ہماری کامیابی کا منبع ہماری کوششیں نہیں ہیں بلکہ ان کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا فضل ہے۔'' (حیات ناصر جلد اوّل ص:463 تا 487)

تراجم قرآن کریم کے منصوبے

اپنی خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ پر 21 دسمبر 1965 کے خطاب کے دوران حضورؒ نے فرمایا:۔

مجھے ابھی خیال آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تدبیر کی کہ دنیا کے بہت سے ممالک صرف دو تین قوموں کے سیاسی اقتدار کے نیچے آ گئے اس میں دنیا کیلئے ایک بڑا روحانی فائدہ مضمر تھا اور وہ فائدہ یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح محمدی کو بھیجے تو اشاعت ...... کا کام آسان ہو جائے ورنہ مسیح محمدی کے زمانہ میں اس وقت تک آپ کا پیغام تمام دنیا میں نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک دنیا کی ساری زبانوں میں اس کا ترجمہ نہ کیا جاتا چونکہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت دنیا کی اقوام میں سے کچھ قومیں انگریزوں کے اقتدار کے نیچے آ گئیں کچھ فرانسیسیوں کے اقتدار کے نیچے آ گئیں اور کچھ جرمنوں کے اقتدار کے نیچے آ گئیں اس لئے ہم...... کا پیغام ان تین زبانوں کے ذریعہ اقوامِ عالم کی خاصی بڑی تعداد تک پہنچا سکتے ہیں اگر روسی اور چینی بھی شامل کر لئے جائیں تو میرا خیال ہے کہ 90,80 فیصد آبادی کو ہمارا پیغام پہنچ جاتا ہے ورنہ ہمارے لئے بہت زیادہ جدوجہد کوشش اور قربانیوں اور مال خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ کے سارے ہی کام حکمت سے پُر ہوتے ہیں۔''

اپنی خلافت کے آخری جلسہ سالانہ پر دسمبر 1981ء میں بھی حضورؒ نے اپنی اس خواہش کو دہراتے ہوئے فرمایا:۔

''میرے دل میں بڑی تڑپ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے زندگی اور صحت دے اور میں دنیا کی تین اہم زبانوں فرانسیسی ، روسی اور چینی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کروا کے تفسیری نوٹس سمیت ان ممالک میں پہنچا دوں۔ اس

سے (اگر اللہ نے چاہا) دنیا کی قریباً نوے فیصد آبادی ایسی ہوگی جس کے ہاتھ میں قرآن شریف پکڑا دیا جائے گا۔"

"اللہ نے مجھے عزم بھی دیا ہے ہمت بھی دے اور میرا عزم ہے کہ جلد سے جلد یہ کام ہو جائے ......"

(حیات ناصر جلد اوّل ص:490 تا 491)

دورۂ کینیڈا کے دوران دانشوروں اور سکالرز سے ملاقات

1980ء میں کینیڈا کے دورہ کے دوران کیلگری کے مقام پر حضورؒ نے 9 ستمبر کو ماہرین علوم کے ایک وفد کو جس میں کیلگری یونیورسٹی کے بعض پروفیسر، دانشور اور سکالرز شامل تھے شرفِ ملاقات بخشا اور انہیں قرآنی تعلیم کے بعض ایسے پہلوؤں سے روشناس کیا جن کا براہ راست موجودہ زمانے سے تعلق ہے۔

اس مجلس کے آخر میں (Dr peter craigie) نے نہایت ادب کے ساتھ حضورؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حقوق انسانی سے متعلق آپ نے قرآنی تعلیم کی بہت مؤثر انداز میں وضاحت فرمائی ہے۔ اس میں شک نہیں یہ تعلیم بہت عمدہ ہے اور اس سے دنیا کے بہت سے مسائل خاطر خواہ طریق پر حل ہو سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مختلف ملکوں اور قوموں میں اسے عملی جامہ کیونکر اور کس طرح پہنایا جائے؟ حضور نے جواب میں فرمایا اس پر عمل تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب عمل کرنے کی نیت اور ارادہ ہو۔ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا از بس ضروری ہے کہ جس میں محبت اور پیار کا دور دورہ ہو اور ایک دوسرے کی بے لوث خدمت کا جذبہ کارفرما ہو۔

اس پر ایک صاحب نے دریافت کیا کہ قرآن کی رو سے انسانوں اور قوموں کے مابین محبت کیسے پنپ سکتی ہے؟ حضور نے فرمایا محبت، حسن اور احسان کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ ــــ میں حسن اور احسان دونوں موجود ہیں۔ یہ امر بھی اس حسن اور احسان کا آئینہ دار ہے کہ اس نے ہر ایک کے حقوق کی حفاظت کا اہتمام کیا ہے۔ انسانوں ہی کے حقوق کی حفاظت کا نہیں بلکہ حیوانات اور نباتات کے حقوق کی حفاظت کا بھی۔ یہ محبت ۔۔۔ کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہی پیدا ہوگی۔

"اس ضمن میں میں آپ صاحبان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن ایک بہت عظیم کتاب ہے اگر اس کی تعلیم اور مدنی زندگی سے متعلق اس کے بیان کردہ اصولوں پر عمل کیا جائے تو عالمگیر جنگ کے خطرات میں گھری ہوئی یہ دنیا امن و آشتی کا گہوارہ بن سکتی ہے کیونکہ یہ عظیم کتاب سب کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے۔" (دورہ مغرب 14h ص:468-471)

قرآن اقوام کی نجات کا ذریعہ

اسی طرح 1980 میں جرمنی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"میں تمام اقوام پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی نجات قرآن کریم کی بے مثال و لازوال تعلیم پر عمل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔

دنیا مانے یا نہ مانے میرا مشورہ اور میری نصیحت یہی ہے کہ بنی نوع انسان قرآن عظیم کے بیان کردہ اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو خدا کی امان کے

نیچے لائے جب تک وہ ایسا نہیں کریں گے تیسری عالمگیر جنگ کے خطرہ سے اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔(دورہ مغرب 14 ھ ص:46)

اب ہم ذیل میں تراجم کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی غیر معمولی مساعی کا اسی ترتیب سے جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں انگریزی زبان میں ترجمہ اور تفسیر القرآن شائع ہوئی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کے نئے ایڈیشن شائع کروائے نیز تفسیر القرآن انگریزی کا ایک جلد میں خلاصہ جو تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے 1969ء میں شائع ہوا۔

جرمن اور ڈچ زبان میں حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں ترجمہ شائع ہو چکا تھا اس کے نئے ایڈیشن وقتاً فوقتاً مختلف ممالک سے شائع ہوتے رہے۔

ڈینش، انڈونیشین زبان میں قرآن کریم کا مکمل ترجمہ شائع کروایا۔

سپرانٹو، یورو، گورمکھی، سندھی، بنگالی زبان میں ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانہ میں مکمل ہوا۔

ہندی، مینجن، چینی، یوگوسلاوین، سویڈن ، افریقہ کی زبان ہاؤسا میں قرآن کریم کا ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں شروع ہوا۔(حیات ناصر جلد اوّل ص:496)

اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دور میں تفسیر صغیر کا ایک اور ایڈیشن 1971ء کے جلسہ سالانہ پر شائع ہوا۔ انگریزی ترجمہ قرآن 1977 اور 1979 میں شائع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفاسیر سورۃ البقرہ تا سورۃ الکہف مختلف جلدوں میں شائع ہوئیں۔

آپ کے دورِ خلافت میں حضرت مصلح موعود کے دیباچہ تفسیر القرآن کا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔(حیات ناصر جلد اوّل ص:496)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی ساری دنیا میں قرآن کریم کی عظمت ثابت کرنے کیلئے اپنی خلافت کے بالکل آغاز میں اہل یورپ کو انتباہ فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان پیشگوئیوں کو بڑی جرأت کے ساتھ اہل مغرب کے سامنے پیش کیا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو اہلِ مغرب تک پہنچایا۔(حیات ناصر جلد اوّل ص:464)

حضور کے دورِ خلافت میں قرآن کریم کی جو غیر معمولی اور کامیاب اشاعت ہوئی اس کے اعداد و شمار جمع کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ بیشمار ہوٹلوں، لائبریریوں کے علاوہ ممتاز شخصیات کو گاہے بگاہے قرآن کریم پیش کئے گئے۔ مثلاً:۔ نائیجیریا کے سب سے بڑے ہوٹل کے لیے احمدیہ مشن کی طرف سے قرآن کریم کے 200 نسخوں کا تحفہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ گھانا کے ایک ہوٹل کے 827 کمروں کے لیے قرآن کریم کے نسخے دیئے گئے۔ مزید برآں سیرالیون میں 80 قرآن پاک ایک ہوٹل کے لئے پیش کئے گئے۔ جزائر فجی کے ہوٹلوں کے لئے 116 نسخہ پیش کئے گئے۔

(الفضل 11 اکتوبر 1973ء)

خدا کرے کہ ہم اپنی زندگیاں قرآنی احکامات کے مطابق بسر کریں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جیسا قرآن سے عشق ہماری زندگیوں کا حصّہ بنے۔

یاد

محترم الحاج چوہدری شبیر احمد صاحب۔ ربوہ

ایک بُلبل کو شاخ پر دیکھا
یاد آیا گلاب سا چہرہ

جس سے مہکے دل و دماغ اپنے
جس سے رنگِ چمن ہُوا اجلی

جس کا عجز و نیاز مسلک تھا
مسکرانا رہا سَدا شیوہ

پھول اُس کے لبوں سے جھڑتے تھے
جب بھی محفل میں وہ ہُوا گویا

اُس کی گفتار شہدِ شیریں تھی
اس کی رفتار مثلِ بادِ صبا

دیدۂ و دل کر گیا روشن
عارفانہ کلام تھا اُس کا

بہرِ شبّیر آج ہر منظر
یادِ گلفام کرتا ہے تازہ

زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے
بقا عزم کی ہے بقائے خلافت

منجانب

مکرمہ ورشہوار سیّد صاحبہ
بنت مکرم سیّد عبدالسلام باسط صاحب

جہلم

فلک گیر ہے اب صدائے خلافت
ہے عرفان اسلام ہر سمت جاری

منجانب

مکرمہ امتہ الوحید نصیر صاحبہ

پشاور شہر

بھیج درود اس محسن پر
تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ
سب نبیوں کا سردار

اندھیرے گھروں میں اجالے ہوئے ہیں
گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

چکوال شہر

ہے حشر تک وہ ثناء خواں اس کا
اپنا جلوہ دکھائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

دارالفتوح شرقی ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''یہ خلافت کی ہی نعمت ہے
جو جماعت کی جان ہے اس لئے اگر آپ
زندگی چاہتے ہیں تو خلافت احمدیہ کے ساتھ
اخلاص اور وفا سے چمٹ جائیں۔''

جامعہ نصرت ربوہ برائے خواتین کا چھٹا جلسہ

عطائے اسناد و انعامات

طالبات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اہم نصائح

مرتبہ: مکرمہ نادیہ نصرت صاحبہ

مورخہ 24 مارچ 1968ء بروز اتوار جامعہ نصرت برائے خواتین کا چھٹا جلسہ تقسیم اسناد و انعامات نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمائی اور طالبات کو انعامات و سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔ یہ طالبات جامعہ نصرت کی انتہائی خوش بختی ہے کہ حضورؒ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے اور جامعہ نصرت کے سٹاف و طالبات کو بہت سی قیمتی نصائح سے مستفید فرمایا۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پونے دس بجے تشریف لائیں۔ محترمہ پرنسپل صاحبہ اور سٹاف نے ان کا پُرتپاک استقبال کیا۔ بعدازاں آپ حضرت سیّدہ اُم متین صاحبہ ڈائریکٹرس جامعہ نصرت اور دیگر ممبرات سٹاف کے ساتھ جلوس کی شکل میں سٹیج پر تشریف لائیں اور آپ کے کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد ٹھیک دس بجے جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔

سب سے پہلے پرنسپل صاحبہ نے اکتالیس طالبات کو بی اے کی اسناد دیں اس کے بعد اُنہوں نے کالج کی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ رپورٹ میں انہوں نے جامعہ نصرت کے خوشکن نتائج، لائبریری میں توسیع اور کالج کی مختلف سوسائٹیوں کی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے بتایا کہ ہوسٹل جامعہ نصرت میں ایک ڈسپنسری کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔

محترمہ پرنسپل صاحبہ نے امتحانات کے نتائج کے اوسط پر اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا اور بتایا کہ درس و تدریس کا کام محنت سے جاری رہتا ہے اور اس تن دہی کا نتیجہ ہے کہ بی اے میں تیرہ طالبات نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی اور وظیفہ کی حقدار قرار پائیں۔ ایف اے میں سات طالبات نے وظائف حاصل کئے۔ رپورٹ میں اس امر کا ذکر بھی تھا کہ طالبات کے لیے صحت مند تعلیمی ماحول کی تشکیل پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ کالج یونین کے علاوہ دس سوسائٹیاں قائم ہیں جن کی سرگرمیوں میں طالبات بصد شوق حصہ لیتی ہیں۔ جامعہ نصرت کا مجلّہ ''النصرت'' بھی باقاعدہ شائع ہوتا ہے۔

محترمہ پرنسپل صاحبہ کی رپورٹ کے بعد حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بی اے اور ایف اے کی طالبات کو دینیات کے پرچے میں کامیاب ہونے پر سرٹیفکیٹ اور ایف اے کی 67 طالبات کو بورڈ کے امتحان میں کامیاب ہونے پر سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔ بعد ازاں آپ نے طالبات کو ان کی تعلیمی کارکردگی پر انعامات تقسیم فرمائے اور بورڈ اور یونیورسٹی کی فٹ بال، والی بال اور بیڈمنٹن کی ٹیموں کو ٹرافیاں اور انعامات دیئے۔

تقسیم انعامات کے فوراً بعد قریباً گیارہ بجے ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنی اہم مصروفیات کے باوجود تشریف لے آئے جلسہ عطائے اسناد کے موقع پر حضورؒ نے خطاب فرمایا۔ خطاب سے پہلے حضورؒ نے جامعہ نصرت کی ایک طالبہ کو یونیورسٹی کے امتحان میں عربی میں اوّل آنے پر طلائی تمغہ اور تین طالبات کو بورڈ کی طرف سے انگریزی اور اُردو کے تقریری مقابلہ میں اوّل اور دوم آنے پر سَو سَو اور پچھتر روپے کے انعامی بانڈ مرحمت فرمائے۔

حضورؒ نے اپنے خطاب میں جامعہ نصرت کے خوشکن نتائج پر اظہار اطمینان کیا اور فرمایا کہ اگر مزید کوشش کی جائے تو نتائج اس سے بھی بہتر ہو سکتے ہیں اور طالبات زندگی کے ہر میدان میں، اپنی جدوجہد اور سعی پیہم سے دوسروں پر سبقت لے جا سکتی ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ سٹاف کے تعاون اور اشتراک عمل سے صحت مندانہ تعلیمی ماحول حاصل ہے لیکن جامعہ نصرت کے سٹاف سے اس سے بھی زیادہ کی توقع کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ صدر انجمن احمدیہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جوابدہ ہیں۔ پس اس ادارہ میں صرف دنیاوی تعلیم کا ہی خیال نہیں رکھنا بلکہ سچی......خاتون کی روح بھی پیدا کرنا ہے۔ جلسہ یوم والدین کے انعقاد پر حضور نے انتہائی خوشنودی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ والدین اور اساتذہ کے تعاون سے بچوں کے بہت سے اُلجھے ہوئے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہمارے تعلیمی اداروں کو سال میں دو بار یوم والدین منانا چاہیے جس میں والدین کو بتایا جائے کہ بچوں کی تربیت میں ہم کس رنگ میں آپ کی مدد کر رہے ہیں اور یہ کہ بچوں کو تعلیمی اداروں میں بھیجنے کے بعد والدین کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ تربیت کی اصل ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔

مجلس دینیات کے قیام پر حضورؒ نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا کیونکہ یہ واحد تعلیمی ادارہ ہے جہاں مجلس دینیات کا قیام عمل میں لایا گیا ہے آپ نے امید ظاہر فرمائی کہ یہ مجلس طالبات کے لیے روحانی علوم و فیوض کا سرچشمہ ثابت ہوگی اور طالبات میں ......کی حقیقی روح پیدا کرے گی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اس مجلس کو علوم قرآنی اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے امتحان کا بھی انتظام کرنا چاہیے۔ حضورؒ نے یہ اعلان فرمایا کہ اوّل آنے والی طالبہ کو حضور پورے برس کی فیس بطور انعام عنایت فرمائیں گے۔

پرنسپل صاحبہ نے اپنی رپورٹ میں ہوسٹل میں ڈسپنسری کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا ذکر کیا تھا۔ حضورؒ نے اس امر پر بہت حیرت کا اظہار فرمایا کہ جامعہ نصرت

میں کوئی ڈسپنسری نہیں ہے کیونکہ کوئی تعلیمی ادارہ ڈسپنسری کے بغیر نہیں چل سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ انتظامیہ اس ضرورت کو پورا کردے گی۔

حضور نے فرمایا کہ یہ دن طالبات کے لیے بہت مبارک ہے کیونکہ انہیں کئی برسوں کی محنت اور تندہی کے بعد اسناد ملتی ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ اہم ایک اور کانووکیشن ہے اور یہ روز جزا و سزا ہے اس روز تمام بندوں کے اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے۔ اس کانووکیشن میں صرف کامیاب ہونے والے لوگ شامل ہوتے ہیں لیکن اس دوسری کانووکیشن میں ہر ایک کو سند ملے گی کسی کو دائیں ہاتھ میں اور کسی کو بائیں ہاتھ میں جس طرح اس کانووکیشن میں اسناد حاصل کرنے کے لیے نصاب کی کتب کو سمجھنا ضروری ہے اسی طرح آئندہ ہونے والی کانووکیشن کے لیے بھی نصاب مقرر ہے اور یہ کتاب مقدس قرآن کریم ہے۔ دنیا میں ہونے والے امتحانوں کی طرح اس امتحان میں کامیابی کے لیے بھی کئی پرچوں کی تیاری کرنی ہوتی ہے اور یہ پرچے دس ہیں یعنی نفس کی قربانی، صدق و صفا، اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت، زبانِ حق گو اور دل حق پرست، صبر، انکسار، حاجتمندوں کی حاجت روائی، اللہ تعالیٰ کے حکم پر جائز چیزوں سے پرہیز، عفت کی حفاظت اور یادِ الٰہی۔

جب حضور اپنے خطاب کے بعد واپس تشریف لے گئے تو محترمہ پرنسپل صاحبہ نے جلسہ عطائے اسناد و انعامات کے اختتام کا اعلان کیا اور جامعہ نصرت کی طالبات و سٹاف کی طرف سے تمام مہمان خواتین کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے قبولیت دعا کے واقعات

مکرمہ بشریٰ تنویر بھلی صاحبہ۔ سیالکوٹ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ''دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ واذا سالك عبادی عنی فانی قریب، اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو جواب دیتا ہوں۔''

بنی نوع انسان کے دکھوں کا درد اپنے سینے میں محسوس کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے اپنے رب کے حضور التجا کی ''میں نے تسکین قلب کے لئے اپنے بار کو ہلکا کرنے اور آپ کی پریشانیاں دور کرنے کے لئے اپنے رب رحیم سے قبولیتِ دعا کا نشان مانگا ہے۔ مجھے یقین اور پورا بھروسہ اس ذاتِ پاک پر ہے کہ وہ میری التجا کو رد نہیں کرے گا۔'' چنانچہ آپ کے دورِ خلافت میں ساری جماعت نے قبولیت دعا کے ان گنت مظاہرے دیکھے۔

حضور کی قبولیتِ دعا کے چند واقعات پیش خدمت ہیں:۔

لندن میں ایک احمدی دوست کے گھر بچہ پیدا ہونے والا تھا اس نے خواہش کی کہ آپ اس کا نام تجویز کریں۔ حضور نے فرمایا 'لڑکا ہوگا' اور لڑکے کا نام تجویز کیا۔ تمام لیڈی ڈاکٹروں نے الٹرا ساؤنڈ سے معائنہ کے بعد بتایا کہ لڑکی ہوگی۔ کیونکہ آلات ڈاکٹر جھوٹ نہیں بولتے۔ لیکن خدا کے فضل سے لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ حضور نے اپنے ایک خطبہ میں ذکر کیا ''غیب کی بات بتانا کسی عاجز انسان کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دکھانا اللہ کی قدرت کا کام ہے۔ انسان کا اس میں دخل نہیں۔'' (ماہنامہ خالد مئی 1983)

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضرت خلیفہ ثالثؒ کی قبولیت دعا کے بارے میں لکھتے ہیں: حضور کے دعائیہ کلمات، حضور کے دل میں سب کے لئے محبت شفقت کا ناقابلِ تردید ثبوت ہیں 1971ء میں حضور کے گھر جبکہ وہ اسلام آباد میں مقیم تھے ٹھہرا ہوا تھا مجھے ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا جو 106 سے 107 تک پہنچ جاتا۔ حضور دفتر سے آتے جاتے میرا حال پوچھتے، بخار کی شدت سے ایک دن بہت گھبراہٹ تھی میں نے خالہ امی سے کہا کہ حضور سے درخواست کریں کہ مجھے دم کر دیں۔ چنانچہ حضور نے ازراہِ شفقت میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کی، مجھے سکون محسوس ہوا، اور تمام گھبراہٹ اللہ کے فضل سے دور ہو گئی۔ (ماہنامہ خالد مئی 83، ناصر نمبر)

محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب ابن مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:۔

آپ کا خدا سے زندہ تعلق تھا۔ خدا آپ سے بولتا ہم کلام ہوتا آپ کی دعاؤں کو سنتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپ

کو تعلق باللہ اور قبولیت دعا کے نشان سے نوازا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

''میرا لاہور میں پہلا امتحان تھا۔ صرف دو امتحان اناٹومی اور فزیالوجی کے تھے جس رات میں پڑھ رہا تھا، صبح فزیالوجی کا پرچہ تھا۔ رات گیارہ بجے کے قریب میں نے محسوس کیا کہ اس پرچہ کی بالکل تیاری نہیں اس لئے یہ پرچہ نہیں دیتا، دوسرا اناٹومی کا دے دیتا ہوں۔ اپنے دل میں فیصلہ کرکے کتاب بند کرکے سو گیا۔ صبح سات بجے کے قریب دروازہ کھٹکا کھولا تو دفتر کے پرائیویٹ سیکرٹری کا آدمی تھا۔ انھوں نے حضورؒ کا خط دیا کہ اس میں لکھا تھا کہ فرید میرا تمہارا ایسا تعلق ہے کہ رات خدا نے مجھے بتادیا کہ تم صبح کا پرچہ نہیں دے رہے۔ صبح کا پرچہ ضرور دو خواہ فیل ہو جاؤ خدا کی شان دیکھیے میں نے پرچے دیئے نتیجہ نکلا تو میں فزیالوجی میں پاس تھا۔ جس کے متعلق فکر مند تھا کہ فیل ہو جاؤں گا اور اناٹومی میں فیل۔ (سیّدنا ناصر نمبر 1983)

سلطان محمود صاحب انور کا ایک واقعہ یوں لکھتے ہیں:۔

1968ء میں نظارت اصلاح وارشاد نے اس وقت کے مشرقی پاکستان میں مکرم امیر صاحب صوبائی ڈھاکہ کے مشورے سے دعوت الی اللہ کا خاص پروگرام ہفتہ میں دس دن کے لئے بنا کر مرکز سے اس کی نگرانی کے لئے بھجوایا۔ اس پروگرام میں مشرقی پاکستان کے مربیان اور معلمین بھی شامل تھے۔ دنیاج پور ڈسٹرکٹ احمد نگر کے مقام پر ہمارا تبلیغی مرکز تھا۔ بعض مخالفین عناصر بھی میدان میں آگئے۔ اور فضا میں خاصی کشیدگی ہوگئی بلکہ ہمارے وفود سے کئی جگہ سختی بھی کی گئی۔ خطرہ ہر لحمہ بڑھتا جارہا تھا۔ سوائے دعا کے کوئی چارہ نہ تھا۔ خاکسار کے لئے دکھ اور کرب کا لحمہ تھا۔ اگر کوئی نقصان دہ صورت پیدا ہوگئی تو حضور کو کیا منہ دکھانے کے قابل رہونگا۔ دعا کی ''اے میرے پروردگار مرکز سے ہزاروں میل دور اس جنگل میں ہم بے یارو مددگار ہیں تو ہمارے گناہ معاف فرما۔ اگر میری دعاؤں میں اتنی تاثیر نہیں جو رحم کو حرکت میں لائے تو پھر اتنا کر میرے آقا کو میری بے بسی اور پریشانی سے آگاہ کردے تاکہ وہ تیری بارگاہ میں ہمارے لیے دعا کریں۔ آخر اس کی دعا قبول کرنے کا تو اس نے وعدہ کر رکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی رحیم و کریم ذات کا شکر کس طرح کروں کہ میرے الفاظ کے اختتام میں میرے محبوب آقا حافظ مرزا ناصر احمد کی حسین شکل پیارے اور مسکراتے انداز میں ظاہر ہوئی مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہوگا'' مجھے ان الفاظ میں تسلی دلا کر وہ صورت آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ دل کی ساری فکریں دور ہوگئیں۔ اور ایک گھنٹے کے اندر ایسے سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا کردیئے کہ خوف کو امن میں یکسر بدل دیا فی الواقع کچھ بھی نہ ہوا۔ (ماہنامہ خالد مئی 1983 سیدنا ناصر نمبر) (زور دعا دیکھو تو ص:40 تا 44)

پتوکی ضلع قصور کے ایک احمدی دوست بیان کرتے ہیں:۔

خاکسار 11 نومبر 1963ء کو احمدی ہوا 9 اپریل 1965 کو خاکسار کی شادی ہوئی۔ بارہ سال تک خاکسار کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی تمام رشتہ دار غیر احمدی اور

مخالفت کرتے تھے۔ وہ اور تمام گاؤں والے بھی یہی کہتے تھے کہ چونکہ قادیانی ہوگیا ہے لہٰذا یہ ابتر رہے گا۔ خاکسار نے اس تمام عرصہ میں ہر قسم کا علاج کروایا لیکن اولاد نہ ہوئی۔ دوسری طرف میری بیوی بھی رشتہ داروں کے طعنے سن کر میری دوسری شادی کرنے پر رضامند ہوگئی۔ اس اثناء میں خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں تمام حالات لکھ کر درخواستِ دعا کی کہ خدا تعالیٰ اولاد سے نوازے حضورؒ نے خط کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اور ضرور نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ حضورؒ کی اس دعا کی برکت سے اب میرے چار لڑکے ہیں تمام لوگ حیران ہیں کہ یہ اولاد کس طرح ہوگئی حالانکہ لیڈی ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس عورت سے اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خاکسار اس کے جواب میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو یہی کہتا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا زندہ نشان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کی دعا کی برکت سے دیا۔

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی 1963ص 293,292)

ایک اور احمدی دوست بیان کرتے ہیں

''میری بہو جو آجکل جرمنی میں ہے اسکو پیٹ میں درد ہوتا تھا چنانچہ وہاں کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپریشن کراؤ میں نے یہ خط حضور کو پیش کیا اور عرض کی کہ حضور دعا فرماویں کہ میری بہو بغیر آپریشن کے ٹھیک ہوجائے تو آپ نے فرمایا اس کو لکھ دو کہ آپریشن نہ کرائے میں دعا کروں گا وہ ٹھیک ہوجائے گی چنانچہ میں نے حضور کے الفاظ اس کو لکھ دیئے اور وہ بغیر آپریشن کے ٹھیک ہوگئی اور اب تک ٹھیک ہے الحمدللہ۔'' (ماہنامہ خالد سیدنا ناصر اپریل مئی 1983ص 291)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:۔

''مغربی افریقہ سے ایک خاتون نے مجھے لکھا کہ ہمیں شادی کئے 37 برس ہوچکے ہیں لیکن ہم اولاد کی نعمت سے محروم ہیں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد کی نعمت سے نوازے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ بظاہر میں عمر کے ایسے دور میں داخل ہوچکی ہوں کہ اولاد کا ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ میں نے اس کیلئے دعا شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے شادی کے **40** سال بعد اسکولڑکا عطا فرمایا'' (روزنامہ الفضل 27 جولائی 1971ص3)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

''ربوہ میں مجھے ایک شخص کا خط ملا کہ اس کے دو عزیزوں کو سزائے موت کا فیصلہ ہوا ہے اور اصل مجرم تو بچ گیا ہے لیکن ہم جو مجرم نہیں انہیں سزا مل رہی ہے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ نے بھی سزائے موت کا فیصلہ برقرار رکھا ہے۔ بظاہر بچنے کے کوئی امکانات نہیں ہیں اب ہم رحم کی اپیل کر رہے ہیں حضور ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ چنانچہ میں نے انہیں لکھا کہ میں دعا کروں گا خدا تعالیٰ بڑا ہی قادر اور رحیم ہے۔ اس کے ہاں کوئی بات انہونی نہیں مایوس نہ ہوں چند دنوں کے بعد مجھے ان کا خط ملا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے عدالت نے انہیں اس جرم سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔''

(روزنامہ الفضل 31 اکتوبر 1967ص3)

رہے گا خلافت کا فیضان جاری

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشادات کی روشنی میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ماؤں کی ذمہ داری

(مرتبہ: مکرمہ سلیمہ قمر صاحبہ)

خدا تعالیٰ سے پیار:

خدا تعالیٰ کے جماعت احمدیہ پر عظیم الشان احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے انعام سے نوازا، اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اِس نور کو پھیلانے کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے خلفاء احمدیت نے جماعت احمدیہ کیلئے عظیم الشان قربانیاں دی ہیں اور ہر پہلو سے خدا تعالیٰ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی کوششیں، افراد جماعت کی تربیت، بنی نوع انسان کی ہمدردی غرض بے شمار پہلو ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

خدا تعالیٰ نے جن عظیم مقاصد کیلئے انہیں کھڑا کیا ہے ہر ہر موڑ پر ان کی تائید فرمائی اور مخالفانہ ہوائیں ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتیں ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے خلافت کی نئی صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کیلئے ہمیں نئے سرے سے خدا تعالیٰ اس کے پیارے رسول ﷺ، قرآن پاک اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت واطاعت کو دلوں میں جاں گزیں کرنے کا عہد کرنا ہوگا۔ قرآن پاک کے حکموں پر چلنے کی کوشش، حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنا، ان کے ساتھ ہم نے جو عہد بیعت کیا ہے پورا کرنا اور خلفائے احمدیت نے ہماری تربیت کے لئے جو عظیم الشان کوششیں کیں انہیں پورا کرنا اب ہم سب کی ذمہ داری ہے تا کہ ہم نئی صدی کا استقبال نئے عزم و ہمت کے ساتھ کر سکیں۔ خلافت کی برکات سے متمتع ہو سکیں اس سلسلہ میں والدین خصوصاً ماؤں کا کردار بہت اہم ہے۔ بچے قوم کا اہم ستون ہوتے ہیں۔ اگر مائیں اپنی اصلاح کرلیں اور بچوں کی تربیت کی طرف پوری توجہ دیں تو مستقبل کیلئے یہ امر ایک خوش آئند مستقبل کی ضمانت بن سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خواتین کو مختلف مواقع پر اپنی تقاریر میں اس امر پر خصوصی توجہ دلائی ہے۔ سب سے اہم پہلو تربیت کا جس کی طرف آپ توجہ دلانا چاہتے تھے وہ خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت کی وہ لو جو آپ کے سینے میں جل رہی تھی وہ سب کے دلوں میں روشن دیکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

”ہماری منزل اور ہماری پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا اور اس کی محبت میں فنا کے لبادہ کو اوڑھنا ہے۔ پہلی نسل تھی یا دوسری یا بیسیوں نسلوں کے بعد آج ہماری

نسل اور ہمارے سامنے جو نوجوان احمدی مرد و عورت کی نسل ہے ان سب کا مطمح نظر اور ان کا مقصود یہی ہے کہ خدا سے پیار کرنا، اس حد تک پیار کرنا کہ وہ قادر و توانا ہستی جس کے مقابلہ میں ساری مخلوق کی قیمت اس ذرّہ سے بھی کم ہے جو اس وقت میری اور آپ کی جوتی کے تلے شاید ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لگے ہوئے ہیں۔ ہم ذرّہ ہائے ناچیز سے پیار کرنے لگے۔ اپنے اندر کچھ ایسا تغیر پیدا کرنا اپنی زندگی پر کچھ ایسا رنگ چڑھانا کہ وہ قادر و توانا ہم جیسے عاجزوں سے پیار کرنے لگے یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ ہم سے پہلوں کی زندگیوں کا مقصد بھی یہی تھا اور آنے والی نسلوں کا بھی یہی ہے اور جو دوسرا حصہ ہے اس کا ایک بوجھ تو آنے والوں نے اپنے کندھوں پر اٹھانا ہے نہ مَیں ان کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں نہ آپ ان کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔ عمل انہوں نے ہی کرنا ہے، خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی انہوں نے ہی دینی ہے۔ لیکن ان کے ذہنوں کی تربیت اس رنگ میں کر دینا کہ وہ اس عظیم تعلیم کو سمجھنے لگیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کیلئے تیار ہو جائیں، یہ ہمارا کام ہے۔ پہلی نسل کا کام دوسری کی تربیت اس رنگ میں کرنا ہے۔ لیکن آج متمدّن دنیا کی عورت بے بس نظر آتی ہے۔ وہ خود کہتی ہے کہ پتہ نہیں ہماری آئندہ نوجوان نسل کو کیا ہو گیا ہے کہ ہماری باتیں نہیں سنتے۔ وہ بات اس لئے نہیں سنتے کہ نہ تو تمہیں پتہ لگا کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ نہ تم اس قابل ہو کہ انہیں ہی سمجھ سکو کہ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔

یہ تو مَیں نے اس بات کی ایک مثال دی ہے کہ اگرچہ بعض پہلوؤں سے دنیوی رنگ میں یہ اقوام بڑی آگے نکل گئی ہیں لیکن اس وقت بھی ان ملکوں میں اور ان اقوام میں دُنیوی لحاظ سے جو عظیم جدّ و جہد جاری ہے اس میں مرد اور عورت کا ایک جیسا حصہ نہیں ہے۔ ایک پہلو عورت کا بڑا کمزور نظر آتا ہے مرد کہتا ہے کہ مَیں فیکٹری میں جا کر کام کرتا ہوں نیز دوسری جگہ کام کر رہا ہوں اور دل کو تسلی دیتا ہے کہ یہ مَیں قوم کی خیر خواہی کیلئے کر رہا ہوں صرف اپنے لئے پیسے نہیں کما رہا۔ اگرچہ وہاں عورتیں بھی مردوں کی طرح کمانے کی فکر میں لگی ہوئی ہیں لیکن مردوں کی نسبت عورت کی اکثریت گھر میں رہ کر اپنی ذمہ داری کو نباہ لیتی ہے۔ عورتوں کی آبادی کی اکثریت اپنے وقت کا زیادہ حصہ گھروں میں رہتی ہیں یا پھر دونوں میاں بیوی مل کر کام کرتے ہیں یا سینماؤں، ناچ گھروں اور شراب خانوں میں جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال عورت تربیت کے لحاظ سے مرد سے پیچھے ہے۔ مرد تو بچوں پر غصے بھی ہو جاتا ہے لیکن ماں آج بالکل بے بس نظر آ رہی ہے۔ اس کے برعکس آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اور پھر آج بھی نظر آتا ہے کہ ماں اپنے بچے کا مر جانا پسند کرتی ہے لیکن یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ خدا اور رسول ﷺ سے بے وفائی کرے۔" (المصابیح ص 215,125)

قرآن کریم سے عشق:۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

13

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن پاک کی تعلیمات اوراس کے احکامات پر عمل کرنے کیلئے جس درجہ جہاد کیا اور اپنی جماعت سے بھی آپ نے اسکی توقع رکھی ہے۔

آپ کا پاک عملی نمونہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔قرآن پاک کی اہمیت اور عظمت کوافراد جماعت کے دلوں میں بٹھانے کیلئے خلفائے احمدیت نے بھی اس مشن کو اپنی زندگیوں کا اولین مقصد قرار دیا اور تفاسیر، درسوں اور تقاریر اوراپنے پاک عملی نمونوں سے اسکی اہمیت کواجاگر کیا۔

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے خودبھی قرآن پاک حفظ کرنے کی توفیق پائی اور ساری زندگی اس کے حکموں پرعمل کرنے اور کروانے میں گزاردی۔بچوں کی تربیت کےحوالے سےآپ فرماتے ہیں۔

’’پس قرآن کریم کی تعلیم کی جو مہم مَیں نے جاری کی ہے اس کے سلسلہ میں مَیں آپ بہنوں کو جو ملک کے دور دراز علاقوں سے یہاں تشریف لائی ہیں اور سفر کی صعوبت اٹھا کر محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے (دنیا کی خواہش، دنیا کا کوئی رتبہ یا وجاہت آپ کا مقصود نہیں) یہاں آئی ہیں قرآن کریم کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب آپ گھروں کوواپس جائیں تو قرآن کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ دیں اوراپنے گھروں میں قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کورائج کریں اسی طرح اپنی لجنہ میں بھی اوراپنے محلہ میں بھی یہ کوشش کریں آپ کی ذمہ داری ان بچوں کی ہے جوآپ کے گھروں میں ہیں خواہ وہ اطفال ہوں یا ناصرات ہوں کیونکہ جو بچے بڑے ہوجاتے ہیں ان کوخدام الاحمدیہ اور انصاراللہ یا جماعتی نظام سنبھال لیتا ہے اگر وہ سُستی کریں تو آپ پرکوئی الزام عائد نہیں ہوگا لیکن اگرآپ سُستی کریں تو پھر یقیناً میرے دل میں بھی یہ شکایت پیدا ہوگی کہ ہماری بہنوں نے اپنی اس ذمہ داری کو جوقرآن کریم کے علوم کی اشاعت اور رواج کے سلسلہ میں ان پر عائد تھی نہیں نبھایا۔ سو فیصدی نہیں نبھایا یا صحیح معنوں میں نہیں نبھایا اور اللہ تعالیٰ بھی آپ سے پوچھے گا کہ دیکھومَیں نے تمہارے ہاتھ میں قرآن کریم دیا تھامَیں نے تم پراپنے فضل سے اوراپنی رحمت سے اس کی تفسیر کے دروازے کھولے تھے تم کیوں اس گھرمیں داخل نہیں ہوئیں۔تم نے کیوں اس گھرمیں قدم نہ رکھا۔تم اس شہر میں کیوں داخل نہ ہوئیں جس شہر سے بہتر جس شہر سے خوبصورت اور جس شہر سے حسین اور کوئی شہر نہ تھا۔ اس شہر میں اللہ تعالیٰ کی جو راہیں تھیں وہ راہیں کسی اور شہر میں نہ تھیں تم نے ان راہوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل نہ کیا اوران راستوں پر گامزن نہیں ہوئیں جو اس جگہ تک پہنچادیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے اپنے بندہ کو کہتا ہے کہ تیرے اعمال میں بڑے رخنے رہ گئے ہیں لیکن مَیں اپنی رحمت سے تجھے نوازتا ہوں اور تجھے اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لیتا ہوں اور تجھے اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کرتا ہوں۔آمیری جنت میں داخل ہوجا۔

پس آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی عجیب موقع بہم پہنچایا ہے آپ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی نسلوں میں قرآن کریم کا عشق اس طرح بھر دیں کہ دنیا کی کوئی لذّت اور سرور انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرے وہ ساری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے عاشق ہو جائیں اور وہ ہر خیر اس سے حاصل کرنے والے ہوں اور وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں تا قیامت تک آپ کے نام زندہ رہیں اور آنے والی نسلیں حیران ہو کر آپ کی تاریخ کو پڑھیں اور کہیں کہ کیسی عورتیں تھیں اس زمانہ کی جنہوں نے دنیا کے تمام لالچوں کے باوجود، دنیا کے تمام بداثرات کے باوجود دنیا کو ٹھکرا دیا اور دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نور کو اپنے گرد اس طرح لپیٹا کہ وہ جہاں بھی رہیں اور جہاں بھی گئیں وہ اور ان کا ماحول اس نور سے منور رہا اور جگمگاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور ہم کو بھی ہمیشہ اس کی توفیق عطا کرتا رہے۔‘‘

(المصابیح ص31,30)

قربانیاں:۔

آپ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے معیار پر اپنی جماعت کو دیکھنا چاہتے تھے یعنی بہترین امت جو کہ لوگوں کے فائدہ کیلئے بنائی گئی ہے۔ خدمتِ دین کا جو فرض خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ پر ڈالا تھا اس ذمہ داری کو آپ کے خلفاء نے بخوبی نبھایا اور ان کے صدق و ایمان، استقامت اور شب روز دعاؤں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی تائیدات ہمیشہ انہیں حاصل رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بچوں کے ذہنوں میں بچپن سے ہی یہ بات پختہ کروانا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کروانے کیلئے اپنے دن رات وقف کئے اس عظیم ہستی نے احمدی خواتین کے سلسلہ میں شدت سے جو درد محسوس کیا وہ پردے کے سلسلے میں تھا۔ آپ نے احمدی خواتین کو خدا تعالیٰ کے اس حکم کی پابندی کروانے کیلئے بیشمار نصائح کیں۔ جہاں یہ فکر تھی کہ احمدی خواتین دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوتے ہوئے دنیاوی تعلیم میں پیچھے نہ رہیں تا کہ اپنے بچوں کی ہر لحاظ سے بہترین تربیت کر سکیں وہاں انہیں پردے کے معاملہ اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے بھی مثالی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کی ایمان افروز ہدایات و نصائح درج ذیل ہیں۔

’’اس وقت جس زمانہ میں ہماری جماعت داخل ہو رہی ہے اس کے آئندہ بیس اور تیس سال جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے ہمارے لئے بڑے ہی نازک ہیں۔ آپ نے دو فیصلوں میں سے ایک فیصلہ کرنا ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو نوازا ہے عزت دی ہے، مال دیا ہے، آرام دیا ہے۔ آپ اگر چاہیں تو دنیوی عزتوں کو اور دنیوی اموال کو اور دنیوی وجاہتوں کو اور دنیوی آراموں کو اپنے لئے پسند کر لیں اور اسکے نتیجہ میں جو دین کا انعام ہے یا قربانیوں کے بعد جو دنیوی آرام کا وعدہ دیا گیا ہے اور جن نعمتوں کا اگلے جہان میں ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اس سے خود کو اور اپنی نسلوں کو محروم کر لیں اور اگر آپ چاہیں تو اس مختصر سی

زندگی اور اسکے آرام اور اسکی عزت اور اس کے عیش کو خدا کی راہ میں قربان کردیں اور اپنے رب سے یہ امید رکھیں کہ وہ اِس دنیا میں بھی آپ کو، آپ کی نسلوں کو اور اُس دنیا میں بھی آپ کو اور آپ کی نسلوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرے گا۔ اور ان وعدوں کو آپ کیلئے اور آپ کی نسل کے لئے پورا کرے گا جو وعدے اس نے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے ہیں۔

میں نے آج بچیوں اور بچوں سے بات کرتے ہوئے انہیں اس طرف متوجہ کیا تھا کہ تم اپنے ماں باپ سے جا کر یہ کہو کہ تم نے ایک حد تک اپنی زندگی آرام میں گزار لی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ایثار اور قربانی کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اگر تم نے جو ہمارے ماں باپ ہو ہماری خاطر (اگر اپنی خاطر نہیں) وہ قربانیاں نہ دیں جن کا اللہ ہم سے مطالبہ کر رہا ہے تو ہماری زندگی تباہ کر دو گے تم لوگ۔ پس آپ کو اگر اپنے لئے نہیں تو کم از کم اپنی نسلوں کو اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب سے بچانے کیلئے وہ قربانی دینی پڑے گی جس کی توقع اللہ ہم سے آج کر رہا ہے اور جس قربانی کے بعد ہم سے وہ وعدے کئے گئے ہیں کہ جو وعدے پہلی قوموں سے نہیں کئے گئے۔ ہمیں وہ عظیم بشارتیں ملی ہیں جو پہلوں کو نہیں ملیں۔ ہم سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے نبی اکرم ﷺ کی وساطت سے اور قرآن کریم کے الفاظ میں کہ آخرت اولیٰ سے زیادہ بہتر ہوگی یعنی جو انعامات اُمّتِ مُسلمہ کو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں دین حق کی نشأۃِ ثانیہ کے وقت اُمّتِ مُسلمہ کو دیئے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو تیرے سچے متبع بن کر دین کی تعلیم کے مطابق قرآن کریم کے احکام کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزار دیں گے اللہ تعالیٰ ان کے وجودوں میں اس قدر برکت رکھے گا کہ جس گھر میں وہ رہیں گے وہ دوسروں کیلئے بھی بابرکت ہو جائے گا۔ جن دیواروں کو وہ ہاتھ لگائیں گے ان دیواروں میں برکت رکھی جائے گی جن کپڑوں کو وہ پہنیں گے ان کپڑوں کو اللہ تعالیٰ دوسروں کیلئے برکت کا موجب بنا دے گا خیر ہی خیر بھلائی ہی بھلائی، برکت ہی برکت ان کے وجودوں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلے گی۔ ایک دنیا ان سے فیض حاصل کرے گی۔ ایک دنیا کے وہ استاد بنیں گے۔ ایک دنیا کی رہبری کا سامان ان کے ذریعہ سے پیدا کیا جائے گا۔ ایک دنیا کو وہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف واپس لانے والے ہوں گے۔ دنیا اپنے ربّ کو بھول چکی ہے۔ دنیا آخرت سے غافل ہو چکی ہے۔ دنیا نے اپنے محسنِ اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچانا نہیں آپ لوگوں کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ آپ دنیا کو سچائی کے اس مرکزی نقطہ کی طرف واپس لے کر آئیں اور آپ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس مجاہدے میں آپ انتہائی قربانیاں دیں اور آپ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر آپ اس میدان میں انتہائی قربانیاں دیں گے تو اللہ تعالیٰ کے وہ انتہائی فضل اور برکتیں آپ پر نازل ہوں گی جو پہلی قوموں پر نہیں ہوئیں۔ اس قدر عظیم وعدوں کے بعد اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے میں سستی کرنا ایک عقلمند انسان کا کام نہیں۔ قرآن کریم

صرف پڑھنے کے لئے کتاب نہیں دی گئی یا کوئی تعویذ نہیں کہ اگر گھر میں رکھ لیا تو شر سے محفوظ ہو گئے۔ قرآن کریم تو اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ قرآن کریم میں سینکڑوں احکام پائے جاتے ہیں چھ سو سے زائد احکام (بعض اعمال کرنے سے متعلق اور بعض قسم کے اعمال نہ کرنے کے متعلق) پائے جاتے ہیں۔ ہر حکم کا جوأ ہر احمدی مرد اور ہر احمدی عورت کو اپنی گردن پر رکھنا پڑے گا اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو تھوڑے اور ناقص عمل سے وہ اپنے رب کو خوش نہیں کر سکتا۔ جس طرح ایک پیاسا ایک قطرہ پانی پی کر اپنی پیاس نہیں بجھا سکتا جس طرح وہ شخص جسے سخت بھوک لگی ہو ایک لقمہ کھانا کھا کر سیری محسوس نہیں کر سکتا۔ جس طرح وہ جو کپڑے کا محتاج ہے صرف سر پر رومال باندھ کر اپنے تن کو ڈھانپ نہیں سکتا اسی طرح قرآن کریم کے بعض حکموں پر عمل کر کے اور بعض کو ٹھکرا کے بعض سے پیار کر کے اور بعض سے نفرت کا مظاہرہ کر کے آپ اپنے رب کو خوش نہیں کر سکتیں۔ سارے قرآن پر عمل کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ جب تک یہ جوأ پورے کا پورا آپ اپنی گردن پر نہیں رکھتیں آپ ان انعامات کی وارث نہیں ہو سکتیں جن کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ اور آپ ان عذابوں سے بچ نہیں سکتیں جن سے اس دنیا کو ڈرایا گیا ہے۔ مَیں اپنے اس دورہ میں یورپ کے ہر ملک کی توجہ اس طرف پھیرتا آیا ہوں کہ اپنے رب کی طرف واپس آ جاؤ ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہمارا یہ بیان ہمارا ان قوموں کو اس رنگ میں جھنجھوڑنا محض دعویٰ نہیں ہے جس کا ثبوت ہمارے پاس نہ ہو۔

(المصابیح ص54,53)

''حضرت مسیح موعودؑ نے ایک رؤیا میں یہ دیکھا کہ روس کے ملک میں ریت کے ذروں کی طرح احمدی...... پائے جاتے ہیں تو تم کہو گے کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ملک جس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ زمین سے خدا کے نام اور آسمان سے خدا کے وجود کو بھی مٹا دے گا اس ملک میں اور اس قوم میں دین حق اور احمدیت سرایت کر جائے اور وہ دین حق کو قبول کریں اور اللہ سے ایک زندہ تعلق کو قائم کریں لیکن چونکہ یہ ایک سلسلہ ہے خبروں کا جن میں سے ہر ایک انہونی خبر تھی ان میں سے چند ایک خبریں جن کو دنیا اس وقت سمجھی تھی کہ ایسا ہونا بالکل غیر ممکن ہے اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہیں۔ ایسے واقعات کا پورا ہو جانا اس امر پر دالّ ہے کہ باقی واقعات بھی جن کی خبر دی گئی ہے ضرور پورے ہوں گے۔ یہ دیکھ کر کہ ایسی ناممکن الوقوع خبریں پوری ہو چکی ہیں ایک عقلمند انسان اس نتیجہ پر پہنچنے کیلئے مجبور ہے کہ ان میں سے جو باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں اور جن کو آج ہماری عقل تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں اور جن کو ہم انہونی کہتے ہیں یہ بھی اپنے وقتوں پر پوری ہو جائیں گی تو آپ کیا اس بات کے انتظار میں رہیں گی کہ روس میں دہریہ لوگ احمدیت کو قبول کریں اور خدا کے فضلوں کے وارث ہوں خواہ اس انتظار میں آپ کی نسلیں خدا کے فضلوں سے محروم رہ جائیں۔ اس وقت کوئی بھی آپ میں سے اس قسم کا دعویٰ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی کہ ہمیں کوئی

پرواہ نہیں بے شک سارے وعدوں سے ہماری نسل محروم ہو جائے۔ ہمارے بچے اللہ تعالیٰ کے قہر اور اسکے غضب کی تجلی کے نیچے پس جائیں اور مٹا دیئے جائیں لیکن ہم یہ قربانیاں دینے کیلئے تیار نہیں۔ یہ جاننے اور سمجھنے کے باوجود جب عمل کا وقت آتا ہے انسان کی طبیعت ہزاروں بہانے ڈھونڈنے لگتی ہے۔ کوئی یہ کہنے لگ جاتی ہے کہ اس ملک میں قرآن کریم کا بتایا ہوا پردہ نہیں ہو سکتا کچھ کہتے ہیں گرمیوں میں روزے نہیں رکھے جاسکتے سردیوں میں رات کی نمازیں نہیں پڑھی جاسکتیں، صبح کی نماز اپنے وقت پر ادا نہیں ہو سکتی کس طرح نہیں ہو سکتی یہ مَیں وضاحت کر دوں کہ قرآن کریم نے برقعے کا پردہ ہمیں نہیں سکھایا لیکن جو بھی قرآن نے کہا ہے اس پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے۔ قرآن کریم نے چادر کو منہ کے اوپر اس طرح ڈالنے کا حکم دیا ہے کہ چہرہ نظر نہ آئے راستہ نظر آئے۔ اس کی ہزار شکلیں نکل آتی ہیں ایک شکل جو ہے وہ ہمارا برقعہ ہے جو پاکستان، ہندوستان میں رائج ہے۔ گو برقعہ اپنی اس شکل میں ضروری نہیں لیکن پردہ قرآن کریم کی بتائی ہوئی شکل میں ضروری ہے جو عورت قرآن کریم کے اس حکم کو ٹھکراتی ہے وہ اپنی نسل پر ظلم کر رہی ہے آج وہ اپنے بچوں کو خدا تعالیٰ کے جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جارہی ہے حالانکہ دعویٰ اس کا یہ ہے کہ مَیں اپنے بچوں سے پیار کرتی ہوں۔ یہ اچھا پیار ہے، دنیا کی تکلیفوں سے تو اتنا بچاتی ہو تم اپنے بچوں کو۔ یہ بھی پسند نہیں کرتی کہ ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اگر بچہ کو بخار ہو جائے تو گھبرا جاتی ہو، ڈاکٹر کو بلاتی ہو، ہسپتال میں لے کر جاتی ہو۔ اپنی بساط سے بڑھ کر بچے کی صحت پر خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہو اور جس وقت یہ کہا جائے کہ اگر تم قرآن کریم کے احکام پر عمل نہیں کرو گی تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہو گی تو تمہیں کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ یہ طریق اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ نماز ہے صبح کی نماز وقت پر پڑھنی چاہئے سوائے اس کے کہ کوئی بیماری وغیرہ ہو۔ نبی کریم ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک صبح سورج چڑھنے کے بعد نماز پڑھوائی تا کہ ایسے استثنائی حالات میں اُمّتِ محمدیہ کے افراد کے دل گھبرا نہ جائیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا غضب نہ ان پر نازل ہو جائے کہ صبح کی نماز نہیں پڑھی۔ یہ استثنائی چیزیں ہیں۔ رات خواہ چھوٹی ہو ہم صبح کی نماز وقت پر پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد پھر سو سکتے ہیں یہ عادت کی بات ہے اس سے زیادہ کوئی تکلیف نہیں۔" (المصابیح ص 56,55)

ایک اور واقعہ قضاء و قدر پر راضی رہنے کا اور اخلاص کے انتہائی مظاہرہ کا اس وقت سنا دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ کی بات ہے۔ عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ کی تیاری ہو رہی تھی حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے یہ نصیحت کی کہ پیارے بیٹو! تم نے دین حق اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے ہاں قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے کہ تم اپنے ملک میں عزت دار اور کھاتے پیتے تھے تم نے اپنی رضا سے

دین حق قبول کیا اور ہجرت کو اختیار کیا تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا۔خدا کی قسم تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ناموں کو رسوا کیا۔تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے۔اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْاوَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

(ال عمران 201)

اس بناء پر صبح اٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو۔چاروں بیٹوں کو انہوں نے نصیحت کی اور انہیں میدان جنگ میں بھجوا دیا۔چنانچہ اس دلیر اور مخلصانہ ماں کے دلیر اور مخلص بیٹے صبح اٹھے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑیں ان پر سوار ہوئے اور نہایت جوش میں اللہ تعالیٰ کے عشق کے شعر پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں گئے اور وہاں سارے کے سارے شہید ہو گئے۔جب حضرت خنساءؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی ناشکری نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ اس (یعنی خنساءؓ) کے پیٹ سے فدائی بچے پیدا کئے۔ جنہوں نے اپنی جانیں اس کی راہ میں قربان کر دیں۔

اس قضاء وقدر پر راضی رہنے کے یہ معنی بھی ہوئے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دیتے ہوئے وہ کسی قسم کی تکلیف برداشت کریں تو ہم اسے بھی اللہ کا ایک فضل جانیں اور ہماری زبان پر ناشکری کے کلمات کبھی نہ آئیں بلکہ شکر اور حمد کے کلمات ہمیشہ ہماری زبان سے اپنے رب کے لئے نکلتے رہیں۔قضاء وقدر پر راضی رہنے کے یہ معنی ہیں دین حق ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کریں اور ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں ہماری کوئی حیثیت نہیں

ماؤں کے پاؤں تلے جنت ہے:۔

حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کے دل کی شدید تڑپ تھی کہ مائیں قرآن پاک کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اپنی اصلاح کریں اور اپنے گھر کے ماحول کو جنت نظیر بنانے کی کوشش کریں خصوصاً بچوں کی تربیت کا ہر پہلو سے خیال رکھیں تا کہ وہ بڑے ہو کر جماعت کیلئے مفید وجود بن سکیں۔اس سلسلہ میں آپ کے قیمتی ارشادات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔آپ فرماتے ہیں

''حضرت رسول کریم ﷺ کی حدیث ہے:۔

''ماؤں کے پاؤں تلے جنت ہے۔''

اس میں کہا گیا ہے کہ ہم اپنی ماؤں کا احترام کریں ان کا کہنا مانیں، ان کے نقشِ قدم پر چلیں مگر اس کے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ یہ کہ اگر مائیں اپنی اولادوں کو صراطِ مستقیم پر نہ رکھ سکیں تو نہ اولاد کیلئے جنت رہے گی نہ ان کے اپنے لئے۔ حالیہ دورہ میں ایک بات نہایت تکلیف دہ میرے سامنے آئی۔کینیڈا میں ایک ماں زارو قطار رو رہی تھی کہ میرا بیٹا

میرے کہنے سے باہر ہو گیا ہے۔ راتوں کو باہر رہنے لگا ہے۔ اگر مائیں اپنے پاؤں کے نیچے جنت چاہتی ہیں تو اپنی اولادوں کو نیک بنائیں۔ جو مخلص ماں اپنی اولاد کی تربیت نہ کرسکی اس نے اپنے اور اپنی اولاد کیلئے دنیا میں بھی جہنم خرید لیا اور مرنے کے بعد تو خدا تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو۔

......اس لئے آج ایک احمدی عورت ماں، بہن ،بیوی کی ذمہ داری ہے کہ نوجوان نسل کی تربیت اپنے سے بھی زیادہ دعاؤں اور تدبیر کے ساتھ کرے بچوں کے دلوں میں خدا کا پیار پیدا کریں۔'' (المصابیح ص374,373)

''جب ہم اپنے رب کے حضور جھکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے خدا ہم گنہگار ہیں اپنی طرف سے ہم کوشش کر رہے ہیں مگر کوشش بھی تیرے فضل کے بغیر ممکن نہیں تو فضل کر اور صحیح رنگ میں مجاہدہ کی توفیق عطا کر۔ تو ہمیں حیاتِ طیبہ کا وارث بنا۔ حیاتِ طیبہ کو ہمارے لئے مقدر کر اور اس حیاتِ طیبہ کے پانے کیلئے وہ نور عطا کر جو صراطِ مستقیم کو ہمارے لئے روشن رکھے اور روحانی درجات زیادہ ہر آن ہمیں حاصل ہوتے رہیں اور تیرا قرب زیادہ سے زیادہ ہمیں ملتا رہے۔ ہم ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جو ظاہر میں تو ایمان لائے لیکن نفاق کے اندھیروں میں انہوں نے اپنی زندگی کے دن گزارے۔ یہ عارضی چیزیں ہیں اس دنیا میں بھی ان کی کوئی خاص لذت نہیں۔ ذہن کا ایک گندا رجحان ہے جس سے بڑی آسانی کے ساتھ چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

پس قبل اس کے کہ وہ دن آئے جو بڑا سخت ہوگا قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر ظاہر کرے کہ اس نے اپنی محبت کے دروازے آپ پر بند کر دئے ہیں۔ اس نے اپنے نور کی کرنوں سے آپ کو محروم کر دیا ہے۔ اس نے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی محبت کے قابل نہیں بنایا قبل اس کے کہ وہ دن آئے تم اپنی فکر کرو لو قرآن کریم نے آپ کو متنبہ کیا ہے نبی کریم ﷺ نے اسی کام میں اپنی ساری زندگی گزاری ہے۔ (المصابیح: ص 127.126)

''تم میں سے ہر ایک کو جو ماں ہے یا ماں بننے والی ہے خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ جنت تمہارے قدموں کے نیچے ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم اعمالِ صالحہ بجالاؤ گی اور اس کا ایک حصہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کی اور ان کی جو تمہارے ماتحت ہیں۔ صحیح تربیت کرو گی اور دنیا کے آراموں میں اور دنیا کی غلط مسرتوں میں انہیں ڈوبنے نہ دوگی بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ قربانیاں دینے والے، ایثار کے نمونے پیش کرنے والے اور دین حق پر صحیح طور پر قائم کرنے والے ہوں گے (وہ تمہارے ماتحت ہوں، بچے ہوں یا دوسرے رشتہ دار) تو پھر تمہارا درجہ جنت میں تمہاری اولاد سے بڑا ہوگا کیونکہ جو مقام تمہاری اولاد کو ملے گا اس سے اوپر تمہارا مقام ہوگا اور یہ کہا جا سکے گا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اگر چاہو تو اپنی اصلاح کرو اور جنت میں بھی ایک بزرگ مقام حاصل

کرواور اگر تم اپنی ذمہ داری کو نہ نباہو۔ اگر تم اپنی اولاد اور اپنے متعلقین کی صحیح تربیت نہ کرو اور اگر تم خود بھی دنیا میں اور اس کی لذتوں میں محو رہو اور خدا اور اس کے فضلوں کو بھول جاؤ تو پھر نہ تم جنت میں ہوگی اور نہ تمہارے قدموں کے نیچے جنت ہوگی۔ تم اور تمہاری اولاد (سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اس کی خاص قربانیوں کے نتیجہ میں بچالے اور محفوظ کرلے) جہنم میں پھینک دیئے جاؤ گے۔ ایسے لوگوں کے لئے وہاں دہرا دکھ ہے ایک طرف اپنا دکھ ہوگا اور دوسری طرف بچے (لڑکے اور لڑکیاں) اور دوسرے متعلقین ان سب کو جب وہ جہنم کی آگ میں جھلستا اور تڑپتا دیکھیں گے تو انہیں کیسے چین نصیب ہوگا۔ جہنم کے اندر ایک اور جہنم بن جائے گی۔ تم میں سے جو محبت کرنے والی مائیں ہیں وہ بچے کی بیماری ایک رات کیلئے بھی برداشت نہیں کرسکتیں۔ وہ بچے کے سرہانے بیٹھی رہتی ہیں اور اپنا سب کچھ اس پر قربان کردیتی ہیں تو تم سوچو کہ اگر تم اپنے بچوں کو (اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کو) ایک لمبے عرصہ تک جہنم کی آگ میں تڑپتا دیکھو گی تو کیا تمہارے لئے جہنم کے علاوہ ایک اور جہنم کی آگ دلوں میں نہ سلگ اٹھے گی اس دن پچھتایا تو جاسکتا ہے لیکن اس دن کچھ کیا نہیں جاسکتا اس لئے تم اس دن سے پہلے اپنی حفاظت بھی کرلو اور اپنے بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) کی حفاظت بھی کرلو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور خدا ایسے سامان پیدا کرے کہ ہم اس کی رحمت سے حصہ لینے والے ہوں اس کے غضب سے حصہ لینے والے نہ ہوں۔ خدا کرے کہ ہم اس کے نور سے نور حاصل کرنے والے ہوں شیطان سے اس کے اندھیرے کو حاصل کرنے والے نہ ہوں۔ خدا کرے کہ وہ جو حیات کا سرچشمہ اور منبع ہے اس سے ہم ابدی حیاتِ طیّبہ پانے والے ہوں اور شیطان جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو باقی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ پس شیطان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ہمیشہ رہنے والا نہیں بلکہ فنا ہونے والا ہے۔ پس ہم شیطان سے وہ چیز حاصل نہ کریں جو وقتی طور پر ہمیں عارضی اور جھوٹی خوشی پہنچا کر ہمیں حقیقی اور ابدی خوشی سے محروم کردے۔ خدا کرے کہ خدا کی نگاہ میں ہمیں عزت حاصل ہو اور اس کی نگاہ سے ہم گر نہ جائیں۔ خدا کرے کہ شیطان کی نگاہ میں ہمیں کبھی عزت حاصل نہ ہو اور اس کی غضب اور نفرت اور حقارت اور غصہ کی نگاہ ہم پر پڑے تا وہ یہ سمجھ لے کہ خدا کے یہ بندے خدا سے پیار کرنے اور مجھ سے انتہائی نفرت اور حقارت کا برتاؤ کرنے والے ہیں اور میری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ خدا کرے کہ یہ سب ہمیں حاصل ہو۔ خدا کرے کہ اس دنیا میں بھی خدا کی جنتوں میں ہم رہیں اور خدا کرے کہ جب ہم اس دنیا سے رخصت ہوں تو ہم اور ہمارے بچے اور ہمارے رشتہ دار اور ہمارے لواحقین اور متعلقین بھی خدا کی جنت میں ہوں تا اس جنت کا دوہرا مزا ہمیں حاصل ہو۔ ایک ذاتی مسرتوں اور خدا تعالیٰ کی قدرت

کے ذاتی جلوؤں کو دیکھ کر اور ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے جلوؤں کو اپنے بچوں پر نازل ہوتے دیکھ کر۔ (المصابیح ص 129,128)

بُری تہذیب کے اثرات سے بچنا:۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ کا اصول قرآن کریم نے واضح کیا یعنی اللہ تعالیٰ کو وہی پیارا ہوگا جو تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے گا اور خدا تعالیٰ کیلئے اخلاص اور ایثار اور جاں نثاری میں جو ہم سے آگے بڑھ جائیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وہ زیادہ وارث ہوں گے اور ہمارے لئے یہ انتہائی دکھ اور بدقسمتی ہوگی کہ وہ بعد میں آئیں ہماری وجہ سے انہیں وہ نور ملے لیکن ہمارے دلوں میں یہ تڑپ ضرور ہونی چاہیئے کہ ہم اس دوڑ میں، اس مسابقت میں جب آگے ہی آگے بڑھنا شروع کریں تو ان سے ہم آگے ہی رہیں پیچھے رہنے والے نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ ان سے کام لے گا، ورنہ تاریخ یہ کہے گی پاکستان میں نور نازل ہوا تھا لیکن پاکستانیوں نے اس کی وہ قدر نہ کی جو سات ہزار میل دور ہونے کے باوجود اہلِ افریقہ نے اس رنگ میں حاصل کیا کہ پاکستانی مرد یا عورتیں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو ان کی نسبت انہوں نے زیادہ حاصل کرلیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو جو سات ہزار میل دور پیدا ہوئے تھے اپنے منصوبہ کو کامیاب کرنے کیلئے، اپنے مقصد کے حصول کیلئے آلۂ کار بنایا اور پاکستانیوں کو ٹھکرا دیا بڑے شرم کی بات ہے۔ پس اس جھوٹے ملمع کی طرف نہ دیکھیں جو آج ہمیں نظر آرہا ہے۔

میری تو تمنا یہ اور دعا یہ ہے کہ آپ ایک احمدی عورت کے مقام کو پہچانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے خود کو بھی اور اپنی نسل کو بھی اس گندی تہذیب سے بچانے کی کوشش کریں اور دن رات اس کوشش میں رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث بنیں اس کا غضب آپ کے اوپر نہ بھڑکے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور دنیا نے ہزاروں دفعہ اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کی نگاہ ایک سیکنڈ کیلئے بھی برداشت نہیں کرسکتا ایک سیکنڈ کے اندر قوموں کی قوموں کو اس نے ہلاک کردیا اور وہ قادر و توانا آج بھی وہ قوت اور طاقت رکھتا ہے کہ اگر دنیا اپنی اصلاح نہ کرے اور دوری کی راہوں کو چھوڑ کر اس طرف متوجہ نہ ہو تو وہ ایک سیکنڈ کے اندر اس تہذیب کو جو اپنے آپ کو دنیا کی سب سے بڑی تہذیب سمجھتی ہے مٹا کر خاک کردے اور پھر شائد ان کے کھنڈرات بھی نہ ملیں۔ پہلی قوموں میں سے بعض کے کھنڈرات ہمیں دنیا میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی قہر کی آگ ان اقوام کے اوپر نازل ہو کہ ان کی تلاش آج سے دو تین سو سال کے بعد جب ساری تاریخ دینِ حق ان کھنڈرات کو تلاش کرنا چاہے تو ان کا نشان بھی کہیں نظر نہ آئے تو اس غضب میں قہر میں حصہ دار بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور مادی چمک جو ہے اس گندی تہذیب کی جو

نمائش ہے اور بظاہر نظر آتا ہے کہ بڑی اچھی اور خوبصورت ہے۔ اس کے اندر حسن ہے نہ کوئی نور نہ کوئی چمک یا خوبصورتی۔ وہ آپ کو سیدھے راستے سے دور لے جا کر اس راہ پر نہ کہیں ڈال دے جو ہلاکت کی طرف لے جانے والی راہ ہے۔ دعا کیا کریں بہت اپنے لئے مَیں تو ہر وقت دعا کرتا ہوں اور بڑی فکر مجھے بعض دفعہ پیدا ہوتی ہے۔ جب بعض حالات میرے سامنے آتے ہیں۔ یہ زندگی چندروزہ ہے جو چندروزہ زندگی ہے وہ بھی کوئی اتنی آرام دہ اور سکھ کی نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے دل میں دنیا کی خواہش رکھیں جن کے پاس کروڑوں روپیہ ہے ان کے دل بھی مطمئن نہیں اور تسلی ان کو نہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کو اور بھی مل جائے۔ یہ دنیا کا گندہ انسان اپنی ساٹھ یا ستر سال کی زندگی کی خاطر اس ابدی حیات کی وہ فکر نہیں کر رہا جس کیلئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

اگر آپ روز ایک دفعہ یہ سوچ لیا کریں کہ ہماری یہ زندگی اس زندگی کے مقابلہ میں جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اتنی بھی نہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں سمندر کا ہی ایک قطرہ تو شائد دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ زیادہ شدت کے ساتھ پیدا ہو، شائد آپ اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ عاجزانہ طور پر جھکنے والی بن جائیں، شائد آپ کو یہ احساس اور بھی زیادہ ہو جائے کہ آپ کی اپنے نفسوں کیلئے اپنے خاندان کیلئے اور دنیا کیلئے کیا ذمہ داریاں ہیں، شائد اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کو توفیق عطا کرے کہ آپ ذمہ داریوں کو سمجھنے کے بعد انکو نبھائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں اس رضا کو جو وہ آپ دینا چاہتا ہے اور بہت ہیں جو سستی کے نتیجہ میں، جہالت کے نتیجہ میں، دنیا کی قسمت کے نتیجہ میں اس عظیم محبتِ الٰہی کو ٹھکرا دینے کیلئے تیار ہو جاتی ہیں اس دنیا کی خاطر جو چندروزہ گندی اور غلیظ دنیا ہے۔ یہ چند دن کی زندگی ہے اسے بھول جائیں خصوصاً اس وقت جب ہم ایک موڑ کے اوپر آگئے ہیں اپنی احمدیت کی تاریخ کے اندر اور عنقریب جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ایک انقلابِ عظیم بپا ہونے والا ہے۔ ایک ایسا REVOLUTION کہ جو اس سے پہلے سوائے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے اور کبھی نہیں ہوئی۔ نہ دنیا کی آنکھ نے کبھی ایسا REVOLUTION دیکھا ہے نہ دیکھے گی اور دنیا کی کایا پلٹ ہو جائے گی اس وقت جو سست ہوں گے پچھتا رہے ہوں گے قبل اس کے کہ وہ دن آئے آپ اپنی سستیوں کو دور کریں اور کوشش کریں کہ بے انتہا قربانی دے کر دین حق کے غلبہ اور اس کے فتح کے دن کو قریب لانے والی ہوں۔ خدا کرے کہ آپ اپنے نفس کی حقیقت، اپنے مقام، اپنی ذمہ داریوں کو پہچاننے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والی ہوں۔ آمین۔

(المصابیح: ص193,194,195)

تربیت کی اصل ذمہ داری:۔

پہلی بات تربیت اولاد کے متعلق ہے۔ تربیت تربیتِ اولاد کی اصطلاح میں مَیں سمجھتا ہوں سارے گھر

والے ہی شامل ہیں یعنی تربیتِ اولاد کا فرض صرف والد اور والدہ پر ہی عائد نہیں ہوتا بلکہ جو فرد بھی کسی گھر میں رہتا ہے اس پر چھوٹی عمر والوں کی تربیت کرنا فرض ہے اور اس کا یہ کام ہے کہ وہ قابلِ تربیت عمر کے بچوں کی تربیت ایک خاص مقصد سامنے رکھ کر کر رہا ہو۔ آپ کو یہ امر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بچے جو آپ کی گودوں میں پلے ہیں انکے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت سمندر کی طرح موجزن ہو اور وہ دین حق کی خاطر ہر وقت ہر قربانی کرنے کیلئے تیار رہیں۔ بعض ماحول ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جہاں ماں بچے کو کپڑے پہناتے ہوئے دعا کرنے کی بجائے کوسنے دے رہی ہوتی ہے۔ یہ بہت بُری بات ہے یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ نہ آپ کا کوئی پیسہ خرچ ہوتا ہے اور نہ آپ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے آپ کو کپڑے پہنانے میں دو منٹ، پانچ منٹ یا دس منٹ لگتے ہیں۔ یہ دو منٹ پانچ منٹ یا دس منٹ آپ اپنے بچوں کیلئے دعائیں کرنے میں صرف کریں۔ آپ بچے کو کپڑے بھی پہناتی جائیں اور ساتھ ساتھ یہ دعائیں بھی کرتی جائیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے نیک بنائے دین کا خادم بنائے۔ اسے اپنی محبت دے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ ان کے علاوہ ہزاروں اور دعائیں ہیں جو آپ اپنے بچوں کیلئے کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہ کو دیکھ کر آپ کی دعاؤں کو قبول بھی کرے گا اور آپ کی اولاد آپکی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔ غرض بچوں کیلئے بہت دعائیں کریں اور ان کی تربیت کا بڑا خیال رکھیں۔ آپ بہنوں پر اس سلسلے میں بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

دوسری بات جس کی طرف مَیں آپ توجہ کو دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو روحانی خوشحالی بخشنے کی کوشش کریں۔ آپ اپنا ماحول ایسا بنائیں کہ آپ سے تعلق رکھنے والے جب اپنا کام ختم کر کے گھروں کو واپس آئیں تو بے اختیار خدا تعالیٰ کی حمد کرنے لگ جائیں کہ اس نے ہماری بیویوں، ہماری ماؤں، ہماری بہنوں، ہماری بیٹیوں اور ہماری دوسری رشتہ دار عورتوں کو یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے اس گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیا ہے اور ہمیں اس بات کیلئے آزاد کر دیا ہے کہ ہم باہر رہ کر جتنا وقت چاہیں دین کی خدمت میں صرف کر سکیں۔

غرض آپ اپنے بچوں کو کپڑے پہنا رہی ہوتی ہیں۔ آپ اپنے بچوں، والدین، خاوندوں یا دوسرے عزیزوں کے کپڑے دھو رہی ہوتی ہیں، گھر میں صفائی کر رہی ہوتی ہیں یا دوسرے گھریلو دھندوں میں مصروف ہوتی ہیں تو ان کاموں کو انجام تک ضرور پہنچائیں لیکن ان کے ساتھ دعائیں بھی کرتی جائیں۔ اس کے علاوہ دوسرے مخصوص اوقات میں بھی دعاؤں پر زور دیں۔ فرائض ادا کرنے کے علاوہ اکثر عورتیں اور مرد ایسے اوقات مقرر کر لیتے ہیں جن میں وہ نوافل ادا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتے

ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں لیکن یہ عادت کی بات ہے۔ پس اس بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے اپنے اوقات کو دعاؤں اور عبادت میں خرچ کرنا ہے۔ اگر آپ بہنیں ایسا کریں تو آپ صبح بیدار ہونے سے لے کر رات کو دوبارہ سونے تک اکثر حصہ وقت کا دعاؤں میں گزار سکتی ہیں اور یہ کتنی بڑی نیکی ہے جس سے آپ عدم توجہ کے باعث محروم رہتی ہیں۔ پس میں تاکید سے پھر تاکید سے اور پھر تاکید سے اور نہایت عاجزی اور انکسار سے آپ بہنوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ دعاؤں پر زور دیں۔ دعاؤں پر زور دیں، دعاؤں پر زور دیں اور اپنی زندگیوں کا ہر حصہ اور اپنے اوقات کا ہر لحہ دعاؤں میں صرف کریں تا ان میں شیطان کو کوئی دخل ممکن نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (المصابیح ص17,16,15)

''عام طور پر ماں باپ یہ بھول جاتے ہیں کہ بچوں اور بچیوں کی تربیت کی اصل ذمہ داری ان پر ہے اور کالج یا مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ یا لجنہ اماء اللہ کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ان کو ان کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرتے۔ لیکن عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جب ماں باپ اپنی بچیوں کو جامعہ نصرت میں داخل کر دیتے ہے یا اپنے بچوں کو تعلیم الاسلام کالج میں داخل کر دیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تربیتِ اولاد کے متعلق ان کے کندھوں پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں ان سے وہ سبکدوش ہو گئے ہیں یہ درست نہیں ہے اس احساس کو بیدار رکھنے کیلئے کہ تربیت کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے یہ ضروری ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے ہر سال کم از کم دو بار یوم والدین منائیں اور طلباء اور طالبات کی ماؤں، باپوں یا سرپرستوں کو (جیسی بھی صورت ہو) علاوہ اس چیز کے بتانے کے کہ ہم کس رنگ میں تمہارے بچوں کی تربیت کر رہے ہیں یہ احساس بھی دلائیں بچوں کی تربیت کی اصل ذمہ داری آپ کی ہے ہم آپ کے معاون اور خادم ہونے کی حیثیت سے ایک حد تک آپ کی ذمہ داریاں نباہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ وہ والدین جو تعلیمی اداروں سے پورا تعاون کر رہے ہیں ان کے بچے صحیح رنگ میں تربیت حاصل کر لیتے ہیں لیکن جو والدین اپنے بچوں کی خود بھی تربیت نہیں کرتے اور تعلیمی اداروں کی تربیت کو بھی پسند نہیں کرتے اس معنی میں کہ کبھی تعلیمی اداروں کو بچے اور بچیوں کی بہبود کیلئے سختی بھی کرنی پڑتی ہے۔ اس وقت ادارہ کے ذمہ دار افسروں کا دل دکھ رہا ہوتا ہے ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہوتی ہیں لیکن ایک ذمہ دار انسان بہرحال اپنی ذمہ داری کو نباہنے کی کوشش کرتا ہے۔''

(المصابیح: ص99)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ان قیمتی ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اے خدا تو ہمارے پیارے حضور پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرما۔ آمین

جان ومال وآبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک الہامی مصرع

مکرم سید یوسف سہیل شوق (مرحوم)

چار جانب سے چلے آتے ہیں تیری چاہ میں　　جان ومال وآبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

وہ خدائے قادرِ مطلق غضب میں آج ہے　　اور تم جکڑے ہوئے ہو حلقہءِ گمراہ میں

آؤ! اٹھو! کفر کے ایواں پہ ہلّہ بول دیں　　آؤ! کام آئیں گی ناصر کی دعائیں راہ میں

آؤ کیوں ڈوبے ہوئے دنیا میں ہو ذلت میں ہو　　آؤ دیکھو برکتیں مولا کی ہیں کس چاہ میں

ظالمو ہٹ جاؤ رک جاؤ سنبھل جاؤ ابھی　　تم کیا جانو کیا ہیں بجلیاں اس آہ میں

جان جائے، مال جائے، آبرو کا غم ہے کیا　　ہم تو جیتے ہیں فقط اپنے خدا کی راہ میں

شوقؔ نے حکمِ امامِ وقت سنکر یہ کہا

''جان ومال وآبرو حاضر ہیں تیری راہ میں''



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''قیامت تک کیلئے

خلافت سے اپنا دامن اس مضبوطی سے

باندھ لیں کہ جیسے عروہ وثقیٰ پر ہاتھ پڑ گیا ہو

جس کا ٹوٹنا مقدر نہیں۔''



محترمہ فراست فاروق صاحبہ
بیت النور، لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''اور ہر ایک امر میں میری اس طرح
پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس
کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔''

منجانب
محترمہ حامدہ بنت ملک عبداللہ خاں صاحب
صدر لجنہ اماء اللہ
ضلع سیالکوٹ

وقفِ جدید کے چندہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا احمدی بچوں سے خطاب

خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اکتوبر 1944

مکرمہ جویریہ اکبر صاحبہ لاہور

اٹھو اور آگے بڑھو:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:۔

''میں آج احمدی بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے بچو! اٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقفِ جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اسے پُر کر دو اور اس کمزوری کو دور کر دو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہوگئی ہے۔ کل سے میں اس مسئلہ پر سوچ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ جس طرح ہماری بہنیں بعض بیوت الذکر کیلئے چندہ جمع کرتی ہیں اور سارا ثواب مردوں سے چھین کر اپنی جھولیوں میں بھر لیتی ہیں۔ وہ اپنے باپوں، اپنے بھائیوں اپنے خاوندوں، اپنے دوسرے رشتہ داروں یا دوسرے احمدی بھائیوں کو اس سے محروم کر دیتی ہیں کہ اس بیت الذکر کی تعمیر میں مالی قربانی کر کے ثواب حاصل کر سکیں۔ اسی طرح اگر خداتعالیٰ احمدی بچوں کو توفیق دے تو جماعت احمدیہ کے بچے وقفِ جدید کا سارا بوجھ اٹھالیں۔ لیکن چونکہ سال کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور مجھے ابھی اطفال الاحمدیہ کے صحیح اعداد و شمار بھی معلوم نہیں اس لئے میں نے سوچا ہے کہ آج میں اطفال الاحمدیہ سے صرف یہ اپیل کروں کہ اس تحریک میں جتنے روپے کی ضرورت تھی اس میں تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں جو کمی رہ گئی ہے اس کا بار تم اٹھا لو اور پچاس ہزار روپیہ اس تحریک کیلئے جمع کرو۔''

اچھی مائیں:۔

یہ صحیح ہے کہ بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں جن کے بچوں کو مہینہ میں ایک دو آنے سے زیادہ رقم نہیں ملتی۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہماری جماعت میں ہزاروں خاندان ایسے بھی ہیں جن کے بچے کم و بیش آٹھ آنے ماہوار یا شاید اس سے بھی زیادہ رقم ضائع کر دیتے ہیں۔ چھوٹا بچہ شوق سے پیسے لے لیتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ انکی قیمت کیا ہے۔ وہ پیسے مانگتا ہے اور اسکی ماں یا اسکا باپ اس کے ہاتھ میں پیسہ، آنہ، دونی یا چونی دے دیتا ہے اور وہ بچہ اسے کہیں پھینک کر ضائع کر دیتا ہے اگر مائیں ایسے چھوٹے بچوں کو وقتی خوشی کے سامان پہنچانے کیلئے پیسہ، آنہ، دونی یا چونی دے دیں اور پھر انہیں ثواب پہنچانے کی خاطر تھوڑی دیر کے بعد ان سے وہی پیسہ، آنہ دونی یا چونی وصول کر کے وقفِ جدید میں دے دیں اور اس طرح ان کیلئے ابدی خوشیوں کے حصول کے سامان پیدا کر دیں تو وہ بڑی ہی اچھی مائیں ہونگی اپنی اولاد کے

حق میں لیکن یہ تو چھوٹے بچے ہیں جو اپنی عمر کے لحاظ سے ابھی اطفال الاحمدیہ میں شامل نہیں ہوئے۔ وہ بچے جو اپنی عمر کے لحاظ سے اطفال الاحمدیہ یا ناصرات الاحمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں یعنی ان کی عمریں سات سے پندرہ سال تک کی ہیں اگر وہ مہینہ میں ایک اٹھنی وقفِ جدید میں دیں تو جماعت کے سینکڑوں ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن پر ان بچوں کی قربانی کے نتیجہ میں کوئی ایسا بار نہیں پڑے گا کہ وہ بھوکے رہنے لگ جائیں۔ رہے وہ غریب خاندان جن کے دلوں میں نیکی کرنے اور ثواب کمانے کی خواہش پیدا ہو لیکن ان کی مالی حالت ایسی نہ ہو کہ ان کا ہر بچہ اس تحریک میں ماہوار ایک اٹھنی دے سکے تو ان لوگوں کی خواہش کے مدنظر میں ان کیلئے یہ سہولت پیش کر دیتا ہوں کہ ایسے خاندان کے سارے بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں۔ اس طرح اس خاندان کے سارے بھائی اور بہنیں ثواب میں شریک ہو جائیں گی۔ لیکن یہ رعایت صرف ان خاندانوں کیلئے ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں لیکن باطنی اور ایمانی لحاظ سے ان کے دل روشن اور مضبوط ہیں اور ان کے بچوں کے دلوں میں یہ خواہش ہے کہ کاش ہماری مالی حالت ایسی ہوتی کہ ہم میں سے ہر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دے سکتا اور ہم ثواب سے محروم نہ رہتے۔ ان کی ایسی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سب بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں اب سال کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر احمدی بچے اس موقع پر پچاس ہزار روپیہ پیش کر دیں تو وہ دنیا میں ایک بہترین نمونہ قائم کرنے والے ہوں گے اور اسی طرح ہماری وہ ضرورت پوری ہو جائے گی جو اس وقت اعلائے کلمۃ اللہ اور جماعت کی مضبوطی اس کی تربیت اور تعلیم کے نظام کو مستحکم کرنے کیلئے ہمارے سامنے ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ کا نمونہ بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کیلئے ہمارے سامنے ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ نے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کے لئے ان کی نماز کی بلوغت سے پہلے نماز پڑھانے کی ہمیں تلقین کی ہے اسی طرح ان مالی قربانیوں کیلئے جو فرض کے طور پر ایک احمدی پر عائد ہوتی ہیں۔ اس فرض کے عائد ہونے سے پہلے ہمارے بچوں کی تربیت ہو جائے گی اور جب وہ فرض ان پر عائد ہوگا تو وہ خوشی اور بشاشت سے مالی جہاد میں شامل ہوں گے اور اس فرض کے ادا کرنے میں وہ کوئی کمزوری نہ دکھائیں گے۔ کیونکہ ان کی طبیعتوں میں بچپن سے ہی یہ بات راسخ ہو چکی ہوگی کہ جہاں ہم نے خدا اور اس کے رسول کیلئے دوسری قربانیاں کرنی ہیں وہاں ہم نے خدا اور اسکے رسول کیلئے مالی قربانیاں بھی دینی ہیں۔ (الفضل 12 اکتوبر 1966)

(مشعلِ راہ۔ جلد چہارم)

کر گیا تحریر دل پر وہ کچھ انمٹ نقوش

مرتبہ: مکرمہ مبشرہ بشارت صاحبہ

آج جبکہ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے سائے تلے ہم خلافت کی نئی صدی میں داخل ہوتے وقت اپنے خلفاء کے کارناموں اور اُنکی حسین سیرت کو یاد کر رہے ہیں اور دل دعاؤں سے لبریز ہیں۔ اسوقت وقت کا یہ اہم تقاضا ہے کہ ہم ان توقعات کو پورا کرنے والی ہوں جوانہوں نے لجنہ سے وابستہ کیں۔ ہمیں جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ہماری روحوں کو جلا بخشی۔ آج جب ہم پیچھے نظر دوڑاتے ہیں تو لجنہ کے جشن پنجاہ سالہ کے موقع پر ہمارے پیارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کس طرح ہمارے لئے دعائیں کیں۔ ہمیں وہ راہیں سمجھائیں کہ جن پر چل کر ہم نے تمام بھٹکی ہوئی روحوں کو خلافت کے ٹھنڈے سائے تلے لانا تھا اور کس طرح ہمارے دلوں میں وہ درد جگا دیا جس کی میٹھی کسک ابھی بھی باقی ہے آج بھی اُن روح پرور کلمات کی گونج فضاؤں میں موجود ہے آج بھی وہ کلمات دلوں پر ایک ٹھنڈی پھوار کی طرح گرتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور روح میں ایک سرشاری اور لذّت کی کیفیت پیدا کر رہے ہیں۔

یہ بہت اہم لمحات ہیں۔ یہ بہت مبارک گھڑیاں ہیں اگلی صدی کے لئے ہم نے بہت مضبوط قدم اٹھانے ہیں لیکن اس کے لئے ماضی میں جا کر یادوں کی ان پرنور کرنوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔ یہ لمحات خدا تعالیٰ کے شکر کے لمحات ہیں یہ لمحات نئے عزائم اور حوصلے پیدا کرنے کے ہیں یہ گھڑیاں خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی ہیں۔ یہ مبارک گھڑیاں تجدید عہد وفا کی ہیں یہ انمول گھڑیاں خلافت سے محبت کے تقاضے نبھانے کی ہیں اور اس پر مٹنے کی ہیں آئیں ہم مصلح موعود کے اس عہد کو حرف جان بنالیں

مٹ جاؤں میں تو اس کی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو (کلام محمود)

تو دعاؤں کا جو تحفہ آپ نے جشن پنجاہ سالہ کے موقع پر ہمیں نوازا تھا۔ جن راہوں کی طرف ہماری رہنمائی کی تھی اے ہمارے پیارے خدا ہم یہ عہد کرتی ہیں اور ہم تجھ سے یہ التجا کرتی ہیں کہ تو ہماری کمزوریاں دور فرماتے ہوئے دعاؤں اور قیمتی نصائح کے اس تحفے کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین خلافت کی اس نئی صدی کے اہم موڑ کے موقع پر پیارے آقا کی ان انمول دعاؤں کے تحفے کو یاد رکھتے ہوئے خدا کے حضور یہ التجائیں کریں کیونکہ یہ دعاؤں کا اہم موقع ہے۔

یہ بہت انمول گھڑیاں ہیں کہ آج سے 14 سال کے بعد 2022ء میں جب ہم لجنہ کی دوسری صدی میں داخل ہوں تو اپنی پوری طاقتوں کے ساتھ وفاؤں کے پھول اس پر نچھاور

کریں۔ اِس مبارک صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی کے موقع پر ہمارے پیارے محسن آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جشن پنجاہ سالہ کے موقع پر ہم خواتین پر احسان کرتے جو قیمتی نصائح فرمائی تھیں آیئے ان کو تازہ کرتے ہیں۔

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

لجنہ اماء اللہ کا یہ قافلہ پچاس سال تک مجاہدانہ عزم اور عمل کے ساتھ اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ آج اپنا پچاس سالہ جشن منانے کے قابل ہوگیا، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اللہ تعالیٰ کی ان رحمتوں کو دیکھ کر جو اس نے جماعت پر نازل کی ہیں ہمارے دل اس کی حَمد سے معمور ہیں اور رُوحانی بشاشت اور مسرّت سے ہمارے چہرے دمک رہے ہیں ۔اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کے بعد ہی انسان کو حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

ہم احمدی...... کا جشن، ہماری عید اور ہماری خوشی کا دن، حمد وثناء اور متضرّ عانہ دعاؤں کا ایک حسین امتزاج ہے۔ یہ ہے حقیقت ہمارے جشن اور ہماری خوشی کی ۔تاہم حمد وثناء بھی اپنے اندر دو پہلو لئے ہوئے ہے اور متضرّ عانہ دعا بھی دو جہت کی طرف اشارہ کر کے ربّ کریم کے حضور ہماری روح کو اور ہمارے جسم کے ذرّہ ذرّہ کو جھکاتی ہے۔ہمارے دل اپنے ربّ کی حمد سے اس لئے بھی معمور ہیں اور ہماری زبانوں پر اس کی حمد کے ترانے اس لئے بھی جاری ہیں کہ اس نے ہم عاجز بندوں اور عاجز بندیوں کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم اس ابتلاء اور امتحان کی دنیا میں رہتے ہوئے بھی دُنیا سے نگاہ موڑ کر اس ربّ کریم کی طرف متوجہ رہیں اور نہایت عاجزی کے ساتھ اور تکبّر سے انتہائی طور پر نفرت کرتے ہوئے اس کی عطا میں سے کچھ اس کے حضور پیش کریں۔حمد کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بحیثیت جماعت بھی اور لجنہ اماء اللہ کو بحیثیت لجنہ بھی اپنی قربانیوں میں تسلسل قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کے ممنون ہیں ۔اُس نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔پچاس سال تک لگا تار اور پورے تسلسل کے ساتھ اس نے لجنات کو ان کی بساط کے مطابق اس کے حضور قربانیاں پیش کرنے کی توفیق بخشی۔گویا لجنات نے اپنی کمزوریوں کے باوجود دُنیا کی اس کشش کے باوجود جو اپنی طرف کھینچ رہی تھی ۔اپنی جماعتی زندگی میں قربانیوں کے تسلسل کو قائم رکھا اور یہ اسی تسلسل کا نتیجہ ہے کہ آج آپ لجنہ کی حیثیت میں (اور چونکہ لجنہ بھی جماعت کا ایک حصّہ ہے اس لئے مَیں کہوں گا جماعت کی حیثیت میں)وہاں کھڑی ہے جہاں وہ آج کھڑی ہمیں نظر آرہی ہے۔

پس ہم نے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء اس لئے کرنی ہے۔اس کی تسبیح وتحمید اس لئے کرنی ہے اور اپنے قول اور فعل میں اس کے شکر گزار بندے اور بندیاں اس لئے بننا ہے کہ نہ صرف اس نے اپنی راہ میں ہمیں قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ اس نے ہمیں یہ توفیق بھی عطا فرمائی کہ ہم تسلسل کے ساتھ اس کی راہ میں قربانیاں دیتے اور دیتی چلی جائیں۔

پس ہمارے جشن کا ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے ۔کیونکہ ایک ...... جب بھی خوشی مناتا

ہے اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء جاری ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اللہ نے بڑا فضل کیا اور بڑا احسان کیا۔ اس نے رحمانیت کے جلوے بھی دکھائے اور وہاں ہماری انگلی پکڑی اور اپنی رحمانیت کے جلووں سے ہماری راہنمائی فرمائی۔ جہاں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اس نے ہمیں اپنی رحیمیت کے جلوے بھی دکھائے کہ جہاں ہماری کوششیں تو تھیں مگر وہ بڑی کمزوریوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے محبت کرنے والے ہاتھوں اور پیار کرنے والی قادرانہ اُنگلیوں کے ساتھ ان غفلتوں، سُستیوں اور کوتاہیوں اور کمزوریوں کے پردوں کو ہٹا کر ہماری کوشش میں جو اپنی ذات میں ایک بڑی ہی حقیر کوشش تھی، برکت ڈال دی اور اس برکت نے ہماری اس کوشش کو اتنا بڑھا دیا اور اس کے ایسے اچھے نتیجے نکلے کہ دُنیا حیران رہ گئی۔

پچاس سال پیچھے آپ نظر کریں۔ کچھ مختصراً اس مجلہ میں بھی ذکر ہے (جو آپ نے اس موقع پر شائع کیا ہے) کہ کس طرح ایک بیج بویا گیا تھا اور پھر کس طرح اس بیج کو پنپنے اور اس میں روئیدگی نکلنے اور اس کو نشوونما پانے کا موقع ملا۔ شروع میں صرف چودہ مستورات کی ضرورت تھی۔ چودہ ممبرات تھیں جن کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا۔ گو اُس وقت تھوڑا کام تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ پودا درخت بن گیا اب یہ خوبصورت درخت اتنا بڑھ چکا ہے، اتنا بلند ہو چکا ہے، اتنا حسین ہو چکا ہے، اتنی شاخیں نکال چکا ہے، اتنے خوبصورت پتے نکال چکا ہے کہ اس عظیم درخت کی ایک ایک ٹہنی کی ایک پتلی سی شاخ کے پتے بھی چودہ سے زیادہ نظر آتے ہیں تاہم وہ چودہ ممبرات جن سے لجنہ کی تنظیم کی ابتداء ہوئی تھی وہ پھر چودہ سے چودہ درجن بنی ہوں گی، پھر چودہ درجن سے چودہ سینکڑے بنی ہوں گی۔ پہلے وہ قادیان میں محدود تھیں پھر وہ باہر نکلیں پنجاب میں پھیلیں۔ یعنی اس درخت کی شاخیں پھیل کر انہوں نے پنجاب کے اوپر سایہ دینا شروع کیا پھر سارے ہندوستان پر سایہ دینا شروع کیا پھر اب دنیا کے سارے ممالک پر اس درخت کی شاخیں پھیل گئی ہیں اور اس کی برکت سے ملک ملک اور قوم قوم حصّہ لے رہی ہے۔

پس ہمارے دل آج خدا تعالیٰ کی حمد سے معمور ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہماری متضرّعانہ دعائیں بھی اس کے حضور پیش ہیں اور اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ اے خدا! ہم نے جو کوشش کی سو کی لیکن نتیجہ تیری رحمت کے بغیر نہیں نکل سکتا۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے ہر احمدی مرد اور ہر احمدی عورت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ کوشش خواہ وہ بظاہر انتہائی کوشش ہی کیوں نہ ہو وہ بارآور نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل آسمانوں سے نازل ہو کر اس کو پھل اور ثمر عطا نہ کرے۔

پس ہماری دعا کا ایک پہلو یہ ہے کہ اے ربّ کریم! اے ہمارے پیار کرنے والے خالق! ہم نے اپنی بساط کے مطابق تیرے حضور کچھ پیش کیا اور ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ یہ تحفہ تیری ذات کے حضور پیش کرنے کے لائق تو نہیں تھا۔ تیری عظیم ہستی ہے تُو سارے جہان کو پیدا کرنے والا اور ان کا مالک ہے۔ ان پر تیرے حکم کا تصرّف ہے۔ ان چیزوں کی تجھے ضرورت نہیں تھی لیکن اے ہمارے پیارے

خدا ہمیں تو تیرے فضل اور تیرے پیار کی ضرورت ہے اس پیار اور رضا کے حصول کے لئے ہم نے یہ تحفہ پیش کیا اگر تُو قبول کرے گا تو نتیجہ نکلے گا اگر تُو اسے ردّ کر دے گا، اگر تُو ہماری قربانیوں کو ہمارے منہ پر دے مارے گا تو ہماری ساری کوششیں بے نتیجہ اور بے سُود ثابت ہوں گی۔

پس ہماری پہلی دعا یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ کریم تُو ہماری کوششوں کو قبول فرما اور ان کے وہ نتائج نکال جو ہماری خواہش اور تیری مرضی نکالنا چاہتی ہے۔ آخر اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے لئے پیدا کیا ہے اور مہدیٔ معہودؑ جو حضرت محمد ﷺ کا سب سے زیادہ پیارا رُوحانی فرزند تھا اسے ایک خاص مقصد کے پیشِ نظر مبعوث کیا ہے۔ پس خدا کی یہ بھی مرضی ہے کہ ہم اس کی راہ میں قربانیاں دیں اور ان میں کوئی ایسی ملاوٹ نہ کریں کہ ہماری قربانیاں ردّ کر دی جائیں۔ ہماری اپنی بھی یہی خواہش ہے کہ ہم قربانیاں دیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس قابل بھی ہیں کہ وہ مقبول ہو جائیں لیکن ہمارا ربّ جب چاہے ان قربانیوں کو بھی قبول کر لیا کرتا ہے جو قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ اس کی رحمت جوش میں آتی ہے تو

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

کی رُو سے ہر چیز پر وہ حاوی ہو جاتی ہے۔

جب اس کی بخشش جوش میں آتی ہے تو

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً

کی رُو سے ہر قسم کے گناہ اور غفلتوں اور سُستیوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے لیکن انسان اپنے زور سے کسی کام کا نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ اس اصول، اس حقیقت اور اس صداقت کو آپ ہمیشہ یاد رکھیں۔

پس اس موقع پر احمدی مستورات کی پہلی دُعا یہی ہے کہ اے ہمارے ربّ! تُو نے ہمیں پچاس سال تک مسلسل یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم تیری راہ میں قربانیاں دیتی چلی جائیں۔ اب ہم پر یہ فضل فرما کہ ہماری قربانیاں تیرے حضور قبول ہو جائیں اور وہ ہماری کوششیں ثمر آور ہو جائیں۔

پھر ہماری دُعا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ ہم نے تیرے ہی فضل اور تیری ہی توفیق سے گزشتہ پچاس سال تک تیرے حضور حقیر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پائی اب تُو ایسے سامان پیدا کر کہ لجنہ اماء اللہ اگلے پچاس سال بھی اپنی جماعتی زندگی میں تیرے حضور زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کرتی چلی جائے تاکہ جب صد سالہ جشن منایا جائے تو اُس وقت کی لجنات یا لجنہ کی ممبرات کو یہ نظر آئے کہ پہلے پچاس سالہ جشن کے بعد بھی کوئی وقفہ پیدا نہیں ہوا بلکہ ایک تسلسل جاری رہا۔ یہ تسلسل ہی ہے جو ہر آن انسانی کوشش میں وسعت اور بڑھوتی پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو اس کی رحمتوں کو زیادہ جذب کرتا ہے۔

پس دعا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے تیرے حضور کچھ پیش کیا اور ہم تیرے اُوپر پُورا توکّل رکھتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ تُو ہماری ان حقیر قربانیوں کو قبول کر کے ان کا نتیجہ پیدا کرے گا۔ ان کا ایک پھل پیدا کرے گا۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر اور اے خدا تُو آئندہ بھی ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم پہلے سے زیادہ اور پہلے سے زیادہ

پیار کے ساتھ تیرے حضور قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔ اور اے خدا تُو ایسے حالات پیدا کر کہ تُو ان کو قبول بھی فرمائے اور ہماری کوششوں میں کوئی گند اور کوئی ملاوٹ نہ ہو جس سے ہمارے اعمال اور ہماری کوششیں اور ہمارے مجاہدے اور ہماری قربانیاں اور ایثار ردّ ہو جائیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی حمد جو دو پہلوؤں پر مشتمل ہے اور متضرّعانہ دُعا بھی جو دو پہلوؤں پر مشتمل ہے ان کا حسین امتزاج عید کو اور خوشی کے دن کو اور جشن کے موقع کو پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر جشن کیسا وہ تو میلہ ہو گیا۔ جاؤ کچھ پکوڑے کھاؤ۔ کچھ سڑی ہوئی مٹھائی خرید لو۔ بچوں کے لئے غبارے لے لو۔ غرض اوٹ پٹانگ چیزوں پر پیسے خرچ کرو اور ہاہا۔ ہُو ہُو کر کے بے مقصد کاموں میں وقت ضائع کر کے اپنے گھروں کو واپس آجاؤ۔ ہمارا جشن اور ہماری خوشی کا دن کوئی دنیوی میلہ نہیں ہے بلکہ ہم اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہم سے خوش ہوا اور اس کی رضا کو ہم نے حاصل کیا اور خوش ہیں کہ اس کے حضور ہم نے حقیر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پائی اور وہ مقبول قربانیاں تھیں اور ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم اس کے حضور ہر دو قسم کی دعائیں کریں۔ ایک دُعا تو وہ ہے جو پہلی کوششوں کو مقبول بنا دیتی ہے اور ایک دُعا وہ ہے کہ قبول ہو جائے تو آئندہ کوششوں کی توفیق ملتی ہے اور ان کی مقبولیت کے سامان پیدا کرتی ہے۔

یہ حمد و ثناء اور متضرّعانہ دعا کا حسین امتزاج ہی دراصل ہمارا جشن ہے یہی ہماری عید ہے یہی ہمارا خوشی کا دن ہے اس دن ہم خوشیوں کی بنیادوں کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہیں۔ ہم اپنی کوششوں کے سامانوں کو اور وسیع کرتے ہیں۔ ہم نہ صرف اپنی مسرّت بلکہ آنے والی نسلوں کی مسرّتوں کے سامان پیدا کرتے ہیں۔

پس لجنہ کی تاریخ کے پچاس سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں کچھ موڑ بھی آئے کچھ ٹیڑھا ترچھا راستہ بھی تھا کچھ تکالیف بھی پیش آئیں لیکن ایک بنیادی حقیقت تھی جو قائم رہی بدلی نہیں اور وہ تھی تمہاری قربانیاں اور وہ تھا سیدھا راستہ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والوں اور استقامت دکھانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت کا نزول۔

پس آج کی دنیا وہ دنیا نہیں رہی جس میں لجنہ کی تنظیم قائم ہوئی تھی۔ 22ء میں مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے کیونکہ اس وقت میری عمر 13 سال تھی اور امّاں جان کے ساتھ ہی میں لگا رہتا تھا۔ ویسے تو بعض بچے آٹھ سال کی عمر میں بھی آزاد ہو جاتے ہیں لیکن مَیں آزاد نہیں ہوا تھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت تھی۔ 1924ء کا زمانہ جس میں میری والدہ محترمہ امتہ الحیٰ صاحبہ کی وفات ہوئی گو ان کے آخری لمحات کے کچھ حصّے میرے ذہن نے محفوظ رکھے ہوئے ہیں لیکن زیادہ علم نہیں ہے۔ اس وقت اور اس کے چند سال بعد جس وقت ہم مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتے تھے (ہم سے مراد میرے دوست اور ساتھی ہیں) یعنی 28-1927ء میں قادیان کا جو ماحول تھا اور اس کے جو حالات تھے جنہیں ایک بچہ ذہن نے یاد رکھا ہے وہ آج کے حالات سے کم از کم ایک ہزار گنا مختلف ہیں۔ پھر خلافتِ ثانیہ کی جو بلی آئی وہ بھی

دراصل جماعت کا ایک موڑ تھا کیونکہ 1939ء کے جلسہ سالانہ پر ایک دم دس پندرہ ہزار افراد کی زیادتی ہوگئی۔ مجھے وہ جلسے بھی یاد ہیں جن میں سارے جلسہ کے مہمان جو کھانا کھانے والے تھے ان کی تعداد بارہ تیرہ ہزار ہوا کرتی تھی مگر اب خدا کے فضل سے کھانا کھانے والوں کی تعداد ستّر ہزار تک اور مہمانوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اب کچھ مہمان باہر بھی کھانا کھاتے ہیں لیکن اس زمانہ میں قریباً سارے مہمان لنگر کا کھانا کھایا کرتے تھے۔ پس اُس وقت مہمانوں کی وہ صحیح تعداد سمجھی جائے گی جو کھانے کی پرچی کے لحاظ سے تھی اور مہمانوں کی صحیح تعداد آج وہ نہیں جو آج کھانے کی پرچی ہے اُس وقت بارہ تیرہ ہزار کی تعداد میں مہمان ہوتے تھے۔ آج کل کا بیس سالہ جوان کہے گا بھلا بارہ تیرہ ہزار کو کھانا کھلانا یہ بھی کوئی انتظام ہے اور اُس وقت خود مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرے ذہن نے یاد رکھا کہ بعض دفعہ رات کے گیارہ بج جاتے تھے اور ہم مہمانوں کو کھانا کھلانے کے قابل نہیں ہوتے تھے۔ مگر انتظام آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے انسان کو درجہ بدرجہ تجربہ حاصل ہوتا ہے وہ ارتقائی اَدوار میں سے گزر کر ہی انتظامیہ میں کسی واضح لائحہ عمل کو اختیار کر پاتا ہے چنانچہ آج سے کوئی آٹھ نو سال پہلے جس وقت کوئی پچاس ساٹھ ہزار مہمانوں کو ہم کھانا کھلاتے تھے اور میں افسر جلسہ سالانہ تھا تو لائل پور کی ایک جماعت نے ٹھیک آٹھ بجے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں میری یہ شکایت لکھی کہ آٹھ بج گئے ہیں اور ہمیں ابھی تک کھانا نہیں ملا۔ مَیں بڑا خوش ہوا۔ میرے سامنے وہ پرانے واقعات آگئے کہ کُجا وہ زمانہ کہ رات کے گیارہ بج جاتے تھے اور ہم کھانا کھلانے سے فارغ نہیں ہو سکتے تھے یا اب خدا کے فضل سے یہ زمانہ آگیا کہ اُس سے پانچ چھ گُنا زیادہ کھانا کھانے والوں کی تعداد ہے اور آٹھ بجے ہی مہمانوں کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ ہماری تنظیم کے اندر کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیں کھانا نہیں ملا حالانکہ اُس وقت رات کے گیارہ بج جاتے تھے اور مہمانوں کو یہ احساس پیدا نہیں ہوتا تھا کہ دیر ہوگئی ہے عجیب ہنگامہ تھا اور لُطف آتا تھا جو آج کے جلسہ سالانہ کے کارکن کو نہیں آتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں۔

غرض گزشتہ پچاس سال میں ہم نے جو منزلیں طے کرنی تھیں وہ طے کر لیں اب بدلے ہوئے حالات میں ہمیں نیا پروگرام سوچنا پڑے گا کچھ باتیں اس وقت مَیں اشارۃً بتا دوں گا اور کچھ باتیں بعد میں سامنے آتی رہیں گی۔ کچھ لجنہ خود سوچے اور اور اپنی تجاویز میرے پاس بھجوائے اور تائیدِ آسمانی کے حصول کے لئے آپ نے کوشش کرنی ہے دُعاؤں میں زیادہ انہماک اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ پیار کی ضرورت ہے۔ آپ اس کے پیار کے جلوے دیکھیں گے تو اپنے نفسوں میں یہ محسوس کریں گی کہ یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ اس دنیا کی خوشیاں بالکل عارضی ہیں آپ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ قرآن کریم کی دائمی صداقت کو مضبوطی سے پکڑیں تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا حاصل ہو اور آپ دائمی جنّت کو پالیں۔ وہ جنت جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے وہ اِسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے یہ کوئی اُدھار کا

سودا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی جنتوں کی اِسی دُنیا میں تسلّی دیتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ مَیں نے تکیہ پر سَر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تسلّی دینی شروع کی اور صبح تک جب تک کہ مَیں نے سَر نہیں اُٹھایا خدا تعالیٰ مجھے تسلّیاں دیتا رہا کہ تُو اپنے مقصد یعنی احیائے شریعت اور غلبۂ...... میں کامیاب ہوگا۔کیا کبھی ماں نے اپنے بچے سے ایسا پیار کیا ہے یا باپ نے اپنے بچے کو ایسی محبت دی ہے۔ہم تو دیکھتے ہیں کہ ایک بیمار بچہّ اگر ایک گھنٹہ بھر بھی چیں چیں کرتا رہے تو ماں اسے جھڑکنا شروع کر دیتی ہے وہ بچے کے درد کی وجہ سے رونے پر کہہ دیتی ہے کہ یہ کیا مصیبت ڈال دی ہے شور مچائے جا رہا ہے، روئے جا رہا ہے۔مگر ہمارا خدا ماں باپ سے زیادہ پیار کرنے والا خدا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بارہا خوف کے وقت اور ابتلاء کے وقت اور امتحان کے وقت ساری رات خدا نے مجھے یہ تسلّی دی کہ تُو کیوں فکر کرتا ہے مَیں تیرے ساتھ ہوں مَیں تجھے غلبہ دوں گا مَیں تجھے کامیاب کروں گا۔اب جس کے کان میں ساری رات خدا تعالیٰ کی اتنی پیاری اور ایسی میٹھی آواز پڑتی رہے تم بتاؤ دنیا کا کوئی مزہ اس کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ دُنیا کی ہر لذّت اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عاشقانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ پیش کیا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو پایا۔آپ بھی مخلصانہ زندگی اختیار کریں اور مخلصانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ پیش کریں گی تو اس کی رضا کو پالیں گی۔حصولِ ثواب کے دروازے آپ پر بند نہیں ہیں۔قرآن کریم کی ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ دوسرے بگڑے ہوئے مذاہب کی طرح یہ نہیں کہتا کہ مَرد ہی سب کچھ ہے اور عورت کچھ نہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مَرد نیکی کرے گا وہ اس کی جزاء پائے گا اور اگر کوئی عورت نیکی کرے گی تو وہ بھی جزاء پالے گی۔گویا خدا کے پیار کو اسی پیارے رنگ میں آپ بھی حاصل کر سکتی ہیں جس طرح مَرد حاصل کرتے ہیں۔اس کی مثال مَیں پہلے دے چکا ہوں۔اور بھی بیسیوں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے دیکھنے میں عورتیں برابر کی شریک تھیں۔ہماری اجتماعی زندگی میں جس میں مَرد اور عورت سارے شامل ہیں ہر سال ہزارہا معجزے جماعت دیکھتی ہے جو مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں مثلاً خدا تعالیٰ دعاؤں کے نتیجہ میں ایک عورت کو بیس بائیس سال شادی کے بعد بچہّ عطا کر دیتا ہے۔بیماریوں کو دور کر دیتا ہے۔ایک سِکھ نے مشرقی افریقہ سے مجھے لکھنا شروع کیا کہ مجھے ایک ایسی بیماری ہے جسے ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا ہے۔مجھے پتہ لگا ہے (کوئی احمدی اس کا دوست تھا) کہ آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کے حق میں دعا قبول ہوئی۔ویسے قبولیتِ دُعا کی شرائط ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے ہم تو عاجز بندے ہیں۔کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زبردستی تو کوئی چیز نہیں منوا سکتا۔مَیں نے سُنا ہے کہ ربوہ میں بھی دو تین عورتیں کہتی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ زبردست ہیں اور وہ نعوذ باللہ ہمارے دروازے پر حاضر رہتا ہے جب چاہا اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہمارا کام کرو۔اس قسم کے خیالات شیطانی وساوس ہیں میرے نزدیک ایسی عورت احمدی نہیں ہے۔بزرگی تو علیحدہ

رہی وہ احمدی ہی نہیں ہے۔ وہ خدائے واحد و یگانہ کی ماننے والی اور حضرت محمد ﷺ کی غلامی کا طوق گردن میں ڈالنے والی نہیں ہے۔ وہ شیطان کی سہیلی ہے وہ شیطان کے پاس جائے وہ ربوہ میں کیا کر رہی ہے ہمیں ''ایسے بزرگ'' مرد اور ''ایسی بزرگ'' عورتیں نہیں چاہئیں ہمیں تو وہ مَرد اور عورت چاہئیں جو عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گرے رہیں اور یہ سمجھیں کہ ان کا کوئی حق اپنے معبود، اپنے خالق اور اپنے ربّ پر نہیں ہے۔ دعا کو قبول کرنا اس کا احسان ہے جب وہ احسان کرنا چاہے احسان کردے تم اس پر کیا حق جتاؤ گی۔ کون سی چیز ہے جو خدا نے پیدا نہیں کی اور تم اس کے حضور پیش کردو گی۔ اگر کوئی چیز ہے تو تم اس کا نام لو۔ اگر وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے تو مالک کے سامنے اس کی چیز پیش کردینا اس پر کوئی احسان نہیں ہے۔ پس اللہ پر تمہارا کوئی حق نہیں میرا بھی کوئی حق نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ نے بھی فرمایا کہ میرا بھی اللہ پر کوئی حق نہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! میری نجات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ یہ اُس عظیم انسان کا قول ہے کہ جس سے بڑھ کر نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے اُس کو تو یہ ارشاد ہے مگر آپ (میں سے جو بزرگ بن بیٹھی ہیں یا بن بیٹھے ہیں) کہتے ہیں کہ خدا کی اُنگلیاں ہمارے ہاتھ میں ہیں جب چاہیں پکڑیں گے اور اس سے اپنے مطلب کی بات لکھوالیں گے اور غیب کا علم حاصل کریں گے حالانکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کو وحی رسالت کی ابتداء میں ہی ایک لمبا وقفہ آیا جو آپ ﷺ کے لئے کئی لحاظ سے پریشانی کا موجب تھا۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے زبردستی تو نہیں کی اور نہ کی جا سکتی ہے۔ جو چیز حضرت محمد ﷺ نہیں کر سکے وہ خود کو دُعا گو ظاہر کرنے والی کنیزہ کیسے کرسکتی ہے۔ پس ایسی عورتیں اور ایسے مرد بھی عقل سے کام لیں اور مذہب کو مذاق اور تمسخر کا نشانہ نہ بنائیں۔

پس ایک تو میں آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ آپ تہجد کی نماز کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ لجنات کی تاریخ کے اس نئے موڑ پر ایک تو یہ پروگرام ہے۔ پھر اُخرِجَتْ لِلنَّاس کی تشریح میں مَیں نے کل انصار اللہ کے اجتماع میں اپنے بزرگوں بھائیوں اور بچّوں کو یہ کہا تھا کہ اِس آیت کریمہ میں آپ کو ایک عظیم پیغام دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری زندگیوں کی ہر قسم کی کوشش اور مجاہدات کو دائرہ بنی نوع انسان یا عوام النّاس کی حدود تک پہنچنا چاہیئے اس سے ورے نہیں رہنا چاہیئے۔ ایک احمدی...... کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف اس کا اپنا نفس نہیں، صرف اس کا خاندان اور بیوی بچّے نہیں یا دوسرے رشتہ دار نہیں یا دوست نہیں یا قبیلہ ہی نہیں یا شہر یا ملک ہی نہیں بلکہ اس کی جو کوشش اور محنت ہے اور خدمت کے لئے اس کی جوجدّ و جہد ہے اور نیکی پھیلانے کے لئے اس کی جو تڑپ ہے اس کی حدود عوام النّاس کی سرحدوں تک پہنچنی چاہئیں یعنی امریکی عوام تک بھی افریقن عوام تک بھی، فجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور دوسرے جزائر کے عوام النّاس تک کی ضروریات اور حوائج کی حدود تک بھی۔ انڈونیشیا یعنی جاوا، سماٹرا اور ملائشیا، فلپائن کے عوام النّاس ہیں ان کی ضرورتوں اور حاجتوں تک بھی آپ نے اپنی کوششوں کا دائرہ بڑھانا ہے اس لئے آپ اپنے روحانی اثر ورسُوخ، اپنی خدمت کا حلقہ وسیع کرنے کی کوشش کریں۔

گزشتہ پچاس سال میں گو بُنیاد قائم ہو چکی ہے لیکن بُنیاد خواہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اگر اس کے اوپر پہلی ، پھر دوسری، پھر تیسری منزل نہ بنے گی تو بعض دفعہ اس قسم کی بُنیاد کی تو آوارہ لوگ اینٹیں اُکھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ پس بُنیادیں قائم ہو جانے کے بعد آپ آرام سے نہیں بیٹھ سکتیں آپ نے اس بُنیاد پر منزل پر منزل بناتے چلے جانا ہے یہاں تک کہ آپ کی کوششیں آسمانی رفعتوں کا دامن پکڑ لیں

پس موجودہ حالات کا تقاضہ یہ ہے آپ آرام سے نہ بیٹھیں۔ تنظیمی لحاظ سے جو مضبوط بُنیاد قائم ہو گئی ہے اس بُنیاد کے اُٹھانے میں حضرت مصلح موعود کے ذاتی اثر اور رہنمائی کا بہت بڑا حصّہ ہے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ حضرت......کو اس کام پر لگایا۔ پھر آپ نے اپنی بیویوں کو اور خاندان کی دوسری مستورات کو تنظیمی ذمّہ داریاں سونپیں۔ ایک کے بعد دوسری صدر اور سیکرٹری لجنہ اماء اللہ بنتی رہیں۔ بہر حال صدر تو خاندان کی کوئی نہ کوئی عورت بنتی رہی اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ آپ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ہدایات دینا چاہتے تھے اور اِس غرض کے لئے وہی صدر ہونی چاہیئے تھی جو ہر وقت آپ کی ہدایات حاصل کر سکے اور آپ کی رہنمائی میں اس تنظیم کو چلا سکے۔

پس بُنیاد تو بڑی مضبوط بن گئی مگر اس کے اُوپر نئی منازل بنائے بغیر ہم اس بُنیاد کو قائم و دائم نہیں رکھ سکتے۔ اگر اس کے اُوپر نئی منازل نہ بنیں تو بڑا ظلم ہوگا۔ پھر تو گویا پچاس سالہ کوششوں کے بعد آپ کا اپنا عمل اس کو برباد کرنے اور مٹّی میں ملانے کا باعث ہوگا۔ اِس بُنیاد کی جو رُوح ہے وہ بلندی کے لئے تڑپ رہی ہے پس رُوح کی اِس تڑپ کے پیشِ نظر آپ کو پہلے ایک منزل بنانی پڑے گی۔ پھر دوسری منزل بنانی پڑے گی پھر تیسری منزل بنانی پڑے گی علیٰ ہٰذا القیاس۔ ان منازل کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

پس یہ کیفیت کہ لجنہ کی بعض مجالس تو بڑی Active (ایکٹو) یعنی بہت کام کرنے والی اور بڑے اخلاص سے کام کرنے والی ہیں۔ انہوں نے قربانیاں دے کر نہ صرف اپنی تنظیم کو زندہ رکھا بلکہ اس کو آگے سے آگے بڑھایا ہے مگر لجنہ کی بعض مجالس ایسی بھی ہیں جو کچھ کام تو کرتی ہیں لیکن اتنا کام نہیں کرتیں کہ ان کو تھرڈ ڈویژن میں بھی پاس ہونے کے قابل سمجھا جا سکے۔ اس لئے ان کو بیدار کرنا اور ان کے اندر زندگی کی رُوح پیدا کرنا بڑا ضروری ہے۔ اور جہاں جہاں بھی جماعتِ احمدیہ قائم ہے وہاں لجنہ اماء اللہ کی مجلس بھی قائم ہونی چاہیے۔ گو جتنی جگہوں پر جماعت قائم ہوئی ہے وہ بھی کافی نہیں لیکن جہاں جہاں اس وقت تک جماعت قائم ہو چکی ہے وہاں لجنہ اماء اللہ ضرور قائم ہونی چاہیے۔

غرض...... کے غلبہ کے لئے آپ کو قربانیاں دینی پڑیں گی اور اس کے لئے مَیں اس وقت یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنا دائرہ خدمت وسیع کریں۔ مثلاً شروع میں آپ ایسا کریں کہ اگلے سال ایک ہزار یا پانچ سو یا تین سو (جتنا بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ مناسب سمجھے مجھے رپورٹ دے مَیں اس کا اعلان کر دوں گا) ایسی ممبرات لجنہ ہوں گی جو دائرہ خدمت کو وسیع کریں گی اور دائرہ خدمت کو وسیع کرنے میں ایک بہن ایسی بھی ہو سکتی ہے جو کہے کہ میری خواہش ہے مَیں وقت دینے کے لئے تیار ہوں۔ مَیں قربانی کرنے کے لئے تیار

ہوں کہ مثلاً پانچ غریبوں کو گھر پر بُلا کر مَیں اُن سے پیار کروں، مَیں ان کے کپڑے دھوؤں، مَیں ان کی تکالیف پوچھوں، ان کو کھانے کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام کروں وغیرہ لیکن میری مالی طاقت ایسی نہیں ہے کہ اپنی اس خواہش کو پورا کرسکوں۔ مَیں کہتا ہوں جماعت موجود ہے مَیں اس مالی بوجھ کو اُٹھاؤں گا تم کام کرنے والی بنو۔ گو ایک وقت میں اللہ تعالیٰ نے پیسے کی تنگی دے کر بھی امتحان لیا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیسے کی کمی ہمارے راستے میں روک نہیں بن سکتی اب بھی اگر وہ چاہے تو ایسا کرسکتا ہے لیکن اب مالی تنگی نہیں ڈالتا اب وہ کہتا مَیں تمہیں مال دیتا ہوں تم کام کرو۔ وہ کبھی مال دینے سے رک جاتا اور امتحان لیتا ہے۔ کبھی وہ دولت دیتا ہے اور امتحان لیتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے امتحان تو انسانی زندگی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت عطا فرمائی ہے اور وہ ہمارا امتحان لے رہا ہے۔ پس تم اپنے دائرہ خدمت کو وسیع کرو کیونکہ بنی نوع انسان کی مخلصانہ خدمت کے بڑے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔

پس ایک تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ دعاؤں پر زور دیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی تنظیم کو فعال بنائیں تیسرے یہ کہ ایک خاص تعداد میں لجنہ کی ممبرات اپنے دائرہ خدمت کو وسیع کریں اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ان کی مدد کرے اور اگر ان کے بس کی بات نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرے گا لیکن ان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے خلوصِ نیت کے ساتھ بنی نوع انسان کے ایک حصے یعنی عورتوں کی خدمت کا دائرہ وسیع کریں۔ اگر آپ اپنے ہاتھ سے غریبوں کے کپڑے دھوئیں گی تو اس کا اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بڑا اجر دے گا۔ جو احمدی بہنیں غریب ہیں ان کو تو اس طرح کپڑے دھو کر دینے میں کوئی احساس اور تامل نہیں ہوگا لیکن جو عورت امیر ہے اور خود اپنے گندے کپڑے کو بھی دھونے کے لیے تیار نہیں وہ اگر اپنی غریب بہن کے گندے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر، ان کو دھو کر اور صاف کر کے دے گی تو بہر حال انسانی سرشت پر ایک روشن نشان چھوڑے گی۔ اس لئے آپ خدمت کے رنگ میں سعید دلوں پر نور کے یہ نقطے لگائیں پھر جب بہت سے نقطے لگ جائیں گے تو اندھیرا خود بخود دور ہو جائے گا۔ مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ بنی نوع انسان کی خدمت کا دائرہ وسیع کریں۔ دائرہ خدمت میں وسعت پیدا کرنے کے لئے جن چیزوں کی آپ کو ضرورت ہے ان میں سرفہرست دعاؤں پر زور دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معجزانہ نشانات حاصل کرو تا کہ دہریوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قائل کرسکو۔ خدا تعالیٰ سے پیار اور اس کی رضا کو حاصل کرو تا کہ اس کی مخلوق کی خدمت کرسکو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو قرآن کریم اور اس کا ترجمہ آتا ہو۔ ہم اس سلسلہ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد کام شروع کرتے ہیں۔ کچھ کام ہوتا ہے پھر بند ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی طرف از سرِ نو توجہ دینی چاہیے۔ تعلیم بالغاں یعنی جو بڑی عمر کی عورتیں ہیں اپنی بھی اور جو احمدی نہیں ہیں ہم نے ان کو بھی پڑھانا ہے جب تک وہ پڑھیں گی نہیں اُس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار پڑھ کر کس طرح محظوظ ہوا کریں گی۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم پڑھی گئی آپ کو مزا آیا یا نہیں؟ یقیناً آیا ہے۔ پس آپ ان عورتوں کو جو پڑھی ہوئی نہیں اس لذّت سے کیوں محروم کر رہی

ہیں یہاں تو انہوں نے ابھی آنا نہیں ایک دن...... ضرور آئیں گی۔ لیکن آج تو نہیں آئیں اور حال یہ ہے کہ وہ خود کتاب پڑھ نہیں سکتیں اس لئے اگر آپ ان کو پڑھنا نہیں سکھاتیں تو آپ اس لحاظ سے بڑی ظالم ہیں کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کی لذت سے محروم کر رہی ہیں اس لئے آپ تعلیم بالغاں شروع کریں اور ناخواندہ عورتوں کو پڑھائیں پھر ان کو سلسلہ کا لٹریچر یا دوسری کہانیوں کی کتابیں دیں۔ چاہیے ان کی عمر تیس سال ہی کیوں نہ ہو وہ پڑھنے کے لحاظ سے بچے ہی متصور ہوں گی پہلے آپ ان کو قاعدہ پڑھائیں پھر چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھائیں پھر جنوں بھوتوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھائیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے بزرگ انبیاء کے قصّے جو قصص انبیاء کہلاتے ہیں وہ پڑھائیں۔ قرآن کریم میں بہت سے حسین واقعات بیان ہوئے ہیں جو پہلے انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں وہ کتابی صورت میں خود بھی تیار کریں اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ مردوں سے بھی تیار کروائیں۔ پھر آپ ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک انسان کے اوپر فضل نازل کرتا چلا آرہا ہے۔ یہ ساری باتیں کہانیوں کے رنگ میں بیان ہوسکتی ہیں۔ ان قصص کا سلسلہ آج کے زمانہ تک لے آئیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی زندگی کے واقعات تک۔ یہ سارے واقعات ایک کہانی کی شکل میں بھی بیان ہوسکتے ہیں یعنی سادہ زبان میں جس کو ایک عام تھوڑی پڑھی ہوئی عورت بھی سمجھ سکے وہ ان کو پڑھائیں پھر ان کو شوق پیدا ہوگا۔ پھر وہ اور کتابیں پڑھیں گی۔ غرض آپ ان کو جسمانی اور ذہنی اور اخلاقی اور روحانی طاقتوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنادیں اور بس۔ آپ اونچا ہاتھ نہ ماریں۔ یعنی ان سے روحانیت کی باتیں نہ کرنے لگ جائیں۔ جب تک آپ ان کی جسمانی ضرورتوں کو پورا نہیں کریں گی اس وقت تک ان کی ذہنی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اسی طرح پھر ان کی اخلاقی ضرورتیں پوری ہوں گی۔ پھر ان کی روحانی ضرورتیں پوری ہوں گی۔ پھر وہ آپ کی ساتھی بن جائیں گی۔ پھر ان میں سے ہر ایک عورت خدا تعالیٰ کی فوج کی ایک مجاہدہ بن جائے گی۔ پھر وہ مردوں کے شانہ بشانہ میدان عمل میں نکلے گی۔ اور جب مرد اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دیکھ مَیں اپنا خون خدا کے قدموں میں ڈالنے کے لئے باہر نکل رہا ہوں اور تو پیچھے ہے تو وہ کہے گی چل پرے ہٹ! صرف تو ہی خدا کی راہ میں خون قربان نہیں کر رہا مَیں بھی جاؤں گی اور خدا کی راہ میں اپنی جان دے دوں گی۔ یہی مقابلہ پہلوں میں ہوتا رہا ہے اور یہی مقابلہ اب بھی ہونا چاہیے اور ایک حصہ جماعت میں اب بھی ہو رہا ہے۔ یہی وہ طریق ہے جس پر چل کر کسی جماعت یا سلسلہ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کے حصول کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ جس مقصد کے حصول کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا وہ پورا ہو اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کی آپ وارث بنیں۔ اللّٰھم آمین۔ (المصابیح ص:243-264)

اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمیں حضورؒ کے ان نہایت قیمتی ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
اور
لجنہ کراچی کے سنہری دور کا آغاز

مکرمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ

اگست 1981ء لجنہ اماءاللہ ضلع کراچی کی تاریخ میں سنہرے دور کا آغاز ہوا۔ رحمت و رأفت اور دعاؤں کے حسین سلسلوں کا خصوصی سامان ہوا۔ خاص جذبۂ احسان مندی اور حمد و شکر کیساتھ اس نعمت غیر مترقبہ کا ذکر کرتے ہیں۔

لجنہ کراچی کا آغاز 1938ء میں ہوا تھا۔ 1947ء سے باقاعدگی سے حلقہ بندی کے ساتھ منضبط طریق پر کام ہونے لگا۔ ابتدائی دور میں نمایاں خدمت کا موقع محترمہ امتہ النصیر صاحبہ اہلیہ چوہدری احمد جان صاحب، محترمہ احمدی بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری بشیر احمد صاحب محترمہ مجیدہ بیگم اہلیہ چوہدری شاہ نواز صاحب کو ملا۔ لجنہ مرکزیہ کے سالانہ جائزوں کے مطابق کراچی لجنہ حسنِ کارکردگی میں نمایاں تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کراچی لجنہ کو ایک مثالی تنظیم بنانے کیلئے لجنہ مرکزیہ سے اس کا الحاق ختم کر کے براہ راست اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اس طرح اس سنہرے دور کا آغاز ہوا جو ہر لحاظ سے قابلِ صد شکر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی کراچی آمد سے جشن بہاراں کا سماں تھا۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ بھی کراچی کے دورے پر تشریف لائی ہوئی تھیں۔ محترمہ آپا نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا ظفر احمد صاحب کراچی لجنہ کی صدر تھیں اور بہت عمدگی سے کام کر رہی تھیں۔ خاندانی وجاہت اور ذاتی قابلیت نے مل کر ایسا ہیرا تراشا تھا جو صدارت کے عہدے پر خوب سجتا تھا۔ کئی اصلاحات کی تھیں اور یادگار اقدامات سے حسنِ کارکردگی کے نئے معیار قائم کئے تھے۔ جب آپ کا عرصۂ صدارت مکمل ہوا تو نیا انتخاب درپیش تھا حضرت چھوٹی آپا کی زیر صدارت انتخاب ہونا تھا ہر ذہن میں یہ سوال تھا کہ آپا نصیرہ بیگم جیسی باصلاحیت صدر کے بعد کون اس عہدہ پر فائز ہوں گی۔ آپا سلیمہ میر صاحبہ جو اس وقت قیادت 2 کی نگران تھیں اپنی گھبراہٹ کا اظہار حضرت چھوٹی آپا سے کیا آپ نے فرمایا دعا کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ انتخاب کیلئے جو نام پیش ہوئے ان میں ایک نام آپا سلیمہ میر صاحبہ کا بھی تھا ووٹنگ ہوئی مگر نتیجہ کا اعلان خلیفۂ وقت کی منظوری کے بعد ہونا تھا۔

29 اگست کی شام کو آپا نصیرہ بیگم صاحبہ کو حضرت صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری کا فون آیا کہ فوراً آ کر حضور سے ملیں۔ آپ حاضر ہوئیں تو حضور نے دریافت فرمایا کہ کل کے جلسے کا کیا پروگرام ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور تلاوت ہے پھر نظم ہے اور آپ کا خطاب ہے۔

حضورؒ نے فرمایا تلاوت میں خود کروں گا اور نظم

رہنے دیں اسکے مطابق تبدیلی کر لی گئی۔ اگلے دن حضور انور کا خطاب تھا مارٹن روڈ کی بیت الحمد پُر شوق خواتین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ منتظم خواتین بھاگ دوڑ کر انتظامات میں لگی ہوئی تھیں۔

30 اگست 1981ء گیارہ بجے دن حضورؒ نے خواتین سے خطاب فرمایا جس میں خواتین کو تعلق باللہ قائم کرنے کیلئے نصائح فرمائیں اور آخر میں آپ نے فرمایا:۔

''چونکہ کچھ کمزوریاں میں نے یہاں دیکھیں اور سنیں اس لئے عارضی طور پر میں لجنہ کا جو نظام ہے اسے اس وقت بدل رہا ہوں لجنہ کا جو نظام تھا اس میں لجنہ کی صدر اور مجلسِ عاملہ ہوا کرتی تھی یہی قاعدہ ہے لیکن اس وقت وہ سب ختم کر کے میں ایک کمیٹی بناتا ہوں جو لجنہ مرکزیہ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوگی۔ اور تفصیلی رپورٹ سارے حالات رجحانات اور عادات اور بدعات اگر کوئی آجائیں (اللہ پناہ میں رکھے ہم سب کو) اس کی رپورٹ پندرہ روزہ مجھے پہنچائیں گی تاکہ میں جس کی ذمہ داری ہے جماعت کو بلند مقام پر رکھنا اس سلسلے میں باخبر رہوں۔''

آپ نے فرمایا کہ پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی جائے گی جس کی صدر سلیمہ میر ہوں گی۔ بعد میں جو پانچ رکنی منتظمہ کمیٹی بنائی اس میں درج ذیل خواتین تھیں۔

1- محترمہ سلیمہ میر صاحبہ اہلیہ محترم عبدالقادر صاحب ڈار مرحوم
2- محترمہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم مرزا ظفر احمد صاحب
3- محترمہ امۃ الرفیق صاحبہ اہلیہ جاوید ظفر اللہ صاحب
4- محترمہ شیریں حمید اہلیہ چوہدری عبدالحمید صاحب
5- محترمہ حور جہاں بشریٰ صاحبہ اہلیہ قریشی داؤد احمد صاحب

آپا سلیمہ میر صاحبہ بتاتی ہیں کہ جب حضرت صاحب نے مجھے کمیٹی کا صدر مقرر کرنے کا اعلان فرمایا تو میری عجیب کیفیت تھی سکتے کا عالم تھا اور پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ حضرت سیدہ چھوٹی آپا میرے قریب سے گزریں اور ہلکی سی سرگوشی میں فرمایا۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا میرا سر جھک گیا اپنی کم مائیگی کا احساس کر کے دعاؤں میں لگ گئی اور گڑ گڑا کر خدا تعالیٰ سے مدد مانگی۔ خدایا بیت الحمد میں خلیفۃ المسیح نے جو مجھ پر ذمہ داری ڈال دی ہے اسے ادا کرنے کی خود ہی توفیق دینا۔ آپا نصیرہ بیگم صاحبہ نے بتایا کہ انتخاب تو ہوا تھا اور میں نے اب صدر نہیں رہنا تھا مگر خوفزدہ تھی کرب کی سی کیفیت تھی جب سلیمہ میر صاحبہ کا اعلان ہو گیا تو اطمینان ہوا مگر وہ ڈرا بھی باقی تھا دراصل وہ سوچ رہی تھیں کہ کیا خلیفۂ وقت نے کسی ناراضگی کی وجہ سے یہ تبدیلی کی ہے جلسہ بخیر وخوبی ہو گیا ایک ذمہ داری ادا ہوئی۔ شام کو سب خاندان والے حضور سے ملنے کیلئے اکٹھے ہوئے تو آپا نصیرہ سہمی ہوئی سی بیٹھی تھیں۔ حضور انور کی مشفقانہ دلداری کا عالم دیکھئے اپنے دستِ مبارک سے ایک رسیلی ناشپاتی لی چھیل کر قاشیں بنائیں اور میاں انس احمد صاحب کو دے کر فرمایا ''یہ نصیرہ کو دے دو۔ آج بہت گھبرائی ہوئی تھی بہت پریشان تھی'' وہ ناشپاتی کی قاشیں ہی نہیں بلکہ ایک طرح آپکی بریت کا پروانہ تھا کہ کسی قسم کی کوئی ناراضگی نہیں۔ آقا تو مجسم شفقت ہیں۔

لجنہ کراچی میں ترقی کی نئی روح

منتظمہ کمیٹی نے کام کا آغاز دعاؤں سے کیا

دوہری ذمہ داری ڈال دی گئی تھی ایک تو ان کمزوریوں کو دور کرنا جو خلیفۂ وقت کی نظر میں آئیں اور دوسرے نئے لائحہ عمل کے مطابق کام کر کے پندرہ روزہ رپورٹ بھیجنی۔ یہ احساس بھی تھا کہ ہمیں حضور نے مقرر فرمایا ہے اسکی لاج رکھنی ہے۔ جلدی جلدی مجالس عاملہ کے اجلاس بلائے ان کے سامنے اطاعت، تنظیم سے وابستگی، خوش خلقی اپنانے بدعات کے خلاف جہاد کرنے اور ناجائز اعتراضات سے پرہیز کرنے اور کثرت سے استغفار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ بار بار حضور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست کی گئی۔ یہ آپ کی دعاؤں سے الٰہی تصرف ہوا کہ لجنہ کراچی میں بیداری کی نئی روح پیدا ہوئی۔ آپؒ کے دعاؤں سے معطر خطوط ملتے۔

محترمہ شیریں حمید صاحبہ کے لاہور منتقل ہونے پر ان کی جگہ 21 دسمبر 1982 کو محترمہ محمودہ امتہ السمیع صاحبہ کی تقرری کا مکتوب ملا باقی عہدے داروں کی منظوری بھی حضور پُر نور سے لی جاتی۔ ماہ جنوری 1982 میں مکرمہ سلیمہ میر صاحبہ بیرون ملک تشریف لے گئیں تو حضور نے فرمایا چابیاں نصیرہ بیگم کو دے دیں۔ چنانچہ 14 جنوری سے آپا نصیرہ بیگم صاحبہ نے قائم مقام صدر کی حیثیت سے کام سنبھال لیا۔ کراچی کی وسعتوں میں قیادتوں میں دورے کئے۔ رسوم و بدعات کے خلاف جرأت مندانہ جہاد کیا جہاں کسی تقریب کا علم ہوتا پہلے جا کر بڑے پیار سے ناجائز رسوم و رواج سے منع کیا جاتا یا خطوط کے ذریعے سمجھایا جاتا اگر خدانخواستہ کوئی کمزوری نظر آتی تو اس کی رپورٹ بھی حضور پُر نور کو بھیجی جاتی آپ رپورٹوں کا باریک بینی سے جائزہ لیتے اس سے رپورٹ لکھنے والوں کو بہت محتاط رہنا پڑتا۔ ان رپورٹوں اور دعاؤں کی درخواستوں کے جواب میں پیار و دعا کے جواب ملتے تو دل حمد و شکر سے بھر جاتا۔ ان خطوط کی شکل میں دلجوئی رہنمائی اور شفقت کا بیش بہا خزانہ لجنہ کراچی کے ہاتھ لگا۔ لجنہ کراچی اس پر جتنا بھی شکر کرے کم ہے۔ ماہ جون 1982ء میں لجنہ کراچی کے نام آپ کی زندگی کا آخری مکتوب ملا۔

”آپ کی طرف سے پندرہ روزہ رپورٹ حضور اقدس کی خدمت میں موصول ہوئی حضور نے بعد ملاحظہ فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اور دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت ڈالے اور مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔“

1986ء میں جب دوبارہ مرکزی لجنہ سے الحاق ہوا تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے ایک خطاب میں اس زمانے کو گولڈن ایج (golden age) سنہری زمانہ ارشاد فرمایا۔ مجلس عاملہ سے خطاب کے دوران آپ نے فرمایا:۔

”حضورؒ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ کراچی لجنہ کا مرکزی لجنہ سے رابطہ ہوگا۔ صدر سلیمہ میر ہوں گی۔ 1981ء میں حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ نے (خدا تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے) کراچی لجنہ کا مرکزی لجنہ سے الحاق ختم کر کے بڑا بہترین قدم اٹھایا۔ الحاق توڑنا نقصان دہ نہیں ہوا کرتا کبھی بھی اس کو سزا نہ سمجھیں اس طرح تو آپ کی تربیت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانچ سال دونوں خلفاء نے آپ پر بہت زیادہ شفقت کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس

پانچ سالہ زمانے کا آپ کے اندر ایک منٹ کیلئے بھی یہ احساس نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے تو کم از کم یہ احساس نہیں ہوا اس بات سے میں خوش تھی کہ ایک لجنہ کی براہ راست دونوں خلفاء وقت رہنمائی فرماتے رہے اب دوبارہ الحاق کیا ہے جب بھی میں خوش ہوں خلیفۂ وقت کا فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ اس فیصلہ پر عمل کرنا ہی ہمارے لئے بابرکت ہوتا ہے۔ مرکزی لجنہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوئے اپنی کراچی کی تاریخ میں ایک نیا قدم اٹھائیں بہت دعاؤں کیساتھ اور بہت خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہ کوئی وقت ایسا نہ آئے کہ ہم پر خلیفۂ وقت ناراض ہوں بلکہ محبت ہی محبت ملے۔ ہر طرح کی رہنمائی نصیب ہو کہ کوئی قدم بھی ابتلاء اور تکلیف کا باعث نہ ہو۔ کراچی لجنہ کی تاریخ میں یہی پانچ سال کا زمانہ ہے جس کو golden age کہا جاسکتا ہے "سنہری زمانہ"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے احسانات کا تسلسل:۔

نُو دس مہینے کے بعد یہ شفیق سایہ سر سے اٹھ گیا ہم قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع کے دور میں داخل ہوئے۔ خلیفۂ وقت سے براہ راست جوڑنے سے ہمیں ایک دوسری نعمتِ عظمیٰ عطا ہوئی۔ یہ نعمت ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے توسط سے نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ جانے والی روح کیلئے رحمتوں اور برکتوں کی دعاؤں کیلئے اٹھے ہاتھوں کے ساتھ یہ دعا بھی شامل ہے کہ ہمیں ان کی دعاؤں کے طفیل ہمیشہ الٰہی قرب اور دین و دنیا میں ترقیات نصیب ہوں۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی معجزانہ اثر کرنے والی دعائیں

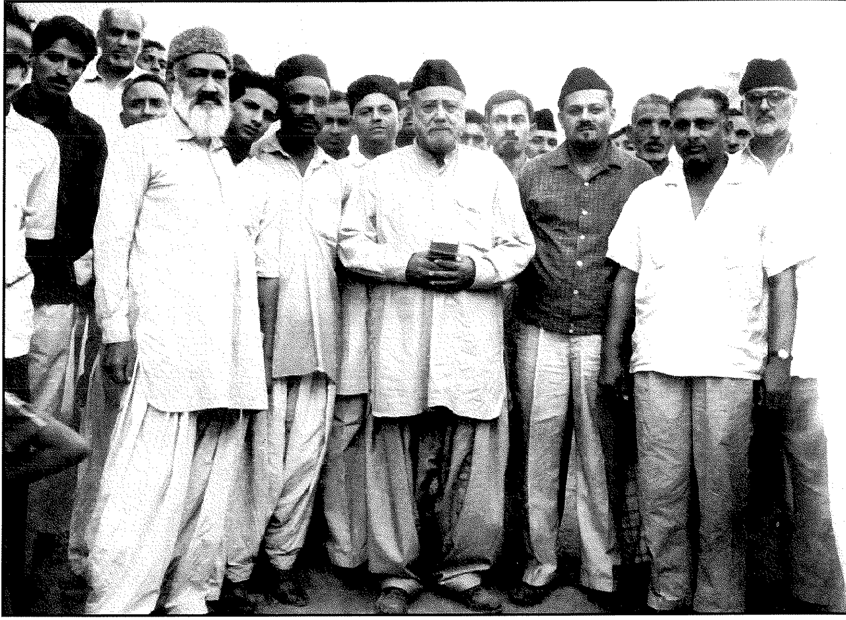
(مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب۔ ناظر خدمت درویشان)

خاکسار کو پہلی مرتبہ آپ سے براہ راست تعارف کی سعادت 1955ء میں اس وقت نصیب ہوئی جب کہ سیدنا حضرت مصلح موعود یورپ سے علاج کے بعد وطن واپس تشریف لانے والے تھے۔ محترم چوہدری محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری نے مجھے ایک دن بُلا کر فرمایا کہ آپ کالج میں جا کر محترم میاں ناصر احمد صاحب سے مل آئیں۔ اس سے زائد موصوف نے مجھے سیاق وسباق نہیں بتایا کہ کس کام کے سلسلہ میں جا کر ملوں۔ تاہم خاکسار جب کالج کے دفتر میں پہنچا۔ جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا پرنسپل کی کرسی پر آپ رونق افروز تھے اور دو تین پروفیسر بھی دفتر میں موجود تھے۔ خاکسار نے السلام علیکم کے بعد عرض کیا کہ محترم مولوی محمد صدیق صاحب نے مجھے آپ کے پاس بھجوایا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کرسی سے اُٹھ کر باہر برآمدہ میں مجھے لے آئے اور ایک جانب کھڑے ہو کر مجھ سے نام اور مختصر تعارف دریافت فرمایا۔ نیز پوچھا کہ آپ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں خاکسار نے عرض کیا کہ میرا تعلق گوجر قوم سے ہے اس پر آپ نے فرمایا کون سے گوجر دودھ بیچنے والے یا زمیندار گوجر۔ خاکسار نے عرض کیا! زمیندار۔ یہ ساری گفتگو دو تین منٹ سے زیادہ نہ تھی۔ مجھے واپس بھجواتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صدیق صاحب سے کہہ دیں ''ٹھیک ہے''۔ چنانچہ خاکسار نے واپس پہنچ کر جب محترم مولوی صاحب کو بتایا تو بات کھلی کہ خاکسار کو خدام کے ایک وفد کے ہمراہ روہڑی کے لیے روانہ ہونا ہے۔ کیونکہ اس وقت سیدنا حضرت مصلح موعود یورپ سے واپس تشریف لا رہے تھے اور دورانِ سفر حضور کی خدمت کے لیے خدام بھجوائے جا رہے تھے۔ حضور نے یہ سفر کراچی سے ربوہ تک چناب ایکسپریس کے ذریعہ فرمایا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاکسار کا یہ ابتدائی تعارف تھا۔ جو بعد ازاں متعدد مواقع نصیب ہونے کے باعث بڑھتا رہا اور حضور کا پیار اور دعائیں ہر لحہ فزوں سے فزوں تر ہوتے رہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے تعلق میں بے شمار واقعات میں سے خاکسار اختصار سے صرف چار واقعات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے۔

1- 1965ء میں جب کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ مسندِ خلافت پر متمکن ہو چکے تھے خاکسار اُن ایام میں منڈی بہاؤالدین میں بطور مربی متعین تھا۔ مجھے ایک مرتبہ پیٹ میں دائیں جانب درد سا رہنے لگا۔ ایک ڈاکٹر کے



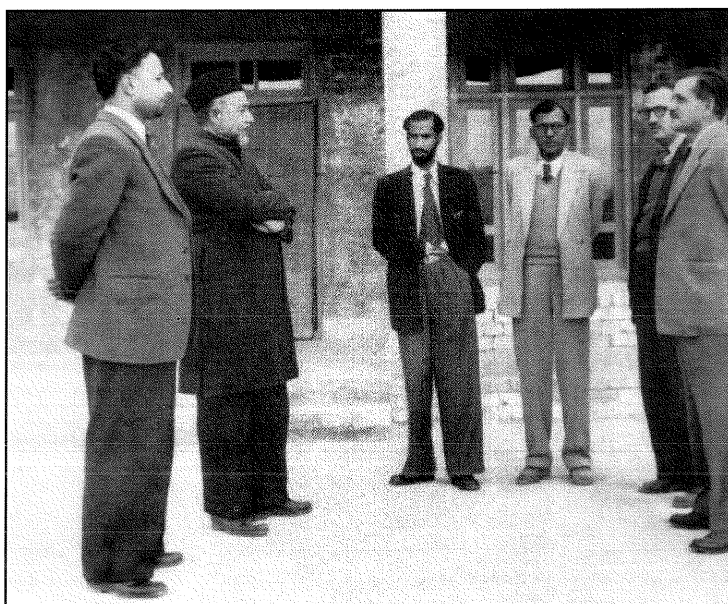
خلافت سے قبل کا ایک گروپ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، میر داؤد احمد صاحب اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نمایاں ہیں



خلافت سے قبل کا ایک گروپ فوٹو



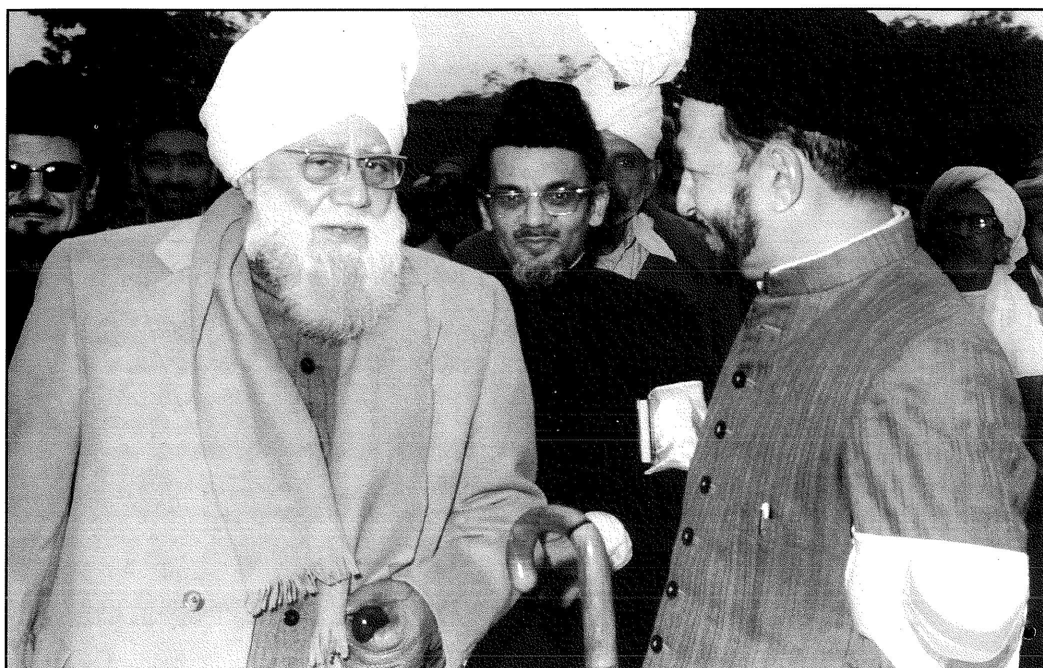
بحیثیت پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ



حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ماہرین تعلیم کے ہمراہ



حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خدام الاحمدیہ کی مجلس عاملہ کے درمیان



صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، سید میر محمود احمد ناصر صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب



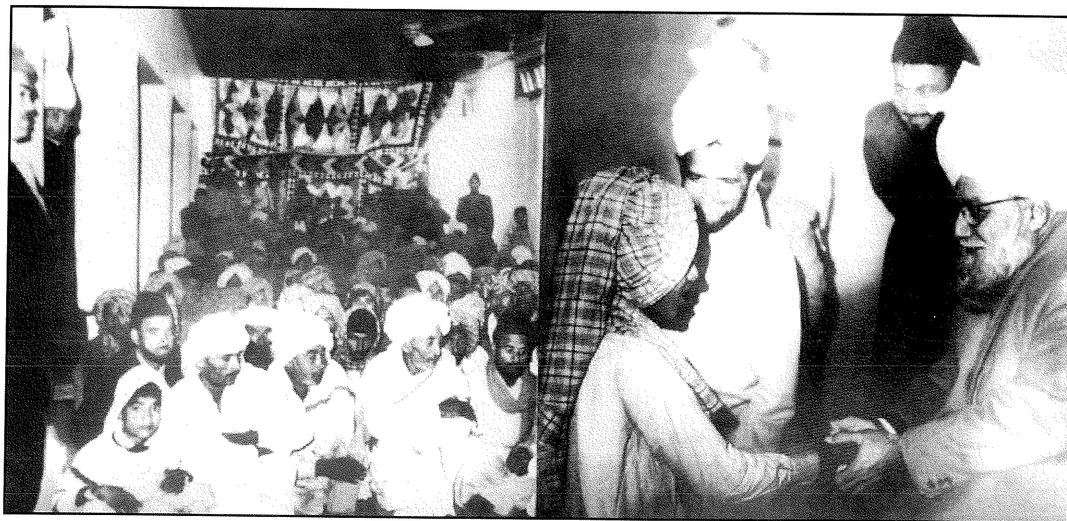
ایک دعوت کا منظر



دورہ مغربی افریقہ 1980ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایوری گارڈن غانا میں اساتذہ اکرام کے ساتھ
حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب انتہائی بائیں جانب ہیں

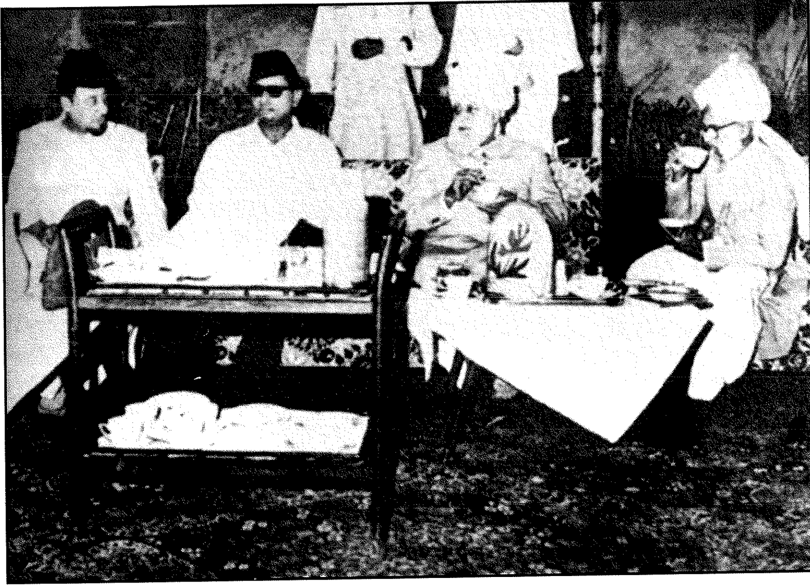


حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دورۂ افریقہ سے کامیاب مراجعت پر منعقدہ تقریب میں آمد

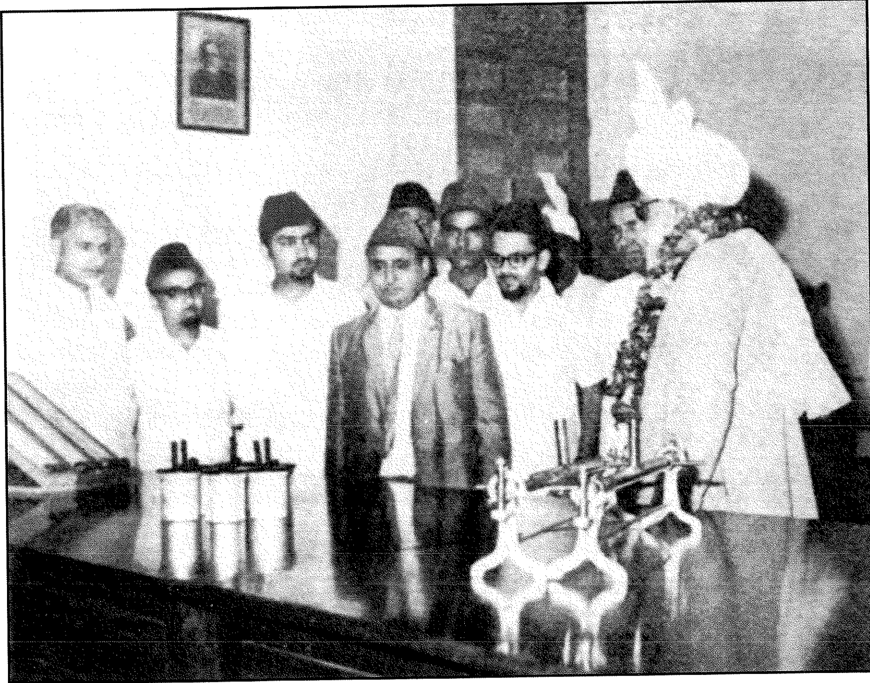


1978ء میں علاقہ نگر پارکر سے آمدہ وفد کی ملاقات کا منظر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید اور مکرم محمد عقیل صاحب امیر معلمین علاقہ نگر پارکر



حضرت مرزا عبدالحق صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب



حضور سائنس لیبارٹری کا معائنہ فرما رہے ہیں

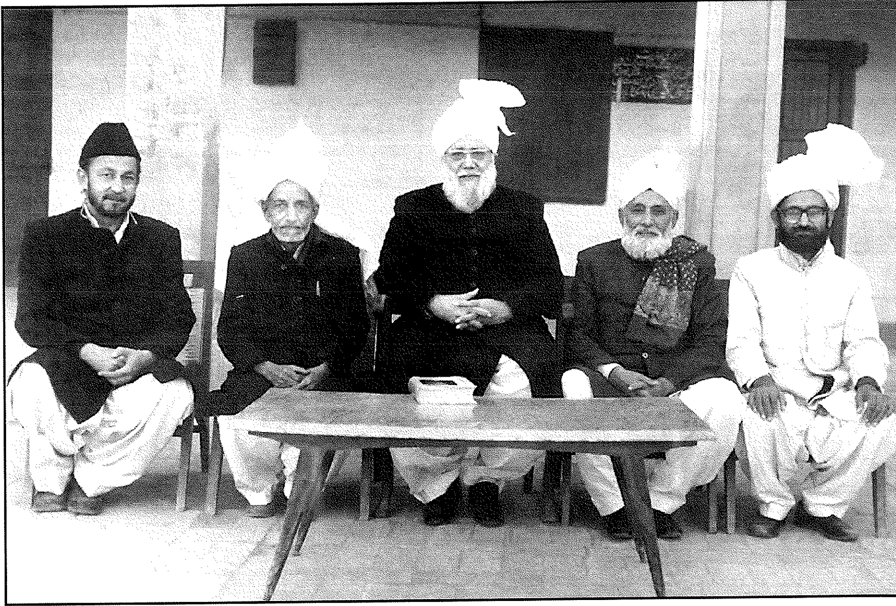




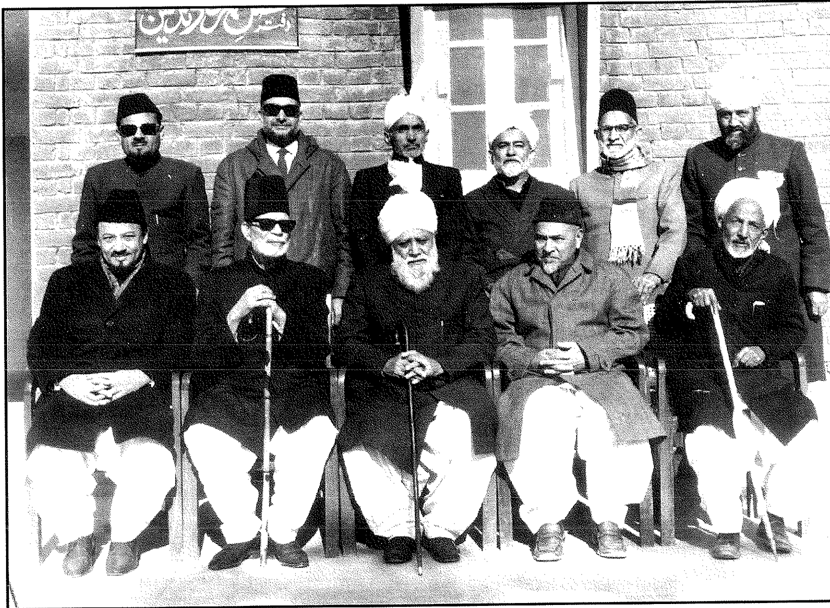
حضور نے 1971ء کی جنگ کے بعد افواجِ پاکستان کے لیے پندرہ ہزار صدریاں مہیا فرمائیں
ان صدریوں کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ پاکستان نے خدمات سرانجام دیں۔



1974ء قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا جماعتی وفد



مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ شیخ محمد احمد مظہر صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فضل عمر فاؤنڈیشن کے بورڈ آف ڈائریکٹر کے درمیان

پاس مشورہ کے لیے گیا تو ڈاکٹر صاحب نے پوری طرح معائنہ کے بعد دوبارہ آنے کے لیے کہا جب دوبارہ حاضر ہوا تو وہاں ایک اور ڈاکٹر بھی میرے معائنہ کے لیے موجود تھے چنانچہ اس مرتبہ دونوں ڈاکٹروں نے مل کر معائنہ کے بعد یہ رائے قائم کی کہ اپنڈیکس بڑھنے کا قوی امکان ہے اور اس صورت میں آپریشن کی ضرورت ہوگی خاکسار کو یہ سن کر تشویش ہوئی اور اگلے ہی روز خاکسار نے ربوہ پہنچ کر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری دی۔ ساری کیفیت بیان کر کے اور ڈاکٹروں کی رائے بتا کر دعا کی عاجزانہ درخواست کی۔ حضور نے نہایت توجہ سے ساری باتیں سن کر خاکسار کو تسلی دی کہ میں دعا کروں گا اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق اپنڈیکس کی تکلیف ہرگز نہ ہوگی آپ فکر نہ کریں۔ چنانچہ نہ صرف خاکسار کی ساری فکر جاتی رہی بلکہ اگر کوئی تکلیف پردہ غیب میں مقدر بھی تھی تو میرے پیارے آقا کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ڈاکٹروں کی رائے نے واقعاتی رنگ اختیار نہیں کیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

2- 1968ء میں نظارت اصلاح و ارشاد نے بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) میں مکرم امیر صاحب صوبائی ڈھاکہ کے مشورہ سے دعوت الی اللہ کا ایک خاص پروگرام دس ہفتہ کے لیے بنا کر خاکسار کو مرکز سے اس کی نگرانی کے لیے بھجوایا۔ اس پروگرام میں بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) کے جملہ مربیان و معلمین شامل تھے۔ دیناج پور ڈسٹرکٹ میں احمد نگر کے مقام پر ہمارا...... مرکز تھا اور علاقے میں...... یومیہ وفود بھجوائے جاتے تھے اس کے نتیجہ میں بعض مخالف عناصر بھی میدان میں آ گئے اور فضا میں خاصی کشیدگی پیدا ہوگئی بلکہ ہمارے بعض وفود سے کئی جگہ سختی بھی کی گئی۔ خطرہ ہر لحہ بڑھتا رہا اور ایک مرحلہ ایسا آیا کہ سوائے دعا کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ خاکسار کے لیے وہ وقت نہایت کرب اور دکھ کا تھا کہ اگر کوئی نقصان دہ صورت پیدا ہوگئی تو اپنے پیارے آقا کو واپس جا کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ ایسی کیفیت میں مسلسل دعا کرتے کرتے یہ الفاظ زبان پر آ گئے کہ ”اے میرے پروردگار! مرکز سے ہزاروں میل دور اس جنگل میں ہم بالکل بے یارومددگار ہیں۔ ہمارے گناہ معاف فرما اور اگر میری دعاؤں میں وہ تاثیر نہیں جو تیرے رحم کو حرکت میں لائے تو پھر اتنا ضرور کر کہ میرے آقا کو میری پریشانی اور میری بے بسی سے باخبر کر تا کہ تیری بارگاہ میں ہمارے لیے دعا کرے کہ آخر اس کی دعائیں منظور کرنے کا تو نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے“۔

میں اللہ تعالیٰ کی رحیم و کریم ذات کا کس طرح شکر بجالاؤں کہ میرے الفاظ ابھی اختتام کو نہیں پہنچے تھے کہ میری آنکھوں کے سامنے زمین سے چار پانچ فٹ بلند فضا میں میرے پیارے محبوب آقا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی حسین شکل نہایت پیارے اور مسکراتے انداز میں ظاہر ہوئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”کیا ہے! کچھ بھی نہیں ہوگا“ اور مجھے ان الفاظ میں تسلی دلا کر آنکھوں سے وہ صورت اوجھل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی دل کی ساری فکر دور ہوگئی اور ایک گھنٹے کے اندر اندر ایسے سامان اللہ تعالیٰ نے

پیدا کر دیئے کہ خوف کو امن میں یکسر بدل دیا اور فی الواقع ''کچھ بھی نہ ہوا''۔

3- 1972ء میں جب کہ خاکسار کراچی میں بطور مربی متعین تھا میرا چھوٹا بیٹا عزیزم سلمان محمود بعمر ڈیڑھ سال سخت بیمار پڑ گیا اور محترمہ ڈاکٹر محمودہ نذیر صاحبہ (اللہ تعالیٰ موصوفہ کی مغفرت فرمائے اور بے شمار اجر عطا فرمائے۔ آمین) کے زیر علاج تھا۔ جب بیماری میں زیادہ شدت آ گئی تو موصوفہ نے اپنے گھر والے کلینک میں بچے کو admit کر لیا اور بڑی توجہ سے علاج جاری رکھا۔ مگر حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ ایک روز بعد نماز مغرب خاکسار کو ٹیلیفون پر ڈاکٹر صاحبہ موصوفہ نے بتایا کہ بچے کی حالت ایسی ہو چکی ہے کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میں تو پوری کوشش کر چکی ہوں مگر صحت ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس طرح موصوفہ نے پوری مایوسی کا اظہار کر دیا۔ یہ سن کر خاکسار نے کراچی سے ربوہ اپنے پیارے آقا کی خدمت میں ٹیلیفون کال بک کرائی تا کہ دعا کے لیے درخواست کروں اُن دنوں کال ملنے کے لیے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک پانچ منٹ میں کال مل گئی اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے فون اُٹھایا اور بتایا کہ حضور تو اس وقت عشاء کی نماز کے لیے بیت میں ہیں۔ آپ پیغام دے دیں خاکسار نے بچے کی حالت کا ذکر کر کے دعا کی درخواست حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے عرض کی اسی دوران حضور تشریف لے آئے تو حضرت بیگم صاحبہ نے مجھے فرمایا آپ انتظار کریں میں ابھی حضور کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کیے دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ حضور کی خدمت میں عرض کرنے کے بعد مجھے فون پر بتا رہی تھیں کہ اسی دوران پیارے آقا خود ٹیلیفون کے نزدیک تشریف لے آئے اور خاکسار سے براہِ راست بچے کی بیماری اور علاج کی ساری تفصیل سن کر فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا آپ فکر نہ کریں بچہ صحت یاب ہو جائے گا گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں''۔ اپنے محسن اور شفیق آقا سے تسلی پا کر خاکسار اسی وقت کلینک پہنچا۔ ڈاکٹر صاحبہ سے اپنے آقا کی دعا اور تسلی آمیز یقین دہانی کا ذکر کیا تو موصوفہ جیسے خوشی سے اچھل ہی پڑیں کیونکہ موصوفہ خود بھی نہایت دعا گو احمدی خاتون تھیں۔ جب کمرے میں جا کر بچہ کی حالت دیکھی تو وہ ایسی حالت میں تھا کہ بڑی ہی کمزور نبض کی معمولی حرکت جاری تھی۔ مگر جسم کی رطوبت ختم ہو کر جسم میں کوئی لوچ نہ تھی۔ بلکہ سارا جسم سخت اکڑ چکا تھا اور بچہ چند لمحوں کا مہمان نظر آتا تھا۔ بہر حال سوائے دعا کے کوئی چارہ نہ تھا اور ایسی حالت میں دعاؤں میں سخت رقت تھی اچانک بچے کی آنکھوں میں ہلکی سی حرکت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی تدریجاً امید کی صورت بڑھنے لگی۔ کچھ وقفہ کے بعد بچہ نے دودھ بھی پی لیا اور ٹمپریچر نارمل کی جانب بڑھنے لگا اور چہرہ پر کچھ تازگی آ گئی۔ رات سکون سے گزری اور صبح جب ڈاکٹر صاحبہ نے بچہ کا معائنہ کیا تو ان کی رپورٹ یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بچہ معجزانہ طور پر بیماری کی گرفت سے پوری طرح نکل کر نارمل حالت پر آ گیا ہے اور سوائے کمزوری کے کوئی رمق بیماری کی باقی نہ رہی۔ تب ڈاکٹر صاحبہ نے بیماری کی صحیح

کیفیت بھی بتادی کہ بچہ بیک وقت سرسام اور گردن توڑ بخار سے بیمار تھا اور dehydration سے رگیں تک سوکھ گئی تھیں اور سوائے اعجاز دعا کے صحت کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

4- آخری ملاقات: خاکسار کی آخری ملاقات پیارے آقا سے 19 مئی 1982ء کو ربوہ میں ہوئی اور یہ ملاقات کئی پہلو سے میرے لیے تاریخی حیثیت کی حامل تھی۔ پیارے آقا نے نہایت پیار شفقت اور احسان کا سلوک فرماتے ہوئے شرف ملاقات سے نوازا۔ اس کے بعد آپ اسلام آباد تشریف لے گئے تھے خاکسار کو آپ سے بات کرنے کی آخری سعادت اس کے بعد نصیب ہوئی جب کہ کراچی سے خاکسار نے اسلام آباد فون کیا۔ حضور نے بنفس نفیس ٹیلیفون پر خاکسار سے جو گفتگو فرمائی اس کا ایک فقرہ محبت، پیار اور انتہائی شفقت سے لبریز میری یادداشت میں نگینہ بن کر محفوظ رہے گا۔

خاکسار کے عرض کرنے پر کہ پیدرو آباد کی location کی بابت معلومات درکار ہیں تو جواباً نہایت گہرے اندازِ محبت سے فرمایا۔ ''کیوں! کیا پیدل جانے کا ارادہ ہے؟'' اس فقرے کی لذت کا اندازہ میرے سوا کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ آپ کے محبت کے سمندر کی یہی تو شان تھی کہ روئے زمین پر پھیلے ہوئے ایک کروڑ احمدیوں میں سے ہر ایک یہی یقین رکھتا تھا کہ جو شفقت اور پیار مجھے اپنے آقا سے مل رہا ہے اس کی مثال کسی اور میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی دوسرا اس کی لذت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ ٹیلیفون پہ آخری بات میں شاید یہ الٰہی اشارہ بھی تھا کہ اب اس محبت بھری آواز کی لذت کانوں میں تو گونجتی رہے گی مگر اس حسین اور منور چہرہ کو آنکھوں سے دیکھ نہ پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضور رحمہ اللہ کے مراتب عالیہ میں ہر آن اضافہ فرماتا رہے اور آپ کی دعائیں ہم عاصیوں کے سدا شامل حال رہیں۔ آمین یا رب العالمین

کراچی کے محترم امیر صاحب ربوہ تشریف لائے اور مجھ سے ملنے کے لیے دفتر اصلاح وارشاد میں کچھ وقت کے لیے بیٹھے اور بعض ضروری باتیں ہوتی رہیں۔ اسی دوران فرمانے لگے کہ ایک خاص واقعہ جس کا آپ کے پاس ذکر نہیں کیا۔ وہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ امیر صاحب نے فرمایا کہ جن دنوں میں حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب مربی کراچی حضور کے ارشاد پر ربوہ حاضر ہوئے اور بطور نائب ناظر اصلاح وارشاد آپ کی تقرری ہوگئی تھی تو عین انہی ایام میں خاکسار (امیر صاحب کراچی) ایک وفد لے کر ربوہ حاضر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ وفد کے چار دیگر ارکان بھی تھے اور ہم پانچوں نے آپس میں ضروری نکات تقسیم کیے ہوئے تھے جو حضور کی خدمت میں اس غرض سے پیش کرنے تھے کہ مولانا عبدالمالک خان صاحب کو کراچی سے ٹرانسفر نہ کیا جائے چنانچہ ملاقات کی اجازت ملنے پر ہم پانچوں افراد کا وفد حضور کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور کی اجازت سے پہلے خاکسار نے وفد کی حاضری کا مقصد بیان کیا کہ مولانا عبدالمالک خان صاحب کو کراچی سے تبدیل نہ کیا جائے۔ خاکسار کے بعد دیگر ارکان نے باری باری اسی

مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی اپنی گزارشات بیان کیں۔ جب ہم پانچوں اپنا مدعا بیان کر رہے تھے تو اس سارے عرصہ میں پیارے حضور کلیۃً خاموشی سے ہماری باتیں سنتے رہے۔ جب ہم پانچوں افراد نے اپنا مدعا بیان کرنے کے بعد خاموش ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ ''بس...... یا کچھ اور بھی مزید کہنا ہے۔'' خاکسار نے عرض کیا کہ حضور ہم اپنی التجا پیش کر چکے ہیں۔ اب حضور کا جو ارشاد ہو اس کے ہم منتظر ہیں۔ اس پر حضور نے بڑے سنجیدہ لہجے میں فرمایا ''میری بات پوری توجہ سے سنیں اس کے بعد فرمایا ''مشرک نہ بنو'' اتنا کہہ کر حضور اندر تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کی اس وقت جو حالت ہوئی اور جس قدر دل میں اپنی غلطی پر ملال اور افسوس ہوا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ ہم لوگ توبہ استغفار کرتے ہوئے باہر نکل آئے اور ہر ایک نے الگ الگ عریضہ لکھ کر حضور کی خدمت میں معافی اور دعا کی التجا کی اور بڑے بوجھل دل کے ساتھ اپنی غلطی پر توبہ تائب کرتے ہوئے واپس کراچی چلے گئے۔

اس کے بعد امیر صاحب فرمانے لگے کہ جب آپ کراچی سے گھانا گئے تھے اور تین سال کے بعد واپس ربوہ آئے تو خاکسار کے دل میں دوبارہ یہ تحریک پیدا ہوئی کہ مرکز آپ کو دوبارہ کراچی میں بطور مربی بھجوائے۔ اس کے لیے ہمارا پانچ افراد کا وفد ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جیسے ہی خاکسار (امیر صاحب) نے بات شروع کی کہ ہمیں کراچی کے لیے ایک ایسا مربی چاہیے جو حالات کے مطابق جماعت کی رہنمائی کرے اور اچھا مقرر ہو تو خاکسار (امیر صاحب) کی بات کے دوران ہی حضورؒ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا ''سیدھی بات کیوں نہیں کرتے کہ سلطان محمود مربّی چاہیے''۔ خاکسار (امیر صاحب) نے عرض کیا حضور یہی ہم لوگوں کی درخواست ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد کو میری طرف سے کہہ دیں کہ سلطان محمود انور کی تقرری کراچی کر دی جائے۔

محترم چوہدری احمد مختار صاحب نے جب یہ دونوں واقعات دفتر میں بیٹھے ہوئے مجھے سنائے تو جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد کے جذبات اُبھرے وہاں پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے لیے بھی دل سے دعاؤں کا شدت سے جوش پیدا ہوا۔ اس طرح گویا خاکسار کی کراچی کے لیے پہلی تقرری اور پھر دوسری تقرری درحقیقت پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شفقت کے تابع تھی۔ الحمدللہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ معہ اہلِ خانہ کراچی تشریف لائے اور جماعت کے ڈیفنس سوسائٹی والے گیسٹ ہاؤس میں حضورؒ نے قیام فرمایا۔ حضورؒ نے پہلے روز ہی خاکسار کو طلب فرمایا اور جب خاکسار حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ ''جہاں کہیں میں دورہ پر جاؤں تو ہر جگہ اپنا بنک قائم کرتا ہوں اور اب یہاں کراچی میں قیام کے پیشِ نظر آپ میرے بنک ہوں گے۔ میں آپ کو پیشگی رقم دیتا ہوں اور میرے گھر سے جب بھی کوئی چیز منگوانے کے لیے مطالبہ آئے تو آپ اس رقم سے وہ چیزیں خرید کر دیں

گے۔ جماعت کے بجٹ میں سے میرے گھر کے لیے خرچ نہیں کرنا''۔ چنانچہ حضور نے خاکسار کو رقم پیشگی عطا فرمائی۔

اسی دوران حضرت آپا منصورہ بیگم صاحبہ نے بازار سے کوئی چیز منگوانی تھی۔ حضور نے صلاح الدین ایوبی صاحب کو جو حضور کے گھر قیام پذیر تھے فرمایا کہ ''سلطان محمود مربی سے کہو وہ بازار سے منگوا دیں'' اس پر ایوبی صاحب اور حضرت بیگم صاحبہ اور دیگر افراد خانہ نے کہا کہ سلطان محمود تو بے چارہ مربّی ہے اس کے پاس تو اتنی رقم نہیں ہوگی کہ مطلوبہ چیز خرید کر دے سکے۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ ''آپ لوگ اس بحث میں نہ پڑیں مربی صاحب سے کہیں وہ ضرور منگوا دیں گے۔ اس پر پھر افراد خانہ نے اصرار کیا تو حضورؒ نے فرمایا میں جو کہہ رہا ہوں مربی کے ذریعہ چیزیں منگوا لیں آپ لوگوں کو پتہ نہیں وہ بنک ہے بنک'' اس پر مکرم ایوبی صاحب اور مکرم مرزا فرید احمد صاحب نے نیچے دفتر میں آ کر مجھے خبر دی کہ حضورؒ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ تو ''بنک ہے بنک''۔

پیارے آقا کے منہ سے نکلے ہوئے یہ مبارک الفاظ اللہ تعالیٰ نے حقیقت بنا کر دکھا دیئے اور اس عاجز کو کبھی اور کسی موقع پر بھی مطلوبہ رقم کی کمی کا سامنا نہیں کرنا پڑا حضور جب کراچی سے واپس تشریف لانے لگے تو خاکسار کو بُلا کر ارشاد فرمایا کہ جو رقم آپ کو بنک بنا کر دی تھی اس کا مجھے حساب پیش کریں۔

خاکسار نے گزارش کی کہ حضور نہایت معمولی خرچ ہوا ہے اس لیے اگر حضور اجازت دیں تو وہ خرچ میں اپنی جیب سے ادا کر دوں اور جو رقم حضور نے عطا فرمائی تھی وہ من وعن واپس پیش کر دیتا ہوں اس پر حضور نے فرمایا کہ ''بالکل نہیں جو خرچ ہوا ہے اس کا پورا حساب پیش کرو'' خاکسار نے پھر جب اصرار کیا تو حضور فرمانے لگے کہ ''میں تو آپ کو ذہین آدمی سمجھتا تھا آپ یہ کیسی اُلٹی بات کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ اس پر ادب کے تقاضے کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاکسار نے بوجھل دل کے ساتھ مکمل حساب اور بقیہ رقم حضورؒ کی خدمت میں پیش کر دی۔ تھوڑی دیر گزری تو غالباً صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب میرے پاس تشریف لائے اور مجھے ایک بند لفافہ دیا کہ ابا نے آپ کے لیے یہ لفافہ دیا ہے۔ خاکسار نے وہ لفافہ کھولا تو اس میں رقم تھی خاکسار نے دریافت کیا کہ یہ کس غرض سے بھجوائی ہے۔ میاں انس احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ میں یہ لفافہ آپ کو پہنچا دوں آپ حضورؒ کی طرف سے یہ لفافہ لے لیں۔ چنانچہ خاکسار نے حضورؒ کی عطا فرمودہ رقم بطور تبرک محفوظ کر لی اور آج تک وہ بفضلہ تعالیٰ من و عن میرے پاس موجود ہے اور اس کے طفیل خدا تعالیٰ نے جو برکتیں عطا فرمائی ہیں وہ کسی گنتی میں شمار کرنی ممکن نہیں اور دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے شفیق محسن آقا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو اپنے خاص الخاص سایہ قرب و رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضور کی شفقت بھری دعائیں ہمیشہ ہمارے ساتھ شاملِ حال رکھے۔ آمین

منظوم کلام حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل مرحوم

قطعات

ناصرِ دیں، ناصر احمد میرزا صد مرحبا

قُدرتِ ثانی کی صورت میں ہمیں تُو مل گیا

ان دعاؤں کے نتیجہ میں مِلا ہے یہ انعام

جن سے عرشِ اعظم اللہ تعالےٰ ہِل گیا

ناصرِ ملّت ہمارا مِل گیا

یعنی وہ پیاروں کا پیارا مِل گیا

مِل گیا ہے چارہ ساز و چارہ گر

ھم سے بے چاروں کو چارہ مِل گیا

سمجھتا ہے اپنے تئیں خوش نصیب

مجھے مِل گیا میرا پیارا حبیب

اُسے دی گئی ہے ظفر کی کلید

کہ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْب

قدوسیوں میں تذکرہ ہے حضرتِ مسرور کا
ہے یہی نغمہ لبوں پہ ہر کہیں لیل و نہار
مرحبا اے آنے والے! مرحبا صد مرحبا
رحمت و فضل و کرم کی بارشیں تجھ پر صدا

دردمند دل کے ساتھ

مبارکباد

دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست

محترمہ امتہ الحیٔ بشریٰ صاحبہ
بمع خاندان
بیت النور لاہور

محترمہ صاحبزادی نزہت فرید صاحبہ ربوہ اپنے والد حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب، والدہ محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں اور دنیا بھر کی احمدی بہنوں کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتی ہیں۔

اہل یورپ امریکہ وافریقہ کے باشندگان کی روحانی پیاس بجھانے کے لئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے

سات تبلیغی وتربیتی سفر

مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ انسان اللہ تعالیٰ کا پیغام بنی نوع انسان تک پہنچانے کیلئے ہمیشہ سے نئے نئے طریقے اختیار کرتے آئے ہیں۔ کبھی وہ تقریر کا سہارا لیتے ہیں اور دنیا کو کائنات کی طرف متوجہ کر کے اس کے خالق کی طرف بلاتے ہیں، کبھی دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر موقع کو پیغام حق پہنچانے کا ذریعہ بناتے ہیں اپنی محبت اور خدمت خلق کے ذریعے لوگوں کے دل جیتتے ہیں کہ یہ اپنے رب کا پیغام سننے کی طرف متوجہ ہوں اور حق وصداقت کی مخالفت نہ کریں۔ سچائی اور نیکی کا پیغام دینے کیلئے خدا کے یہ بندے لوگوں کے گھروں تک چل کے جاتے ہیں شہروں اور دیہات کا سفر اختیار کرتے ہیں خدا کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تبلیغ کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے مصر وکنعان کا سفر اختیار فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ خدا کا پیغام پہنچانے کیلئے ایک لمبا سفر کر کے کشمیر پہنچے اور سیاح نبی کا خطاب پایا۔

ہمارے آقا ومولا خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تبلیغ اسلام کیلئے مکہ کے رؤساء کے پاس جاتے کبھی ان کو اپنے ہاں بلواتے کبھی مکہ کے نواحی دیہات میں تشریف لے جاتے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے سفرِ طائف کا واقعہ سب کو یاد ہے غرض یہ کہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کیلئے سفر اختیار کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ سیّدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اسی سنت انبیاء پر عمل کرتے ہوئے ساری دنیا کو حق کا پیغام پہنچانے کی خاطر اپنے سترہ سالہ دور خلافت میں سات طویل سفر فرمائے اور یورپ امریکہ، افریقہ کے درجنوں ممالک میں تقاریر، پریس کانفرنس، خطابات وغیرہ کے ذریعے سے حق کا پیغام ہر مذہب وملّت کے افراد تک پہنچا دیا۔

ذیل میں حضورؒ کے مقدس وبابرکت سفروں کا کسی قدر تفصیلی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا سفر یورپ 1967ء

حضورؒ نے 6 جولائی 1967ء کو اپنے دورِ خلافت کا پہلا سفر اختیار فرمایا۔ یہ یورپ کا سفر تھا۔

دورہ کا مقصد: حضور نے روانگی سے پہلے اس دورہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا

"میں چاہتا ہوں کہ تمام دوست اس سفر کے متعلق دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ سے خیر کے طالب ہوں اگر یہ سفر مقدر ہو تو ...... کی اشاعت اور غلبہ کے لئے خیر و برکت کے سامان پیدا ہوں۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ سیر و سیاحت کی کوئی خواہش دل میں نہیں نہ کوئی ذاتی غرض اس کے متعلق ہے۔ دل میں صرف ایک ہی تڑپ ہے اور وہ یہ کہ میرے ربّ کی عظمت اور جلال کو یہ قومیں پہچاننے لگیں جو سینکڑوں سال سے کفر اور شرک کے اندھیروں میں بھٹکتی پھر رہی ہیں اور انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں قائم ہو جائے تا کہ وہ ابدی زندگی اور ابدی حیات کے وارث ہونے والے گروہ میں شامل ہو جائیں۔ تا بد رسوم کی قیود سے وہ باہر نکالے جائیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور اسکی محبت اس کے حسن اور اس کے احسان اور اس کے نور کے جلوے وہ دیکھنے لگیں تا وہ وعدہ پورا ہو جو محمد رسول ﷺ کو خدا نے دیا تھا کہ تیرے فرزند جلیل کے ذریعہ سے تمام قوموں کو تیرے پاؤں کے پاس لا کر جمع کروں گا۔ تا وہ دل جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے نا آشنا ہیں اور وہ زبانیں جو آج تک آپ پر طعن کر رہی ہیں وہ دل محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے بھر جائیں اور ان زبانوں پر درود جاری ہو جائے اور تمام ملکوں کی فضاء نعرہ ہائے تکبیر اور درود سے گونجنے لگے اور وہ فیصلے جو آسمان پر ہو چکے ہیں زمین پر جاری ہوں۔"

(الفضل 2/جولائی 1967ء ص2)

حضورؒ 2 جولائی 1967ء کو بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ سے کراچی روانہ ہوئے اور جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، ڈنمارک اور انگلستان کے لوگوں کو خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پیغام پہنچا کر 20/اگست 1967ء کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ اس طرح حضور کا یہ دورہ ایک ماہ چودہ دن جاری رہا۔ حضور نے اس دورہ میں 7 مقامات پر پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ 8 استقبالیہ دعوتوں میں شرکت فرمائی اور 5 مقامات پر خطبات جمعہ ارشاد فرمائے اور اس طرح احباب جماعت کو تربیتی، تنظیمی، تبلیغی اور دیگر امور اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس دورہ کے دوران اخبارات نے حضور کے فوٹو تعارف اور جماعت احمدیہ کی تاریخ پر مشتمل خبریں شائع کیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آپ کے انٹرویو نشر ہوئے۔ استقبالیہ دعوتوں اور پریس کانفرنسوں کی کاروائی بھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔ اس طرح سے دینِ حق کا خوب چرچا ہوا اور لوگوں میں ...... کے متعلق ایک تجسس پیدا ہو گیا اور ایک کثیر تعداد نے جماعت کے مراکز... سے بذریعہ ٹیلی فون اور خطوط رابطہ قائم کیا۔ اس دورہ کے دوران بعض بیعتیں بھی ہوئیں اس دورہ کی ایک بڑی غرض ڈنمارک شہر کوپن ہیگن میں خواتین کے چندہ سے تعمیر کی گئی بیت الذکر کا افتتاح تھا۔ سکنڈے نیوین ممالک میں چند سال قبل بڑے طمطراق سے کہا جاتا تھا کہ یہاں کے سب لوگ عیسائی ہیں جو خداوند یسوع مسیح ہی کو اپنا نجات دہندہ قرار دیتے ہیں مگر چند سالوں میں خدا تعالیٰ نے یہ انقلاب پیدا کر دیا کہ کوپن ہیگن کے مقام پر جماعت احمدیہ کو شاندار بیت الذکر تعمیر کرنے کی سعادت عطا فرما دی اس لحاظ سے اس بیت الذکر کی تعمیر بہت اہمیت اختیار کر گئی تھی۔

21 جولائی بروز جمعۃ المبارک حضور نے بیت الذکر نصرت جہاں کا افتتاح فرمایا اس موقعہ پر یورپ کے مبلغین اور احمدی احباب اور غیر ملکی سُفراء ڈنمارک کی ممتاز شخصیتوں اور معزز شہریوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حضور نے پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا جس میں عالمی اخبارات کے نمائندوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مزید براں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے حضور کا خصوصی انٹرویو بھی ریکارڈ کیا۔

بیت الذکر نصرت جہاں کے افتتاح کی وجہ سے......کا اس قدر چرچا ہوا کہ عیسائی حلقے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ عیسائی علماء کے ایک گروہ نے بھی حضور سے تبادلہ خیالات کی درخواست کی۔ حضور نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے انہیں شرفِ ملاقات عطا کیا اور ان کے سوالات کے جواب دیئے۔ نیز حضور نے فرمایا موجودہ عیسائیت اور...... میں بہت فرق ہے لیکن ایک عیسائی اور...... میں انسانیت ایک جیسی ہے ہمیں آپس میں بیٹھ کر تبادلۂ خیالات کرنا چاہئیے۔ ملاقات کے آخر میں حضور نے عیسائی علماء کو حضرت اقدس مسیح علیہ السلام کے ایک عظیم الشان چیلنج کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعوت اب بھی کھلی ہے ہمیں خوشی ہوگی اگر عیسائیت کی سچائی اور......کی صداقت کا فیصلہ کرنے کیلئے عیسائی حضرات اس دعوت کو قبول فرمائیں۔ چیلنج یہ ہے:۔

توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورۃ کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ......اس سورۃ میں صدہا حکمتیں درج ہیں ان کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ (الفضل 2/ اگست 1967ء ص4)

اس کے علاوہ حضور نے مختلف مواقع پر جو اہم بیانات دیئے وہ درج ذیل ہیں۔

قبولیت دعا کا چیلنج

فرینکفورٹ میں دعوت استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''صرف اور صرف......کا ہی خدا زندہ خدا ہے اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے زندہ رسول ہیں اور آنحضرت ﷺ کے فرزندِ جلیل (حضرت اقدس مسیح علیہ السلام) دینِ حق کے زندہ خُدا کے مظہر اور زندہ نشان ہیں اور ان کے جانشین کی حیثیت سے دعوتِ مقابلہ دیتا ہوں کہ اگر کسی عیسائی کو بھی دعویٰ ہے کہ اس کا خدا زندہ خدا ہے تو وہ میرے ساتھ قبولیتِ دعا میں مقابلہ کرے اور اگر وہ جیت جائے تو ایک گراں قدر انعام حاصل کرے۔'' (الفضل 19/ جولائی 1967ء ص4)

دنیا کے نام امن کا پیغام

وانڈزورتھ ہال لندن میں حضور کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا جس میں برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران اور ممتاز شخصیتیں بھی شامل تھیں اس موقعہ پر حضور نے ایک معرکۃ الآراء تقریر فرمائی اور حضرت مسیح موعود کی تیسری عالمگیر جنگ کے بارے میں پیشگوئیاں پڑھ کر سنائیں اور اس تباہی اور بربادی کے نتیجہ میں جو ہولناک صورتحال پیدا ہوگی اس کا جو نقشہ حضرت اقدس نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے

اس سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ حضورؒ نے فرمایا:۔
یہ بھی یاد رہے کہ...... کے غلبہ اور...... صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔...... کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دنیا کو منور کرے گا لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقع ہو یہ ضروری ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی سے گذرے۔ ایک ایسی خونی تباہی سے جو بنی نوع انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گی ...... اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعود ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔
(امن کا پیغام ص 11)

انگلستان کے جلسہ سالانہ پر اپنے خطابات سے جماعت کو نوازنے کے بعد حضور اہل یورپ کو خدائے واحد کا پیغام پہنچا کر 24/اگست کو کامیاب وکامران واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر یورپ اور پہلا سفر افریقہ

حضورؒ اپنے دورِ خلافت کے دوسرے دورہ پر 4/اپریل 1970ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور تہران استنبول سے ہوتے ہوئے لندن پہنچے جہاں سے اپنے دورہ کا آغاز فرمایا۔ آپ نے سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، جرمنی، سپین نائیجیریا، غانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا، اور سیرالیون کے مشن کا دورہ کیا اور افریقہ میں دعوت الی اللہ کی سکیم کا جائزہ لیا اور اس دورہ میں حضور نے افریقن لوگوں کی خدمت کیلئے نصرت جہاں سکیم کا اعلان فرمایا جس کے تحت طبّی خدمات کیلئے میڈیکل سنٹرز اور انکو تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے سیکنڈری سکولز قائم کرنے کا اعلان بھی فرمایا۔ تاکہ افریقن ممالک کی آئندہ نسلیں...... کی روحانی تعلیم کے ساتھ دنیوی علوم سے بھی منور ہو سکیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سپین میں حالات کا جائزہ لیا اور اسی سفر کے دوران وہ تاریخی رات آئی جب حضور ساری رات سپین میں ...... کے احیاء کے لئے دعا کرتے رہے اور جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو الہاماً فرمایا حضور کی دعا وقت مقررہ پر ضرور پوری ہوگی۔ یورپ اور افریقہ کے ممالک کا دورہ کرنے کے بعد حضورؒ 8/جون کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دورہ کی غرض وغایت:۔

حضور نے دورہ پر روانہ ہونے سے قبل خطبہ جمعہ میں اپنے دورہ کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان فرمائی:۔
''اللہ کے نام سے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ---- کل صبح مغربی افریقہ کے دورہ پر روانہ ہوں گا۔ ...... ان اقوام کے پاس جاؤں جو صدیوں سے مظلوم رہی ہیں۔ جو صدیوں سے حضرت نبی اکرم ﷺ کے ایک عظیم روحانی فرزند مہدی موعود کے انتظار میں رہی ہیں اور جن میں استثنائی افراد کے علاوہ کسی کو بھی حضرت مسیح موعود ومہدی موعود کی زیارت نصیب نہیں ہوئی پھر ان کے دلوں میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ آپ کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ ان تک

پہنچے......اور وہ خلیفۃ من خلفاءٖ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں......صدیوں کے انتظار کے بعد اللہ تعالیٰ نے چاہا تو انہیں یہ موقع نصیب ہوگا......اسی سہارے اور اسی پر توکل کرتے ہوئے اس یقین کے ساتھ میں اس سفر پر جا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ ......کا غلبہ کے دن جلد سے جلد آجائیں گے۔

(الفضل 9/اپریل 1970ء)

حضور 11 اپریل کو فرینکفورٹ سے مغربی افریقہ کے ممالک کے دورہ کے لئے روانہ ہوئے اور 14 مئی کو دورہ ختم کر کے لندن واپس تشریف لے گئے۔ آپ 15 مئی تا 24 مئی لندن میں قیام فرما رہے۔ حضور نے اس دوران ایک بہت بڑی پریس کانفرنس اور ایک استقبالیہ تقریب سے خطاب فرمایا اور بیت فضل لنڈن سے ملحقہ محمود ہال کا افتتاح فرمایا۔ 25 مئی کو حضور سرزمینِ اندلس (سپین) میں دعوت الی اللہ اور بیت الذکر کے قیام کا جائزہ لینے کے لئے تشریف لے گئے حضور ایک ہفتہ سپین میں رہے اور اہلِ سپین کی...... میں دلچسپی اور متفرق امور کا جائزہ لیا۔ حضور نے کچھ دن میڈرڈ میں قیام فرمانے کے بعد بعض تاریخی مقامات جو ماضی میں اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہے ہیں کا دورہ فرمایا۔ اس کے لئے آپ طلیطلہ قرطبہ اور غرناطہ بھی تشریف لے گئے۔

حضور نے اس دورہ کے دوران یورپ اور افریقہ میں 10 پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ 12 استقبالیہ تقاریب میں شرکت فرمائی اور 4 سرکاری ضیافتوں میں تشریف لے گئے۔ 5 بیوت الذکر کا افتتاح فرمایا۔ 4 بیوت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا۔ 6 ممالک کے سربراہوں سے ملاقات فرمائی۔ دو یونیورسٹیوں میں ایک ہزار سے زائد دانشوروں سے خطاب فرمایا۔ ایک مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا اور ایک کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیئے اور 9 خطباتِ جمعہ ارشاد فرمائے۔ دورہ کے دوران استقبال اور افتتاح اور سنگِ بنیاد اور یونیورسٹی میں تقاریر اور سربراہانِ مملکت کی طرف سے دی گئی سرکاری ضیافتوں اور ملاقاتوں کے مناظر ٹیلی ویژن پر دکھائے گئے۔ اور ریڈیو پر کارروائی نشر کی گئی۔ اخبارات نے بڑی اہمیت کے ساتھ حضور کے دورہ کی خبریں شائع کیں اس دورہ کے دوران لاکھوں افریقن عوام کو حضور نے شرفِ مصافحہ عطا کیا اور اپنے روح پرور کلمات سے نوازا۔

تیسرا سفر یورپ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے عہدِ خلافت کے تیسرے دورہ کیلئے 13 جولائی 1973ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور انگلستان، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، سویڈن، ڈنمارک کا دورہ کرتے ہوئے 26 ستمبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دورہ کی غرض:۔

حضور نے روانگی سے قبل 12 جولائی کو فرمایا:۔

''یہ سفر خالصتاً محض اس لئے اختیار کیا جا رہا ہے تا کہ یورپ میں دعوتِ الی اللہ اور قرآن کی اشاعت کے وسیع سے وسیع تر کرنے کے منصوبوں کا اور وہاں پر ایک اعلیٰ قسم کا پریس قائم کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے اور اس

غرض سے یورپ کے مختلف احمدیہ مشنوں اور وہاں کے احبابِ جماعت سے براہ راست مشورہ ہو سکے۔"

(الفضل 15/جولائی 1973ء ص 6)

حضورؒ کراچی سے 13 جولائی کو لنڈن پہنچے اور 20/اگست تک انگلستان میں آپ کا قیام رہا۔ حضور نے یہ عرصہ جماعتی تربیت اور انگلستان میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتوں کے افراد سے ملاقاتوں میں گزارا۔ حضورؒ لنڈن میں طباعت کے مختلف اداروں میں بنفس نفیس تشریف لے گئے اور پرنٹنگ مشینوں کی کارکردگی مشاہدہ فرمائی اور مختلف احباب کے ساتھ مشینوں کی خریداری کے سلسلہ میں مشورہ کیا حضور کا منشاء مبارک قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا جائزہ لینا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ طباعت خوبصورت بھی ہو اور سستی بھی ہو۔ اس سلسلہ میں حضور نے جلد بندی کا بھی تفصیلی جائزہ لیا اور بحالیٔ صحت کیلئے بعض مقامات کی سیر بھی کی اور دانتوں کے ٹیسٹ بھی کرائے۔

انگلستان میں مختلف مواقع پر آپ احبابِ جماعت کو مختلف تربیتی امور پر توجہ دلاتے رہے اور بعض تاکیدی ہدایات بھی فرمائیں۔ حضور نے عورتوں کو توجہ دلائی کہ وہ پورا اسلامی پردہ کیا کریں۔ حضور نے مثال دے کر فرمایا کہ جن عورتوں نے بعد میں دینِ حق قبول کیا ہے وہ پورا پردہ کر رہی ہیں اور وہ ان کاموں میں آپ کی لیڈر بن گئی ہیں حالانکہ تمہیں ان کی راہنمائی کرنی چاہیئے تھی۔

چوتھا سفرِ یورپ:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے عہدِ خلافت کے چوتھے دورہ یورپ کیلئے 5 اگست 1975ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے۔ 6 اگست تا 24 ستمبر تک لنڈن میں بغرض علاج قیام فرمایا۔ اس دوران 25.24 اگست کو جماعت احمدیہ انگلستان کے سالانہ جلسہ میں احباب جماعت کو اپنے روح پرور کلمات سے نوازا۔ 25 ستمبر تا 4 اکتوبر حضور نے سیکنڈے نیویا کے ممالک ڈنمارک ناروے اور سویڈن کا دورہ فرمایا اور 27 ستمبر کو سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں بیت الذکر کا سنگِ بنیاد رکھا۔ 5 اکتوبر تا 26 اکتوبر تک لنڈن میں تشریف فرما رہے۔ 29 اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دورہ کا مقصد:۔

حضورؒ نے یورپ جانے سے قبل احباب جماعت کے نام ایک پیغام میں فرمایا:۔

"گذشتہ کئی ماہ سے خاکسار بیمار چلا آرہا ہے اگرچہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی افاقہ ہے لیکن ابھی پوری صحت ہونے میں نہیں آرہی۔ طبی مشورہ بھی یہی ہے، بزرگانِ جماعت پاکستان بھی یہی مشورہ دے رہے ہیں اور بیرونِ پاکستان کے دوست بھی یہی خواہش رکھتے ہیں کہ میں باہر جا کر تشخیص اور علاج کراؤں۔ اس لئے دعاؤں اور استخارہ کے بعد چند ہفتوں کیلئے پاکستان سے باہر جا رہا ہوں سب دوست دعا فرمائیں کہ اللہ الشافی محض اپنے فضل و کرم سے تشخیص و علاج کا یہ زمانہ مختصر کردے اور میں جلد تر صحت کے ساتھ واپس لوٹوں۔ آمین۔" (الفضل 6 اگست 1975ء)

لنڈن میں قیام کے عرصہ میں حضور طبی معائنوں

اور ڈاکٹری مشوروں وغیرہ میں مصروف رہے اس کے علاوہ حضور روزانہ مشن ہاؤس میں تشریف لاتے اور کئی کئی گھنٹے ڈاک ملاحظہ فرماتے اور خطوط کے جواب لکھواتے۔ ہدایت طلب خطوط کے جواب میں تفصیلی ہدایات نوٹ کرواتے دنیا بھر میں دعوت الی اللہ کی مہم تیز تر اور نتیجہ خیز بنانے کے ضمن میں ہدایات جاری فرماتے۔ احباب جماعت کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں کرنے اور مختلف مواقع پر مجلس علم و عرفان کے دوران حقائق و معارف بیان فرماتے۔ انگلستان کے دوسرے شہروں سے بھی احباب حضور سے ملاقات کرنے اور آپ کے ارشادات سے متمتع ہونے کیلئے لنڈن آتے رہے۔ خطبات جمعہ کے مواقع پر لنڈن کے علاوہ کرائیڈن، ساؤتھ ال، بارکنگ، بریڈ فورڈ، گرین فورڈ، آکسفورڈ، ہائی وکپ، برمنگھم، جلنگھم، ہونسلو، نیوٹن، لیسٹر، لیسٹن، مانچسٹر کے احباب کثرت سے شامل ہوتے، اس دورہ کے دوران تیس افراد حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے الحمدللہ! اس دورہ کے دوران حضور نے گیارہ خطباتِ جمعہ دیئے۔ عیدالفطر کا خطبہ لنڈن میں ارشاد فرمایا اور انگلستان کے جلسہ سالانہ پر دو تقاریر فرمائیں اس کے علاوہ تین استقبالیہ تقریبوں میں شرکت فرمائی۔

علاج کے سلسلہ میں ڈاکٹروں کی ہدایت تھی کہ آپ روزانہ لنڈن سے باہر کسی پُر فضا مقام پر تشریف لے جا کر وہاں چہل قدمی فرمایا کریں۔ اس سلسلہ میں حضور ہمپسٹن کورٹ پیلس، باکس ہلز، رچمنڈ پارک، کیو گارڈن، روہمپٹن پارک، وڈلینڈ پارک ڈیوک آف ہیڈفورڈ اینڈ جمی چپر فیلڈ، ورجینیا واٹر جھیل، سفاری گارڈن، ولبرن وائلڈ اینمل کنگڈم وزلے گارڈن، مسٹر چرچل ہاؤس، آک فیلڈ، نوئل ہاؤس، لکس، نیپ ورتھ ہاؤس، ونڈسر کاس گلفرڈ کے پہاڑی سلسلے، ہولی کومب ہاؤس وغیرہ تشریف لے جاتے۔

25.24 اگست کو انگلستان کا سالانہ جلسہ تھا جس میں حضورؒ نے افتتاحی اور اختتامی تقریر فرمائی اور انگلستان کے دور دراز سے آئے ہوئے احمدی احباب کو شرف ملاقات بخشا اور انگلستان سے باہر یورپ کے دیگر ممالک سپین، فرانس، ڈنمارک جرمنی، ناروے، سویڈن، اٹلی کے علاوہ مشرقی افریقہ، ماریشس، امریکہ، سیرالیون، گیمبیا، نائجیریا کے ممالک کے احباب بھی جلسہ میں شریک ہوئے۔

گوٹن برگ میں بیت الذکر کا سنگِ بنیاد:۔

اس سفر کا سب سے اہم اور تاریخی واقعہ سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں پہلی بیت الذکر کا سنگِ بنیاد رکھنا ہے۔ حضور اس تاریخی سفر پر 25 ستمبر کو روانہ ہوئے اور 27 ستمبر کو سویڈن کے دوسرے بڑے شہر گوٹن برگ میں (جو سکنڈے نیوین ممالک کی مشہور و معروف بندرگاہ ہے) خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہوئے اس کی دی ہوئی توفیق سے سویڈن کی پہلی بیت الذکر کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ پہلی بیت الذکر ہے جو صد سالہ جوبلی کے عظیم منصوبہ کے تحت تعمیر ہوئی۔ اس موقعہ پر یورپ کے تمام ممالک سے آئے ہوئے احمدی احباب نے شرکت کی اور ملک کی بعض ممتاز شخصیتیں

بھی شامل ہوئیں۔مقامی پریس کے نمائندے بھی اس تقریب میں شامل ہوئے۔اس تقریب کی تصاویر اور کاروائی کو سویڈش اخبارات نے نمایاں جگہ دی۔سویڈش ریڈیو نے بھی اس خبر کو وسیع پیمانے پر نشر کیا اگلے دن حضور نے مقامی یوگوسلاوین احباب کو مشن ہاؤس میں ملاقاتوں کا شرف بخشا۔حضورؒ کے پُراثر کلمات سے متاثر ہو کر 14 افراد حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخلِ احمدیت ہوئے۔

حضورؒ کا پانچواں سفر 1976ء

حضور اس تاریخی اور مبارک سفر پر 20 جولائی 1976ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے تھے۔سفر کے دوران حضور امریکہ کینیڈا، انگلستان، سویڈن ناروے ڈنمارک، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ بھی تشریف لے گئے۔حضور نے 24 جولائی تا 15 اگست امریکہ اور کینیڈا کا دورہ فرمایا۔اس دوران امریکہ کی جماعتوں کے سالانہ کنونشن سے بھی خطاب فرمایا۔ پھر لنڈن واپس تشریف لے آئے۔لنڈن سے 18 اگست کو سویڈن میں گوٹن برگ کی بیت الذکر کے افتتاح کیلئے تشریف لے گئے، باقی یورپی ممالک کا دورہ فرما کر 15 ستمبر کو واپس لنڈن تشریف لائے۔اس سفر کے دوران تئیس اشخاص کو جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے حضور کے دستِ مبارک پر قبولِ حق کی سعادت حاصل ہوئی پھر حضور نے 29 ستمبر تا 4 اکتوبر انگلستان کی جماعتوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔17 اکتوبر کو لنڈن سے واپس ربوہ کیلئے روانہ ہو کر 20 اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دورہ کا مقصد:۔ حضور نے سفر پر جانے سے قبل خطبہ جمعہ میں اس سفر کی اغراض بیان فرمائیں۔

”......کل میں امریکہ اور یورپ کے سفر پر روانہ ہو رہا ہوں۔ گوٹن برگ سویڈن میں نئی تعمیر شدہ بیت الذکر کا افتتاح کرنے کے علاوہ امریکہ اور یورپ کے مشنوں کا دورہ کرنے کا بھی ارادہ ہے۔(الفضل 1970ء)

حضور نے اس سفر کے دوران گیارہ پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔گیارہ استقبالیہ دعوتیں حضور کے اعزاز میں ترتیب دی گئیں۔اور 13 خطبات جمعہ میں حضور نے احباب جماعت کو تبلیغی تربیتی امور اور ایک احمدی کا مقام سمجھنے کی تلقین فرمائی، 7.6/ اگست کو امریکی جماعت کے سالانہ کنونشن میں حضور نے افتتاحی اور اختتامی تقاریر فرمائیں جس میں جماعت کو درپیش حالات اور خصوصاً نئی نسل کی تربیت کی طرف توجہ دلائی۔اس سلسلہ میں کمیونٹی سنٹر کے قیام کی ضرورت بیان فرمائی جن میں بچوں کو چھٹیوں کے دوران دینی ماحول میں رکھا جائے۔حضور نے فرمایا:۔

”زمین خرید کر تربیت گاہیں قائم کی جائیں اور ان کے گرد پھلدار پودے لگا کر باغ وغیرہ لگائے جائیں تا کہ جب بچے تعلیم و تربیت کی غرض سے تعطیلات میں وہاں آ کر رہیں تو انہیں وافر مقدار میں پھل بھی مل سکے، اور وہ وہاں ہنسی خوشی رہ سکیں۔الغرض جتنی جلدی ممکن ہو سکے سردست پندرہ سٹیٹس میں تفریحی اور تعلیمی مراکز قائم ہو جانے چاہئیں اور ان میں تربیتی کورسوں کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے۔خواہ یہ

کورس دو ماہ کے لیے ہی ہوں" (الفضل 1976ء)

امریکہ اور کینیڈا میں حضور نے دین حق کی اشاعت کے نظام کو زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کے سلسلہ میں امریکہ اور کینیڈا کے مربیان کو بیش قیمت ہدایات سے نوازا اور امریکہ اور کینیڈا دونوں جگہ عہدیداران کے اجلاسات ہوئے جن میں دعوت الی اللہ و تعلیم و تربیت کے نظام میں وسعت پیدا کرنے کیلئے بعض اہم فیصلے فرمائے۔ احمدیہ مشن ہاؤس واشنگٹن کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور عمارت کے بہتر مصرف کے متعلق راہنمائی فرمائی اور امریکہ میں کمیونٹی سنٹر کیلئے بعض جگہیں جا کر دیکھیں جب حضور ڈیٹن تشریف لے گئے تو ڈیٹن سٹی کے کمشنر نے حضور کا پُر تپاک خیر مقدم کیا اور حضور کی خدمت میں شہر کی چابی پیش کی، اسی طرح میڈیسن شہر کے میئر نے بھی حضور کو خوش آمدید کہا اور حضور کی خدمت میں تحائف پیش کئے، حضورؒ نے میئر کو قرآن پاک کا ایک نسخہ بطور ہدیہ دیا۔

گوٹن برگ کی بیت الذکر کا افتتاح:۔

اس مبارک سفر کا سب سے اہم واقعہ بیت الذکر گوٹن برگ (سویڈن) کا افتتاح ہے حضورؒ 18 اگست کو سویڈن کیلئے روانہ ہوئے اور 20 اگست بروز جمعۃ المبارک بیت الذکر کا افتتاح فرمایا۔ اس تقریب میں سویڈن، ڈنمارک، ناروے، جرمنی، انگلستان سپین، ہالینڈ، یوگوسلاویہ، انڈونیشیا، ترکی، البانیہ، پاکستان اور بعض دیگر ممالک کے چھ صد احباب کو شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

افتتاح کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا:۔

"دراصل بیوت الذکر اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں، ہماری حیثیت تو محض نگران کی ہے ہماری بیوت الذکر کے دروازے ان تمام لوگوں کیلئے کھلے ہیں جو خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔

سویڈن ریڈیو نے حضور کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا اور وہاں حضور نے ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا، بیت الذکر کے افتتاح کی تصاویر ٹیلی ویژن پر دکھائی گئیں اور ریڈیو نے بھی کاروائی نشر کی۔ 25 اگست تک حضورؒ نے گوٹن برگ میں قیام فرمایا۔ اور اہل سویڈن کو ملاقاتوں کا موقعہ مہیا فرمایا، 26 اگست کو ناروے، ڈنمارک، جرمنی سوئٹزرلینڈ سے ہوتے ہوئے 14 ستمبر کو واپس لنڈن تشریف لے گئے، فرینکفورٹ میں حضورؒ کی خدمت میں شہر کے میئر موصوف نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے پُر خلوص خیر مقدم کیا اور تحائف بھی پیش کئے۔ حضور نے جواب میں قرآن پاک کا جرمن ترجمہ بطور تحفہ دیا اسی طرح زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا اور سوئس ریڈیو نے سوئٹزرلینڈ کے مسلمانوں کیلئے عید الفطر کی تقریب کے لئے حضور کا پیغام ریکارڈ کیا۔ لنڈن واپس آ کر حضور نے 22 ستمبر کو عید الفطر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضور انگلستان کی جماعتوں کے تفصیلی دورہ کیلئے تشریف لے گئے اور انگلستان میں دعوت الی اللہ کی مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کے پروگرام کا جائزہ لیا۔

چھٹا سفر 1978ء:۔

حضور اس تاریخی اور مبارک سفر پر 8 مئی 1978ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے۔ فرینکفورٹ، زیورچ اور ہیگ میں

مشنوں کا جائزہ لیتے ہوئے 31 مئی کو لنڈن تشریف لے گئے۔ 4.3.2 جون کو ''مسیح کی صلیبی موت سے نجات'' کے موضوع پر کانفرنس میں افتتاحی اور اختتامی خطاب فرمایا اور ناروے، سویڈن، ڈنمارک، جرمنی پیرس سے ہوتے ہوئے 18 اگست کو واپس لنڈن تشریف لے گئے اور 8 اکتوبر کو لنڈن سے روانہ ہو کر 10 اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دورہ کی غرض :۔

اس تاریخی سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضور نے فرمایا:۔

''اب تھوڑی دیر بعد میں بیرون ملک جانے کیلئے سفر پر روانہ ہونے والا ہوں جس کے دوران انگلستان میں ہونے والی اس بین الاقوامی کانفرنس میں بھی شرکت کروں گا جو حضرت مسیح ناصریؑ کے متعلق قرآن کریم کے مؤقف کی تائید میں منعقد ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کا وہاں پر بڑا چرچا شروع ہو گیا ہے۔ چرچ کی طرف سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے اور ہمارے لنڈن مشن کو دھمکیوں پر مشتمل خطوط بھی موصول ہو رہے ہیں۔ لیکن بہر حال ہمیں جو ہدایت قرآن نے دی ہے وہ تو یہی ہے فلا تخشوھم واخشونی (البقرہ۔۱۵۱) یعنی تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔ چنانچہ اس کے مطابق ہم ان دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور ہماری فطرت میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناکامی کا خمیر ہی نہیں ہے۔'' (الفضل 1978ء)

حضور نے اس سفر کے دوران 21 خطبات جمعہ میں احباب جماعت کو تعلیمی اور تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی۔ حضور کے اعزاز میں گیارہ استقبالیہ دعوتیں ترتیب دی گئیں۔ جن کے مناظر ٹیلیویژن پر دکھائے گئے۔ حضور نے پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا حضور کے ارشادات کو اخبارات نے نمایاں جگہ دی حضور کی تصویر کے ساتھ حضور کے حالات تحریر فرمائے اور ٹیلیویژن نے بھی پریس کانفرنس کے مناظر دکھائے۔

اس دورہ کا سب سے بڑا مقصد لنڈن میں ''مسیح کی صلیبی موت سے نجات'' کے موضوع پر منعقدہ ایک بین الاقوامی کسرِ صلیب کانفرنس کا انعقاد تھا۔ جس میں حضور کے علاوہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور سرینگر یونیورسٹی کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ اور ماہر آثارِ قدیمہ پروفیسر ہسپانوی مستشرق مسٹر اینڈ ریز، عیسائی مستشرق ڈاکٹر لیڈسلاد فلپ ڈنمارک کے مسٹر عبد السلام میڈیسن بی۔اے رفیق امام بیت الفضل لنڈن، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، شیخ عبد القادر صاحب محقق عیسائیت اور عیسائی محقق مسٹر آر سی ای، اسکال فیلڈ نے خطاب فرمایا:۔

اختتامی اجلاس میں ڈیڑھ ہزار سے زائد مہمانوں نے شرکت کی ان میں جماعت احمدیہ کے مندوبین کے علاوہ ماریشس، لائبیریا، گھانا، سیرالیون کے ہائی کمشنرز اور لنڈن کے بعض ممتاز زعماء بھی شامل تھے۔ اس بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد پر برطانوی چرچ میں ہلچل مچ گئی اور وہ اس طرح کہ برٹش کونسل آف چرچز کی طرف سے اس موقعہ پر ایک پریس ریلیز جاری کیا گیا۔ جس میں جماعت کو زیر بحث موضوع پر تبادلہء خیالات کی دعوت دی گئی اس کے جواب میں حضور نے فرمایا:۔

''ہم برٹش کونسل آف چرچز کے نمائندوں کے

ساتھ تبادلہ خیالات کی اس دعوت کو قبول کرتے ہیں اور اسی نوعیت کے تبادلہ خیالات کی رومن کیتھولک چرچ کو بھی دعوت دیتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں کہ تبادلہ خیالات کے یہ اجلاس لنڈن، روم، مغربی افریقہ کے ایک دارالحکومت اور ایشیا کے ایک دارالحکومت اور اسی طرح ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں طرفین کی منظور کردہ تاریخوں اور شرائط کے مطابق بھی منعقد ہوں۔'' (الفضل 6 جولائی 1978ء)

کانفرنس کے اختتام کے بعد حضورؒ نے کانفرنس میں شرکت کرنے والے مہمانوں کو شرفِ ملاقات بخشا اور ان کے ممالک میں اشاعت دینِ حق اور دعوتِ حق کے متعلق گفتگو فرمائی۔ 7 جون کو حضور کے اعزاز میں برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر ٹام کاکس نے دعوت استقبالیہ کی تقریب کا اہتمام دارالعوام کی عمارت میں کیا۔ اس تقریب میں بہت وسیع پیمانے پر لنڈن شہر کے معززین کو مدعو کیا گیا۔ اس تقریب میں جماعت احمدیہ کے بیرونی مندوبین اور مقامی احباب کے علاوہ پاکستان سوسائٹی لنڈن کے صدر سرالیگزینڈر اور سیکرٹری نیز لندن کے بہت سے میئر صاحبان بعض ممبران پارلیمنٹ اور شہر کی ممتاز اور معزز شخصیتوں نے شرکت کی، دعوت کے بعد حضور نے کچھ دیر دارالعوام کی کاروائی بھی سنی۔ 8 جون کو حضور نے یورپین ممالک یعنی برطانیہ، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ڈنمارک، سویڈن ناروے کے احمدیہ مشنوں کے مبلغین انچارج اور ان کے نائبین اور اسی طرح مغربی افریقن ممالک میں سے نائجیریا، گھانا کے مبلغین کو طویل ملاقات کا شرف بخشا اور انہیں عیسائی دنیا میں دین حق کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے سلسلہ میں دعوت الی اللہ کی مساعی کو تیز تر اور نتیجہ خیز اور مؤثر بنانے کے سلسلہ میں ہدایات سے نوازا۔

حضور روزانہ ڈاک دیکھنے کے علاوہ آنے والے افراد کو انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں کا شرف بخشتے۔ 24 جولائی کو حضور یورپی ممالک کے دورے پر روانہ ہوئے۔ حضور نے ناروے، سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی کے مشنوں کا جائزہ لیا اور وہاں پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا 19 اگست کو واپس لنڈن تشریف لے آئے۔ یہاں کچھ دن حضور کی طبیعت ناساز رہی۔ حضور بحالی صحت کیلئے لنڈن میں قیام فرما رہے۔ 8 اکتوبر کو لندن سے روانہ ہو کر 11 اکتوبر کو حضورؒ ربوہ تشریف لے آئے۔

ساتواں اور آخری سفر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے دورِ خلافت کے ساتویں اور آخری سفر یورپ پر 26 جون 1980ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور 29 جون کو فرینکفورٹ پہنچے۔ حضورؒ مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، آسٹریلیا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، سپین، نائجیریا، غانا، کینیڈا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور انگلستان سے ہوتے ہوئے 26 اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

سفر کی غرض و غایت:۔

حضورؒ نے اپنے اس سفر کی یہ غرض وغایت بیان فرمائی۔

''تیسری بات میں اپنے حالیہ سفر اور غیر ممالک کے دورہ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ یہ دورہ کئی وجوہات کی وجہ

سے ضروری ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حال ہی میں ایسے فضل فرمائے ہیں اور بیرونی ممالک میں ترقی کی ایسی نئی راہیں کھولی ہیں کہ ان سے فائدہ اٹھانے اور غلبہء دینِ حق کے کام میں تیزی پیدا کرنے کیلئے ان ممالک میں جانا ضروری ہو گیا ہے...... 1970ء میں جب میں سپین گیا میں نے کوشش کی کہ وہاں ایک چھوٹی سی خستہ حال اور غیر آباد بیت الذکر نماز پڑھنے کیلئے ہمیں مل جائے ہر چند کہ وہاں کی حکومت اس کیلئے تیار ہو گئی لیکن پادریوں کی طرف سے شدید مخالفت کے باعث وہ ایسا نہ کر سکی۔ اس کے بعد دس سال کے اندر ایسا انقلاب عظیم برپا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شہر قرطبہ کے قریب ایک قطعہ زمین عطا کر دیا جسے ہم نے قیمتاً خریدا ہے اور حکومت نے اس پر بیت الذکر کی تعمیر کی باقاعدہ طور پر اجازت بھی دے دی ہے...... حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اوسلو کے قریب ایک سہ منزلہ شاندار عمارت عطا کر دی ہے جو بیت الذکر اور مشن ہاؤس کے طور پر بخوبی استعمال ہو سکتی ہے...... نائجیریا سے حال ہی میں اطلاع آئی ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مختلف علاقوں میں مزید تین بڑی بڑی بیوت الذکر تعمیر کرنے کی توفیق دی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ اس دورہ میں میں ان کا بھی افتتاح کروں...... میں نے ربوہ میں بھی یہ تحریک کی ہے اور اب آپ سے بھی کہتا ہوں کہ آپ سات دن تک خاص طور پر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس دورہ کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے اور غلبہٴ دینِ حق کے حق میں یہ دورہ بہت مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہو“ (سفرِ یورپ ص9)

حضور نے پورے چار ماہ دنیا کے تین براعظموں میں پھیلے ہوئے تیرہ ممالک کا خالص دینی اغراض و مقاصد کیلئے دورہ فرمایا۔ اس طویل دعوت الی اللہ اور تربیتی دورہ میں حضورؒ نے مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ۔ آسٹریا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، ہالینڈ سپین، نائجیریا، غانا، کینیڈا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور انگلستان کے ممتاز دانشوروں اور اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے دین حق کی تعلیم رکھی اور دیگر مذاہب پر اس کی برتری کو ثابت فرمایا۔ ان ممالک میں بسنے والے احمدیوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کیلئے 20 خطابات فرمائے اور 16 خطبات جمعہ دیئے چودہ پُر ہجوم پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا اور دین حق کے متعلق یورپ میں صدیوں سے پھیلے ہوئے خیالات کو غلط ثابت فرمایا اور انکے سامنے دین کی اصلی تعلیم پیش فرمائی اور قرآن کریم کی روشن اور دلکش اور لازوال تعلیمات کو اس کی اصل شکل میں اہل مغرب کے سامنے پیش فرمایا۔ تیرہ ممالک میں جماعت احمدیہ کی مساعی کا جائزہ لیا اور مربیان سے دعوت الی اللہ اور احمدیوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے سلسلہ میں مشورے کئے، ناروے میں اوسلو کے شہر میں نئے مشن ہاؤس کا اور بیت الذکر کا افتتاح فرمایا اور مغربی افریقہ کے ممالک میں جماعت احمدیہ جو تعلیمی اور طبی خدمات سر انجام دے رہی ہے اس کا معائنہ کیا اور متعدد نئے میڈیکل سنٹرز اور سیکنڈری سکولز کھولنے کی منظوری دی۔ اپنے اس تاریخ ساز دورہ کے آخر میں سرزمین اندلس یعنی سپین میں

ساڑھے سات سو سال بعد حضور نے ابراہیمی دعائیں پڑھتے ہوئے 9 اکتوبر کو بیت الذکر کا سنگِ بنیاد رکھا اور اس کے بعد ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا:۔

سوال:۔ آپ نے بیت الذکر کیلئے پیدرو آباد کی جگہ کو کیوں انتخاب کیا؟

جواب:۔ ہم نے اس جگہ کو نہیں چنا بلکہ خدا تعالیٰ نے چنا ہے جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں۔

سوال:۔ بیت الذکر کی اہمیت کیا ہے؟

جواب:۔ بیت الذکر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسی جگہ ہو جہاں پر اکٹھے مل کر خدا کی عبادت کی جاسکے۔

سوال:۔ مسلمانوں کے درمیان اس وقت لڑائی ہو رہی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ دینِ حق امن کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اس وقت جو لڑائی ہو رہی ہے وہ دینِ حق کی تعلیم کے خلاف ہے اس لئے ہم اس کیلئے دینِ حق کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے ۔ گذشتہ دو عالمی جنگوں میں عیسائی حکومتیں بھی ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہی تھیں مگر اس کیلئے ہم عیسائیت کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے اسی طرح اس جنگ کا حال ہے...... قرآن ایک عظیم کتاب ہے۔ یہ تمام انسانی مشکلات کا حل پیش کرتی ہے جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے یہ کتاب مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھتی۔ (دورہ مغرب ص545)

حضورؒ نے 29 جولائی تا 7 اگست یورپین ممالک کا دورہ فرمایا۔ 7 تا 16 اگست حضورؒ کا قیام لنڈن میں رہا۔

17 اگست تا 31 اگست حضور نے مغربی افریقہ کے ممالک نائجیریا، غانا کا دورہ فرمایا۔ اس سفر کے دوران، ایمسٹرڈیم ائیر پورٹ سے لیگوس کیلئے حضورؒ روانہ ہونے والے تھے اور vip لاؤنج میں احباب جماعت سے باتیں کر رہے تھے کہ وزیر اعظم ہالینڈ مسٹر اے فن آخت امریکہ سے ایمسٹرڈیم پہنچے اور اپنے ذاتی عملہ کے بعض افسران کے ہمراہ vip لاؤنج کے اس حصہ میں تشریف لائے اور حضورؒ سے ملاقات کر کے مسرت کا اظہار کیا۔ مغربی افریقہ کے دورہ کے دوران حضورؒ نے تین بیوت الذکر کا افتتاح فرمایا اور افریقن ممالک کے انچارج مربیان کی میٹنگ میں کام کو تیز تر کرنے کی سکیم پر غور کیا اور غانا کے صدر مملکت کو دوبار ملاقات کا شرف عطا کیا۔ افریقہ کے دوران حضورؒ جہاں بھی تشریف لے گئے ہزاروں افراد نے حضور کا استقبال کیا اور حضورؒ نے متعدد نئے میڈیکل سنٹرز اور سیکنڈری سکول کے قیام کا اعلان فرمایا۔

حضور نے 4 ستمبر سے 24 ستمبر تک امریکہ اور کینیڈا کی احمدی جماعتوں کا دورہ فرمایا اور ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت پر متعدد خطبات ارشاد فرمائے۔ 25 ستمبر سے 24/اکتوبر تک حضورؒ نے لندن میں قیام فرمایا اس دوران حضور نے چار پریس کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ جلسہ سالانہ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے خطبات دیئے۔

حضور 26 اکتوبر کو کامیاب و کامران واپس تشریف لے آئے۔

خلافتِ ثالثہ کا بابرکت دور

حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ

بلاشبہ دورِ خلافت ثالثہ مجموعی طور پر جماعتی ترقی کے لحاظ سے بہ ہر عنوان ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہا۔ زمانہ کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے ...... کی ترقی کے لئے، خدا تعالیٰ کے کلام کو ساری دنیا تک پہنچانے کیلئے نئی نئی سکیمیں سوچیں۔ نئی نئی تدبیریں عمل میں لائی گئیں۔ تعلیم کو عام کرنے اور اسکے حصول کے لئے کونسی تدبیر عمل میں نہ لائی گئی۔ تعلیم کو عام کرنے کیلئے اور جماعت کے طلبا کو شوق دلانے کیلئے اپنے ساتھ براہ راست خط و کتابت سے رابطہ قائم کروانا۔ اور پھر اعلیٰ اور امتیازی نتائج پر انہیں گولڈ میڈل سے نوازنا یہ سب کام آپ نے براہِ راست اپنے ذمہ کس خوبی اور خوش اسلوبی سے لئے اور ان پر کما حقہٗ عمل کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وجود لاریب! ایک زندہ و تابندہ نشان تھا۔ کیونکہ آپ کی خلافت کا ظہور گذشتہ پیشگوئیوں کے عین مطابق تھا۔ حضرت مسیح الزماں کا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ لَّکَ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی۔ پھر خود حضرت مصلح موعود کی وہ پیشگوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے متعلق تھی کہ آپ کی مخالفت کرنے والے ناکام و نامراد رہیں گے۔

جماعت کے ہر فرد نے ان الٰہی بشارتوں اور خدائی وعدوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ آپ کا سترہ سالہ دورِ خلافت بفضلہٖ تعالیٰ ہر جہت سے جماعتی ترقی کا حسین اور سنہری دورِ خلافت رہا۔ بہت سی بیوت تعمیر ہوئیں۔ کئی نئے مشن قائم ہوئے تعلیمی تربیتی انتظامی مالی ضروریات کی تکمیل کیلئے بھی بہت سی انقلابی تحریکات ہوئیں مثلاً فضل عمر فاؤنڈیشن، تعلیم القرآن، وقفِ عارضی، نصرت جہاں آگے بڑھو۔ صد سالہ جوبلی، عظیم تعلیمی سکیم۔ پھر وقفِ جدید میں دفتر اطفال اور غیر مسلموں میں تبلیغ کا اجراء ۔ مالی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس دور میں جماعت کو وہ برکت اور وسعت دی کہ انجمن ہائے احمدیہ اور دوسری تحریکات کے بجٹ لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں تک پہنچ گئے۔

اشاعتِ ...... کیلئے مختلف ممالک میں بیرونِ پاکستان کے دورے شاندار کامیابی کا نشان ہیں۔ آپ نے بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ان کو آنے والی تباہی سے ہوشیار کرتے ہوئے انہیں خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دی اور بنی نوع انسان کو باہم محبت و پیار کا پیغام دے کر تمام انسانیت میں گورے اور کالے کی تمیز اور مشرق و مغرب کے امتیاز کو ختم کرنے کا پرچار کیا۔ اپنی جماعت کی فلاح و بہبود اور اس کی عظمت و رفعت کے لئے اسے کئی ماٹو (moto) دیئے۔ جیسے "ہمیشہ مسکراتے رہو۔"

"محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"

"وقت کا ایک لحہ بھی ضائع نہ ہو" اور پھر "تعلیم القرآن" "عمل بالقرآن اور اشاعتِ قرآن" وغیرہ۔

آپ کا دورِ خلافت بلاشبہ ہر لحاظ سے ترقی کا دور تھا۔ایک سو چھیاسی نئی بیوت کی تعمیر ہوئی نو ممالک میں مشن کھولے گئے۔افریقہ میں متعدد ہسپتال اور سکول کھولے گئے۔ بیرونِ پاکستان بہت بڑی جماعتیں قائم ہوئیں فضل عمر فاؤنڈیشن آپ کی پہلی تحریک تھی جو کہ اس منصوبے کی تکمیل کے لئے ہے جو حضرت مصلح موعود نے شروع کئے تھے اور وہ تشنہ تکمیل تھے۔فضل عمر فاؤنڈیشن کے دفتر کا وجود، خلافت لائبریری کی عمارت، گیسٹ ہاؤسز کی تعمیر اور سیدنا حضرت مصلح موعود کے خطباتِ عیدین و نکاح اور آپ کی سوانح کی اشاعت یہ سب کام حضور کے عہدِ خلافت میں ہوئے۔

مغربی افریقہ کا دورہ نصرت جہاں ریزروفنڈ سکیم کے اجراء کا موجب بنا اور LEAP FOR WARD پروگرام تھا جو افریقہ کے باشندوں کی فلاح و بہبود کے لئے بنا اور اس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔ اس کے تحت نائیجیریا میں چھ میڈیکل سینٹر۔دس سکول غانا میں پانچ میڈیکل سینٹر، چھ سیکنڈری سکول، لائبیریا میں ایک میڈیکل سینٹر اور سیکنڈری سکول گیمبیا میں چار نئے میڈیکل سینٹر، سیرالیون میں چار میڈیکل سینٹر، سات سیکنڈری سکول قائم ہوئے۔ پھر تحریکِ جدید کے دفتر سوم کا اجراء وقفِ جدید دفتر اطفال کا اجراء۔ رسومات کے خلاف جہاد تحریک صد سالہ جوبلی فنڈ، قرآن مجید کی کثیر اشاعت اس کے متعلق تو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت بھی دی گئی تھی کہ آپ کی خلافت میں قرآن مجید کی اشاعت بہت زیادہ ہوگی۔ چنانچہ چھ زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہوا۔فرنچ اور ڈینش زبان میں ہوٹلوں میں اور لائبریریوں میں ہزاروں کی تعداد میں قرآن کریم کے نسخے رکھوائے گئے۔ ہر ملک میں فولڈرز کی اشاعت ان کی زبان میں کی گئی جس سے احمدیت کا تعارف مختصراً ان کی زبان میں ہوا۔تحریک صد سالہ جوبلی فنڈ کے تحت اشاعتِ ...... کیلئے ایک جامع منصوبہ کے تحت تمام ممالک میں مشنوں کا قیام ،بیوت کی تعمیر، قرآن کریم کے ترجم، کئی زبانوں میں۔۔۔۔ لٹریچر کی اشاعت سویڈن، ناروے، سپین میں بیوت تعمیر ہوئیں۔انگلستان میں پانچ نئے مراکز بنے۔ جاپان میں نیا مشن ہاؤس کیلگری کینیڈا میں بیت اور دارالتبلیغ کیلئے زمین، پھر کسرِ صلیب کانفرنس کا 1978ء میں لنڈن میں انعقاد جو کہ عیسائیوں کو گویا ایک چیلنج تھا۔جسے قبول کرنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔

آپ کی ہر تحریک ایک منفرد اور اپنے اندر بھرپور افادیت کا حکم رکھتی ہے۔آپ کے بعد بھی ان کا تسلسل جاری وساری رہے گا اور آنے والی نسلیں اِن سے مستفید ہوں گی اور ان پر فخر کریں گی۔

آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ جو تاریخ ...... میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا وہ آپ کا ساڑھے سات سو سال بعد سپین کی سرزمین پر بیت بشارت کی بنیاد رکھنا ہے اور خدا کے کمال فضل و احسان سے آپ نے اپنی زندگی میں ہی اس کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔صرف اس کا افتتاح باقی تھا یہ بیت بشارت ......سپین اور بلادِ غربیہ میں ......کی عظمت رفتہ کی بحالی اور احیاءِ نَو کا موجب ہوگی۔یہ ہمارا ایمان ہے آنے والی نسلیں...... ابدالآباد تک آپ پر سلامتی بھیجتی رہیں گی۔ ساڑھے سات سو سال تک جس سرزمین پر کبھی خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا۔......کو جہاں سے بے دست و پانشانہ جور و ستم بنا کر زبردستی نکالا گیا۔شدید ترین

ظلم ان پر توڑے گئے۔ وہ سرزمین جہاں...... کی اپنی حکومت تھی جہاں بڑے بڑے...... فلاسفرز اور سائنسدانوں نے جنم لیا۔ اسی زمین کو ظالموں نے تہہ و بالا کر کے رکھ دیا...... کو نیست و نابود کیا۔ شرک وجور و ظلم نے امن و امان، سکون، صلح و آشتی کی جگہ لے لی۔ اور...... کا سپین قعرِ مذلت کے اندھیروں میں ڈوب گیا۔ لیکن یہ سب کچھ آخر کب تک؟

1970ء میں خدا تعالیٰ کے اس مقرب بندہ نے اپنی بے قرار روح کے ساتھ تڑپ کر خدا کے حضور التجا کی اور ہزاروں آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتے ہوئے گڑگڑایا۔ کہ اے خدا! تُو اس...... قوم کے گناہ اور زیادتیاں معاف فرما۔ اس قوم کو اسکی کھوئی ہوئی وجاہت شان و شوکت دوبارہ عطا کر دے۔ آخر تو یہ لوگ تیرے نام لیوا ہیں۔ یہاں کوئی ایسی صورت پیدا کر جو تیرے نام کے جھنڈے کو بلند کریں۔ تیرے کلام کا چرچا کریں۔ تیرے حبیب نبی ﷺ کے نام کو روشناس کروائیں۔ یہاں ناقوس کی گھنٹیوں کی بجائے صوت ہوں۔ جن کے میناروں سے پانچ مرتبہ تیرے نام کی بڑائی کا اعلان ہو۔ تیری یکتائی کا اعلان ہو۔ تیری وحدانیت کا اعلان ہو۔ تُو...... کی اس طول و طویل ساڑھے سات سو سالہ آزمائش کو اپنی رحمت اپنے حسن و احسان اور صفتِ رحیمیت و رحمانیت سے ختم کر دے۔ اور...... کو اس سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت عطا کر۔ سو! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں اور تضرعات کو سنا اور قبول فرمایا اور تسکین عطا کی کہ قبولیت کا ایک وقت مقدر تھا جو بہر حال ضرور پورا ہوگا۔ چنانچہ 1980ء میں وہ مقررہ ساعت آ گئی اور یوں دس سال بعد اس کے بابرکت ہاتھوں سے اس بیت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اور اس بیت کا سنگِ بنیاد غیر معمولی پُرسوز دعاؤں اور گریہ وزاری کے ساتھ رکھا گیا۔ اور آپ کی دعائیں آخری تکمیل تک جاری و ساری رہیں۔ یہاں تک کہ بیت ''بشارت'' کی عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

اور اے میرے جانے والے محترم عزیز! میرے آقا! مجھے تیرے ہی ربّ کریم کی قسم تیرے طاہر نے حقِ جانشینی ادا کیا اور خوب ادا کیا۔ اس حد تک کہ اس موقع پر دعا کے اس سوز و ساز میں اسکے روح و جسم تحلیل ہو گئے۔ آنسوؤں کے مسلسل بہتے دھارے تھے۔ سسکیاں اور چیخیں تھیں، دعائیں تھیں اور التجائیں تھیں درد و کرب میں ڈوبی ہوئی۔ ہزاروں پروانوں کی معیت میں ان کے نالہ و شیون ان کی چیخ و پکار جو اس محبوب و محسن خدا کے حضور تھی۔ ان سب کی التجاؤں کے ساتھ تیری بیت ''بشارت'' کا حسین افتتاح تیرے طاہرؒ نے کیا۔ اور یقین کامل ہے کہ اس کی گریہ وزاری بار آور ہو گی۔ سرزمینِ سپین میں موسلا دھار برسنے والے تمام تر آنسو موتیوں اور ہیروں کی صورت میں وجود میں آئیں گے۔...... اور! تیرے ربّ کی قسم میرے آقا! تیرے ان پروانوں نے تجھے بیقراری سے یاد کیا۔ تجھ پر سلام و رحمت کے نذرانے اَن گنت بھیجے۔ جن کا تسلسل جاری رہے گا۔

سلام اور پھر سلام اور رحمت! تُو نے اپنے اس عہد کو خوب نبھایا جو تو نے سیدنا حضرت مصلح موعود کے وصال پر اُن کے جسد مبارک کے سامنے کیا تُو نے اپنا مشن مکمل کیا تُو نے ہمیں ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرتے ہوئے راہِ مستقیم پر رواں دواں کر دیا۔ آپ کی ذریّت کے لئے یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آپ کی تمام صفاتِ حسنہ سے متصف کرے۔ وہ ساری دُنیا کے لئے ہدایت کا موجب ہوں۔ آمین

ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر احمدی کو پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

منجانب



دارالنصر وسطی نمبر 1 ربوہ

پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں
اور کشادہ ترقی کی راہیں کریں
آرزوئیں میری جو دعائیں کریں
رنگ لائیں میرے مہماں کے لئے

منجانب

بشریٰ بشیر صاحبہ ونیلم نواز صاحبہ
دارالذکر فیصل آباد

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں احمدیوں کو محبت بھرا اسلام اور قدرت ثانیہ کا پانچواں دور مبارک ہو

منجانب
نگہت ناصر صاحبہ
ڈیفنس کراچی

صدیوں تجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

منجانب

غزالہ رشدی صاحبہ

ڈیفنس لاہور

میرے پیارے بھائی جان

حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود

نوٹ: پرانی تحریر دوبارہ شائع کی جارہی ہے۔ادارہ

مدیرہ مصباح کا اصرار ہے کہ میں اس نمبر کیلئے ضرور کچھ لکھوں۔ گو میں اپنے میں اتنی ہمت نہیں پاتی مگران کے بار بار اصرار پران کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے چند سطور لکھ رہی ہوں۔

زمانہ کے بُعد کے ساتھ انسان اپنے ماضی کو بھولتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک بھولے ہوئے خواب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔مگر بعض واقعات ایسے ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ پھر ماضی کے دھند لکے چھٹنے لگتے ہیں۔اس وقت میری بھی یہی حالت ہے جب دن کی تنہائیوں اور رات کی خاموشیوں میں آنکھیں بند کر کے تکیہ پر سر رکھتی ہوں تو وہ دھندلا ماضی روشن ماضی بن کر میرے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔

میں نے جب شعور کی عمر میں قدم رکھا تو اپنے سامنے ایک اور بچہ دیکھا جو مجھے مسکراتی آنکھوں اور ہنستے چہرے سے دیکھتا ہوا اپنے بازوؤں کے حصار میں لئے رکھتا اور میرے ساتھ کھیلتا۔ایسا معلوم ہوتا کہ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا اور میں اس کا قرب اپنے لئے ضروری سمجھتی وہ بچہ کون تھا۔وہ میرا نہایت ہی شفیق اور چاہنے والا بھائی اور جماعت احمدیہ کا تیسرا خلیفہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ تھے۔

پھر میرے بھائی ہمارے گھر سے حضرت اماں جان کے گھر برائے پرورش و تربیت منتقل ہو گئے۔کبھی بچپن میں زیادہ بیمار ہوتے تو امی جان مرحومہ کے پاس بھیج دیئے جاتے ورنہ حضرت اماں جان کی زیر تربیت اور ان کی نگرانی میں رہے ایک واقعہ بچپن کا یاد ہے حضرت بھائی جان کی آنکھیں بہت دکھنے آگئیں اس وقت وہ امی جان کے پاس آگئے تھے۔امی جان دوائی ڈالنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ قابو نہیں آرہے تھے اور چارپائی کے نیچے گھُسے زور زور سے رو رہے تھے۔امی جان نے حضرت سیّدی ابا جان کو کہلا بھیجا کہ ''ناصر'' آنکھوں میں دوائی نہیں ڈلوا رہا آپ خود آکر دوائی ڈالیں ۔حضرت سیّدی ابا جان تشریف لائے بھائی جان کو (جن کو میں بائی ہی کہتی تھی اور اسوقت تک بائی ہی کہتی رہی ہوں غالباً اس کی وجہ ہوگی کہ منہ پر بھائی نہیں چڑھتا ہوگا۔ بہر حال ''بائی'' کا لفظ مجھے بہت ہی پیارا تھا، ہے اور رہے گا۔) چارپائی کے نیچے سے کوشش کر کے نکالا اور ان کی

آنکھوں میں دوائی ڈالی۔ میں آنکھوں میں آنسو لئے پلنگ کی پٹی پکڑے کھڑی تھی اور یہ ناگوار محسوس ہو رہا تھا کہ کیوں سیّدی حضرت ابّا جان اور امی جان بائی کی آنکھوں میں دوائی ڈال رہے ہیں۔

سیّدی حضرت ابّا جان نے مجھے اور حضرت بھائی جان کو مکرمی محترمی قاری یاسین صاحب مرحوم کے ہاں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بھجوانا شروع کیا۔ جہاں ہم دونوں اکٹھے جاتے کبھی اکٹھے واپس آتے کبھی میں پہلے واپس آجاتی کیونکہ میں کم پڑھتی تھی۔

پھر حضرت بھائی جان کو قرآن مجید حفظ کرانے کے لئے حافظ صاحب مقرر کر دیئے گئے۔ اور دوسری پڑھائی بھی ساتھ ہی شروع ہوگئی۔ میں حضرت امی جان کے مکان کے صحن میں شاہ نشین پر جس پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں حضرت بھائی جان کو دیکھنے کے لئے کھڑی رہتی تا کہ جب وہ باہر سے آئیں تو مجھے پتہ لگ جائے کہ آگئے ہیں جب وہ آتے تو کبھی وہ حضرت اماں جان کے مکان سے جو ہمارے مکان سے ملحق تھا۔ ہمارے ہاں آجاتے کبھی میں ان کے پاس چلی جاتی۔ کبھی کبھی چھٹی کے دن وہ مجھے ساتھ لے کر بھینی کی طرف یا باووں کے باغ کی طرف شکار کے لئے بھی لے جاتے۔ ہوائی بندوق اور غلیل سے خود شکار کرتے اور مجھ سے نشانہ لگواتے۔ اسی طرح ہم لڑکپن کی حدود بھی پھلانگ گئے۔

بھائی جان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ حضرت امّاں جان حضرت بھائی جان سے بہت محبت کرتی تھیں اور بہت خیال رکھتی تھیں۔ کھانے کے اوقات کا۔ ان کے آرام کا اور ساتھ ہی تربیت کے پہلو کو نظر انداز نہ کرتیں تعلیم سیّدی حضرت ابا جان کی منشاء کے مطابق جاری رہی۔

بچپن سے ہی جماعتی کاموں میں دلچسپی لیتے اور ہر موقع پر جب بھی سلسلہ کے کسی کام کے لئے ضرورت ہوتی خدمت میں لگ جاتے۔ خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ہی دین کی خدمت کا شوق اور بے لاگ جذبہ دل میں پیدا کیا تھا وہ سلسلہ اور اسلام کے جان نثار بہادر جری سپاہی تھے خطرات میں کود جانا ان کیلئے معمولی بات تھی۔

خلیفہ کی اطاعت و فرمانبرداری جزوِ ایمان تھا۔ حضرت سیّدی ابّا جان کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے اور ان کے مقام کو اچھی طرح پہچانتے تھے یہاں باپ بیٹے کا سوال نہیں بلکہ امام اور مرید کا معاملہ تھا۔ اولاد بعض اوقات اپنے والدین سے شکوے شکایت بھی کر لیتی ہے مگر آپ کے منہ سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جس میں شکوہ کا شائبہ بھی ہو۔

بہت مہمان نواز تھے اس صفت میں اپنے عظیم باپ سے وافر حصہ لیا تھا۔ غریب کی بھی میزبانی کرتے اور

امیر کی بھی۔ اپنی آخری بیماری میں بھی جو عزیز یا غیر عیادت کو آتے یا وہاں پر رہ رہے تھے۔ ان کے کھانے چائے وغیرہ کا پوچھتے رہتے اور جو وہاں دن رات رہتے تھے ان کے آرام کی تاکید کرتے کہ کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ میں نے ایک دو مرتبہ کہا بھی ''بائی'' آپ خیال نہ کریں سب ٹھیک ہے جس سے وقتی طور پر مطمئن ہو جاتے ایسے وقت میں جبکہ اپنی شدید بیماری اور خطرناک حالت کا بھی علم ہو چکا تھا۔ اپنے بجائے ہم لوگوں کے لئے فکر مند ہو جاتے خدا تعالیٰ نے بہت فراخ دل عطا فرمایا تھا۔ بیماری میں بھی کوئی کرب اور گھبراہٹ نہیں خاموش دعاؤں میں لگے رہتے۔ جب کوئی اندر عیادت کیلئے جاتا۔ مسکراتے چہرے اور مسکراتی آنکھوں سے بات کرتے۔ بجائے اپنا حال بتلانے کے اس کا حال پوچھنے لگتے۔

سوتیلے سگے میں کوئی فرق نہیں تھا سب سے یکساں سلوک تھا۔ بلکہ جو دوسری ماؤں کی اولاد سے بہن بھائی تھے ان سے زیادہ ہی شفقت کرتے تھے۔ ہاں جن کے ساتھ بچپن گزرا طبعاً ان کے ساتھ زیادہ تعلق اور لگاؤ تھا مگر اسی حد تک جو بچپن کے ساتھ سے ہوتا ہے۔ نہایت محبت کرنے والے احساس و جذبات کا خیال رکھنے والے قدر دان شوہر تھے۔ اور بہت ہی پیار کرنے والے شفیق باپ۔

خلافت کے مقام پر متمکن ہونے کے بعد تو کاموں کی یلغار تھی۔ جماعتی بوجھ تھے جن کے نیچے آپ دبے ہوئے تھے۔ شائد کسی کا خیال ہو کہ خلافت پھولوں کی سیج ہے۔ نہیں۔ خلیفۂ وقت پر تو پریشانیوں اور فکروں کا بوجھ ہوتا ہے۔ اپنا دکھ اور یہ احساس کہ جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے ڈالی ہے۔ اگر اس کو میں صحیح طور ادا نہ کرسکوں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی ہو جائے تو خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ جماعت کا فکر کہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ جماعت کے ہر فرد کے دکھ اور تکلیف کو محسوس کرنا۔...... کی زبوں حالی کا فکر...... کا درد غرضیکہ خلیفۂ وقت کیا کیا دکھ اپنے سینہ میں سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ کبھی کبھی دکھوں اور غم کے سائے آپ کے چہرے پر بھی نظر آئے مگر پھر طبعی مسکراہٹ میں تبدیل ہو جاتے۔ خیال بھی نہیں تھا کہ حضرت بھائی جان اتنی جلدی داغِ جدائی دے جائیں گے۔ کسے معلوم تھا کہ وہ اپنی نو بیاہتا دلہن کو تڑپتا چھوڑ کر اپنے محبوب و مولیٰ سے اتنی جلد جا ملیں گے۔

خدا تعالیٰ ہی اپنے خاص فضل و کرم سے عزیزہ طاہرہ صدیقہ کو اس عظیم صدمہ کے برداشت کرنے کی قوت و طاقت بخشے جس نے ان کے دل و روح کی ہر تار کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت بھائی جان کے بچوں کا بھی ہر آن حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

ناصرِ دیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یاد میں

(راجہ نذیر احمد ظفر)

نور کا جس کے گرد ہالہ تھا جسکو نصرت جہاں نے پالا تھا
جو تھا موعود باپ کا موعود جس کا الہام میں حوالہ تھا
ساری دنیا تھی جس کی نظروں میں شرق اور غرب دیکھا بھالا تھا
جس کا کسرِ صلیب کا جلسہ کفر کے دل میں ایک بھالا تھا
جس نے صدیوں کے بعد اندلس میں کردیا دیں کا بول بالا تھا
جس نے تقدیر کو دعاؤں سے حق میں ہم عاجزوں کے ڈھالا تھا
کتنے کمزور پا تھے ہم میں سے جن کو اس شخص نے سنبھالا تھا
اسکے سائے میں جنتیں لوٹیں باپ تھا اور پیار والا تھا
کرکے ہم کو یتیم چھوڑ گیا پھر پڑا ظلمتوں سے پالا تھا
ناگہاں چاند اک طلوع ہوا اب کے طاہر کا یہ اجالا تھا
لو علاجِ جدائی آپہنچا
ناصر دیں کا بھائی آپہنچا



میرے نہایت ہی پیارے اور محسن بھائی جان رحمہ اللہ تعالیٰ

محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ

میرا دل ابھی تک اپنے پیارے بھائی جان کی وفات پر یقین نہیں کر رہا۔ مدیرہ مصباح کے اصرار پر ان کے متعلق کچھ لکھنے لگی ہوں۔ کیونکہ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ میرے بھائی جان اپنے سب سے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے ہیں۔

یوں تو جب سوچنے لگتی ہوں تو بچپن سے لے کر اب تک کے ہزاروں واقعات یاد آتے ہیں مگر چند باتیں لکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ خدا کرے صحیح رنگ میں لکھ سکوں۔

مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھولتا جب میرے ابا جان (حضرت مصلح موعود) کی وفات کے بعد میں ان کے کمرے سے نکلی تو سامنے بھائی جان کھڑے تھے آپ کے چہرے پر بھی شدید دُکھ کے آثار تھے۔ آپ نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگا لیا۔ اور میرے سر پر پیار کر کے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صدمہ بہت بڑا ہے مگر اس وقت ساری جماعت کے لئے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر قسم کے انتشار سے بچائے اور ایک ہاتھ پر اکٹھا کرے، میرے آنسو رُک گئے اور میں جماعت کے لئے دعا میں لگ گئی اور یوں مجھے پہلا سبق اپنے ذاتی غم سے زیادہ جماعت کے ایک ہاتھ پر اکٹھے ہونے کا اور خلافت کی اہمیت کا دیا! (جس دن بھائی جان کی وفات ہوئی تو مجھے بار بار بھائی جان کے یہ الفاظ یاد آ رہے تھے اور میں مسلسل یہ دعا کر رہی تھی کہ خدایا آج ہم پھر تیرے حضور حاضر ہیں۔ ہماری جماعت کو ایک ہاتھ پر اکٹھا رکھنا اور جو سبق مجھے تیرے اس پیارے بندے نے دیا تھا۔ اس کی اس تڑپ کو اس کے بعد بھی کوئی دھچکہ ہماری طرف سے نہ لگے اور جو تیرے نزدیک جماعت کیلئے بہت ہی بابرکت وجود ہو تُو خود ہی اس کو کھڑا کر دے) ابا جان کی وفات کے بعد جب تک خلافت کا انتخاب نہیں ہو گیا میں بے چینی کے ساتھ پھرتی کبھی ایک کمرے میں جاتی کبھی دوسرے میں چین نہیں آ رہا تھا۔ میرے ابا جان کو اُوپر کے کمرے سے نیچے لے جا چکے تھے۔ ابا جان کا ایک کمرہ جو دفتر تھا وہ بند پڑا تھا گھبرا کر اوپر گئی کہ شائد تنہائی ملے۔ اتنے میں بھائی جان کو دیکھا کہ اس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آنکھیں صدمہ سے سرخ مگر قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ رات کو جب

خلافتِ ثالثہ کا انتخاب ہو گیا تو بھائی جان اوپر تشریف لائے، آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں۔ سب کھڑے ہو گئے میں نے بھی کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر مجھ سے اٹھا نہ گیا۔ سیدی بھائی جان میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے وہ انگوٹھی جو میرے ابا جان (مصلح موعود) کی وفات کے بعد سیدہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہؒ نے آپ کو دینی تھی ذرا تنگ تھی۔ کہنے لگے اس کا دھاگہ کوئی اتار دے۔ میں نے جلدی سے کہا۔ میں اتارتی ہوں میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے ہاں یہ لو۔ مگر شرط یہ ہے کہ دھاگہ میں واپس لوں گا۔ میں نے کہا تھوڑا سا مجھے بھی دے دیں۔ کہنے لگے ٹھیک ہے تھوڑا سا تم لے لینا۔ میں نے وہ دھاگہ لے لیا۔ مگر پتہ نہیں کہ کہاں کھو گیا۔ جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔ جب بھی بھابی جان باہر جاتی تھیں مجھے اپنے گھر چھوڑ جاتی تھیں کہ بھائی جان کا خیال رکھا کرو۔ مگر میں تو کیا خیال رکھتی۔ بھائی جان میرا اتنا خیال رکھتے تھے کہ شرم آنے لگتی تھی۔ خود چیزیں اٹھا کر دیتے تھے۔ بچوں سے کہتے تھے۔ دیکھو پھوپھی کا خیال رکھا کرو کوئی تکلیف نہ ہو۔ وہ کیا کہیں گی کہ بھائی کے گھر آئی ہوں اور بھائی نے خیال نہیں رکھا۔

رشتے کا بہت احترام رکھتے تھے۔ حضرت پھوپھی جان یا چھوٹی آپا آتیں تو کھڑے ہو جاتے۔ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ چاہے اپنے ہوں یا پرائے۔ بڑی سے بڑی مشکل اور تکلیف میں بھی ہمیشہ مسکراتے رہے۔ اور کبھی اس کا اظہار نہ کیا۔ رات کو دو دو بجے تک کام کرتے مگر کبھی تھکان کا اظہار نہ کرتے بھابھی جان کی وفات کے بعد جب مجھے پتہ چلا کہ بھابھی جان فوت ہو گئی ہیں تو جلدی سے بھائی جان کے پاس گئی کمرہ بھرا ہوا تھا۔ بھائی جان کرسی پر بیٹھے تھے مسکرا بھی رہے تھے۔ آنکھوں میں نمی بھی تھی۔ مگر سب کو تسلی دے رہے تھے۔ آواز بھرائی ہوئی تھی مگر ضبط کر کے مسکرانے لگتے تھے۔ اُن کی (میر داؤد احمد صاحب مرحوم کی) وفات کے بعد تو میرا اور بچوں کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میرے (بیٹے) کا رشتہ خود طے کیا۔ جس طرح ایک باپ اپنے بچوں کا کرتا ہے۔ گُلّو (میری لڑکی) کا نکاح ہے آپ ہی اس کے ولی ہیں یہ کہتے کہتے میری آواز بھرا گئی۔ میں بول نہیں سکی بھائی جان نے مڑ کر دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں بھی نمی سی آ گئی۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ غالباً ضبط کر رہے تھے پھر کہنے لگے۔ گھبراتی کیوں ہو۔ تمہارے بچوں کا تو میں ولی ہوں۔ اس کے بعد ندرت کے لئے خود ہی رشتہ منظور کیا۔ بھائی منور کو جو منظوری کا خط دیا۔ اس میں بھی ان کو نصیحت کی کہ خیال رکھنا۔ شادی کے بعد جب ندرت رخصت ہو گئی۔ میں مہمانوں کو چائے پلا رہی تھی کہ کوئی بھاگا ہوا آیا کہ حضرت صاحب تشریف لا رہے

ہیں ۔میں جلدی سے گئی تو بھائی جان برآمدے میں کھڑے تھے فرمانے لگے میں تو آیا تھا کہ تم اکیلی ہوگی ۔اداس ہوگی تو میں تمہارا دل بہلانے آیا تھا ۔مگر یہاں تو بہت سے لوگ موجود ہیں اسلئے میں چلتا ہوں ۔میں نے کہا بھائی جان بیٹھیں ۔فرمانے لگے تم مہمانوں میں مصروف ہو کام کرو۔

کتنا پیار دیا ہے میرے بھائی نے کتنے احسان کئے ہیں جن کا بھلانا ناممکن ہے آخری بیماری کے ایام میں مَیں بھی اسلام آباد تھی ۔ڈاکٹروں نے منع کیا ہوا تھا زیادہ اندر جانے سے ۔تھوڑی دیر کیلئے چلی جاتی تھی ۔ ہر ایک کا خیال رکھتے تھے ۔کون کون آیا ہے، کہاں ٹھہرا ہے ۔کھانا ٹھیک سے کھایا ۔سونے کا کیا انتظام ہے وغیرہ وغیرہ۔

جس دن بھائی جان کی وفات ہوئی ۔اس دن بھائی جان کی طبیعت بظاہر بہت بہتر تھی ۔شکری (حضور کی بیٹی) کہنے لگی کہ ابا! میں ربوہ جا کر آپ کی چیزیں لے آؤں فرمانے لگے چلے جاؤ۔ شکری کہنے لگی میں نے پیکنگ کرنی ہے آپ ابا کے پاس بیٹھ جائیں ۔اس دن میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھی باتیں کرتی رہی ۔پھر فرمانے لگے حنیف آیا ہے۔ اسے دل کی تکلیف ہے اسے تکلیف نہ ہو ۔اس کے ٹھہرنے کا خاص خیال رکھنا اور دیگر مہمانوں کا بھی ۔تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد نبض پکڑتے تھے ۔اس وقت تک شکری اور میں دونوں بیٹھے تھے ۔ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا بھائی جان کی نظر پڑ گئی ۔مسکرانے لگے بعد میں کسی نے بتایا کہ کہتے تھے کہ میرا دل ڈوب رہا ہوتا ہے ۔مگر اس خیال سے ہنستا رہتا ہوں کہ تم لوگ پریشان نہ ہو جاؤ۔ گیارہ بجے کے قریب میں اور آپا طاہرہ بیٹھے تھے ایک دم کھانسی آئی اور آنکھیں پلٹ گئیں ۔ میں گھبرا کر باہر بھاگی پاس ہی دروازے کے (ڈاکٹر) مبشر ٹیکہ تیار کر رہے تھے ۔میں نے کہا مبشر! جلدی اندر جاؤ۔ بھائی جان کو اچھو آیا ہے ۔مبشر اور ڈاکٹر نوری جلدی سے اندر گئے ۔تھوڑی دیر کے بعد ہنستے ہوئے باہر آگئے اور کہنے لگے پھوپھی ! آپ تو یونہی گھبرا گئیں ۔ذرا سا بلغم آیا تھا ۔اب ٹھیک ہیں ۔اس کے ایک گھنٹہ بعد میرے بھائی جان ہمیں چھوڑ کر اپنے سب سے پیارے آقا کے حضور حاضر ہو گئے ۔یقین نہیں آتا تھا ۔اب بھی دل نہیں مانتا ۔مگر پھر اپنے مولا کی رضا پر راضی رہنا پڑتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں نازل ہوں ۔اس وجود پر اپنے ، پرائے ، دوست ، دشمن سب کا ہمدرد اور غمخوار تھا ۔جس کے غیر بھی مداح تھے ۔میں بھائی جان کی وفات کے تقریباً ایک ہفتے کے بعد امریکہ جانے کیلئے روانہ ہوگئی ۔تین دن لندن

ٹھہری۔ واپسی پر ایمسٹرڈیم میں جہاز بدلنا تھا۔ چار پانچ گھنٹے ایمسٹرڈیم ٹھہرنا تھا۔ میری چھوٹی بیٹی نصرت ساتھ تھی۔ میں نے شمسہ نصیرالدین سے ذکر کیا کہ پہلی مرتبہ تنہا سفر کررہی ہوں۔ چار پانچ گھنٹے اکیلے بیٹھنا پڑے گا۔ وہ کہنے لگیں میرا بیٹا طاہر اور اس کی بیوی وہاں ہیں۔ میں ان کو فون کردیتی ہوں۔ وہ ائیر پورٹ پر آجائیں گے۔ ایمسٹرڈیم پہنچی تو ائیر پورٹ پر ایک عورت ملی مجھے کہنے لگی چلو میرے ساتھ۔ وی۔آئی۔پی میں تمہارا انتظام کیا ہے۔ میں حیران ہوکر اسے دیکھنے لگی۔ سامنے دو برقعے میں عورتیں کھڑی تھیں۔ اور دو مرد تھے۔ ناصر شمس صاحب۔ انکی بیگم۔ میں گئی تو راستے میں مجھے وہ عورت کہنے لگی۔ تمہارے مشنری نے مجھے آج ہی بتایا ہے کہ تمہارے بھائی فوت ہوگئے ہیں اور ان کی بیگم بھی۔ جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا ہے۔ وہ جب بھی آتے تھے میں سارا انتظام کرتی تھی۔

پھر ایمسٹرڈیم کی یہ عورت مجھے کہنے لگی مجھے بتاؤ کہ جب وہ فوت ہوئے تھے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ہاں وہ مسکرا رہے تھے۔ کہنے لگی جب لوگوں نے مجھے ان کی وفات کا بتایا تھا تو مجھے یقین تھا کہ وہ مسکراتے ہوئے ہی رخصت ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ میں نے ان کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔

اسی طرح سپین میں بھی عورتیں آئیں گلے لگا کر پیار کرتی تھیں۔ آنکھوں میں دکھ تھا۔ کچھ کہتی تھیں میری سمجھ میں ان کی زبان نہیں آتی۔ میں نے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کی بیٹی سے کہا کہ وہ بتائیں یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کہہ رہی ہیں کہ ہمیں تمہارے بھائی کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا ہے۔ ہم ان کو کبھی بھول نہیں سکتے۔ جہاں جاتے تھے لوگ ان کے پیار، ان کی مسکراہٹ کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ وہ تو ہم سے جدا ہوگئے ہیں مگر ہمیں اب ان کی اولاد کے لئے بہت ہی دعائیں کرنی چاہئیں۔ جن کا باپ غیروں کو پیار اور دعائیں دیتا تھا۔ آج وہ بظاہر ان کی دعاؤں سے بھی اور پیار سے بھی محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے ان کے لئے دعائیں کرنے کی۔

بہنیں میرے اور میرے بچوں کے لئے بھی دعا کریں۔ ہم بھی ان دعاؤں اور پیار سے محروم ہوگئے ہیں۔ جو باپ کے بعد بھائی نے باپ بن کر ہمیں دیا تھا۔

؎ بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

فرش سے عرش پہ پہنچی ہیں صدائیں میری
میرے اللہ نے سُن لی ہیں دعائیں میری

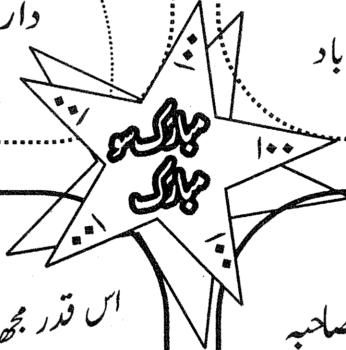
منجانب

محترمہ مبینہ ساجد صاحبہ
دارالذکر فیصل آباد

جب بھی آئے گا کوئی شعلہ بیاں
تو میری جان یاد آئے گا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالصدر شمالی نمبر 2 ربوہ



مکرمہ امتہ الجمیل واسطی صاحبہ
ڈیفنس کراچی

منجانب

لاکھ ہوں انبیاءؑ مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے

اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روز قیامت ہو شمار

مکرمہ صائمہ سالک صاحبہ
گلبرگ، لاہور

رسومات سے اجتناب اور تربیت کرنے کا حکیمانہ انداز

محترمہ طیبہ بیگم صاحبہ بیگم نواب مسعود احمد خانصاحب

میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرت کے متعلق چند واقعات لکھ رہی ہوں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نے رسومات کے خلاف کس قدر ہماری اصلاح کی کوشش کی ہے۔ حضور (خدا تعالیٰ حضور کے درجات بلند فرمائے) بے انتہا محبت کرنے والے وجود تھے۔ ہماری چھوٹی چھوٹی ہزاروں غلطیوں کو معاف فرما دیتے۔ اور محبت سے ہماری اصلاح فرماتے تھے۔ لیکن جہاں کوئی غلط بات دیکھتے تھے تو ایسی محبت سے اس کے متعلق ہدایت فرماتے تھے کہ خود بخود اصلاح ہو جاتی تھی۔

میری بڑی بیٹی کی شادی تھی۔ بارات لاہور سے آرہی تھی۔ دوپہر کا کھانا بارات نے کھا کر واپس جانا تھا۔ میں نے حضور سے درخواست کی بارات کے ساتھ کھانے کے لئے سب بہن بھائیوں کو اجازت دے دیں حضور نے ازراہِ شفقت ہمارے سب بہن بھائیوں کو بارات کے استقبال اور ساتھ کھانا کھانے کی اجازت دے دی۔ حضور میری بیٹی کے لئے جو تحفہ لائے تھے۔ اس کے لفافے کے اوپر اپنے دستِ مبارک سے لکھا ہوا تھا۔ ''اصل دعاؤں کا تحفہ'' خدا تعالیٰ نے میری بیٹی پر دعاؤں کے تحفے کی بدولت بے انتہا فضل کئے ہیں۔ پھر آدھی رات گزرنے کے بعد لاہور سے فون آیا کہ بارات کی ایک کار کا واپسی پر بہت سخت ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور دولہا کے والد اور والدہ سخت زخمی ہوئے ہیں۔ میں صبح ہی دعا کے لئے عرض کرنے گئی قربان جاؤں اس پیاری ہستی کے۔ فرمایا ''سب سے پہلے فون تو مجھے ہی آیا تھا میں ساری رات بے قراری سے ٹہلتا رہا اور سب کے لئے دعائیں کرتا رہا ہوں۔ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ ہماری لڑکی منحوس تھی جو اس طرح ہوا۔'' پھر اُن دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ نے ایک ایک کو صحت دے دی۔ الحمد للہ۔

میری دوسری بیٹی کی شادی سے صرف دو دن پہلے ہمارے ایک جوان عزیز کا انتقال ہو گیا شادی اس وقت ملتوی کر دی گئی پورے ایک ماہ کے بعد مجھے بلا کر فرمایا کہ اب رخصتانہ کر دو اس وقت اس بچی کی وجہ سے جس کے خاوند کا انتقال ہوا تھا دلوں پر بہت اثر تھا میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ لڑکی کی شادی ہے۔ کونسا کھانا وغیرہ ہوگا۔ گھر کے کچھ لوگ جمع ہو جائیں اور حضور دعا فرما کر بچی کو رخصت فرما دیں۔ کرسیوں اور شامیانوں کی بھی کیا ضرورت ہے فوراً اس خیال سے کہ کہیں اب شریعت کے خلاف ہمارے ہاں بھی یہ رسم نہ پڑ جائے کہ کسی کی وفات کے بعد جلدی شادی نہیں کرتے۔ فرمایا ''کرسیاں بھی آئیں گی۔ شامیانے بھی لگیں گے۔ اور کیا تم مجھے بھی کھانا نہ کھلاؤ گی؟ (صرف ایک رسم توڑنے کے لئے) پھر حضور بچی کو رخصت فرما کر رات گیارہ بجے تک ہمارے ہاں تشریف فرما رہے اور کھانا بھی کھایا۔

ہمارے چچا زاد بھائی میر داؤد احمد صاحب مرحوم کی

وفات کے تقریباً پندرہ یا بیس دن بعد حضور نے فرمایا کہ میں تمہاری بیٹی کا نکاح پڑھانے لگا ہوں اور ساتھ میں تین نکاح اور پڑھاؤں گا تا کہ حضرت اقدس کا یہ شعر پورا ہو جائے کہ ؎

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

اس کے بعد مری تیسری بیٹی کی شادی چونکہ ربوہ میں ہی ہو رہی تھی۔ مجھے بلا کر فرمایا کہ چونکہ بارات مقامی ہے اس لئے کوئی کھانا وغیرہ تم نے نہیں دینا۔ اس طرح ہر موقع پر حضور نے ہماری اصلاح فرمائی خدا تعالیٰ حضور کے درجات بلند فرمائے۔ ایک عزیزہ کے رشتہ ہونے پر اس کے سسرال والوں نے کہلا بھیجا کہ بات پکی ہوگئی ہے۔ ہم لڑکی کو انگوٹھی پہنانا چاہتے ہیں۔ حضور سے اجازت لی تو فرمایا کہ بس بہن بھائی اکٹھے ہوں اور ان کی خوشی کروا دو کوئی رسم نہیں کرنی۔

خلافت کے بعد پہلی عید کی رات چاند دیکھ کر میں ملنے گئی اور عید کی مبارک باد عرض کی ان دنوں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ میرے ہاں تشریف فرما تھیں فرمانے لگے پھوپھی جان سے کہہ دینا کہ ہم عید کی دوپہر کا کھانا ان کے ساتھ کھائیں گے۔ میرے لئے تو بے حد خوشی کا وقت تھا کہ حضور خود تشریف لا رہے ہیں۔ دوپہر کو حضور تشریف لائے اور کافی دیر قیام رہا۔ اس وقت بھی باوجود اس قدر مصروفیت کے بڑے رشتہ کو مقدم رکھا۔ میرا پوتا جو چند ماہ کا تھا جرمنی میں سخت بیمار ہو گیا۔ اور تقریباً ساڑھے تین ماہ ہسپتال میں داخل رہا۔ جب بیماری کی اطلاع آئی تو میں دعا کے لئے عرض کرنے گئی اور بیماری کا بتایا فرمایا ''کیا تمہیں خدا پر بھروسہ نہیں'' میں نے کہا حضور ''ہے'' فرمایا پھر کیوں فکر کرتی ہو۔ بچہ انشاء اللہ اچھا ہو جائے گا۔ اس کے بعد کئی دفعہ حضور اسلام آباد تشریف لے جاتے رہے۔ اور واپس آ کر بغیر میرے پوچھے مجھے بتاتے رہے کہ بچہ کا یہ حال ہے میں نے فرینکفرٹ فون کر کے پوچھا تھا۔ شفقت کی کس کس بات کو یاد کروں پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں کے طفیل بچے کو صحت ہوگئی۔ اسی بچے کی پیدائش سے بہت پہلے حضور نے نام رکھ دیا تھا لڑکے کا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہی ہوا۔ ایک دن یہی بات ہو رہی تھی میں نے عرض کی کہ حضور نے لڑکے کا نام رکھا تھا۔ خدا تعالیٰ نے لڑکا ہی دیا۔ فرمانے لگے کہ مجھے کئی لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ جب میں کسی کا پہلے ہی لڑکے کا نام رکھ دیتا ہوں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہی ہوتا ہے۔ میری لڑکی کے بچہ ہونے والا تھا تو مَیں نے امریکہ سے فون کر کے پوچھا کہ حضورؒ نام بتا دیں کیونکہ یہاں نام پہلے درج کروانا پڑتا ہے۔ فرمایا ''طارق احمد'' اور خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے کی بات اس طرح پوری کی کہ دو بہنوں کے بعد طارق احمد آ گیا۔

بہت ہی پیارا وجود ہم سے جدا ہو گیا ہمیشہ ہم سے محبت کا سلوک کیا میں تو بہت گنہگار رہوں۔ جب بھی ملے بے حد محبت سے حال پوچھا۔ آخری بیماری میں جب میں اسلام آباد گئی تو اندر کمرے میں جانے کی ڈاکٹروں نے اجازت نہیں دی تھی۔ دوسرے دن فرمایا کہ کون کون مجھے پوچھنے آیا۔ سب کے نام بتائے گئے۔ فرمایا دو دو منٹ کو سب باری باری کمرے میں آ جائیں۔ وہ نظارہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضور کی وفات کے تین دن پہلے حضور کی زیارت کر آئی تھی۔ اس وقت بھی یہی پوچھا کہ ''تمہارا کیا حال ہے۔''

اے ہمارے پیارے خدا! تو اس پیاری ہستی کے درجات بہت بہت بلند فرما اور جنت الفردوس میں ہمیں بھی ان کے قرب میں جگہ دے۔ (آمین)

سیدی ابّا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے نام خط

محترم مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب

سیدی پیارے ابّا!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو ارفع سے ارفع کرتا چلا جائے۔ آج آپ کو اپنے محبوب مولیٰ سے ملے 26 برس سے زائد ہوگئے۔ آپ کی وفات نے میری زندگی میں جو خلا پیدا کیا اور جس طرح مجھے رُلایا اور تڑپایا، اس کا کیا بیان کروں۔ شائد آپ کی روح کو اس کا علم ہوگیا ہو اور آپ بھی میرے لیے بے چین ہوگئے ہوں۔ مجھے معاف کریں آپ کی حسین یادوں کو آپ کی وفات کے بعد میں نے اپنے لاشعور کی اتھاہ گہرائیوں میں گُم کردیا ورنہ میرا فعّال survival ممکن نہ رہتا۔ لیکن وہ یادیں درد بن کر میری ہستی کو مسلتی رہیں اور آج آپ کی پیاری بیٹی علیم نے میرے زخم کھول دیے۔ یہ کہہ کر کہ میں ان یادوں کو اپنے لاشعور سے باہر لاکر مصباح کے لیے کچھ لکھوں۔ میرے خوابیدہ زخم، پھر سے ہرے کر دیے۔ لیکن میں اُس کا انکار کیسے کروں وہ تو آپ کو بہت پیاری تھی اور آپ نے اس کو قادیان سے بلا کر اپنے پاس قصرِ خلافت میں رکھا۔ اس کی خاموش تربیت کی اور اُسے بہت بہت سا پیار دیا۔ بلکہ اُس کے ابّا___ پیارے چچا وسیم مجھے ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ بھائی جان نے ہمیں بہت پیار دیا اور پھر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔ پھر میں اس کی بات کو کیسے ٹال سکتا ہوں۔

آج مجھے آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ آپ کے متعلق۔ امّی کے متعلق۔ آہ میری پیاری امی۔ انہوں نے آپ سے کیسی بے مثل وفا کی۔ ہاں بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن اس وقت طبیعت میں ایسا ہیجان ہے کہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام کما حقہٗ کرسکوں گا یا نہیں۔

بات کہاں سے شروع کروں؟ اچھا حضرت امّاں جان نور اللہ مرقدہا کے ذکر سے شروع کرتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ جب حضرت امّاں جان کی وفات ہوئی تو آپ کراچی گئے ہوئے تھے۔ کسی میٹنگ کے سلسلہ میں۔ اور پھر ٹرین سے واپس آئے اور مَیں اکیلا ہی آپ کو ٹرین پر لینے گیا۔ آج بھی مجھے آپ کا چہرہ جس کے ہر خدوخال میں غم اور دکھ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، یاد ہے۔ اس وقت آپ کے دل پر کیا گزر رہی تھی وہ یا خدا جانتا ہے یا آپ جانتے ہیں۔ لیکن میرے پر اُس غمزدہ چہرہ نے ایک دائمی اثر چھوڑا تھا۔ آپ کی اپنے ماضی کی یادیں___ وہ ماضی جو امّاں جان کی آغوش میں آپ نے گزارا___ اس کا ایک ایک لمحہ فلم کی طرح آپ کی آنکھوں میں آنسو بن رہا تھا۔ لیکن یہ آنسو

ٹپکتے نہیں تھے۔ (آپ کی طبیعت میں بڑا ضبط تھا۔ کسی کے سامنے نہیں روتے تھے) لیکن اُس اپنے بچپن کے زمانہ میں بھی آپ کے چہرہ کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ غم کا کیسا پہاڑ آپ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ اور آپ اپنے اللہ کی رضا پر راضی تھے۔

چلیں کچھ قادیان میں دارالمسیح میں امّاں جان کے پاس آپ کا جو وقت گزرا، اس کی کچھ باتیں کروں۔ آپ مدرسۃ الحفظ اور پھر جامعہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ کے کزنز دنیوی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ایک بار ابّا حضور (حضرت مصلح موعود) نماز پڑھا کر دارالمسیح میں حسبِ معمول پہلے اماں جان کے پاس رُکے تو امّاں جان نے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ میاں سب بچے تعلیم میں آگے نکل گئے ناصر پیچھے رہ گیا۔ تو ابّا حضور نے مسکرا کر کہا کہ امّاں جان فکر نہ کریں یہ سب سے آگے نکل جائے گا۔

یہاں تک لکھ چُکا تھا کہ آپ کے آکسفورڈ کے زمانہ کی بات ذہن میں آئی۔ جب آپ ماموں مظفر بھائی ظفر وغیرہ کے ساتھ گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک انگریز خاندان کے پاس country side میں کچھ وقت گزارا کرتے تھے۔ آپ کی لینڈ لیڈی نے ایک دن ناشتہ کی میز پر سب سے پوچھا کہ تم تعلیم کے بعد کیا کرو گے۔ ہر ایک نے مختلف جواب دیے۔ آپ نے کہا میں زندگی وقف کر کے دین کی خدمت کروں گا۔ تو لینڈ لیڈی نے کہا What a waste of time. (یعنی یہ کیسا وقت کا ضیاع ہے) پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو وہ ربوہ آئیں اور آپ سے ملیں اور بے ساختہ کہا کہ Nasir, I Never. (یعنی ناصر میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ تم یہ مقام حاصل کر لو گے۔) ان چھٹیوں کے دنوں میں آپ کا معمول تھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کریم سے دن کا آغاز کرتے تو اسی لینڈ لیڈی نے پوچھا کہ ناصر تم صبح کیا پڑھا کرتے ہو؟ آپ نے بتایا کہ قرآن کی تلاوت کرتا ہوں۔ اس پر بھی وہ حیران ہوئی ہوگی۔ یہ بات تو سرِ راہ آ گئی۔ میں امّاں جان کے تعلق میں آپ سے آپکا ذکر کر رہا تھا آپ نے مجھے بتایا کہ امّاں جان بڑے اہتمام سے آپ کا کھانا خود پکاتیں یا اپنی نگرانی میں پکواتیں۔ آپ کا (یعنی حضرت امّاں جان کا) آپ کو ارشاد تھا کہ جب گھر سے باہر جائیں تو بتا کر جائیں۔ اور مغرب کے بعد سوائے عشاء کی نماز کے گھر سے باہر نہیں جانا۔

آپ نے سب سے پہلے قرآن حفظ کیا۔ سردیوں میں بھی ٹھنڈے پانی سے نہاتے اور باقاعدگی سے تہجد پڑھتے۔ یہاں ضمناً پھر ایک بات یاد آ گئی کہ آپ کا Pain threshhold بہت اونچا تھا۔ کونین چبا کر کھا جاتے تھے۔ نوجوانی میں گھوڑے سے گر کر بازو ٹوٹا تو بغیر بے ہوش ہوئے بازو ٹھیک کروایا اور جرمنی میں Tounsel کا آپریشن بغیر بے ہوش ہوئے کروایا۔ شکار کا شوق تھا۔ ابّا حضور نے ایئر گن لے دی تھی۔ نشانہ ایسا پختہ ہو گیا تھا کہ اڑتی ہوئی بھڑ کا نشانہ ایئر گن سے لیا کرتے تھے۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک نظارہ آ رہا ہے۔ میرے بچپن کی بات

ہے۔ جب آپ دورے پر جاتے تو امی اور بچوں کو امّاں جان کے پاس چھوڑ جاتے۔ جب امّاں جان آپ کی غیر موجودگی کو زیادہ محسوس کرتیں تو کہتیں ''ناصر'' اور جب آپ ناصر کہتیں تو میں نے دیکھا عین اُس وقت آپ دارالمسیح کی سیڑھیوں پر چڑھ رہے ہوتے اور زور سے کہتے امّاں جان السلام علیکم۔ یہ بات مجھے بچپن میں بھی عجیب لگا کرتی تھی۔ النصرت......(کوٹھی) امّاں جان نے آپ کی شادی کے موقعہ پر آپ کے لیے تعمیر کروائی تھی۔ وہاں روزانہ صبح کی نماز کے بعد امّاں جان سیر کرتے ہوئے آپ کے پاس آتی تھیں اور پھر امّی اور آپ کے ساتھ ہمارے باغیچہ میں نکلا کرتی تھیں۔ بعض دفعہ ناشتہ بھی ہمارے ہاں کرتی تھیں۔ اور ابّا کا امّاں جان کے لیے چنبیلی کی کلیاں توڑ کر آپ کو پیش کرنا مجھے اب تک یاد ہے۔ اکثر شام کو بھی سیر کرتے ہوئے ہمارے گھر النصرت آجاتی تھیں۔

اس زمانہ کی بات ہے کہ پارٹیشن سے کچھ عرصہ پہلے ایک پکنک کے دوران میں جیپ سے گر گیا۔ میرے سر پر اور ٹانگوں پر چوٹ آئی۔ بہت سا خون بھی نکلا۔ اور میں تقریباً ایک سال بستر پر لیٹا رہا۔ ایکسیڈنٹ کے بعد جب مجھے ہوش آئی تو میں آپ کی گود میں تھا۔ اس زمانہ میں میرے چچاؤں کی ڈیوٹی میری دیکھ بھال کے لیے لگی۔ چچا وسیم نے مجھے بتایا کہ امّاں جان اکثر ان کو اور اپنے دوسرے پوتوں کو کہتی تھیں کہ تمہارے لیے میں بہت دعا کرتی ہوں اس لیے کہ تم میرے بیٹے کے بیٹے کی خدمت کر رہے ہو۔

آپ بہت بہادر اور نڈر تھے۔ پارٹیشن کے وقت حضرت عموں صاحب (صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) کے زیر نگرانی حفاظت مرکز کا کام آپ کے سپرد تھا۔ بڑے بڑے خطروں میں اپنے آپ کو ڈال لیتے تھے۔ صورت سنگھ صاحب ایک سکھ دوست آپ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ تعلق 1941 کے فسادات سے پہلے کا تھا وہ آپ کے لیے بٹیرے پکڑ کر النصرت لایا کرتے تھے۔ فسادات جب شروع ہوئے اور جب اپنی انتہا تک پہنچے تو مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل و غارت ہو رہا تھا۔ قادیان پر بھی حملے ہو رہے تھے تب بھی یہ سکھ دوست روزانہ آپ کے پاس آتے اور آپ کو دباتے اور تمام دن رات کے بنائے ہوئے سکھوں کے منصوبوں وغیرہ کی خبریں دیتے تھے۔ آپ کے کسی کزن نے ایک دفعہ کہا: بھائی یہ آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ تو بڑے اطمینان سے جواب دیا یہ مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت ایک اجنبی سکھ صاحب موٹر خراب ہونے کی وجہ سے اپنے خاندان کے ساتھ ہمارے گھر رات کو ٹھہرے تو انکے بچوں کو میں نے اور میری بہنوں نے بہت ڈرایا اور پھر صبح ہمیں آپکی طرف سے ڈانٹ پڑی۔ ہاں تو آپ کی بہادری کی بات ہو رہی تھی۔ بڑے بڑے خطروں میں اپنے آپ کو ڈال لیتے تھے۔ قادیان میں بیت اقصیٰ کی مغربی جانب جو کھڑکیاں ہیں اُن کے باہر ایک چھتہ یا پلیٹ فارم سا بنا ہوا ہے۔ نیچے گلی ہے۔ گلی کے پار جو مکان ہیں، فسادات کے

دنوں میں ایک دفعہ اُن میں مستورات محصور ہو گئیں۔ چھڑے رکھ کر اُن کو بیت اقصیٰ لایا جارہا تھا۔ جس کی نگرانی آپ کر رہے تھے۔ آپ اُس وقت بیت اقصیٰ کی ایک کھڑکی کے پاس کھڑے تھے۔ اُس وقت نیچے سے ایک سکھ نے آپ پر فائر کرنے کے لیے رائفل اُٹھائی۔ تو چوہدری ظہور احمد صاحب جو لمبا عرصہ صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر رہے اور بعد میں پاکستان میں ناظر دیوان بنے، آپ کے پیچھے تھے۔ اُن کی نظر اُس سکھ پر پڑ گئی۔ آپ کو ہوشیار کرنے کا وقت نہیں تھا۔ انہوں نے پیچھے سے آپ کو دھکا دے دیا اور آپ گر پڑے۔ آپ بہت احسان مند اور دوست نواز تھے۔ تمام عمر اُنکے اس احسان کو نہیں بھولے۔ مجھے یاد ہے کہ خلافت کے بعد جب کبھی بیمار ہوتے اور دفتر نہ جاتے تو چوہدری صاحب ہی ان ایک دو آدمیوں میں سے تھے جنکو آپ اپنے بیڈروم میں ملاقات کے لیے بلا لیتے تھے۔

چلیں پھر قادیان چلتے ہیں۔ یہ واقعہ پارٹیشن سے کچھ عرصہ پہلے کا ہے۔ ایک دن شُکری (میری بہن امۃ الشکور) سخت بیمار ہو گئی۔ آپ کچھ عرصہ اس کے پاس علاج وغیرہ کے لیے بیٹھے رہے پھر امّی سے کہا کہ میری خدام الاحمدیہ میں ضروری میٹنگ ہے۔ زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں جاتا ہوں۔ واپس آئے تو شُکری ٹھیک ہو چکی تھی۔ کتنا خدا پر توکل تھا اور کتنا اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھا!

توکل کی بات ہوئی تو ایک اور آپ کا بڑا پیارا واقعہ قبولیتِ دعا اور توکّل کا یاد آ گیا۔ پارٹیشن کے بعد جب ہم ابھی لاہور میں تھے اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ شفٹ نہیں ہوا تھا، آپ اپنے کالج کے چند ساتھیوں کے ساتھ شکار پر گئے۔ واپسی پر جو مغرب کے بعد ہوئی راستہ میں آپ کی موٹر چلتے چلتے کھڑی ہو گئی۔ وہ غیر آباد جگہ تھی ورکشاپ کا تو سوال بھی نہیں تھا کہ وہاں ہوتی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب خاموش رہیں۔ میں دعا کر کے درود پڑھ کر اسے اسٹارٹ کروں گا...... یہ چل پڑے گی۔ لیکن سب دعائیں کریں اور سفر کے دوران کوئی بات نہ کرے۔ پھر آپ نے موٹر اسٹارٹ کی تو وہ اسٹارٹ ہو گئی اور چلتی رہی اور پھر ایک ورکشاپ کے پاس آ کر خود بخود رُک گئی ___ پچاس، ساٹھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ___ ورکشاپ والے نے جب اس کا کاربوریٹر کھولا تو وہ مٹی سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے بے ساختہ کہا کہ میں نہیں مان سکتا کہ اس حالت میں کہ پٹرول کاربوریٹر میں جاتا ہی نہیں آپ اتنا لمبا سفر کر آئے۔

مجھے مکرم ومحترم چوہدری محمد علی صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ اس کے برعکس معجزہ ظاہر ہوا۔ یعنی آپ چاہتے تھے کہ موٹر اسٹارٹ نہ ہو۔ تو وہ اسٹارٹ نہ ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ آپ کسی جماعتی دورہ پر کراچی گئے تو آپ کو لینے کے لیے جماعت کی طرف سے ایک موٹر بھیجی گئی جس کے ڈرائیور نے بڑی Rash Driving کی۔ تو آپ نے دل میں کہا کہ میں اب اس کے ساتھ واپس نہیں آؤں گا۔ جب پروگرام ختم ہوا تو وہی دوست آپ کو اپنی موٹر میں واپس لے جانے کے لیے آ گئے۔ آپ اُن کے لحاظ میں موٹر میں

بیٹھ گئے۔ اُنہوں نے موٹر اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن موٹر اسٹارٹ نہ ہوئی۔ اور اتنی بار کوشش کی کہ کچھ دیر ہوگئی۔ پھر جماعت کی انتظامیہ نے آپ کے لیے دوسری موٹر کا انتظام کیا۔ پھر آپ اُس میں بیٹھ گئے۔ وہ موٹر اسٹارٹ ہوئی اور ساتھ ہی پہلی موٹر بھی اسٹارٹ ہوگئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے غیب سے آپ کی خواہش کو پورا کیا۔

قادیان اور پارٹیشن کے دنوں کی بات ہورہی تھی۔ بات سے بات نکل آئی۔ چلیں پھر قادیان چلتے ہیں۔ فسادات ہورہے ہیں۔ مسلمانوں کے لٹے ہوئے قافلے قادیاں آرہے ہیں۔ اُنکی دیکھ بھال نیز اُن کو باحفاظت لاہور پہنچانا بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔ ایک دفعہ ایک ایسا قافلہ آیا جس میں عورتیں مرد بچے اس حالت میں تھے کہ اُن کے تن پر مشکل سے کوئی کپڑا تھا۔ آپ نے خاندان مسیح موعودؑ کی مستورات، جو سب پاکستان جاچکی تھیں، کے بکس کھولنے شروع کردیے۔ اور سب سے پہلے امّی کے جہیز کے بکس کھولے جن میں جہیز کے نئے نکور کپڑے سب کے سب قافلہ کی عورتوں میں تقسیم کردیے۔ پھر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے افراد کے بکس کھول کر اُن میں سے کپڑے بقیہ قافلہ میں تقسیم کردیے۔ آپ کو یاد ہے نا کہ پارٹیشن کے وقت حضرت امّاں جان کے ساتھ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام عورتیں اور بچے لاہور چلے گئے تھے۔ ابّا حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پیچھے تھے اور آپ کے ساتھ مستورات خاندان میں سے صرف دادی خالہ (سیدہ حضرت ام متین صاحبہ) اور امّی پیچھے رہ گئی تھیں۔ تو بعض نادانوں نے یہ بات کہنی شروع کردی کہ امّی آپ کی وجہ سے قادیان رہ گئی ہیں۔ حالانکہ وہ ابّا حضور کی وجہ سے قادیان رہ گئیں تھیں۔ چنانچہ ابّا حضور کے ساتھ موٹر میں دونوں، دادی خالہ اور امّی لاہور آگئے۔ اور آپ پیچھے کچھ عرصہ تک قادیان ہی میں رہے۔

ایک اور بات یاد آگئی۔ ابّا حضور کے حوالہ سے ابّا حضور آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ اور مُنہ پر کبھی آپکو کچھ نہ کہتے تھے۔ کوئی انسان خدا نہیں ہوتا۔ ہر ایک سے غلطی ہوجاتی ہے۔ ایک دفعہ آپکی کسی بھول کی وجہ سے ابّا حضور جب مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت امّ ناصر کے پاس، جہاں اُس دِن آپ کی باری تھی، آئے۔ تو سنتیں پڑھنے سے پہلے آپ کے حوالہ سے حضرت امّ ناصر کو کچھ کہہ رہے تھے۔ ڈانٹ کا رنگ تھا۔ کہ اتنے میں آپ وہاں آئے اور السلام علیکم کہا تو ابّا حضور کا پیارا چہرہ یک دم سرخ ہوگیا۔ جونہی آپ کی السلام علیکم کی آواز سُنی تو خاموش ہوگئے اور جھٹ سے نماز کی نیت باندھ لی۔ امّی ہمیشہ یہ بات بتا کر محظوظ ہوا کرتی تھیں۔ ابّا حضور کو خداداد علم کے مطابق خدا کے حضور جو مقام آپ کو ملنے والا تھا اُس سے خوب واقف تھے اور سب بچوں سے زیادہ آپ سے پیار کرتے اور آپ کا لحاظ کیا کرتے تھے۔ جب آپ یعنی ابّا حضور بیمار تھے اور میں روزانہ آپ کو ملنے جاتا تھا تو بار بار کہتے تھے کہ تم ناصر کے بیٹے ہونا۔ تم ناصر کے بیٹے ہونا۔ وفات

سے قبل جو جمعہ آیا اُس میں بھی حضرت شمس صاحب کی جگہ آپ کو خطبہ کے لیے ارشاد فرمایا۔

اُمّی کا ذکر ابھی گزرا ہے تو ایک اَور بات یاد آ گئی۔ آپ شادی کے تھوڑے عرصہ ہی بعد تعلیم کے لیے آکسفورڈ چلے گئے۔ امّی اپنے ابا حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے ہاں چلی گئیں۔ ابا حضور سمجھتے رہے کہ حضرت نواب صاحب آپ کو (یعنی امّی کو) جیب خرچ دیتے ہونگے۔ نواب صاحب سمجھتے رہے کہ ابا حضور آپ کو جیب خرچ دیتے ہیں۔ امّی میں ایسی غیرت تھی کہ نہ تو اپنے ابا کو کچھ کہا اور نہ اپنے امام پر کچھ ظاہر ہونے دیا اور اپنا کپڑوں کا سُچا گوٹا بیچ بیچ کر آپ کو خط لکھنے کے لیے ٹکٹ خریدتی رہیں۔ اور اپنی دوسری ضروریات پوری کرتی رہیں۔ یہانتک کہ ایک دن ابا حضور نے خود ہی پوچھ لیا کہ نواب صاحب تمہیں کتنی جیب خرچ دیتے ہیں؟ امّی کہتی تھیں کہ پھر میں مجبور ہوگئی اور میں نے کہا کہ ابّا میاں تو نہیں دیتے۔ تو آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور جیب خرچ شروع کردی۔

قادیاں کی باتیں کافی ہوگئیں۔ اب لاہور چلتے ہیں جہاں آپ غالباً آخری قافلہ کے ساتھ پاکستان آ گئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ہم رتن باغ میں رہتے تھے۔ رات کو باہر سوتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں جب میری آنکھ کھلتی تھی تو آپ تہجد پڑھ رہے ہوتے تھے۔ وہ نظارہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہم لاہور میں 47ء سے 54ء رہے۔ یعنی جب تک ٹی آئی کالج ربوہ شفٹ نہ ہوگیا۔ اُس دوران 53ء کے فسادات شروع ہوگئے۔ ہر طرف جلوس اور احمدیوں کے خلاف طرح طرح کے مظالم کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ کی بہادری کا ذکر اُوپر گزر چکا ہے۔ یہاں بھی اس سلسلہ میں ایک بات کرتا چلوں۔ رتن باغ سے انارکلی سے ہوتے ہوئے آپ ٹی آئی کالج جایا کرتے تھے۔ کئی دفعہ اطلاع آئی تھی کہ ہنگامہ بہت ہے آپ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ لیکن آپ ایک دفعہ بھی کالج جانے سے نہ رُکے۔ اُس زمانہ میں بھی ایک غیر احمدی ٹانگے والا آپ کا کسی طرح واقف ہوگیا تھا۔ وہ مجھے سکول بھی لے جایا کرتا تھا اور ہر روز شام کو جو کچھ شرارتوں کے منصوبے بن رہے ہوتے ان کی اطلاع آ کر آپ کو دیتا کیونکہ وہ مولویوں کو بھی جلسے جلوسوں میں لے جایا کرتا تھا۔

ہاں یہاں ایک اَور بات یاد آ گئی۔ ایک دن امّی کے کزن ماموں احسان علی خانصاحب، جو شیعہ تھے، رتن باغ آپ سے ملنے آئے اور کہنے لگے کہ میاں تواڈے بعد ساڈی واری اے۔ آپ نے بے ساختہ کہا کہ میاں آرام دے نال جا کر سو جاؤ۔ نہ ساڈا بعد آئے گا نہ تواڈی واری آئے گی۔

یہاں اس بات کا ذکر کرتا چلوں کہ ٹی آئی کالج میں بہت سے غیر احمدی لڑکے بھی پڑھتے تھے۔ جماعت اسلامی کے لڑکے بھی پڑھتے تھے۔ اُن میں سے دو ہوسٹل میں رہتے تھے، جلوسوں میں حصہ لیتے تھے۔ اس پر مکرم چوہدری محمد علی صاحب سپرینٹنڈنٹ ہوسٹل یا غالباً

صوفی بشارت الرحمٰن صاحب مرحوم نے آپ سے اُن کے بارہ میں شکایت کی تو آپ نے کہا کہ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے میں اس میں دخل نہیں دے سکتا۔ البتہ کالج کے ڈسپلن کو اگر وہ توڑیں تو ان سے پوچھ گچھ ہوسکتی ہے۔ اور پھر دونوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ تمہارا جلوسوں میں شامل ہونا تمہارا اپنا معاملہ ہے اس کے بارہ میں مَیں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اگر تم ہوسٹل میں واپس آنے کا جو وقت ہے اس میں نہ آئے یا کلاسز اٹینڈ نہ کیں تو پھر تم پر action لیا جاسکتا ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ جب فسادات ختم ہوگئے تو ان دونوں کو ایسی ندامت تھی کہ کبھی پھر انہوں نے آپ کے سامنے آنکھ نہ اُٹھائی۔ ہمیشہ نیچی نظروں سے بات کیا کرتے تھے۔ آپ نے بلاتفریق مذہب کالج کے طالب علموں سے باپ سے بڑھ کر پیار کیا اور انکی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ یہانتک کہ بعض طلبہ کے تمام اخراجات بھی اُٹھاتے۔ میں ایک دفعہ لاہور برٹش کونسل لائبریری گیا جو اُس زمانہ میں مال روڈ پر ہوتی تھی۔ میں کتابیں دیکھ رہا تھا تو ایک دوست میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ مرزا ناصر احمد کو جانتے ہیں۔ میں نے کہاں ہاں۔ وہ میرے والد ہیں۔ کہنے لگے کتابیں لے لیں تو سامنے کافی ہاؤس جا کر کافی پئیں گے۔ خیر کافی وغیرہ سے فارغ ہوکر جب ہم باہر نکلے تو میں نے ان کو الوداع کہا اور واپس مُڑا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ انہوں نے مجھے آواز دی کہ مرزا صاحب بات سنیں۔ میں واپس آیا تو میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ریڑھی والے کے پاس لے گئے اور کہا کہ اپنے ابّا سے کہنا کہ اگر وہ مجھے نہ پڑھاتے تو میں آج اس ریڑھی والے کی طرح ریڑھی چلا رہا ہوتا۔ پھر بتایا کہ میں ایک بہت غریب لڑکا تھا کسی کالج میں داخلہ نہیں لے سکتا تھا بالآخر مجھے کسی نے کہا کہ تمہارا مسئلہ ٹی آئی کالج کے پرنسپل ہی حل کرسکتے ہیں۔ اُن کے پاس چلے جاؤ۔ اس پر جب میں آپ کے والد سے ملا تو انہوں نے نہ صرف داخلہ دے دیا بلکہ میرے تمام کالج اور ہوسٹل کے اخراجات معاف کرنے کے علاوہ میرے کالج کے دوسرے اخراجات اور میرے ذاتی اخراجات بھی اُٹھائے اور پھر مجھے لاء کالج میں بھی پڑھایا۔

صرف اپنے کالج کے طلبہ کا احساس نہیں تھا بلکہ محبت کے پیکر ہونے کی وجہ سے دوسرے طلبہ کا بھی بے حد احساس تھا۔ ایک دفعہ یونیورسٹی کی میٹنگ کے لیے گئے اور فارغ ہونے کے بعد ایک لڑکے کو دیکھا جو بہت افسردہ کھڑا ہوا تھا۔ آپ نے اسے دیکھا تو اس کے مسئلہ کے بارہ میں اُس سے پوچھا۔ اُس نے کہا کہ وہ غریب لڑکا ہے نمبر کم ہیں لاء کالج میں داخلہ نہیں مل رہا۔ آپ اس کو پکڑ کر چوہدری فتح محمد صاحب مرحوم جو یونیورسٹی کے آڈیٹر تھے کے پاس لے گئے اور کہا کہ لاء کالج کے پرنسپل کو کہیں کہ اسے داخلہ دیدیں۔ چنانچہ اُسے داخلہ مل گیا اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی خود فرمایا۔ ٹی آئی کالج کے طلبہ کے ساتھ تعلق تو تھا ہی۔ دوسرے کالجوں کے لڑکے بھی آپ پر بہت اعتماد رکھتے تھے۔ ایک دفعہ پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ.کی میٹنگ تھی۔ ٹی آئی کالج ربوہ آچکا تھا۔ باہر لڑکے اپنے کسی مطالبہ کے لیے

نعرہ بازی کرر ہے تھے۔ آپ نے وائس چانسلر صاحب سے کہا کہ انہیں خاموش کروایا جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے تو کسی کی ہمت نہیں۔ آپ دیکھ لیں۔ اسپر آپ باہر گئے میٹنگ عمارت کے اُوپر کے حصہ میں ہورہی تھی۔ اُوپر بالکنی میں کھڑے ہوکر آپ نے لڑکوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ اپنا مطالبہ منوانا چاہتے ہیں اس طرح نعرہ بازی سے تو ایسا نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو مجھ پر اعتماد ہے تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کا مطالبہ جائز ہوا تو میں اس کے مطابق فیصلہ کروادونگا۔ اس پر سب لڑکے وہاں سے مرزا ناصر احمد زندہ باد کہتے ہوئے چلے گئے۔ اور پھر سینٹ نے آپ کی تجویز پر اُن کا مطالبہ مان لیا۔

ایک اور بات یاد آگئی۔ کالج لاہور میں ہی تھا۔ یونیورسٹی کی بوٹنگ کا موقعہ تھا۔ ٹی آئی کالج اور اسلامیہ کالج کی ٹیمیں بھی شامل تھیں۔ پرنسپل اسلامیہ کالج نے اعلان کردیا کہ اگر اسلامیہ کالج کی ٹیم ٹی آئی کالج کی ٹیم کو بمپ کر کے اوّل پوزیشن پر آجائے تو اتنا انعام اسکو ملے گا۔ اس پر آپ نے اعلان کروایا کہ اگر اسلامیہ کالج bump کرجائے تو پرنسپل ٹی آئی کالج کی طرف سے اسلامیہ کالج کو اتنا انعام ملے گا۔ اس پر ٹی آئی کالج کی ٹیم کو غیرت آئی اور انکی جیت ہوئی۔

53ء کے فسادات کی بات ہورہی تھی۔ فسادات جب بڑھ گئے تو حکومت کی طرف سے مارشل لاء لگ گیا۔ فسادات پر قابو پالیا گیا۔ لیکن حکومت کی طرف سے پکڑ دھکڑ شروع ہوئی اور اس پکڑ دھکڑ میں بے گناہوں اور معصوموں کی طرف بھی نگاہ پڑی جو مظلوم اور بے قصور تھے یعنی احمدی۔ ایک دن فجر ہوچکی تھی کہ کسی ملازم نے رتن باغ میں ہمارا entrance کا دروازہ کھٹکھٹایا اور بتایا کہ فوج نے رتن باغ کا گھیراڈالا ہوا ہے اور ایک کپتان صاحب ملنا چاہتے ہیں۔ آپ تلاوت کرر ہے تھے۔ کہا انکو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ ان سے بڑے تپاک سے ملے اور کہا کہ ''مَیں تو کب سے آپ کا انتظار کررہا تھا۔ آپ نے دیر کردی۔'' وہ حیران ہوئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کو بتاچکا تھا کہ آپ کو قید کر لیا جائے گا۔ پھر آپ نے انکو گھر کی تلاشی دلوائی تو کچھ نہ ملا۔ وہ واپس جانے کو تھے کہ آپ نے کہا کہ ایک بکس رہ گیا ہے جو آپ نے نہیں دیکھا۔ اس کی تلاشی لی تو اُس میں سے امّی کے جہیز کا ایک ریاستی خنجر نکلا۔ گویا انکے ہاتھ ایک بات آگئی۔ پھر نیچے جاکر انہوں نے تلاشی لی تو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے گھر سے رائفل کی کچھ گولیاں ملیں۔ حضرت میاں صاحب کی یہ تلاشی ہورہی تھی اور آپ دونوں کو کوئی گھبراہٹ نہیں تھی۔ یہ گولیاں اُس کونٹریکٹ (Contrect) سے بچی ہوئی تھیں جو حکومت نے حضرت میاں شریف احمد صاحب کو فوج کے اسلحہ کے لیے دیا تھا۔ کیونکہ حضرت میاں صاحب کا ایمونیشن بنانے کا کارخانہ تھا۔ ان دونوں کا، یعنی خنجر اور گولیوں کا بہانہ بنا کر آپ کو اور ابو (حضرت میاں شریف احمد صاحب) کو پکڑ لیا۔ اس طرح آپ دونوں خاندان مسیح موعودؑ کے پہلے اسیران راہِ

مولی میں سے تھے۔

جب آپ کو کیپٹن صاحب لے جانے لگے تو ابا نے ہم چاروں یعنی مجھے شکری حلمی اور فرید کو جو دو سال کا تھا کمرہ میں کھڑا کیا اور کہا کہ گھبرانا نہیں۔ (لقمان پیدا ہونے والا تھا اور امّی اس وقت گنگا رام ہسپتال میں داخل تھیں) اور اپنی امّی کے سامنے جا کر رونا نہ، نہ ان کو کچھ کہنا۔ پھپھی جان (حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ) خود بتائیں گی۔ عموماً جب فوج کسی کو پکڑ کر لے جاتی ہے تو افسر متعلقہ ڈرائیور کے ساتھ آگے بیٹھتا ہے لیکن یہ کیپٹن صاحب جو آپ کو لے جا رہے تھے انہوں نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ تم پیچھے بیٹھو میں خود چلاؤں گا۔ اور پھر آپ کو کہا کہ آپ آگے بیٹھیں۔ تو آپ نے کہا کہ نہیں چچا جان کو آگے بٹھائیں۔ بعد میں یہ کپتان صاحب اپنے احمدی دوستوں اور واقفوں کو بتاتے تھے کہ جب مرزا صاحبان کی تلاشی لے رہا تھا اور جب میں نے ان کو پکڑا تو ان میں ذرہ بھر گھبراہٹ نہ دیکھی وہ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ میرے ساتھ گئے۔ اس کے مقابل پر میں ایک اور جماعت کے لیڈر کو پکڑنے گیا تو وہ میرے پیروں پر کانپتے ہوئے گر پڑے کہ خدارا جو لکھوانا ہے لکھوا لو مجھے پکڑو نہیں۔

خیر یہ تو ضمنی بات آ گئی۔ آپ کو پہلے غالباً ایک ہفتہ یا اس سے کچھ کم جیل کی ایک کوٹھڑی میں رکھا گیا۔ جب جیل میں پہلی رات سونے کا وقت ہوا تو آپ نے مولیٰ سے کہا یا الٰہی میں کسی جرم کے ارتکاب میں تو نہیں پکڑا گیا۔ میں صرف تیری وجہ سے پکڑا گیا ہوں۔ اور اس پر راضی ہوں۔ لیکن گرمی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کوٹھڑی میں کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں۔ پس تو اپنے اس عاجز بندے کے لیے ہوا چلا دے۔ یہ دعا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ اور آپ اطمینان سے سو گئے۔

قیدیوں پر نمبردار ہوتا ہے۔ آپ کے نمبر دار نورا صاحب تھے جن کا تعلق جھنگ سے ہے۔ جب آپ کو پانچ سال قید بامشقت اور پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ تو مشقت کے طور پر آپ کو روئی سے تکلے پر دھاگہ بنانا ہوتا تھا۔ نمبردار صاحب روئی لاتے اور خود کاتنے لگتے تو آپ ان سے کہتے کہ میرا خدا کیا کہے گا کہ میں اُس کے لیے یہ کام بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ روئی کاتنے لگتے لیکن نمبردار کے دل میں اللہ نے آپ کی اور ابو کی ایسی محبت بھر دی تھی کہ وہ تھوڑی دیر بعد آپ سے روئی لے لیتے اور حضرت میاں شریف احمد صاحب کو تو بالکل کاتنے نہ دیتے۔ اس کے علاوہ ہر طرح آپ کا خیال رکھتے۔ اُس زمانہ میں جیل کے وزیر آپ کے پرانے کلاس فیلو اور دوست تھے۔ انہوں نے جب جیل کا دورہ کیا تو آپ کے پاس آئے (اس وقت آپ دونوں اُن بیرکس میں منتقل کر دیے گئے تھے جو کسی زمانہ میں انگریزوں نے سیاسی قیدیوں کے لیے بنائی ہوئی تھیں) آپ سے آتے ہی پوچھا ناصر کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ کوئی تکلیف تو نہیں تو آپ دونوں نے کہا کہ ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ پھر آپ اُن کو ایک طرف لے گئے اور کہا کہ ہمارے نمبردار کی

مدّت جیل تھوڑی رہ گئی ہے اب آپ اگر کر سکتے ہیں تو ان کی رہائی کروا دیں۔ انہوں نے فوراً جیل افسر کو آواز دی کہ نمبردار کے کاغذات کل میرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ چنانچہ جب ایک یا ڈیڑھ ماہ کے بعد اپیل کے نتیجہ میں آپ کی رہائی ہوئی تو وہ نمبردار بھی کچھ دنوں میں رہا ہو گئے۔

رہائی کے بعد آپ کو اور ابو کو ابّا حضور نے ربوہ بلوایا۔ موٹریں جہانتک مجھے یاد ہے ربوہ سے آئی تھیں۔ ہم عصر کے کچھ بعد ربوہ پہنچے۔ ہر طرف استقبال کے لیے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ (رات کو چراغاں بھی ہوا تھا) آپ اور ابو ابّا حضور سے ملنے کے بعد نیچے حضرت امّی جان (حضرت ام ناصر) کے گھر آ گئے۔ رات کو حضرت امّی جان کے ہاں ابّا حضور کی طرف سے ہم سب کی دعوت تھی۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ نیچے صحن میں بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور کھانا چوکی پر لگایا گیا تھا۔ آپ ابّا حضور کے بائیں طرف بیٹھے تھے اور ابو دائیں طرف ابّا حضور کھانے کے دوران مسلسل آپ دونوں سے باتیں کرتے رہے۔

فسادات کی بات ہو رہی ہے۔ تو 74ء کے فسادات کا ذکر بھی کر دوں۔ میں اُس وقت آکسفورڈ انگلستان میں پڑھ رہا تھا۔ فسادات کی وجہ سے میرا دل گھبرا گیا۔ تو آپ کی اجازت سے وہاں سے رخصت لے کر پاکستان آ گیا۔ اُسوقت فسادات ختم ہو چکے تھے نیز اسمبلی میں آپ سے 17 دن کے سوالات کا سیشن ختم ہو چکا تھا۔ میں واپس آیا تو آپ نے مجھے بتایا کہ اسمبلی میں ہر سوال جو مجھ سے ہوتا تھا خدا تعالیٰ الہاماً مجھے اس کا جواب بتاتا تھا نیز یہ بھی بتاتا کہ جواب کب دینا ہے۔ اسی دن یا کسی اور دن۔ اور یہ بھی الہام کرتا کہ کس طرح جواب دینا ہے۔ اور آپ کے مسکت جوابوں کا ممبران اسمبلی کے پاس جواب الجواب کوئی نہ تھا۔ اس معرکہ میں دشمن کو شکست فاش ہوئی لیکن فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا یہ تو ایک ڈھونگ تھا جو رچایا گیا۔ جب آپ اسمبلی میں تشریف لے جاتے تھے تو بے اختیار سب حاضرین احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ نے مجھے یہ بھی بتایا کہ فسادات کے تمام عرصہ میں آپ تین ماہ تک دن رات جاگتے رہتے تھے۔ قصر خلافت میں جو خاندان کے لوگ ڈیوٹی پر ہوتے تھے انکو سلا دیتے تھے اور خود برآمدہ میں ٹہلتے رہتے تھے اور فون وغیرہ خود ہی اٹینڈ کرتے تھے۔ ٹہلتے رہتے اور دعائیں کرتے رہتے تھے۔ فسادات کے دوران مظلوم احمدی ربوہ آتے تو دن کو آپ سے ملاقات کا لمبا سلسلہ چلتا۔ وہ روتے ہوئے آتے تھے اور ہنستے ہوئے واپس جاتے تھے۔ جب حالات بہتر ہو گئے تو غیر احمدیوں کے وفود کثرت سے آپ سے ملاقات کی غرض سے خاص طور پر پنجاب کے مختلف علاقوں سے آتے اور اللہ تعالیٰ انکو یہ معجزہ دکھاتا کہ انکے ذہنوں میں جو جو سوال ہوتے تو آپ بغیر ان سوالوں کے علم کے اپنی تقریر میں ان کا جواب دیتے۔ ایک دفعہ شیخوپورہ سے ایک وفد جس کے کچھ افراد پہلے بھی ربوہ آ چکے تھے، انہوں نے چوہدری انور حسین صاحب مرحوم سے کہا کہ آپ ہمارے سوال حضرت صاحب کو بتا دیتے ہیں اب ہم آپ

کے سامنے سوال نہیں رکھیں گے۔ اپنے دل میں رکھیں گے۔ چنانچہ اُس وقت انہوں نے چوہدری صاحب کو سوال نہیں بتائے لیکن آپ نے اُن کے سوالوں کے مطابق تقریر فرمائی۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی کرتا چلوں کہ آپ سے ملاقات کے بعد ہر روز سوال جواب کی مجلس کے لیے وفود دارالضیافت میں چچا حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) کے پاس آتے اور چچا حضور مغرب کے بعد ان کے بارہ میں کھانے پر بلا ناغہ آکر آپ کو رپورٹ دیتے۔ ان ملاقاتوں کے نتیجہ میں بیسیوں دوست احمدیت میں داخل ہوئے۔

اب پھر پیچھے چلتے ہیں۔ 53ء کے فسادات کے بعد آپ کی زندگی میں ایک اور دور آیا۔ یعنی ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی تعمیر اور وہاں کالج شفٹ کروانے کا۔ آپ اکیلے ربوہ آگئے امّی اور ہم بچے لاہور میں ہی رہے۔ یہاں آپ نے خود اپنی نگرانی میں کالج کی تعمیر کا کام شروع کروایا اور خود کھڑے ہو کر تعمیر کی نگرانی کرتے۔ جب کالج کے ہال وغیرہ کی چھتوں پر لینٹر پڑ رہا تھا تو ایک دم گھنا بادل ربوہ پر آگیا۔ اگر وہ برس جاتا تو لنٹر کا پڑنا ناممکن ہو جاتا۔ اس وقت آپ نے دعا کی اے اللہ یہ کام تیرے اپنے دین کی خاطر ہو رہا ہے تو قادر مطلق ہے اس بادل کو یہاں سے ہٹا دے اور برسنے نہ دے پھر اپنی چھتری کو آسمان کی طرف بلند کر کے دائیں بائیں اشارہ کیا تو یک دم بادل پھٹ گیا اور دھوپ نکل آئی۔ آپ کا تعلق باللہ اور آپ کا مستجاب الدعا ہونا ان دو واقعات سے عیاں ہوتا ہے۔ ایک یہی واقعہ اور ایک جیل والا واقعہ جب بغیر کسی ظاہری سبب کے بند کوٹھڑی میں ہوا چلنے لگی۔ دورِ خلافت کے بعد تو عجیب شان سے آپ کی دعائیں قبول ہونے لگیں۔

آپ نے خلافت کے بعد قبولیت دعا کا خاص معجزہ بھی خدا سے مانگا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر کرتا ہوں کہ خلافت کے بعد ایک افریقی جوڑا لندن میں آپ کے سفر یورپ کے دوران آپ سے ملنے آیا۔ خاوند نے عرض کیا کہ ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے تمہاری بیوی کی ٹیوبز میں ایسی خرابی ہے کہ تمہارے ہاں بچہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ حضور دعا کریں۔ یہ سُن کر آپ نے دعا کے لیے کچھ توقف کیا اور پھر اُسی مجلس میں اس کو کہا کہ ایک سال کے اندر اندر تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس واقعہ کے چند سال کے بعد پھر یہی افریقی دوست آپ کے ایک اَور سفر یورپ کے دوران زیورخ (سوئٹزرلینڈ) میں آپ سے ملنے آئے تو انہوں نے خود مجھے یہ واقعہ بتایا۔

54ء میں کالج ربوہ شفٹ ہوگیا۔ ہم سب وہاں شفٹ ہوگئے۔ وہ بھی عجیب دور تھا۔ تعلیم کا اعلیٰ معیار۔ یونین کے فنکشن۔ سپورٹس اور خاص طور پر روئنگ کے مقابلے اور باسکٹ بال۔ کالج میں باہر کے مہمانوں کی آمد آمد سارے پاکستان میں کالج ایک خاص شہرت کا حامل ہوگیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ حضرت مصلح موعود کی ہدایات اور آپکی دعاؤں کے طفیل آپ کا بیٹا کالج کے معیار کو بلند سے بلند تر کرتا چلا گیا۔ اس زمانہ کی بہت سی حسین یادیں ذہن میں

گشت کر رہی ہیں۔

چند اَور باتیں لکھتا ہوں۔ کالج کے پرنسپل ہونے کے علاوہ آپ پہلے صدر خدام الاحمدیہ پھر صدر انصار اللہ افسر جلسہ سالانہ صدر صدر انجمن احمدیہ، ناظر خدمت درویشاں جیسی اہم ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ آپ اپنے کمرے میں پولیٹیکل سائنس کی کلاس لیتے تھے۔ لیکن دوسری ذمہ داریوں کی وجہ سے کلاس میں ناغے بھی ہو جاتے تھے۔ لیکن آپ کے طلبہ نے یہ تجربہ کیا کہ جو سوالات آپ انکو خاص طور پر کرواتے وہی پرچہ میں آجاتے۔ ایک دفعہ تو آپ نے لکھ کر سوال دیے اور اپنے طلبہ کو کہا کہ ان کی تیاری کرلو اور تمام وہی سوال امتحان میں آگئے۔

ایک نظارہ اِس وقت میری آنکھوں کے آگے گھوم رہا ہے۔ میں اسوقت ایم اے کر کے ٹی آئی کالج میں لیکچرار لگ چکا تھا۔ آپ کالج جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ساتھ تھا۔ اور آپ کے پیچھے چل رہا تھا اور میری نظر آپ کی اچکن پر لگے ہوئے پیوند پر بار بار پڑ رہی تھی لیکن آپ انتہائی وقار سے بغیر کسی احساسِ کمتری کے کالج کے دفتر کی طرف جا رہے تھے۔ طلبہ آپ کے خداداد رعب کی وجہ سے آپ کو دیکھ کر کالج کے ستونوں کے پیچھے حسبِ عادت چُھپ رہے تھے۔

آپ دین، احمدیت۔ اللہ، رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے بہت غیرت رکھتے تھے۔ ہمیشہ یہ نصیحت فرماتے تھے کہ کوئی کام ایسا نہ کرنا جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر کوئی دھبہ لگے۔ اور تمہارے کسی فعل کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے خلاف کسی کو اعتراض کا موقع ملے۔ آپ کی خلافت کے دوران مبلغین جب باہر جاتے ہوئے آپ سے رخصت ہوتے تو ہمیشہ نصیحت کرتے کہ اپنے مولیٰ سے بے وفائی کبھی نہ کرنا۔

خداداد رعب تھا۔ لیکن دل انتہائی نرم اور محبت و پیار سے بھرا ہوا تھا۔ رعب کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ جب آپ پرنسپل تھے، کالج کے ایک غیر احمدی طالب علم کو اپنے گھر پرنسپل لاج میں بلایا تو وہ آپ کے سامنے تھر تھر کانپنے لگا۔ آپ نے اس کو اسکی کسی غلطی پر تنبیہ کی۔ اگرچہ آپ کی آواز میں کسی قدر غصہ اور لہجہ میں کسی قدر سختی تھی۔ لیکن آنکھوں میں محبت بھری ہوئی تھی۔ میں اُس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ اس متضاد نظارے نے میری طبیعت پر گہرا اثر چھوڑا۔ آپ نے اولاً جماعت کو اور پھر ساری دُنیا کو ”محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں“ کا پیغام دیا۔ آپ کی شفقتوں اور محبت اور احسان کے باوجود جانے کیوں بعض لوگ خلافت سے پہلے آپ کے خلاف تھے اور آپ سے بے وجہ بغض رکھتے تھے۔ حالانکہ آپ نے کبھی کسی پر زیادتی نہ کی تھی سب سے محبت ہی کی تھی۔ جب حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد خلافت کا انتخاب ہونا تھا تو آپ کچھ Late بیت مبارک پہنچے۔ آپ کے انتخاب کے بعد آپ کو ایک شخص نے لکھا کہ جب آپ بیت میں آئے تو ساری...... بھر چکی تھی اور صرف جوتیوں میں جگہ رہ گئی تھی۔ لکھنے والے نے کہا کہ میں آپ کو جگہ دے سکتا تھا لیکن میں آپ سے سخت نفرت کرتا تھا اور میں نے دل میں

کہا آج آپ کو جوتیوں پر بٹھانا ہے۔ چنانچہ آپ جوتیوں پر بیٹھ گئے۔ لیکن جب آپ خلیفہ منتخب ہوگئے تو میری نفرت یکا یک انتہائی محبت میں بدل گئی اور آج میں آپ سے اُس سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہوں جتنی آپ سے نفرت کیا کرتا تھا۔

یہاں ایک بات یاد آ گئی۔ لکھ دیتا ہوں تا کہ ذہن سے نہ نکل جائے۔ بحیثیت پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کے آپ کو امتحانوں کے وقت جب لڑکوں کے داخلے جانے ہوتے تھے سینکڑوں داخلہ فارموں پر دستخط کرنے پڑتے تھے۔ ایک بار آپ نے مکرم اسلم صاحب جو آپ کو فارمز پیش کیا کرتے تھے کہا کہ بتاؤ، دستخط کرنے کے دوران میں اور کیا کرتا رہا؟ وہ خاموش رہے تو خود ہی جواب دیا کہ ہر دستخط کے وقت میں سبحان اللہ کہتا رہا اس طرح ذکر الٰہی بھی ہوتا رہا اور کام بھی ہوتا رہا۔

یہاں خلافت کے بعد کا ایک عجیب واقعہ یاد آ گیا۔ وہ بھی آپ کو سنا دیتا ہوں۔

خلافت کے شروع کی بات ہے لاہور میں ہمارے معلم بشیر الدین صاحب کو ایک غیر احمدی مولوی نے مباحثہ کی دعوت دی۔ بشیر الدین صاحب آپ کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا۔ اس پر آپ نے مولوی دوست محمد صاحب کو کہا کہ وہ ان کے ساتھ مباحثہ میں شامل ہونگے۔ حوالوں کی کتابیں ساتھ لے جائیں۔ لیکن مباحثہ بشیر الدین صاحب کرینگے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم رخصت ہونے لگے تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ یہ مولوی بہائی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ بشیر الدین صاحب بڑے حیران ہوئے کہ آپ تو اس شخص کو جانتے نہیں پھر کیسے آپ کو معلوم ہوا۔ (یہ بات تو آپکو آپ کے مولیٰ نے بتائی تھی۔) بشیر الدین صاحب نے مجھے بتایا کہ مباحثہ کے دوران حضور کا یہ فرمان مجھے پریشان کرتا رہا یہانتک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ مجھے موقعہ مل گیا کہ میں بہاء اللہ صاحب کے بارہ میں کوئی تنقیدی بات کروں اور جیسے ہی میں نے یہ بات کی تو وہ مولوی صاحب بے اختیار طیش میں آ گئے۔ اور فوری طور پر اپنی کرسی سے اُٹھے اور کہا کہ یہ کیا بات آپ کر رہے ہیں۔ بعد میں جب بشیر الدین صاحب نے تحقیق کی تو واقعی انکا بہائی ہونا اور بہائیوں سے وظیفہ لینا ثابت ہوا۔ مجھے تو ہر وقت یہ احساس ہوتا تھا کہ ہر لمحہ آپ کے تار اپنے مولیٰ سے ملے ہوئے ہیں۔

یہاں مجھے اپنا بھی ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ میں پرائیوٹ سیکریٹری تھا۔ آپ بیمار تھے اور دفتر نہ آتے تھے۔ ایک نوجوان نے مجھے دفتر آ کر کہا کہ وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ آپ بیمار ہیں دفتر نہیں آتے۔ لیکن جب میں ڈاک پیش کرنے جاؤنگا تو پوچھ لونگا۔ میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ایسا جواب دیا کہ میں حیران ہو گیا۔ عام طور پر ایسے موقعہ پر آپ یا معذرت کر دیتے تھے یا کوئی وقت دیدیتے تھے یا گھر کے برآمدہ میں ملاقات کا کوئی وقت دیدیتے تھے۔ لیکن اس موقع پر آپ نے اپنے معمول کے خلاف فرمایا کہ ''میں کل بتاؤنگا۔'' اگلے دن پھر وہ نوجوان آیا تو میں نے آپ سے اس

کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس سے نہیں ملونگا رات کو میں نے رویاء میں دیکھا ہے کہ اس نے چادر لی ہوئی ہے اور اُس میں خنجر چھپایا ہوا ہے۔ میں یہ تفصیل تو اس کو نہیں بتا سکتا تھا۔ میں نے معذرت کردی۔ پھر وہ بار بار آتا اور ہر بار میں معذرت کر دیتا۔ وہ میرے خلاف ہوگیا اور خطوں میں سخت کلامی پر اتر آیا۔ بالآخر آپ کے خلاف سخت کلامی پر اتر آیا اور پھر احمدیت چھوڑ گیا۔ یقیناً جب آپ نے کہا تھا کہ میں کل بتاؤنگا تو الٰہی خبر کے مطابق کہا تھا۔

بات کہیں سے کہیں نکل گئی۔ پھر اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ بات یہ کررہا تھا کہ آپ کا دل رعبِ خداوندی کے باوجود انتہائی نرم اور محبت سے بھرا ہوا تھا۔ کسی کی تکلیف تو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ خلافت کے زمانہ میں جو نذرانہ ملتا تھا اس کا بیشتر حصہ ضرورت مندوں بیواؤں یتیموں میں تقسیم ہوجاتا تھا۔ اور باقاعدہ وظائف لگے ہوئے تھے۔ جس کے بارہ میں اکثر انتظامیہ کو بھی کچھ علم نہ تھا۔ خدا پر بہت زیادہ توکل تھا۔ اللہ آپکی اپنی ضرورتیں خود پوری کرتا تھا۔

آپ میں اللہ تعالیٰ نے عجیب جذب رکھا تھا۔ ایسی کشش تھی کہ اپنے تو اپنے غیروں کے دل بھی بے اختیار آپ کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے جب سپین کا آپ نے پہلا دورہ کیا تو امّی نے مجھے بتایا کہ آپ جہاں سے گزرتے بچے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر آپ کی ٹانگوں کے ساتھ آکر چمٹ جاتے اور مائیں اُن کو چھڑاتیں تو وہ روتے اور بار بار آپ کے پاس واپس آنے کی کوشش کرتے 80ء کے دورہ میں جس میں آپ نے سپین کی بیت بشارت کی بنیاد رکھی میں بھی آپ کے ساتھ بطور پرائیوٹ سیکریٹری تھا۔ ہم وینس گئے اور دو دن وہاں ٹھہرے جب آپ وہاں ہوٹل سے باہر سیر کے لئے نکلتے تو Tourists قدم قدم پر آپ کو روک کر آپ کے گرد گھیرا ڈال لیتے باتیں کرتے تصویریں لیتے۔ اس دورہ میں یا کسی اور دورہ میں آپ انگلستان سے فیری پر ناروے جارہے تھے۔ میں بھی بحیثیت پرائیویٹ سیکریٹری آپ کے ساتھ تھا۔ ہم جہاز کے ایک بہت وسیع ہال میں کھانا کھا رہے تھے۔ میں، امّی اور آپ کے ساتھ ایک میز پر تھا۔ یہ ہال Oval شکل کا تھا۔ ہماری میز ہال کے وسطی حصہ میں کھڑکیوں کے پاس تھی۔ ہمارے عین مقابل دوسری طرف ایک بوڑھا couple تقریباً 30، 40 فٹ کے فاصلہ پر بیٹھا تھا۔ ہماری نظر ان پر پڑی تو وہ ایک کاغذ پر پنسل سے کچھ بناتے ہوئے نظر آیا۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ یہ میری تصویر بنارہا ہے۔ اوپر سے جاؤ، کوئی بات نہ کرنا صرف پاس سے گزرنا اور دیکھنا یہ کیا کررہا ہے میں گیا تو جب اس کی میز تک پہنچا تو وہ آپ کی تصویر جو اُسنے Draw کی ہوئی تھی اُس میں آپ کی داڑھی کو آخری touches دے رہا تھا۔

آپ کا حلم، آپ کی بردباری بھی عجیب اور حیرت انگیز تھی۔ انتہائی محبت کرنے والے اور انتہائی حلیم۔ خلافت سے پہلے ایک دفعہ ٹرین میں کراچی سے ربوہ واپس آرہے تھے۔ جس کمپارٹمنٹ میں آپ تھے وہاں ایک اور غیر احمدی دوست بھی بیٹھے تھے۔ تعارف ہوا تو اندازہ ہوا کہ وہ

جماعت سے انتہائی بغض رکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے جماعت کے خلاف بولنا شروع کیا۔ آپ مسکراتے رہے اور نرمی سے ان کا جواب دیتے رہے۔ یہانتک کہ جب چنیوٹ آ گیا تو وہ صاحب آپ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ عجیب انسان ہیں میں کئی گھنٹے سے آپ کو اور آپ کی جماعت کو بُرا بھلا کہہ رہا ہوں اور آپ لوگوں کے خلاف انتہائی درشت کلمات بولتا رہا ہوں۔ لیکن آپ نے کوئی منفی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ بلکہ مسکرا کر نرمی سے مجھے جواب دیتے رہے۔ میرے دل کو کچھ ہونے لگا ہے۔ میری نبض دیکھیں۔ آپ نے انکی نبض دیکھی تو وہ تیز چل رہی تھی۔ اس پر آپ نے انکو دوا مین دی اور تسلی دی۔

خلافت سے پہلے ہی کی بات ہے کہ ایک شخص نے جس پر آپ کے بہت سے احسانات تھے اور جس سے آپ نے بہت پیار کیا تھا۔ ایک انتہائی سخت خط لکھ کر بند کر کے میرے ہاتھ بھجوایا۔ اگلے دن آپ نے مجھ سے کہا، اُس وقت آپ کا چہرہ غم سے سرخ ہو رہا تھا، کہ تم نے مجھے بہت گالیاں دلوائی ہیں۔ لیکن اس دوست سے کبھی نہ شکوہ کیا نہ کوئی جواب دیا۔ نہ محبت اور احسان میں کوئی کمی کی۔

آپ سلسلہ کی خدمت کرنے والے واقفین کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور اُن کے لیے آپ کے دل میں ایک خاص مقام ہوتا تھا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب (جنہوں نے لمبا عرصہ نائیجیریا میں کلینک اور ہسپتال چلائے) کی وفات ہوئی تو اس وقت ہم اسلام آباد میں تھے۔ مجلس کارپرداز نے بعض وجوہ کی بنا پر یہ سفارش کی تھی کہ ان کی تدفین بہشتی مقبرہ میں نہیں ہونی چاہیے۔ جب متعلقہ کارکن یہ فائل لے کر اسلام آباد پہنچے تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کی فائل کو دیکھنے کے بعد آپ نے انہیں بیت الفضل کی سیڑھیوں پر بلایا اور اوپر سے کھڑے ہو کر بڑے جوش سے کہا ڈاکٹر صاحب کی ایسی خدمات تھیں کہ اگر وہ موصی نہ بھی ہوتے تو بھی میں اُن کو بہشتی مقبرہ میں دفن کرواتا۔

آپکے خصائل عالیہ کا کیا کیا ذکر کروں۔ خط لمبا ہوتا جا رہا ہے بس اس بیان کے آخر میں اتنا کہتا ہوں کہ آپ باحیاء تھے۔ حیاء سے آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو نظریں جھک جاتیں اور شرم سے چہرہ سرخ ہو جاتا۔ اگر اُس سے روکنا بھی ہوتا تو مناسب طریق پر روکتے۔

آئیں اب کچھ آپ کی، امّی کی اور اپنی باتیں کرتا ہوں۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا اُس روز سے آپکا اور امّی کا آپس میں جھگڑنا تو کجا کبھی ایک دوسرے سے اُونچی آواز میں بات کرتے بھی نہیں سُنا۔ ہمیشہ نرم لہجے میں ہنستے ہوئے آپس میں باتیں کرتے۔ آپس میں روٹھتے بھی ہونگے تو کبھی ہم بچوں کو پتہ نہیں چلتا تھا۔ آپ میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو ایک دوسرے کی خدمت پر کمربستہ ہو جاتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا احساس کرتے۔ آپ ہمیشہ خود سے امّی کی خواہشات کو جس حد تک ممکن ہوتا پوری کرتے۔ اُمّی آپ کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھتیں اور خلافت کے بعد تو امّی کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔ اب آپ صرف خاوند ہی

نہیں تھے بلکہ خلیفہ اور امام بھی تھے۔ ہمیشہ رات کو آپ کا بستر سنوارتی تھیں کہ کہیں ڈاک دیکھتے ہوئے کوئی پن وغیرہ چادر پر نہ گر گیا ہو۔ اپنے ہاتھ سے آپکی جرابوں کا الاسٹک اُتارتی تھیں کہ پنڈلیوں پر نشان نہ پڑ جائے۔ خود اپنے ہاتھ سے آپکی شلوار میں نالہ ڈالتیں اور شلوار اور قمیص میں مایا کی وجہ سے جو سختی آجاتی ہے اُسے دور کرتیں۔ ناشتہ پر اپنے ہاتھ سے آپ کی چائے بناتیں اور آپ کو ناشتہ کی دوسری چیزیں پلیٹ میں لگا کر پیش کرتیں۔ آپ رات دیر تک پڑھتے رہتے۔ اور امّی اپنی آنکھیں بند کر کے لیمپ بجھا کر لیٹ جاتیں اور جب تک آپ سونہ جاتے خود نہ سوتیں۔ رات کو گھر کے دروازوں وغیرہ کو خود بند کرتیں۔ سفر پر جاتے تو ایک عجیب انداز میں چوکس ہو کر آپ کا پہرہ دیتیں۔ ایک دفعہ غالباً افریقہ کے دورہ میں یا کسی اور دورہ میں رہائش گاہ کے باہر جا کر جھانکا تو وہاں جس دوست کی پہرہ پر ڈیوٹی تھی انکو نہ پایا تو وہاں دروازے کے اندر اُس وقت تک کھڑی رہیں جب تک پہرے دار واپس نہ آ گئے۔

جب وفات سے پہلے بیمار ہوئیں اور صاحب فراش ہو گئیں تو حضرت پھوپھا جان (حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب) کو بلا بھیجا اور کہا کہ وہ قصر خلافت میں شفٹ ہو جائیں اور رات وہیں سویا کریں۔ چنانچہ آپ کی وفات تک آپ رات کو قصرِ خلافت رہنے لگے۔ پھر بھی انکا نام لے کر کہتیں کہ ان سے کہو کہ وہ دروازے وغیرہ چیک کر لیں۔ امّی کی بیماری بھی اچانک آئی۔ جس رات بیمار ہوئیں اس سے پہلے شام کو آپ کے ساتھ احمد نگر گئیں اور رات کو ایک دم طبیعت خراب ہو گئی۔ آپ نے حسبی (میری بیگم، امتہ الحسیب) کو بلا بھیجا کہ فوراً آجاؤ۔ اور پھر وہ امّی کی وفات تک بلکہ وفات کے بعد بھی لمبا عرصہ آپ کے پاس قصرِ خلافت میں رہیں۔

حسبی کا ذکر آیا ہے تو یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ امّی اور آپ حسبی کو بڑی چاہ اور مان سے بیاہ کر میری دلہن بنا کر گھر لائے تھے۔ بڑی بہو تھیں۔ آپ دونوں کو اس سے ایک خصوصی تعلق تھا۔ امّی بہترین بیوی اور ماں بھی تھیں۔ لیکن مثالی ساس بھی تھیں۔ حسبی سے انکا صرف ساس کا رشتہ نہ تھا بلکہ ایک دوستانہ تعلق بھی تھا۔ اور وہ آپ کی ہمراز بھی تھیں۔ حسبی نے بھی آپ دونوں کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ میں اس کا ہمیشہ احسان مند رہا ہوں کہ جس طرح اُس نے بے نفسی سے آپ دونوں کی خدمت کی کم ہی بہوئیں ایسا کرتی ہیں۔ یہاں یہ ذکر بھی کرتا چلوں کہ جب ہم نے انکا (حسبی کا) رشتہ بھیجنا تھا تو آپ نے ابّا حضور کو اس کے لیے لکھا۔ اس پر ابّا حضور نے جواب دیا کہ میں منیر کو تو نہیں لکھوں گا ہاں میاں بشیر احمد کو لکھتا ہوں۔ چنانچہ ابّا حضور نے حضرت عمو صاحب کو میرے رشتہ کے لیے لکھا اور انہوں نے پھر آگے ماموں (صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب) کو یہ پیغام بھجوایا۔

قادیان کی ایک بات یاد آ گئی میں دو اڑھائی سال کا تھا میں نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ ہم النصرت کوٹھی میں رہتے تھے اور میرا کھٹولا آپ دونوں کے بیڈروم میں پینتی کی طرف ہوتا تھا۔ امّی بتاتی تھیں اور مجھے بھی یاد ہے کہ جب

امی آپ سے باتیں کرتے ہوئے ہنستی تھیں تو میں اپنے کھٹولے میں کھڑا ہو جاتا اور کہتا امی جانی ابا جانی کیا بات ہے۔ امّی کہتی تھیں کہ آپ جب آکسفورڈ میں تھے تو انس نے مجھے کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہ دیکھا تھا اور اس کو یہ عجیب بات لگتی تھی کہ میں ہنس بھی سکتی ہوں۔

آپ کو امّی سے انتہائی محبت اور وفا کا تعلق تھا۔ آپ بہت صابر تھے۔ (کبھی لوگوں کے سامنے آپ کو کسی نے روتے یا آبدیدہ ہوتے نہ دیکھا تھا۔ ہاں خدا کے حضور رویا کرتے تھے۔) جب امّی کا آخری وقت آیا۔ رات کا لمحہ تھا آپ امّی کے پاؤں دبا رہے تھے اور دعائیں کرتے ہوئے جسم پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ چچا حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) بھی وہاں تھے وہ بار بار منہ میں ہومیو پیتھک کی دوائی ڈالتے تھے لیکن خدا کا فیصلہ آچکا تھا۔ امّی اپنے مولی سے جا ملیں اور آپ نے صرف اتنا کہا کہ ......۔ اور جب میں بعد میں آپ کی گود میں سر رکھ کر ہچکیوں سے رونے لگا تو آپ نے فرمایا کہ نہ رو۔ ہم تو حضرت مصلح موعود کی وفات پر بھی نہ روئے تھے۔ وفات کے بعد جو جمعہ آیا تو آپ نے امّی پر خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ:

”جیسا کہ دوست جانتے ہیں کہ کل شام قریباً ساڑھے آٹھ بجے منصورہ بیگم اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ ...... میرا ان کا بڑا لمبا ساتھ تھا۔ قریباً ۴۷ سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے اور اس عرصے میں جہاں انہیں مجھے دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا اسی طرح مجھے بھی انہیں دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کا موقعہ ملا۔ ہمارا رخصتانہ 5/ اگست 1934 کو ہوا تھا۔ اور 6/ اگست کو میں انہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا۔ اور ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی 6/ ستمبر 1934 کو میں اپنی تعلیم کے لیے انگلستان روانہ ہو گیا تھا۔ یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقعہ دیا کہ مَیں ان کی طبیعت کو سمجھوں۔ ایک ذرّہ بھر انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا کہ مَیں اپنی تعلیم مکمل نہ کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔

ہماری شادی بہت سی بشارتوں کے نتیجہ میں ہوئی تھی جو حضرت اماں جان، سیدہ نصرت جہاں بیگم نور اللہ کو ہوئی تھیں۔ اور یہ رشتہ حضرت امّاں جان نے خود کروایا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے ماتحت خود کیا تھا۔ اور میرے لیے ایک ایسی ساتھی عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی اور عزم اور ارادہ بھی رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی اس عطا پر میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

اس موقعہ پر میں مختصراً بعض باتیں بیان کر کے امید کرتا ہوں کہ ہم اس جانے والی روح کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں کہ وہ خطاؤں کو معاف کرے اور اپنی رحمتوں سے نوازے۔

شادی کے ایک ماہ بعد ہنستے ہوئے چہرہ سے رخصت کر دینا اور پھر قریباً ساڑھے تین سال کی جدائی کا عرصہ گزارنا ان کے ذاتی اوصاف پر دلالت کرتا ہے۔ اس

جدائی نے اُن کی طبیعت پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ اور جس مقصد کے لیے حضرت مصلح موعود نے میرے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کرنے کو پسند کیا اس مقصد کے حصول کے دوران انگلستان میں اپنے قیام کے دوران مجھے ایک دن بھی یہ فکر نہیں ہوا کہ وہ اس جدائی سے گھبرائیں گی۔ کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ وہ گھبرانے والی روح نہیں۔

جب میں تعلیم مکمل کر کے 1938ء میں واپس آیا تو ہجرت 1947ء تک قریباً نو سال کا عرصہ ان کے ساتھ قادیان میں رہا۔ مَیں واقفِ زندگی تھا اور کوشش کرتا تھا کہ اسماً بھی اور عملاً بھی واقفِ زندگی بنوں اور انہوں نے بھی میرے ساتھ عملاً خدمتِ دین کے لیے زندگی وقف کیے رکھی۔ وہ میری زندگی میں اس قدر ساتھ دینے والی تھیں کہ جبکہ مَیں قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر تھا ایک دن عصر کے بعد کسی دُور کے محلے میں خدام الاحمدیہ کا کوئی پروگرام بنایا گیا۔ مجھے گھر سے باہر جانا تھا اور گھر میں میری بچی امتہ الشکور بڑی سخت بیمار تھی۔ اسے اس شدت کے اسہال تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا وزن نصف رہ گیا۔ بدن کا سارا پانی نچڑ گیا۔ میری طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنا پروگرام کینسل کردوں اور بچی کے پاس ٹھہروں۔ مَیں نے ہومیوپیتھی کی ایک دوائی بچی کے مُنہ میں ڈالی اور منصورہ بیگم سے کہا کہ شفا اور زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے میرے پاس رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی گھبراہٹ اُن کے چہرے پر نہیں آئی اور انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھے رخصت کر دیا۔ اس وقت بھی میرے سامنے وہ مسکراتا ہوا چہرہ ہے۔ اور اللہ کی شان یہ کہ جب مَیں واپس آیا تو بچی صحت مند تھی۔

ہجرت 1947ء کا وقت آیا جو کہ شدید روحانی، ذہنی اور جسمانی اذیت کا دور تھا۔ ان انتہائی خطرناک دنوں میں جب میں جیپ میں بیٹھ کر ارد گرد کے دیہاتوں کے دورہ کے لیے نکلتا تو 50 فیصد یقین ہوتا کہ واپس نہیں آؤں گا۔ لیکن منصورہ بیگم نے ایک دفعہ بھی اس کا اظہار نہیں کیا اور کبھی مجھے نہیں روکا۔ وہ کوٹھی کا انتظام بھی سنبھالتی تھیں۔ بچوں کو بھی سنبھالتی تھیں۔ اور اس صورت حال کا مقابلہ بھی بشاشت سے کرتی تھیں۔

پھر پارٹیشن کا وقت آیا قادیان سے ہجرت شروع ہوئی تو 25/اگست 1947ء کو حضرت مصلح موعود نے حضرت امّاں جان اور خاندان کی دیگر مستورات اور بچوں کو بہت سی مصلحتوں کے ماتحت پاکستان بھجوا دیا اور فیصلہ ہوا کہ حضرت مصلح موعود کے ساتھ صرف آپا صدیقہ (حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ مدظلہا) ٹھہریں گی۔ منصورہ بیگم نے اصرار کیا کہ میں نہیں جاؤں گی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نہیں مانے۔ آخر انہوں نے حضرت مصلح موعود سے اصرار کر کے اجازت لی۔ شائد کوئی یہ سوچ کہ وہ اپنے میاں کو ان حالات میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی ہوں گی۔ لیکن جب حالات نے حضرت مصلح موعود کو مجبور کر دیا کہ وہ ہجرت کر جائیں تو منصورہ بیگم اپنے میاں کو چھوڑ کر حضرت مصلح موعود کے ساتھ پاکستان آ گئیں۔

1953ء کے پُر آشوب دور میں میں لاہور میں تھا اور کالج کا پرنسپل تھا۔ جب ایک روز حالات انتہائی مخدوش تھے اور مولانا حضرت عبدالرحیم درد صاحب نے پورا ممکن زور لگایا کہ میں کالج نہ جاؤں تو مَیں نے کہا کہ آج ہی تو دن ہے کہ میں کالج جاؤں کیونکہ مجھ پر احمدی اور غیر احمدی لڑکوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور درد صاحب کے روکنے کے اور شدید ترین اصرار کے باوجود مَیں کالج گیا۔ منصورہ بیگم کے چہرے پر ملال تھا ہی نہیں۔ ایسے مشکل حالات میں بڑی بشاشت کے ساتھ وقت گزارا۔

وہ بڑی دلیر عورت تھیں۔ 1976ء میں جب میں امریکہ گیا تو مجھے ایک خط ملا جس میں کہا گیا تھا کہ تین دفعہ آپ کی جان لینے کی کوشش کی جائے گی اور چوتھی بار اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مَیں نے خط لے کر جیب میں ڈال لیا کیونکہ مجھے پتہ ہی نہیں ڈر کسے کہتے ہیں۔ پھر مَیں نے سوچا کہ جماعت کہے گی کہ ہمیں بتایا نہیں اس پر مَیں نے انہیں بتا دیا۔ جب کینیڈا میں ٹورانٹو پہنچا تو ہوائی اڈے پر سامان وغیرہ کی چیکنگ کے دوران ہمیں ایئر پورٹ سے باہر ایک علیحدہ عمارت میں لے جایا گیا جہاں احباب جماعت استقبال کے لیے جمع تھے۔ وہاں احباب جماعت سے مصافحہ ہوا۔ منصورہ بیگم نے بھی خواتین سے مصافحہ کیا اور جلدی سے فارغ ہو کر خاموشی سے میرے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے غور کیا کہ ایک آدمی غیر محسوس طور پر میرے قریب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ منصورہ بیگم کی فراست بڑی تیز تھی۔ فوراً بھانپ گئیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے خط لکھا تھا۔ انہوں نے فوراً ڈیوٹی پر متعین خدام کو بتایا اس پر اس شخص کو پکڑ لیا گیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ خط مَیں نے ہی لکھا تھا۔ پھر اسے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

جب وہ وقت آیا کہ مجھ پر خلافت کی ذمہ داریاں ڈالی گئیں تو میرے نفس کا ہر ایک حق انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا کہ میرے اوقات کا حرج نہ ہو۔ حتّٰی کہ اگر میں وٹامن کی گولی بھی خود نکال کر کھاتا تو ناراض ہو جاتیں کہ یہ کام آپ نے کیوں کیا؟ یہ دو منٹ آپ کسی جماعتی کام میں صرف کر دیتے۔ یہ کام مَیں کروں گی۔ اس طرح انہوں نے مجھے ساری فکروں سے آزاد کر دیا اس لیے ان کا یہ حق ہے کہ ہم ان کے لیے دعائیں کریں اللہ کے بے شمار فضل ان پر ہوں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نیچے حضرت اقدس اور آپ کے جانشینوں اور اصحاب اور خدام اسلام کے ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کو وہ پیار دے جو وہ زیادہ سے زیادہ دے سکتا ہے۔''

ایک اور بات یاد آ گئی کہ جس رات امّی کی وفات ہوئی اُس دن چچا حضورؒ (جو امّی کی وفات سے چند دن پہلے قصرِ خلافت شفٹ ہو گئے تھے) نے مجھے کہا کہ ''بھابی جان فوت ہو جائیں گی۔ رات کو تہجد میں مَیں جب ان کی صحت کے لیے دعا کر رہا تھا تو مجھے الہام ہوا:

........''کون ہے جو اُس کے حضور اُس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے۔''

آپ امّی کی وفات کے بعد اکثر کہتے: منصورہ بیگم یہ دعا کرتی ہونگی کہ میری زندگی میں فوت ہو جائیں کیونکہ میرے بغیر وہ زندہ نہ رہنا چاہتی تھیں۔

آپ 34ء میں آکسفورڈ تعلیم کے لیے گئے اور 36ء کی چھٹیوں میں چند ماہ کے لیے قادیان واپس آئے اور 17 اپریل 37ء کو میری پیدائش ہوئی۔ آپ نے اپنی ڈائری میں لکھا:

17/اپریل 1937ء۔ آکسفورڈ

''دن کے اڑھائی بجے مرزا انس احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش ہوئی۔ منصورہ.....کو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بچہ کو مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی معنوں میں وارث بنائے اور احمدیت کا سچا خادم اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے والا۔ لمبی عمر پانے والا اور اس عمر کو بنی نوع انسان کی بہبودی کے لیے خرچ کرنے والا اور ..... منصورہ کو اللہ تعالیٰ جلد صحت کامل عطا فرمائے اور اپنے فضل سے لمبی صحت اور خوشی کی زندگی عطا کرے۔ اللّٰھم آمین۔ و ماتوفیقنا الا باللّٰہ العلی العظیم۔''

جب آپ تعلیم سے فارغ ہو کر قادیان واپس آئے تو میرے ہم عمر بچوں کو اور مجھے تیار کر کے آپ کے سامنے لایا گیا اور پوچھا گیا کہ بتاؤ کہ تمہارا بیٹا کون ہے۔ تو آپ نے مجھے فوراً پہچان لیا۔

جب ہندوستان کے حالات ابھی خراب نہیں ہوئے تھے تو آپ مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ تبلیغی دوروں اور شکار پر لے جایا کرتے تھے۔ مجھے قادیان کے زمانہ کی پکنکیں بھی یاد ہیں۔ اور آپ کے ساتھ دارالمسیح میں حضرت امّاں جان کے پاس پیدل جانا وغیرہ بھی سب یاد ہے۔

ہم پانچ بہن بھائیوں میں شکری اور فرید سے آپ خاص طور پر پیار کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ مجھ سے پیار تھا جس کا اظہار حجاب کی وجہ سے برملا نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہماری والدہ سیدہ آپا طاہر صدیقہ کو فرمایا (بچوں سے تعلق کی بات ہو رہی تھی) کہ انس تو فدائی ہے ہاں میں بھی جانتا ہوں کہ میں آپ سے کسقدر پیار کرتا ہوں اور خلافت کا کیسا فدائی ہوں۔ آپ کو جو مجھ سے حجاب تھا اُس کا یہ عالم تھا کہ جب میں نے بی اے میں داخلہ لینا تھا تو میں نے اپنے فارم پر مضامین کے خانے میں اپنا ایک مضمون پولیٹکل سائنس رکھا جو آپ پڑھایا کرتے تھے۔ مجھے اب تک نظارہ یاد ہے کہ میں پرنسپل کے کمرہ میں آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے آپ کو اپنا داخلہ فارم دیا آپ نے اس کو دیکھا پھر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے مجھے کہا کہ تم پولیٹکل سائنس نہ رکھو۔ تمہیں مجھ سے پڑھنے سے حجاب ہوگا۔ اس وقت میں نے دل میں کہا کہ حجاب تو آپ کو مجھے پڑھانے سے ہے۔ آپ کی گہری خاموش محبت اور تربیت کا سایہ ہمیشہ مجھے اپنے گھیرے میں لیے رہا۔ میں نے جب ایف اے کیا تو آپ کو نہ جانے کیسے خیال ہوا کہ شائد میرے دل میں انا کا عنصر ہے یا درج ذیل

واقعات کا کوئی اور محرک ہوگا۔ اُس زمانہ میں ایک کمپنی تھی جو لکڑی کی Casings، جن میں سے بجلی کی تاریں گزاری جاتی ہیں، بنایا کرتی تھی۔ آپ نے ایک ماہ کے لیے مجھے وہاں روزانہ دیہاڑی پر ملازم رکھوا دیا۔ اور میرا کام Casing پر پالش کرنا تھا۔ چنانچہ میں پالش والوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر ایک ماہ تک یہ کام کرتا رہا۔ ایک مہینہ کے بعد آپ نے مجھے خلافت لائبریری میں مولوی محمد صدیق صاحب، جو اس وقت لائبریرین ہوتے تھے، کے ساتھ مددگار کارکن یعنی چپڑاسی لگوادیا۔ یہاں سے مجھے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ یہاں میں نے ایک ماہ کام کیا اور میرا کام یہ ہوتا تھا کہ میں روزانہ الماریوں میں کتابوں کی جھاڑ پونچھ کرتا اور لائبریری کی صفائی کرتا۔

آپ کو جو مجھ سے محبت تھی اس سلسلہ میں ایک اور بات یاد آگئی کہ آپ کے آخری غیر ملکی دورہ میں جس میں آپ نے سپین کی بیتِ بشارت کا سنگِ بنیاد رکھا، میں آپ کے ساتھ بطور پرائیویٹ سیکریٹری تھا، ملاگا ائرپورٹ پر Immigration والوں نے بعض وجوہ کی وجہ سے پاسپورٹ وغیرہ کلیئر کرنے میں دیر کردی۔ آپ اور امّی لاؤنج میں ٹہلتے رہے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو آپ نے مجھ سے خفگی کا اظہار کیا۔ ہلکی سی ڈانٹ بھی پلائی۔ اس پر میں اپنے مان اور ناز میں آپ سے روٹھ گیا۔ فرائض پورا کرنے اور خدمت میں تو کوئی کمی نہیں کی لیکن رنجیدہ خاطر رہا۔ آپ نے محسوس کیا لیکن جب امّی نے آپ سے کہا کہ ”آپ نے انس کو خوانخواہ ڈانٹ دیا۔ وہ روٹھا ہوا ہے۔“ پھر آپ میری دل جوئی آؤٹ آف دی وے جا کر کرتے رہے اور جیسے محبت کا اظہار برملا نہیں کیا کرتے تھے اب بے اختیار برملا ہونے لگا۔ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔

جب ابّا حضور نے ایک خطبہ میں وقف کی تحریک کی تو میں نے بغیر آپ کو اور امّی کو بتائے وقف کردیا۔ اگلے خطبہ میں ابّا حضور نے میرے وقف کی منظوری کا ذکر فرمایا اس کے بعد میں جب آپ سے ملا تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتمار رہا تھا۔ مسکرائے اور مجھے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ لیکن میں دل میں جانتا تھا کہ میرے وقف پر آپ کو کسقدر خوشی ہوئی ہے۔ میٹرک کے بعد میں نے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں یا یوں کہیں کہ اپنی زندگی میں پہلی تقریر کی تو اپنے معیار میں بھی اور باقی دونوں معیاروں میں بھی اول آیا۔ آپ اس وقت صدر خدام الاحمدیہ تھے۔ اس طرح جب میں نے جلسہ سالانہ میں پہلی تقریر کی تو ان دونوں مواقع پر آپ کے چہرہ پر خوشی کا اظہار مجھے اب تک یاد ہے۔ مَیں آپ کی لائبریری میں سے آپکی خلافت کے بعد اپنے گھر آپ کی کتابیں اُٹھا لایا کرتا تھا۔ آپ کو اس بات کا علم تھا لیکن آپ مجھے کچھ کہتے نہیں تھے۔ لیکن جب آپ ہمارے گھر تشریف لاتے تو میری لائبریری میں اپنی سوٹی سے اپنی کتابوں کی طرف اشارہ کرتے اور کہتے یہ میری کتاب ہے یہ میری کتاب ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا یہ کبھی نہیں کہا کہ میں کیوں اُن کو اُٹھا لایا۔ یا یہ کہ اُن کو واپس کروں۔ ہاں ایک دفعہ ماموں محمود (میر محمود احمد ناصر صاحب) سے کہا کہ انس تو

میری مصری بخاری اُٹھا کر لے گیا ہے۔

خلافت کے بعد آپ نے اپنے پرنسپل کی حیثیت سے ملنے والے پراویڈنٹ فنڈ سے ہمارے لیے گھر بنوایا اور قدم قدم پر دعائیں کیں۔ اب یہ باتیں لمبی ہو رہی ہیں۔ لکھنا چاہوں تو لکھتا رہوں اور یہ مضمون ختم نہ ہو۔ بس اب ایک اور بات لکھتا ہوں۔ سپین کی بیت البشارت کے افتتاح کے لیے جب سفر کرنا تھا تو مجھے دفتر اصلاح وارشاد سے بطور پرائیوٹ سیکریٹری کے اپنے دفتر میں بلا لیا۔ اس کے چند دن کے بعد ہم نے ویزوں کے لیے ربوہ سے اسلام آباد جانا تھا۔ تو ایک دن ناشتہ کے بعد آپ ربوہ میں اپنے بیڈ روم سے دفتر جا رہے تھے۔ میں پیچھے تھا۔ جب دفتر سے پہلے جو ہال آتا ہے اس میں سے آپ گزر رہے تھے تو چند لمحوں کے لیے رُکے اور پیچھے مڑ کر مجھے دیکھا۔ کچھ کہا نہیں۔ پھر چہرہ موڑ لیا۔ لیکن میرا دل اُن لمحوں میں جن میں آپ نے مجھ پر نظر ڈالی تھی، بیقرار ہو گیا۔ کیوں کہ آپ کے پیارے چہرہ پر صاف لکھا تھا کہ اس پیارے وجود کا تعلق اس مادی دُنیا سے ٹوٹ چکا ہے۔ آپ کے چہرہ پر عجیب تأثر تھا۔ اور صاف لکھا تھا کہ اب انقطاع الی اللہ ہو گیا ہے۔ آج بھی وہ نظارہ مجھے یاد ہے۔ اُس وقت میں نے کہا کہ آپ جسمانی طور پر تو ہمارے ساتھ ہیں لیکن آپ اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ پھر پندرہ دن کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیارے ابا! آپ کی وفات کے لمحے میرے پر کس قدر سخت تھے۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ لیکن نہیں شائد آپ کی روح میرا شدت غم سے تڑپنا رونا محسوس کرتی ہو۔ لیکن وہاں، جہاں آپ تھے آپ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ پھر جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں جب آپ کی یاد نے مجھے اتنا بے قرار کر دیا کہ مجھے لگا کہ اگر میں اس حال میں رہا تو ناکارہ ہو جاؤں گا۔ تو میں نے آپ کی یادوں کو اپنے لاشعور میں دبا دیا۔ لیکن ایک مستقل غم میرے دل پر ہمیشہ کے لیے چھا کر میری زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدل گیا۔ اور آج جب یہ خط لکھ رہا ہوں تو یہ لاوا پھوٹ گیا ہے۔ اب جانے زندگی کے بقیہ دن کیسے گزریں۔ بس یہ بات سکون دیتی ہے کہ اب آپ سے امّی سے ابا حضور سے جلد ملوں گا۔ خدا کرے آپ کے ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں جگہ پاؤں۔

آخر میں آپ کی ڈائری سے کچھ مندرجات لکھتا ہوں تاکہ پڑھنے والوں کو یہ علم ہو کہ جوانی سے بلکہ بچپن سے آپ اپنی سوچ اور اپنے عمل میں کیسے پاکیزہ وجود تھے۔ یہ ڈائری آٹھ مارچ 1932ء سے شروع ہوتی ہے۔

”آج پہلا دن ہے۔ کہ میں اس روزنامچہ میں اپنے خیالات کا اظہار اور واقعات کا اندراج کرنے لگا ہوں۔ مگر قبل اس کے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ جو قادر اور حی وقیوم ہستی ہے وہ خود مجھ ناچیز پر رحم کرے اور اپنے فضل سے مجھے توفیق عطا فرماوے کہ میں اس روزنامچہ میں مفید اور قابلِ قدر واقعات اور جذبات کا اظہار کر سکوں۔ اور شائد میں خود یا کوئی اور اس تحریر سے کوئی فائدہ حاصل

کر سکے۔ دینی یا دنیوی۔ اور میری یہ محنت ضائع اور اکارت نہ جائے اور وہ مجھے بے ہودہ اور فضول باتوں کے لکھنے سے بچائے۔''

16-4-1932ء کو عید کے دن آپ نے لکھا۔

''ایک افسردہ دل کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے ہی افسردہ خیالات کی دُنیا میں غرق رہے اور لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ۔ حقیقی خوشی تو اللہ تعالیٰ کو ہی مل کر حاصل ہوتی ہے اور اس کے علاوہ سب رنج اور افسردگی ہی ہے۔ پھر عید، عید کیسی؟''

14-4-1933ء کے مندرجات کے آخر میں لکھا۔

''ایمان، تقویٰ جو نیکی کی جڑ ہے، انسان کا اولین فرض ہے۔ افسوس کہ انسان اسے ہی بھول جاتا ہے ___ اکثر ___ اسے بھول جاتا ہے۔ کبھی کس لیے کبھی کس لیے۔''

8-5-1934ء پونے ایک بجے لاہور میں ایک قیام کے دوران ڈائری میں لکھا۔

''پندرہ ماہ کا عرصہ ہوا کہ ایک بھٹکتی ہوئی روح جو اپنے پیارے مالک کی تلاش میں ہمیشہ ہی سرگرداں رہی ہے ایک ایسے مقام پر پہنچی کہ جس کا ظاہری منظر آنکھ کے لیے کچھ ایسی زیادہ کشش نہیں رکھتا تھا۔ مگر جس کی فضا اک ابدی ازلی خوشیوں میں بسی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ 'شائد اس مقام میں جہاں میرے پیارے مالک کی شان کا ایک مدھم سا مظاہرہ ہے۔ میں کچھ آرام حاصل کرسکوں۔ جب تک کہ اس دُنیا میں ہوں۔' اس سرگرداں روح نے اپنے تئیں یوں مخاطب کیا۔ مگر ابھی پندرہ ماہ بھی نہیں گزرے کہ اُسے اپنی غلطی کا اظہار کروادیا گیا۔ اسے یقین دلوادیا گیا کہ وہ مقام بھی اس کے ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے۔ اُس کا مقام اس سے بہت بہتر ہے۔ بہت ارفع، اس کے اپنے پیارے آقا کی گود میں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ دُنیا Disillusions کے مجموعے ہی کا نام ہے۔ مگر پھر کیا یہ بھی ٹھیک نہیں کہ یہ Disillusions انسان کی زندگی بناتے ہیں۔''

26-5-1934ء کو قادیان میں لکھا۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا دن ہے۔ ہر چہرہ اداس ہے ہر دل غمگین۔ مگر یہ غم شیعوں کا غم نہیں جس کا بہترین اظہار ماتم میں سمجھا گیا ہے۔ یہ غم وہ غم ہے جو دل میں ابدی تڑپ پیدا کرتا ہے اور ایک نہ ختم ہونے والی عملی قوت کا انسان کو مالک بنا دیتا ہے۔ یہ روح کو بے چین کر دیتا ہے مگر صرف بے چین ہی نہیں کرتا بلکہ ایسے راستے بھی بتاتا ہے کہ جن کے ذریعہ سے اس کی بے چینی کا نتیجہ اچھا نکل سکے۔ یہ بے چینی خوشکن نتائج کا موجب ہو سکے۔''

اللھم صلی و بارك علی محمد و علی آل محمد۔ کما صلیت و بارکت علی ابراهیم انك حمید مجید۔

والسلام علیك یا ابی

آپ کا بیٹا

مرزا انس احمد

داغِ فرقت

محترم الحاج شیخ نصیر الدین احمد۔ ربوہ

آہ مرزا ناصر احمد ناصرِ دینِ خدا
فاتحِ دیں ہو گیا ہے دارِ فانی سے جدا

پہلی قدرت کی صداقت کا نشاں وہ نافلہ
دوسری قدرت کا مظہر ہو گیا جو تیسرا

اپنی ہستی کو ملا کر خاک میں بہرِ بقا
داغِ فرقت دے گیا ہم کو ہمارا مہ لقا

ہو کے باطل کے مقابل تو نے اے شیرِ خدا
مُصلحِ موعود کے نقشِ قدم کو پالیا

"تشنہ روحوں کو پلا کر شربتِ وصل و بقا"
کیوں ہوئے نظروں سے غائب اے ہمارے ساقیا

دیکھ کر جور و جفا اس کا تھا یہ درسِ وفا
دکھ اٹھا، سن گالیاں، پر مسکرا کر دے دعا

سن پیام اس کا نصیرؔ سن کے اوروں کو بتا
پیار ہو سب کے لئے نفرت نہیں شیوہ تیرا

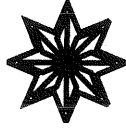



ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

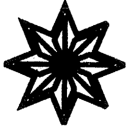


ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالرحمت شرقی نمبر 1 ربوہ



قدرت ثانیہ
خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے



منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ
بہاولپور شہر

مبارک مبارک

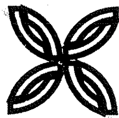
امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں

منجانب

ممبرات لجنہ اماءاللہ
کینال پارک بیت النور۔ لاہور

مبارک مبارک

اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کر سکتا
پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت
اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں



منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
محمود آباد کراچی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرت کے چند واقعات

محترمہ سیّدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ آنحضورﷺ کے شفاعت کے مرتبہ پر فائز ہونے کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

''یعنی ایک یہ تعلق کہ اُن میں آسمانی روح پھونکی گئی اور خدا نے ایسا اُن سے اتصال کیا کہ گویا اُن میں اُتر آیا۔ اور دوسرے یہ کہ بنی نوع کی زوجیت کا وہ جوڑ جو حوا اور آدم میں باہمی ہمدردی اور محبت کے ساتھ مستحکم کیا گیا تھا اُن میں سب سے زیادہ چمکایا گیا۔ اسی تحریک سے اُن کو بیویوں کی طرف بھی رغبت ہوئی۔ اور یہی ایک اوّل علامت اس بات کی ہے کہ ان میں بنی نوع کی ہمدردی کا مادہ ہے اور اس کی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ خَیۡرُ کُمۡ خَیۡرُ کُمۡ لِاَھۡلِہٖ یعنی تم میں سے سب سے زیادہ بنی نوع انسان کے ساتھ بھلائی کرنے والا وہی ہوسکتا ہے جو پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے مگر جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظلم اور شرارت کا برتاؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کر سکے کیونکہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے سب سے پہلے آدم کی محبت کا مصداق اس کی بیوی کو ہی بنایا ہے۔ پس جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا یا اس کی خود بیوی ہی نہیں وہ کامل انسان ہونے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور شفاعت کی دو شرطوں میں سے ایک شرط اُس سے مفقود ہے اس لئے اگر عصمت اُس میں پائی بھی جائے تب بھی وہ شفاعت کرنے کے لائق نہیں لیکن جو شخص کوئی بیوی نکاح میں لاتا ہے۔ وہ اپنے لئے بنی نوع کی ہمدردی کی بنیاد ڈالتا ہے۔'' (غلام احمد۔ جلد اول صفحہ 423)

بحیثیت بیوی میں دل کی گہرائی سے اس بات کی گواہی اپنے ذاتی تجربہ کی روشنی میں دیتی ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پر بھرپور عمل فرمایا۔ بسا اوقات میں آنحضورﷺ کا اپنی ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک کا کوئی واقعہ پڑھتی ہوں تو معاً اُس سے ملتا جلتا واقعہ مجھے حضورؒ کی محبت و شفقت کا یاد آجاتا ہے۔

مقامِ خلافت کی برکات و اہمیت کا اصل اندازہ خلیفۂ وقت کو ہی ہوتا ہے۔ حضورؒ اس مقام کی اہمیت اور اس سے وابستہ برکات کا نہ صرف مجھے احساس دلاتے بلکہ آپ کی یہ کوشش بھی ہوتی کہ ان برکات سے مجھے زیادہ سے زیادہ مستفید کرسکیں۔ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ والی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انگوٹھی جو کہ اب خلافتِ احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے اسکے متعلق مجھ سے فرمایا ''دنیا جہان کی برکتیں اب اس انگوٹھی میں ہیں''۔ اور آپ پہلے روز سے لیکر آخر تک بسا اوقات اُس انگوٹھی کو ارادتاً میرے ساتھ مس فرماتے تا کہ اُس سے برکت حاصل ہو۔ جب آپ

اسلام آباد میں بیمار ہوئے اور آپ کا ECG کرنا تھا۔ اس وقت میں نے آپکے کف لنکس وغیرہ اُتار دیئے۔ انگوٹھی کے متعلق میں نے کہا رہنے دیں۔ لیکن آپ نے وہ انگوٹھی اس دوران مجھے پہننے کیلئے دی۔ اُسکے نگینے کی جڑت ڈھیلی ہوگئی تھی۔ اسلئے حضورؒ اس پر کپڑا منڈھا کر پہنتے تھے، مجھ سے فرمایا کہ منصورہ بیگم اس پر کپڑا چڑھایا کرتی تھیں۔ اب تم چڑھانا۔ حضورؒ کی زندگی میں تو اس کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن حضور کی خواہش پوری کرنے اور برکت کے حصول کے لئے میں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے درخواست کر کے یہ خدمت ایک مرتبہ سرانجام دی الحمد للہ علی ذالك بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کو مستقل طور پر درست کروالیا تھا۔ ایک روز میں نے آپ سے کہا کہ یہ بات میں نے اور تو کسی سے کبھی نہیں کہی لیکن آپ کو بتاتی ہوں کہ میں اپنے Profession میں جب اپنا Aim سوچتی تھی تو مجھے Nobel Prize بھی کچھ نہیں لگتا تھا۔ آپ نے گہری نظر سے مجھے دیکھا اور فرمایا ''خدا نے جو تمہیں دے دیا ہے Nobel prize کی اُسکے سامنے کیا حیثیت ہے''۔ سچ ہے کہ حضورؒ کی ذات اقدس میں جو انعام مجھے ملا، دنیاوی انعاموں کی انکے سامنے کیا حیثیت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے ساتھ ہمیشہ غیر معمولی محبت اور قربت کا اظہار فرماتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بھی اپنے رب کے ساتھ ایسا ہی تعلق تھا۔ ایک روز مجھ سے فرمایا:۔

''میں تو اللہ تعالیٰ کا بہت عاجز بندہ ہوں لیکن میں منہ سے نکال دیتا ہوں کہ ''بیٹا ہوگا'' اور اللہ تعالیٰ بیٹا دے دیتا ہے۔''

عام روزمرہ زندگی میں بھی حضورؒ کی کہی ہوئی بات اکثر پوری ہوتی۔ مجھے گھوڑ سواری کا شوق نہیں جنون تھا۔ حضورؒ کو اعلیٰ نسل کے گھوڑے پالنے کا شوق تھا۔ مجھے اصطبل میں اپنے ساتھ لے جا کر گھوڑے دکھائے۔ دو گھوڑیوں پر سوار بٹھا کر سواری بھی کروا کر دکھائی ''نمودِ سحر'' اور ''بختِ نسیم'' پر۔ احمد نگر جانے کا پروگرام بنا تو میں نے وہاں گھوڑے لے کر جانے اور سواری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضورؒ نے فرمایا میرے گھوڑے بہت Fresh ہیں تم ان پر سے گر جاؤ گی۔ شام کو ملاقات کیلئے آنے والے افراد خاندان سے گفتگو فرماتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے حضور نے میری خواہش اور اپنے جواب کا ذکر فرمایا تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ میرا گھوڑا امریل سا ہے اُس پر سواری کر لیں۔ احمد نگر ہم گئے تو وہاں کوئی گھوڑا نہ تھا۔ میں واپس آ کر ناراض ہوئی کہ گھوڑا کیوں نہیں تھا۔ فرمانے لگے میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ میرے گھوڑے بہت Fresh ہیں تم گر جاؤ گی۔ میں نے کہا کہ میاں منصور نے جو کہا تھا کہ اُنکا گھوڑا امریل سا ہے وہ منگوالینا تھا۔ یہ بات سن کو آپ خاموش رہے۔ میں نے بھی پھر ذکر چھوڑ دیا۔

حضورؒ کی وفات کے بعد میں انگلستان گئی۔ وہاں مجھے ایک Riding school میں گھوڑ سواری سیکھنے کا موقع مل گیا۔ ربوہ میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قصرِ خلافت کے عقبی لان میں گھوڑسواری کیلئے ٹریک بنوالیا تھا۔ اسلئے مجھے اپنا شوق پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک روز میں ''بخت نسیم'' گھوڑی پر سواری کر رہی تھی اور گھوڑی سے چھلانگ لگوانے کی کوشش میں اس پر سے گرگئی اور اچھی خاصی چوٹ آئی۔ اور گھٹنے میں لگی اُس چوٹ کا آج تک خمیازہ بھگت رہی ہوں۔

حضورؒ کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہونے کا ذکر چلا ہے تو ایک اور بات بھی پوری ہونے کی تفصیل لکھ دوں۔ حضورؒ اکثر مجھ سے فرماتے تھے کہ ''یہاں تو ہم اوڈوں کی طرح بیٹھے ہیں (یعنی گیسٹ ہاؤس قصرِ خلافت میں) نئے گھر کو تم اپنی مرضی سے سجالینا'' پھر چند مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ''ہر لڑکی کو شوق ہوتا ہے کہ اپنا گھر سجائے۔ نئے گھر کو تم اپنی مرضی سے سجا لینا'' اُس وقت بظاہر حضورؒ یہ بات نئے تعمیر ہونے والے قصر خلافت کے متعلق فرماتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اصل حقیقت کو جانتا تھا آج پچیس سال بعد میں اپنے ذاتی نوتعمیر شدہ گھر کو سجاتی ہوں تو مجھے حضورؒ کی کہی ہوئی بات یاد آتی ہے۔

اور اب جو بات میں لکھنے لگی ہوں اس کا ذکر میں اپنے کسی ابتدائی مضمون میں بھی کر چکی ہوں لیکن اب 25 سال بعد علی وجہ البصیرت میں حضور کی بیان فرمودہ پیش خبری اپنے اس بیان کے ساتھ دوبارہ لکھتی ہوں کہ میں نے پل پل اپنی زندگی میں حضورؒ کی اس بات کو پورا ہوتے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ حضورؒ نے اسلام آباد میں ایک روز میرے بھائی سے فرمایا: ''خدا اسے کبھی تنگی نہیں دے گا وہ اسکی سب ضرورتیں خود پوری کرے گا''۔ حضورؒ کا چہرہ لب ولہجہ انتہائی سنجیدہ تھا اور یقین سے بھرا ہوا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کے شکر اور حمد سے لبریز دل کے ساتھ یہ عرض کرتی ہوں کہ فی الواقعہ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اپنی جناب سے میری تمام ضروریات کو باحسن طور پورا فرمایا اور مجھے تنگی سے محفوظ رکھا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ بظاہر حالات ایسے نہیں تھے کہ یہ صورت حال ہو۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیشہ خارق عادت طور پر نصرت فرمائی۔ اور میں اکثر یہ سوچا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بظاہر تنگ حالات اس لئے بھی رکھے تا میرا اُسکی زندہ قدرتوں پر مزید یقین بڑھے اور حضورؒ کی قبولیت دعا پر ایمان پختہ ہو۔ وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت کشائش بھی عطا فرمادی۔ الحمد للہ

جمعہ کے روز آپ جمعہ کی نماز سے قبل پسند نہ فرماتے کہ آپ سے زیادہ بات چیت کی جائے۔ آپ یا تو دعا میں مشغول ہوتے یا اپنے خطبۂ جمعہ کے مضمون پر غور فرمارہے

ہوتے۔آپ خطبے کی تیاری کیلئے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہوئے مختصر نوٹس بھی ساتھ ساتھ لکھتے جاتے۔آپ نے ایک روز نوٹس لکھنے کیلئے مجھ سے کاغذ طلب فرمایا۔میں نے آپ کو اپنا Writing pad دیا اور اُس پر آپ نے نوٹس لکھے۔بعد میں میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کے نوٹس جمع کر لیا کروں۔فرمایا ''ہاں''۔اور پھر اسکے بعد آپ نے اپنے دفتر میں پڑے ہوئے چند نوٹس کے کاغذ بھی لا کر مجھے تھما دیئے۔

خطبات جمعہ کا آپ کا منفرد انداز تھا۔آپ اکثر بہت حکمت سے نفسِ مضمون کو آگے بڑھاتے اور درمیان میں یا آخر میں جا کر اُسے اُسکے نقطۂ منتہا سے جوڑ دیتے۔شادی سے پہلے جب بھی مجھے موقعہ ملتا نمازِ جمعہ حضور کی اقتداء میں بیت اقصیٰ میں ادا کرنے کی کوشش کرتی۔خطبۂ جمعہ کا مضمون اکثر واپسی پر گھر جاتے ہوئے اپنے ذہن میں دھراتی تو یہی نقشہ ذہن میں بنتا کہ حضورؒ نے پہلے یہ بات فرمائی پھر یہ اور پھر یہ۔شادی کے بعد چند جمعے مجھے حضورؒ کے معیت میں پڑھنے کا موقعہ ملا۔

حضورؒ میرے احساسات ،میرے جذبات کا خیال رکھنے کیلئے اپنے آپ پر کیا جھیلتے تھے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔صرف ایک بار مجھ سے فرمایا کہ ''تمہیں پتہ نہیں میں تمہارے لئے کتنی بڑی قربانی دے رہا ہوں'' مرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔کیسے کیسے آپ نے ہر جذبے کا احساس فرمایا۔شادی سے ایک روز پہلے آپ نے میری اُمی کو ایک جائے نماز تحفتاً بھجوایا اور ساتھ پیغام بھیجا کہ ''جب بیٹی کی یاد آئے تو اس پر دو نفل پڑھ کر اسکے لئے دعا کر دیا کریں''۔

آپ کو رونا پسند نہیں تھا۔اسکی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ طبعیت میں نرمی تھی اور دوسرے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔مجھ سے فرمایا ''میں تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا'' میرے جذبات کا ہر طرح سے احساس فرماتے اور خیال رکھتے۔چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی پسند کا خیال رکھتے۔آپ نے لان میں پڑے ہوئے للّی کے گملوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ دیکھو کتنے خوب صورت ہیں۔میں نے ایسے ہی کہہ دیا کہ سارے سفید ہیں۔اگلے روز سرخ للّی کے پھولوں والے گملے بھی ساتھ رکھوا دیئے۔آپ نے مجھے پینے کے لئے سپین کا بنا ہوا جوس دیا۔مجھے اچھا لگا اور میں نے اسکی تعریف کی۔اُسکے بعد سے با قاعدہ میرے لئے کمرے میں جوس پینے کے لئے برتن رکھوانا شروع کر دیا۔

بشاشت آپکی طبیعت کا خاصہ تھا اور دوسروں کو بھی ہمیشہ مسکرانے کا درس دیتے۔مجھ سے فرمایا کہ جب میں دفتر سے واپس آؤں تو آدھ گھنٹہ تم نے صرف مسکرانا ہے۔اس ضمن میں جاپانیوں کی بھی کوئی بات بتائی جو کہ اب مجھے یاد نہیں۔اس نصیحت پر اب جب بھی غور کرتی ہوں تو سوچتی

ہوں کہ یہ کتنی اہم اور ضروری بات ہے جس کا ہر مصروف شخص کی بیوی کو خیال رکھنا چاہیے۔ خاوند تھکا ہارا جب کام سے واپس آتا ہے تو امید کرتا ہے کہ گھر جا کر اُسکو جسمانی اور ذہنی راحت وسکون ملے گا۔ لیکن اگر گھر میں داخل ہوتے ہی بیوی اپنے مسئلے مسائل اور شکایات کے دفتر کھول دے تو بیچارے خاوند کی ذہنی کوفت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس تجربے سے گزرتا ہو۔ اس لئے خواتین کو چاہیے کہ اوّل تو شکوے شکایتیں کرنے سے ویسے ہی اجتناب کریں لیکن اگر کوئی حقیقی مسئلہ ہو بھی تو اُسے اُس وقت تک اُٹھا رکھیں جب تک خاوند گھر آ کر اپنی ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کو دور نہ کر چکے ہوں۔

ہر وہ چیز جو حضورؒ خود نوش فرماتے لازم تھا کہ اُس میں سے مجھے بھی کھلائیں اور پلائیں۔ کھانے کے بعد سیب کھاتے تو آدھے ٹکڑے میری طرف بڑھا دیتے۔ کھانے کے ساتھ کوئی مشروب استعمال کرتے تو مجھے بھی پینے کیلئے ارشاد فرماتے، ناشتے پر انڈا تناول فرماتے تو اسکا کچھ حصہ میری پلیٹ میں بھی ڈالتے۔ رات کو دودھ پیتے تو پہلے مجھے پلواتے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہماری دعوت کی تو حضور نے قہوہ پینے کے بعد اپنی پیالی میں ہی مجھے قہوہ دینے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت چھوٹی آپا بھی وہاں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فرمایا یہ تو حضور کا تبرک پیتی ہی رہتی ہیں آج ہمیں موقعہ دیں۔

حضورؒ اپنے وقت کو بالکل ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ چند منٹ بھی اگر ملتے تو اُس میں اپنی ڈاک کا کچھ نہ کچھ حصہ ملاحظہ فرمالیتے۔ صبح ناشتے اور شام کی چائے کے دوران حضورؒ مجھے اپنی زندگی کے واقعات سناتے اور یوں اُس وقت کو بھی با مقصد گفتگو میں گزارتے۔ دو مرتبہ مجھے بھی نصیحت فرمائی کہ ''لغو وقت ضائع نہیں کرنا''۔ سونے کے لئے لیٹتے تو زیرِ لب ذکر الٰہی کرتے اور مجھے بھی ہدایت فرمائی کہ سونے سے قبل ذکر الٰہی کیا کروں۔

ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر قرآن سے میری ''بسم اللہ'' کروائی اور پھر مجھے فرمایا کہ روزانہ دس صفحے اس تفسیر کے پڑھا کروں۔ مجھ سے وہ نہ پڑھے گئے۔ ایک روز پھر مجھ سے فرمایا کہ ''مجھے فکر ہے کہ تم تفسیر نہیں پڑھ رہی''

حضورؒ انتہائی معمور الاوقات انسان تھے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے۔ آپ اپنے وقت کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ جانے دیتے۔ چند منٹ بھی ملتے تو اپنی ڈاک دیکھنے میں مصروف ہو جاتے۔ رات دیر تک ڈاک کی فائلیں دیکھتے اور کوشش فرماتے کہ روز کی ڈاک روز ہی ختم ہو۔ فرماتے اگر یہ ڈھیر (فائلوں کا) میں نے آج ختم نہ کیا تو کل تک یہ اتنا (ہاتھ کے اشارے سے) ہو جائے گا۔ صحت کی حفاظت کیلئے حضورؒ اپنی خوراک میں مختلف Food Suplements بھی

لیتے اور اپنی dressing room میں رکھی ہوئی سائیکل پر کچھ وقت exercise بھی کرتے۔ ایک روز مجھے بھی کہا۔ میں نے یونہی دو تین منٹ چلائی۔ اور پھر نہ چلائی۔ مجھے کوئی خاص رغبت نہ تھی۔ حضورؒ کے پیروں پر اکثر ورم ہو جاتی۔ میں نے توجہ دلائی تو فرمایا کہ میں دفتر میں زیادہ دیر بیٹھ کر کام کرتا ہوں اسلئے یہ ورم ہے۔ ایک روز دفتر میں کافی زیادہ ڈاک پر دستخط کرنے سے کلائی میں تکلیف ہوگئی۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا اس وجہ سے درد ہو سکتی ہے میں نے کہا کہ ہاں ہو سکتی ہے۔ مسلسل ایک ہی حرکت کرنے سے muscles (پٹھوں) میں تھکاوٹ سے درد ہو سکتی ہے۔

حضورؒ سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ مجھے بھی سنگھار میں سادگی اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی۔ ایک روز فرمایا ''بس ایک مہینہ تم اپنا شوق پورا کر لو پھر میں نے تمہیں سنگھار نہیں کرنے دینا''۔

گفتگو میں وقار اور شائستگی کو پسند فرماتے۔ عام گفتگو میں آپ کو انگریزی بولنا پسند نہ تھا۔ ایک بار آپ نے مجھے اس پر ٹوکا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ بوقت ضرورت بھی انگریزی بولنا پسند نہ تھا۔ آپ نے اپنے متعلق مجھے بتایا کہ جب میں باہر جاتا ہوں تو چند دن بعد خود ہی میری زبان انگریزی میں رواں ہو جاتی ہے۔ (بات کا مفہوم یہ تھا)

حضورؒ نے مجھے ایک Calculator والی گھڑی دی۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ لقمان کو یہ set کرنی آتی ہے اُس سے کروالینا۔ میں نے عرض کیا وہ تو میں نے پڑھ کر کر لی ہے۔ حضورؒ خوش ہوئے۔ اب مجھے یاد نہیں کہ اسی موقعے پر یا کسی اور چیز کے ساتھ دیا ہوا لٹریچر پڑھ کر اُسے استعمال کرنے کو حضورؒ نے پسند فرمایا۔ حضورؒ کی اپنی طبیعت بہت محتاط تھی۔ ہر چیز پوری تحقیق کے ساتھ استعمال فرماتے۔ ہر کام ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے کرتے۔ میری عادت اسکے برعکس تھی۔ میں ہر بات میں جلدی کرتی تھی۔ مجھ سے فرمایا ''جلد باز بہت ہو تم''، لیکن ساتھ ہی فرمایا ''ویسے تیزی اچھی ہوتی ہے''۔

ہمارے کمرے میں ایک کرسی رکھی تھی۔ جس پر فجر سے قبل حضورؒ بیٹھ کر قہوہ پیتے تھے۔ میں نے اس بات کا خیال نہیں کیا اور بے خیالی میں اپنا برقعہ وغیرہ اُس پر پھینکا ہوا تھا۔ میری نیند میں آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضورؒ آہستہ آہستہ میری چیزیں اُٹھا اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ رہے تھے۔ اور پھر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ مجھے بہت شرم آئی لیکن حضورؒ نے مجھ سے قطعاً ذکر نہیں کیا کہ تم یہ چیزیں یہاں رکھ دیتی ہو جو مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ اگرچہ بعد میں پھر مَیں نے کبھی اُس کرسی پر اپنی اشیاء نہ رکھیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے درست فرمایا تھا کہ یہ یادیں دلوں سے محو ہونے والی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے حضورؒ کی محبت بھری یاد کے ساتھ منسلک شدتِ درد کو تو کم کیا لیکن حدتِ عشق کو قائم رکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
کی سیرت کے چند واقعات

مکرمہ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ

ہزاروں سال قبل طالمود میں خبر دی گئی ''مسیح کی وفات ہوگی اور پھر آپ کی بادشاہت آپ کے بیٹے اور پھر پوتے کو منتقل ہوگی۔'' (طالمود جوزف بارکلے باب پنجم ص39 مطبوعہ لنڈن 1878ء)

(از ''خالد'' اپریل مئی 1983ء سیدنا ناصر نمبر)

حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا

''اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّكَ

یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔''

(بدر اپریل 1906ء، الحکم 1906ء)

حضرت مصلح موعود نے فرمایا ''مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور......کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔'' (الفضل 8 اپریل 1915ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق لکھنے لگی تو گلاب کی طرح کھلا ہوا ایک چہرہ سامنے آگیا۔

وہ تروتازہ، شگفتہ، خنداں، روشن، دلربا
بھول جاؤں میں جسے ایسا تو وہ چہرہ نہ تھا

آپ کی شخصیت ظاہری اور باطنی حسن کا مرقع تھی۔ آپ کے چہرے کی خوبصورتی میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بچپن کا تو مجھے علم نہیں نہ جوانی کا اندازہ ہے۔

ہاں! ادھیڑ عمر میں اور بڑھاپے میں جو آپ کی شخصیت تھی وہ میرے ذہن میں ہے اور میرے خیال میں ادھیڑ عمری کی نسبت بڑھاپا بہت خوبصورت تھا اور خوبصورت ہوتا چلا گیا۔

بچپن کے متعلق مکرم صاحبزادہ کرنل داؤد احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا بیان ہے:۔

''پہلا نظارہ جو میرے دماغ میں ہے وہ اس وقت کا ہے جب حضرت امّاں جان کی تربیت اور کفالت میں تھے۔ دس گیارہ سال کا سن، خوبصورت چہرہ، سفید رنگ، پاک صاف کپڑے پہنے ہوئے، لمبا کوٹ، عادات کے لحاظ سے نہ بہت شوخ وشنگ نہ بالکل کونے لاگے، نہ بے جا شرمیلے کہ کسی سے بات بھی نہیں کرنی۔ بچپن کے باوجود ایک وقار تھا۔ کسی قسم کی inhibition نہیں تھی۔ طبیعت میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ امارت اور غربت کا اثر لینے والے نہ تھے۔ بڑے چھوٹے کے حقوق ادا کرنے والے اور ہر ایک کا مرتبہ پہچاننے والے تھے۔''

''حضرت اماں جان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے زبان بڑی منجھی ہوئی اور ڈھلی ہوئی تھی۔ باوجود پنجابی ماحول میں رہنے کے لہجہ دہلی والے شرفاء کا تھا۔ طبیعت میں

کسی قسم کا لالچ اور چھوٹا پن نہ تھا۔ استغناء کمال کا تھا۔ ہر قسم کی حرص سے بالا تھے۔ کھیل اور شکار کے شوقین......''

('خالد' سیدنا ناصر نمبر ص:83)

مکرم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''......غالباً چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا جب پہلی دفعہ قادیان آیا......صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایک مذہبی جماعت کے سربراہ کے فرزند ارجمند ہونے کے باوجود عام پیروں کی اولاد سے مختلف نظر آئے۔ از حد خوش شکل، خوش لباس، رواج زمانہ کے خلاف خوبصورت داڑھی، چال میں میانہ روی، گفتار میں متانت اور وقار غرض مردانہ اوصاف کا حسین امتزاج تھے اور یہی نقش میرے قلب پر آج تک ثبت ہے۔''

('چند منتشر یادیں' خالد سیدنا ناصر نمبر ص:83)

جیسا کہ ہر ملنے والی کی طبیعت پر اثر پڑتا تھا کہ حضور کے مزاج میں تکلف نہ تھا۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب بھی اس کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''حضور کی ایک خاص درویشانہ شان تھی اور آپ اسی میں مگن تھے۔ کبھی ظاہری تکلف اور ٹیپ ٹاپ کی طرف حضور کی طبیعت مائل نہیں ہوئی۔ عاجز نے ایک دفعہ المنار میں لکھا کہ اچکن مہنگا لباس ہے۔ حضور نے چند آنے گز کی اچکن ربوہ سے سلوائی۔ کالج اس زمانے میں لاہور میں تھا۔ سبز رنگ اور سفید دھاریوں والا کھدر نما کپڑا تھا۔ جب زیب تن فرمائی تو سج گئی۔ عاجز عرض کرتا ہے کہ اس میں اچکن کی کچھ خوبی نہ تھی اگر مجھ جیسا یہی اچکن پہنتا تو اچکن غریب کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ عاجز نے کئی مرتبہ دیکھا کہ اسی اچکن کو پیوند لگا ہوا ہے لیکن دیکھنے والے کا کپڑے کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی قیمتی کپڑا پہنا ہوا ہے۔''

(''خالد'' اپریل مئی 1983ء ص:74)

مکرم چوہدری صاحب کے اس بیان سے جہاں حضور کی خوبصورتی اجاگر ہوتی ہے وہیں حضور کی درویشی اور سادگی سامنے آتی ہے۔

حضرت مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا) اپنے مضمون میں ایک الہام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:۔

'' حضرت مسیح موعود آخر الزمان کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا......(ترجمہ) میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش میں تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحیٰی ہے۔''

(الفضل 7,6 نومبر 1907ء) (تذکرہ ص:626)

چنانچہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے روایت ہے کہ اس الہام کے مطابق حضرت اماں جان حضرت مرزا ناصر احمد کو بچپن میں کبھی کبھی یحیٰی کہہ کر بھی بلایا کرتی تھیں......''

(الفضل 18 نومبر 1982ء)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک روایت ہے کہ:

''عزیزی ناصر احمد کو پہلے قرآن مجید حفظ کروایا گیا دوسری تعلیم برائے نام ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ ایک دن حضرت اماں جان کے پاس محمد احمد، منصور احمد اور ناصر احمد تینوں بیٹھے تھے۔ مَیں بھی تھی۔ بچوں نے بات کی شاید حساب

یا انگریزی ناصر احمد کو نہیں آتا ہمیں زیادہ آتا ہے۔ اتنے میں حضرت بھائی صاحب (حضرت مصلح موعود) تشریف لائے۔ اماں جان نے فرمایا کہ "میاں قرآن شریف تو ضرور حفظ کراؤ مگر دوسری پڑھائی کا بھی انتظام ساتھ ساتھ ہو جائے۔ کہیں ناصر دوسرے بچوں سے پیچھے نہ رہ جائے مجھے یہ فکر ہے۔ اس پر جس طرح آپ مسکرائے تھے اور جو جواب آپ نے حضرت اماں جان کو دیا تھا وہ آج تک میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ فرمایا "اماں جان آپ اس کا بالکل فکر نہ کریں ایک دن یہ سب سے آگے ہوگا" اب سوچتی ہوں کیسی ان کی بات خدا تعالیٰ نے پوری کر دی۔ علم عام بھی، علم خاص دینی بھی اور اب قبائے خلافت عطا فرما کر سب کے آگے کر دیا۔"

(مصباح نومبر دسمبر 1978ء)

آپ کے کالج کے زمانہ کے ساتھی اور طالب علم آپ کے متعلق جو باتیں سامنے لائے ہیں ان سے آپ کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔

ذات میں اپنی تھا وہ اک انجمن تنہا نہ تھا

جو آپ کے جتنا قریب جاتا اتنا آپ کی ذات کے جوہر اس پر کھلتے جاتے۔

مکرم پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد بیان کرتے ہیں:

"ایک دفعہ میں نے عرض کیا آپ پرنسپل ہیں اور آپ کے کمرے کے باہر برآمدہ سے طالب علم گزرتے ہیں تو کچھ حرج ہوتا ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ آپ کے کمرے کے دروازہ کے باہر دونوں طرف برآمدہ میں پھولدار گملے رکھ دیئے جائیں تا کہ لڑکے آپ کے دفتر کے سامنے سے نہ گذر سکیں اور دفتر کا بیرونی حصہ خوبصورت بھی معلوم ہو۔ فوراً فرمانے لگے کہ اس طرح تو طلباء اور میرے درمیان ایک فاصلہ اور مغائرت سی پیدا ہونے لگے گی اس لئے میں ایسا نہ کروں گا۔"

اس بات میں ہر عہدہ دار کے لئے ایک سبق موجود ہے۔

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب بیان کرتے ہیں:

"گورنمنٹ کالج میں جب حضور پڑھتے تھے تو فٹ بال ٹیم کے ممبر تھے۔ ایک دفعہ کالج کے رسالے "راوی" نے ٹیم کے کھلاڑیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ کے بارہ میں لکھا "ٹھنڈے پرسکون ناصر" بعد کی زندگی میں حضور کو بڑے بڑے معرکوں سے واسطہ پڑا حضور کا یہی وصف ہمیشہ قائم رہا۔"

(الفضل 26 جنوری 1983ء ص:4)

مکرم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

"ایک دفعہ ایک لڑکے کو بدنی سزا دی۔ میں چھوٹا تھا وجہ تو یاد نہیں کہ کیوں مارا تھا لیکن اتنا یاد ہے بہت مارا۔ پھر اس کے جانے کے بعد اداس ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ساتھ لیا اور ہوسٹل میں اس لڑکے کے کمرے میں چلے گئے۔ وہ کپڑا اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔ آپ کو دیکھ کر ایک دم کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اسے پیار سے گلے لگایا، سمجھایا۔ پھر اپنے ہمراہ ٹی آئی کالج کی ٹک شاپ پر لے گئے۔ اسے دودھ پلوایا اور بڑی محبت کا اظہار فرماتے رہے۔ آپ کا یہ انداز اور سختی میں محبت وشفقت کا پہلو ایک جیتی جاگتی تصویر کی طرح میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔"

’’پیار میں ہی تنبیہہ کا ایک اور واقعہ ہے۔ میں دو تین لڑکوں کے ساتھ باٹنی ڈیپارٹمنٹ کے سامنے برآمدے میں کھڑا تھا۔ ہمارا ایک ساتھی سیٹی بجا رہا تھا۔ اتنے میں میری نظر پڑی تو دیکھا کہ حضورؒ اپنی کوٹھی سے نکل کر کالج کی طرف آ رہے تھے۔ جو لڑکا سیٹی بجا رہا تھا اس کی حضور کی طرف پیٹھ تھی۔ ہم اسے حضور کی آمد کا نہ بتا سکے اور خود فوراً ستونوں کے پیچھے چھپ گئے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ حضور اس لڑکے کے قریب آ کر کھڑے ہوئے کان میں کچھ کہا اور چلے گئے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ میاں صاحب نے تمہیں کیا کہا تھا۔ کہنے لگا صرف اتنا کہا تھا ’’اچھے لڑکے سیٹیاں نہیں بجاتے‘‘۔ اس واقعہ کا اس پر اتنا اثر تھا کہ میں نے اسے کبھی آئندہ سیٹی بجاتے نہیں دیکھا۔‘‘ (’’خالد‘‘ اپریل مئی 1983ء ص:30)

مکرم چوہدری ظہور باجوہ صاحب جو اس وقت ناظر امور عامہ تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کسی کو قضاء کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے تعزیری کاروائی کی سفارش کی گئی۔ آپ کہتے ہیں:

’’...... میں نے قواعد کے مطابق تعزیری کاروائی کی سفارش کی حضور نے مجھے یاد فرمایا اور اپنی جیب سے وہ رقم میرے ہاتھ میں دے دی کہ دوسرے فریق کو ادا کر دی جائے اور فرمایا کہ اتنی معمولی رقم کے لئے میں یہ خیال کروں کہ کوئی احمدی نہیں رہا اس پر انشراح نہیں۔‘‘

’’ایک دفعہ ایک شخص کے متعلق ایسا ہی فیصلہ کیا گیا۔ عصر کے وقت مجھے گھر بلا کر دریافت فرمایا کہ اعلان ہو گیا ہے کہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی نہیں۔ فرمایا روک لیں۔ وہ شخص اپنی ضعیف والدہ کو لے آیا ہے۔ اس کو بلا کر کہیں 40 روپے ماہوار دیا کرے اور 40 روپے میری طرف سے ملا کر 80 روپے ماہوار اس کے قرض میں ادا کر دیا کریں۔‘‘ (خالد سیدنا ناصر نمبر ص:86)

کالج کے پرنسپل ہونے کے دوران صرف احمدی نہیں بلکہ غیر احمدی طلباء بھی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ 47-48ء کی بات ہے والٹن لاہور میں یونیورسٹی آفیسرز ٹریننگ کور کا پاکستان بننے کے بعد پہلا کیمپ تھا۔ دو بٹالین تھیں یعنی آٹھ کمپنیاں۔ تمام پنجاب کے کالجوں سے اساتذہ اور طلباء شامل تھے...... اساتذہ اور طلباء کو فوجی رینک ملے ہوئے تھے...... ایک افسر ان کو بسا اوقات فحش گالیاں انگریزی زبان میں دیا کرتا تھا۔ اگر ارادتاً نہیں تو عادتاً ضرور ایسا کرتا تھا...... کمانڈر انچیف جو ان دنوں ایک انگیز افسر تھے آنے والے تھے...... نہ جانے کیسی گالی اس افسر نے دی کہ طلباء بے قابو ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ سٹرائیک کریں گے اور کمانڈر انچیف کی آمد اور تقسیم انعامات کے موقع پر اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے رہیں گے نہ صفائی کریں گے نہ وردیاں پہنیں گے۔......

ان دنوں مکرم چوہدری محمد علی صاحب اسی پلٹن کے کمانڈر تھے۔ انہوں نے اس صورت حال کی اطلاع حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بھجوائی لیکن

پیغام رساں باہر جاتے ہوئے گرفتار ہو گیا اور حضور کو اس صورتِ حال کا علم نہ ہو سکا۔ جب رات ہو گئی اور حضور سے جواب نہ مل سکا تو انہوں نے دوسرے کالجوں کے اساتذہ سے رابطہ کیا اور دوسرے لوگوں کو بتایا کہ ہم سٹرائیک میں شامل نہیں ہوں گے کیونکہ ہم اسے جائز نہیں سمجھتے اور ان کی خدمت میں یہ اپیل بھی کی کہ پاکستان کا پہلا کیمپ ہے انگریز کمانڈر انچیف کیا کہیں گے۔ چنانچہ پاکستان کی غیرت دکھاتے ہوئے باقی تمام رات تمام طلباء صفائیاں وغیرہ کرتے رہے اور اگلے دن تقریب کی کاروائی میں شریک ہوئے لیکن جب کمانڈر انچیف کے استقبال کے لئے لوگ جمع تھے تو اس افسر نے پھر گالی دے دی۔ اتنے میں حضور بھی وہاں تشریف لے آئے۔ ان کو بھی ساری بات بتائی گئی اس پر حضور نے اس افسر سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ چوہدری محمد علی صاحب کہتے ہیں ''اس پر وہ افسر بولے کہ مجھے ان...... کی کیا پرواہ ہے؟......'' پہلے تو حضور بھی خاموش رہے اس انتظار میں کہ کوئی مناسب آدمی اسے ٹوکے گا۔ جب تیسری مرتبہ بھی انہوں نے یہ فقرہ دہرایا تو حضورؒ نے بڑے جلال سے بلند آواز سے فرمایا کہ آپ کو پرواہ نہیں لیکن ہمیں ان کی بڑی پرواہ ہے۔ یہ قوم کے بچے ہیں ہم ان کو اس قسم کے اخلاق سیکھنے کے لئے یہاں نہیں بھیجتے۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ابھی اپنی تعلیم الاسلام کالج کی پلٹن کو کہو کہ واپس چلیں اور آئندہ سے یونیورسٹی آفیسرز ٹریننگ کور سے اپنا الحاق ختم کر دیا جائے۔ حضور یہ فرما کر واپس کار کی طرف جانے لگے تو...... کچھ لوگوں نے حضور کا راستہ روک لیا اور کچھ افسروں نے اس افسر کو ڈانٹا اور اس نے بڑی لجاجت سے حضور سے معافی مانگی...... میرے ایک غیر از جماعت دوست نے...... فرطِ جذبات میں خوشی سے بے قرار ہو کر میرا ہاتھ دبایا...... ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہے جا رہے تھے کہ میاں صاحب کو ایسے لوگوں کی کیا پرواہ ہے۔ میاں صاحب کو ایسے لوگوں کی کیا پرواہ ہے۔ میاں صاحب کو ایسے لوگوں کی کیا پرواہ ہے۔ محکمہ تعلیم کے ایک بہت بڑے افسر نے دوسرے مہمانوں سے کہا کہ میاں صاحب نے سب کی عزت رکھ لی۔'' (خالد ص:69,68)

''اس واقعہ کا عجیب تر حصہ یہ ہے کہ کیمپ کے خاتمے پر جب بھی کوئی ٹرک روانہ ہوتا تو اس میں بیٹھنے والے ''مرزا ناصر احمد زندہ باد'' اور ''پرنسپل ٹی آئی کالج زندہ باد'' کے نعرے ضرور لگاتے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی کالج کے زمانہ میں ایک کالے رنگ کی کار ہوتی تھی اس کی اتنی آواز تھی کہ میں کہا کرتی تھی کہ ہم جہاز میں بیٹھے ہیں کیونکہ ہوائی جہاز سے زیادہ آواز ہوتی تھی۔ ٹی آئی کالج کے ہوسٹل کے فنکشن میں اس کار پر بہت مزاحیہ نظمیں پڑھی جاتی تھیں۔ چوہدری محمد علی صاحب فرماتے ہیں ''ایک مرتبہ عاجز نے ایسی نظموں اور لطیفوں پر پابندی لگا دی۔ حضور کو علم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اگر پابندی نہ اٹھائی گئی تو ہم فنکشن میں شامل نہیں ہوں گے چنانچہ پابندی اٹھالی گئی۔'' (خالد ص:74)

''مختلف رسالوں میں اس کار پر اتنی نظمیں لکھی

گئیں کہ ایک مرتبہ فرمایا ساری نظمیں اکٹھی کروتا کہ ''دیوانِ کار'' چھپوایا جاسکے اور اگر میں اسے حضرت مصلح موعود......کی خدمت میں پیش کروں مجھے نئی کار مل جائے''۔

چوہدری محمد علی صاحب نے بھی ایک نظم کہی تھی جس کا ایک بند ہے۔

جان توں وی پیار یے نی سوں مینوں باپ دی
جدوں سوہنا وچ بہووے توں وی سوہنی جاپ دی
جوڑ جوڑ ہل جاوے جدوں اے کھنگدی
ساڈے سجناں دی کار اے کالے رنگ دی

چوہدری محمد علی صاحب حضور کی سیرت کے ایک پہلو کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:۔

''دراصل اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کو واقعی حضرت عثمان کی طرح دل کا حلیم بنایا تھا۔کسی کو شرمندہ اور نادم ہوتے دیکھ کر بعض رفقاء جز بز بھی ہوتے......طلباء درخواستیں لے کر جرمانے معاف کروانے پہنچ جاتے حضورؒ فرماتے یہ جرمانہ تو آپ نے خود کروایا ہے ہم نے تو نہیں کیا۔اب طالب علم کھڑا ہے اور حضور اپنے کام میں منہمک ہیں۔پھر متوجہ ہو کر فرماتے تم ابھی کھڑے ہو۔طالب علم اور عذر کرتا، شرمندگی کا اظہار کرتا، آئندہ کیلئے وعدہ کرتا آخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے اور مسکرا کر فرماتے لاؤ نالائق آئندہ جرمانہ مت کروانا اور وہ جرمانہ معاف کروا کر ہی نہیں شفقت سے دامن بھر کر واپس چلا جاتا۔'' (خالد اپریل مئی 1983ء ص:61)

حضور کی شخصیت کا جادو غیروں پر بھی اثر ڈالتا تھا۔مکرم چوہدری محمد علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت قاضی محمد اسلم صاحب فرماتے تھے کہ'' جب حضور یونیورسٹی کے اجلاس میں پہلی مرتبہ شامل ہوئے ابھی نوجوانی کا عالم تھا یہ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے علامہ تاجور نجیب آبادی جو دیال سنگھ کالج کے پروفیسر تھے......وہ حضور کی طرف بار بار دیکھتے اور متوجہ ہوتے۔حضورؒ کمرے کے دوسری جانب تشریف فرما تھے۔آخر علامہ صاحب رہ نہ سکے اور کہنے لگے قاضی صاحب! میں عرصے سے سوچ رہا ہوں کہ یہ کون صاحب ہیں؟ قاضی صاحب نے بتایا کہ یہ ہمارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرزندِ اکبر ہیں اور بانی سلسلہ علیہ السلام کے پوتے اور آکسفورڈ کے گریجویٹ اور حافظِ قرآن۔اس پر علامہ صاحب بے اختیار ہو کر کہنے لگے اچھا! میں بھی حیران تھا کہ یہ ہو کون سکتے ہیں؟ ماشاء اللہ ماشاء اللہ آخر کس کے بیٹے ہیں۔کس کے پوتے ہیں۔کیوں نہ ہو۔کیوں نہ ہو'' (خالد صفحہ:64)

ایک بار لندن میں دیر تک خدام کے درمیان بیٹھے رہے۔حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے مکرم چوہدری محمد علی صاحب سے فرمایا کہ دیر ہوگئی ہے۔عرض کریں۔چوہدری محمد علی صاحب نے عرض کیا حضور بارہ بج چکے ہیں۔حضور نے فرمایا آپ کے بارہ بجے ہوں گے۔غرض طبیعت میں شگفتگی اور زندہ دلی تھی۔ساری دنیا کو خوشیاں بانٹتے اور اپنے غم اور دکھ صرف خدا تعالیٰ کو دکھاتے۔چوہدری صاحب

لکھتے ہیں ''میں نے ایک مرتبہ لاہور جانے کی اجازت مانگی لیکن بیمار ہو گیا اور لاہور نہ گیا۔ عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا اوہو آج پتہ چلا کہ لاہور سے کیا مراد ہے۔ عاجز عرض کرتا ہے کہ عاجز کے پاس ایک بڑا سا پلنگ تھا جس پر خاکسار لیٹا ہوا تھا اسی کی طرف حضور نے اشارہ فرمایا تھا چنانچہ اس پلنگ کا نام ہی 'لاہور' مشہور ہو گیا۔''

('خالد' ص:80)

خدا تعالیٰ جب کسی کو کوئی مرتبہ اور مقبولیت عطا کرتا ہے تو اس کے ساتھ کچھ حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ مقام عطا فرماتا ہے ان کے ظرف بھی بڑھا دیتا ہے۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب کہتے ہیں:

''......حضور کی مظلومیت کا کچھ علم خاکسار کو ہوا جب ایک نہایت غلیظ گالیوں سے بھرا ہوا خط کسی نے مجھے لکھا جسے میں برداشت نہ کر سکا اور وہ خط حضور کی خدمت میں پیش کر کے اجازت چاہی کہ مجھے ہوسٹل، باسکٹ بال اور دیگر فرائض سے فارغ فرمایا جائے۔ حضورؒ مجھے رہائش گاہ پر لے گئے ڈرائنگ روم کے ساتھ والی سٹڈی میں بٹھایا اندر تشریف لے گئے اور ایک بستہ لا کر میرے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھو۔ میں نے پہلا ہی خط تھوڑا سا پڑھا تھا کہ تاب نہ لا سکا۔ خدا جانتا ہے کہ میرا دماغ چکرا گیا اور سوچا کہ یہ حسین وجمیل مسکراتا ہوا خوشبودار پھول اندر سے کتنا مظلوم ہے۔ حضور کے وقار اور صبر کی ہیبت دل پر طاری ہوئی معافی مانگی تو فرمایا کہ اپنی ڈیوٹی پر دلیری سے جمے رہنا ہی اصل بہادری ہے۔ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں، کتنا ہی کیچڑ اُچھلے اپنے فرضِ منصبی پر دلیری سے قائم رہیں۔ پھر تو یہ معمول ہو گیا کہ ڈاک کھولتے تو کوئی نہ کوئی ایسا ہی خط تھما دیتے یہاں تک کہ عاجز فریاد کر اٹھا۔'' (خالد ص:82)

1953ء میں احراریوں کی شورش کے نتیجہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو سنٹرل جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتی ہیں:

چلاؤ کوئی جا کے مزارِ مسیح پر
نصرت جہاں کی گود کے پالوں کو لے گئے
آقا تمہارے باغ میں داخل ہوئے عدوّ
گلزارِ احمدی کے نہالوں کو لے گئے
جائے گرفت ہاتھ نہ آئی تو بے سبب
دھبہ لگا کے نیک خصالوں کو لے گئے

مکرم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب ..... جیل میں ملاقات کے بارہ میں اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''درِ زنداں وا ہوا...... مجھے ملاقات کے کمرے میں بٹھایا گیا...... آہنی دروازہ کھلنے کی آواز آئی...... اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو دمکتے چہرے کمرے کے اندر داخل ہوئے۔ ایک جیسا لباس، ایک جیسا وقار، ایک جیسا سکون واطمینان، ایک جیسی رعنائی و بے نیازی، ایسے اہل وقار، ایسے فخرِ دیار،

ایسے مولا کے یار، ایسے حق پر نثار کسی بزرگ کی دعا کا ثمرہ ہی ہو سکتے تھے۔ یہ دونوں مہدی کے لختِ جگر تھے۔ ایک بیٹا دوسرا نافلہ جو بیٹے کے عوض ملا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ مصافحہ اور معانقہ کے بعد میری طبیعت میں رقت پیدا ہوئی مگر ان دمکتے چہروں پر نظر پڑی تو ملال یا شکوہ یا زبوں حالی کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ ایک گونہ اطمینان اور شکر و امتنان کا اظہار نمایاں تھا۔ درثمین سے جب بھی محمود کی آمین کے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور یہ بند آتا ہے۔

اہل وقار ہو ویں، فخر دیار ہوویں

مولا کے یار ہوویں، حق پر نثار ہوویں

تو مجھے اور چہروں کے علاوہ سنٹرل جیل لاہور کے ملاقات کے کمرے میں دمکنے والے یہ دو چہرے ضرور یاد آجاتے اور اہلِ وقار اور فخرِ دیار اور مولا کے یار لوگوں کا حق پر نثار ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے'' (الفضل ص:59)

سخاوت اور فیاضی:۔

محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب جلسہ سالانہ 1982ء میں اپنی تقریر میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

''دل کے سخی اور بہت فیاض تھے۔ 1947ء میں جب قادیان کے اردگرد کے ہزاروں مسلمان مرد و زن قادیان آکر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی ہر طرح خدمت کی اور پاکستان بحفاظت پہنچانے کے انتظام کروائے۔ انہی دنوں ایک موقعہ پر حضورؒ کو پتہ لگا کہ بعض خواتین جن کے لباس بالکل ناکافی ہو کر رہ گئے ہیں بے چارے لٹ پٹ کر آئے تھے صرف تن کے کپڑے تھے۔ گرمی، بارش، سفر اور بے سروسامانی اور پریشانی میں وہ بھی پھٹ چکے تھے۔ جونہی حضور کو پتہ لگا تڑپ اٹھے۔ فوراً حضرت بیگم صاحبہ کے سارے جوڑے جن میں بعض جہیز اور بَری کے بھی تھے اور بہت قیمتی تھے سارے کے سارے ان میں تقسیم کروا دیے۔ جب دیکھا کہ ابھی ضرورت باقی ہے تو پھر اپنی بہنوں اور بھابیوں اور چچیوں اور پھوپھیوں کے ٹرنک کھلوا کر سب کپڑے نکالے اور ایک ایک کر کے ضرورت مند خواتین میں تقسیم کروا دیے۔'' (الفضل 26 جنوری 1982ء)

غیر معمولی صلاحیتوں کے ساتھ آپ کی ایک نمایاں خوبی آپ کی بے تکلفی اور سادگی تھی۔ اس صفت کے متعلق اپنے محسوسات بیان کرتے ہوئے مولانا محمد شفیع اشرف صاحب فرماتے ہیں:۔

''......تکلف نام تک کو نہیں تھا۔ نہ گفتار میں، نہ لباس میں، نہ وضع قطع میں۔ سادگی بہت پسند تھی۔ جلسہ کا موقع ہوتا یا کوئی اور۔ سارا سارا دن مہمانوں کی خدمت کرتے۔ ان کے کمرے میں جاتے۔ کھوری پر بیٹھ جاتے۔ مٹی کے پیالے میں دال ڈالی اور روٹی کھالی۔ کبھی کسی گاؤں میں یا زمینوں وغیرہ پر جانا ہوتا تو کسانوں اور مزدوروں کے ساتھ گھل مل کر بعض اوقات زمین پر ہی بیٹھ جاتے۔ خلافت کے بعد بھی کم و بیش یہی حال رہا۔ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے۔'' (الفضل 26 جنوری 83ء ص 4)

حضور کا نصیحت کرنے کا انداز بھی عجیب تھا۔ مکرم

انور ندیم صاحب علوی ایڈووکیٹ نواب شاہ تحریر کرتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے (غالباً عید کا روز تھا اور بیت المبارک تھی) مستورات کے حصہ سے برابر بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔آپ نے دفعتاً فرمایا عورتیں اپنا خطبہ بند کر دیں۔اس آواز کا سننا تھا کہ مکمل خاموشی چھا گئی۔''

(الفضل نمبر ص:77)

آپ جب دورہ مغرب کے لئے تشریف لے گئے تو ہر جگہ جا کر آپ نے محبت کا پیغام دیا اور انتہائی دکھ دینے والے دشمن کے لئے خیر مانگنے کی نصیحت کی۔اس ضمن میں ہمبرگ جرمنی میں فرمایا کہ ''ایک بات یاد رکھیں کہ کسی کے خلاف بد دعا نہیں کرنی۔یہ خدا کا کام ہے کہ وہ اپنے کس بندے سے کیا سلوک کرے۔'' (دورہ مغرب ص:152)

ہالینڈ میں ایک پریس کانفرنس میں فرمایا

''میں محبت کے پرچار کی خاطر محبت کے جہاد پر نکلا ہوں''

(دورہ مغرب ص:248)

اسی طرح انگلستان میں پریس کانفرنس میں فرمایا''......ہمیں تعلیم دیتا ہے بلا استثناء ہر انسان سے محبت کرو......اس بنیادی اصول پر عمل پیرا ہو''

'' نفرت کسی کے لیے نہیں محبت سب کے لئے''

(دورہ مغرب ص:286)

مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب حضور کے وسعتِ مطالعہ اور حیران کن حافظہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ ایک طویل مسودہ ملاحظہ فرمانے کے بعد آخر میں حضور نے ایک لفظ بدل دیا......میں نے عرض کیا کہ یہ لفظ ایک جگہ پہلے بھی استعمال ہوا ہے اسے بھی بدل دینا چاہیے۔فرمایا مجھے معلوم ہے وہاں اس کا استعمال اس لئے برمحل ہے کہ اگلا فقرہ اس کے ایک مفہوم کو متعین کر رہا ہے۔جہاں مَیں نے یہ لفظ بدلا ہے وہاں اس کے دوسرے معنی بھی لیے جا سکتے ہیں جو ہمارے منشاء کے برخلاف ہیں۔اس وقت حضور بہت سے مہمانوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ان کے ساتھ باتیں بھی کر رہے تھے اور ساتھ کے ساتھ سرسری نظر سے مسودہ بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔گفتگو کی وجہ سے توجہ بار بار بٹ جاتی تھی اس کے باوجود مسودہ کا ایک ایک لفظ حضور کی نگاہ میں تھا اور ذہن میں محفوظ ہو رہا تھا۔مَیں اس وقت حضورؒ کی حیرت انگیز توجہ اور حاضر دماغی پر مبہوت ہوئے بغیر نہ رہا۔'' (خالد نمبر ص:105)

حضور کی بنی نوع انسان سے جو محبت تھی اس کے متعلق مکرم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کہتے ہیں:

''ایک دن حضور نے مجھے فرمایا کہ جب کسی کے سپرد اللہ تعالیٰ اصلاح کا کام کر دیتا ہے تو اس کے دل میں لوگوں کی محبت بھی ڈال دیتا ہے۔حضرت داتا گنج بخشؒ اہالیانِ لاہور کی اصلاح وتربیت کے لئے مقرر ہوئے تھے تو ان کے لئے آپ کے دل میں محبت ڈال دی گئی۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری دنیا کی اصلاح کے لئے ذمہ داری سونپی ہے اس لئے میرے دل میں سب کی محبت پیدا کر دی

کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ پھر آپ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کشفاً اس محبت کو اللہ تعالیٰ نے مجھے مجسم طور پر دکھایا کہ ایک ناپید کنار سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔"
(خالد نمبر صفحہ:132)

پریشانی کا علاج:

مکرم مولوی نورالحق صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جب وہ اپنی کوئی پریشانی لے کر حضور کے پاس جاتے تو حضور فرماتے کہ دیکھو جب مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو میں دین کے کام میں پوری طرح لگ جاتا ہوں اس لئے میری تمہیں یہی نصیحت ہے کہ جب کوئی پریشانی ہو تو فوراً دین کے کام میں لگ جایا کرو اللہ تعالیٰ خود ہی پریشانی دور کر دے گا۔ (خالد نمبر صفحہ:123)

مکرم ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب حضور کے اندازِ نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

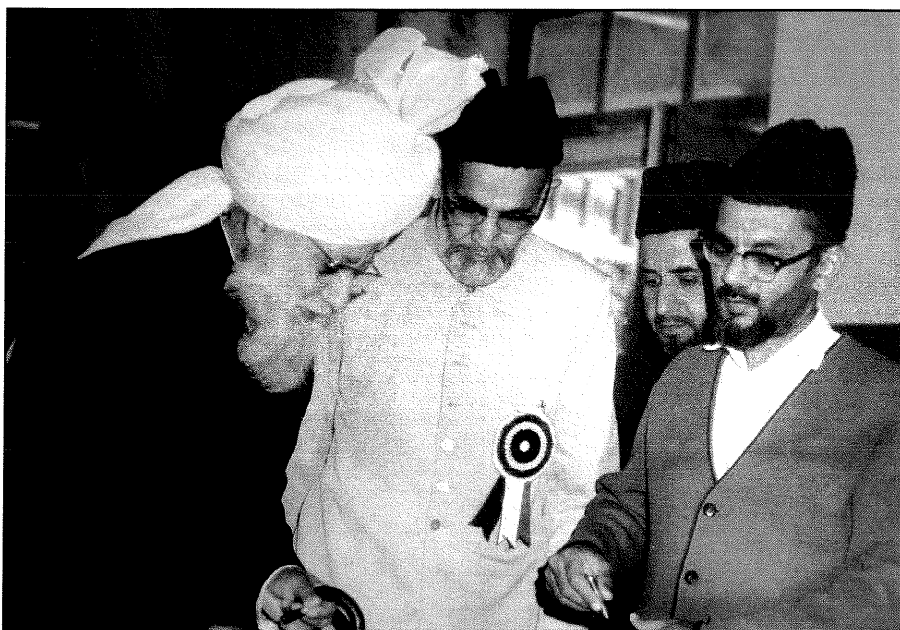
"ایک دفعہ کالج میں ایک پروفیسر صاحب نے ایک غلط فہمی کی بناء پر میرے خلاف ایک طالب علم کو کچھ باتیں کہیں۔ میں نے سٹاف روم میں انہیں کچھ سخت سست کہا اس پر انہوں نے حضرت اقدس (پرنسپل) کے پاس میری شکایت کی۔ وہ صاحب ابھی پرنسپل کے کمرے میں ہی تھے کہ میں بھی وہاں کسی کام سے پہنچ گیا تو مجھے دیکھ کر حضور نے فرمایا شاہد صاحب یہ ایسے ہی آپ کی شکایت کر رہے ہیں بھلا آپ ان کو سخت سست کیوں کہیں گے۔ میں کچھ شرمندہ ہوا۔ حضور کا انداز نصیحت بھی نہایت پیار بھرا ہوا کرتا تھا مجھے نہیں یاد کہ حضور نے اپنے زمانہ پرنسپل کے دوران کسی استاد کو کوئی سخت کلمہ کہا ہو۔" (خالد نمبر صفحہ 185)

مکرم ڈاکٹر عبدالرشید تبسم صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی لاہور حضور کی طالب علمی کے زمانے کی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بہت جلد حضور کی تین خوبیاں کھل کر مجھ پر نمایاں ہوگئیں۔ پہلی خوبی حضور کی یہ تھی کہ بڑے سے بڑے حادثے کا روشن پہلو تلاش کر لیتے۔ دوسری خوبی حضور میں یہ تھی حضور کی طبیعت میں نہایت لطیف مزاح فراواں تھا۔ بے تکلف دوستوں میں حضور اکثر باتوں کو لطائف کا رنگ دے لیتے۔ کشادہ اور خندہ پیشانی، ہونٹوں پر مسکراہٹ، آنکھوں میں غیر معمولی اور پرکشش چمک جادو کا اثر کرتی۔ جس کسی سے حضور مخاطب ہوتے وہ مسحور ہو جاتا۔ تیسری خوبی یہ تھی کہ حضور کسی کی غیبت کبھی نہ فرماتے۔ کسی دوست یا عزیز میں کوئی کمزوری دیکھ پاتے تو اسے ایک لطیف انداز سے کرتے کہ وہ دوست خود بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکتا اور آئندہ کے لئے بھی اپنی اصلاح کر لیتا۔" (خالد صفحہ:218)

حضور کی دیانت داری کا معیار کیا تھا اس کا کچھ اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔ مکرم پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

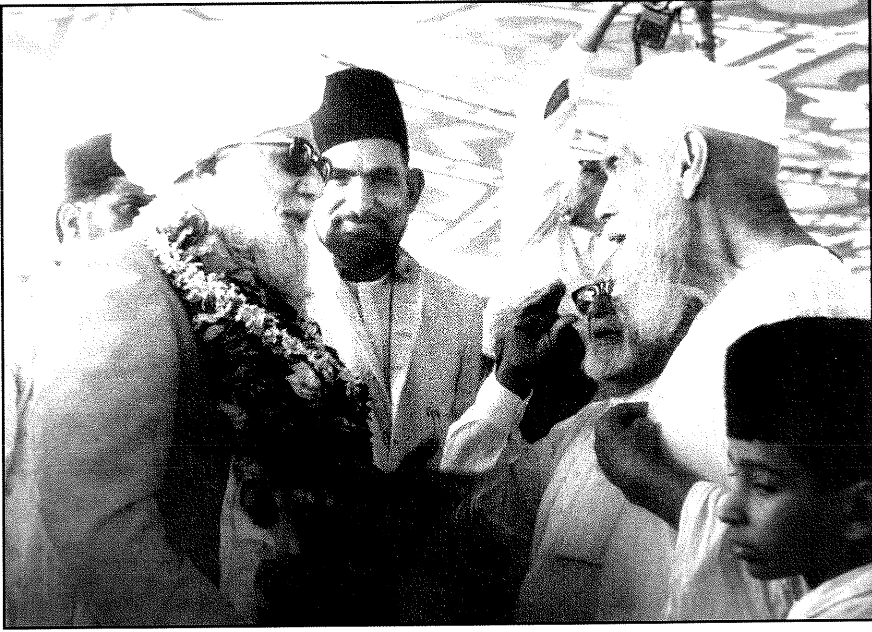
"ایک دفعہ یونیورسٹی کے بی اے کے امتحان کا پرچہ آؤٹ ہوگیا اور کچھ غیر از جماعت دوست وہ پرچہ لے کر رات کو ان کے پاس آئے کہ حضور جو اس وقت پرنسپل تھے ان



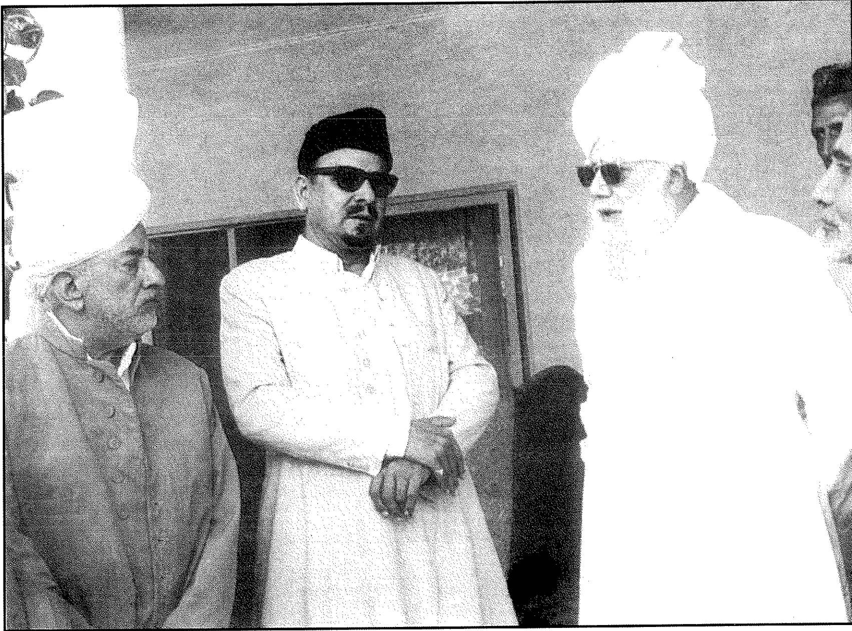
محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب، محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب، پرنسپل جامعہ احمدیہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ



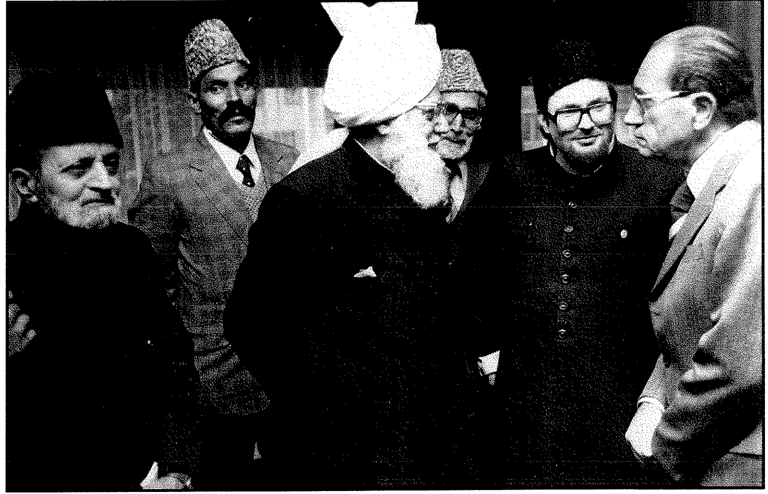
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جامعہ احمدیہ کے اساتذہ اور طلباء کے ساتھ



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت مولوی محمد دین صاحب ایم اے، صدر صدر انجمن احمدیہ سے گفتگو فرما رہے ہیں



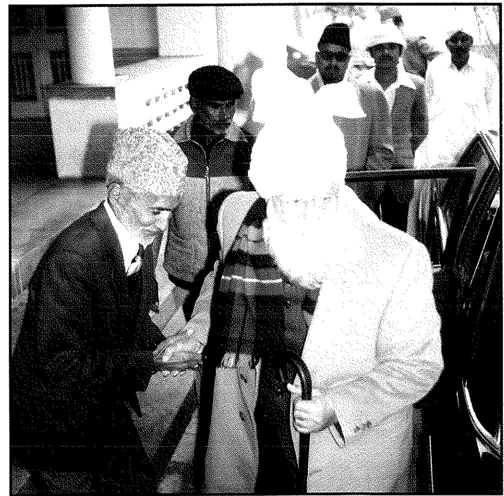
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، ثاقب زیروی صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب نائب امیر لاہور



دورۂ جرمنی
ہدایت اللہ ہیوبش
چوہدری انور حسین صاحب
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
ناصر احمد باڈی گارڈ
مسعود احمد خان دہلوی ؒ



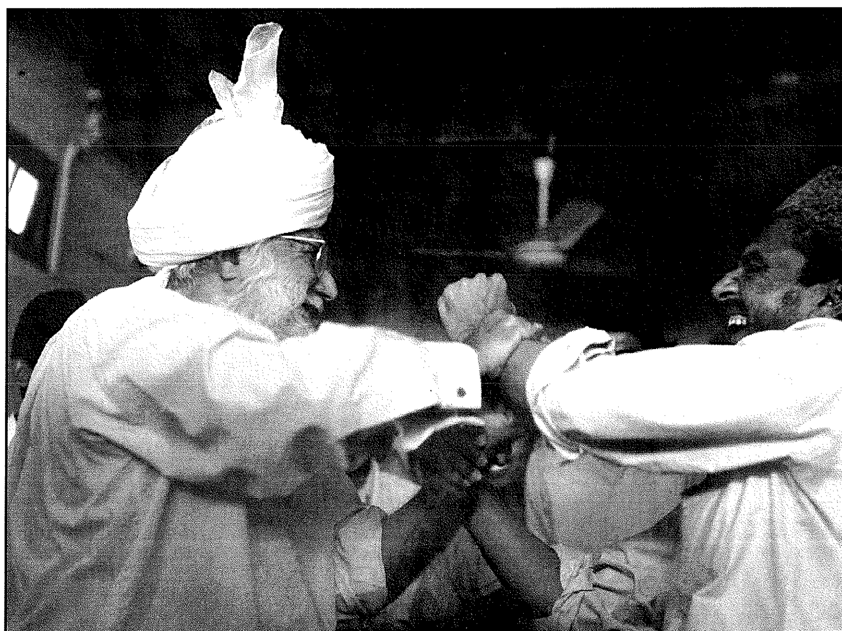
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ
اور
محترم عبدالرحمٰن جٹ صاحب ناظر اعلیٰ قادیان



مکرم چوہدری انور حسین صاحب اپنے گھر شیخوپورہ میں حضور کا استقبال کر رہے ہیں
اور پیچھے ثاقب زیروی صاحب نظر آ رہے ہیں



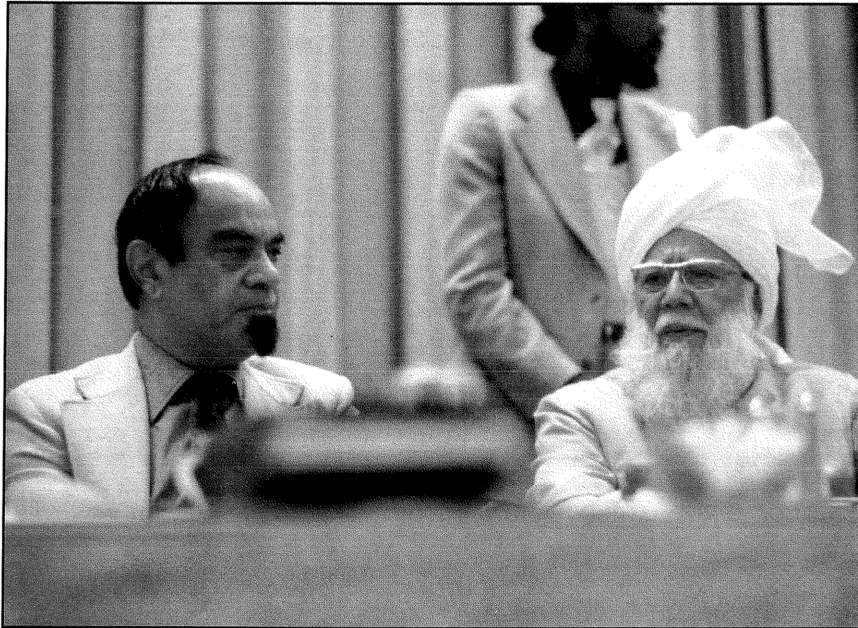
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ انصار اللہ کی ایک تقریب میں



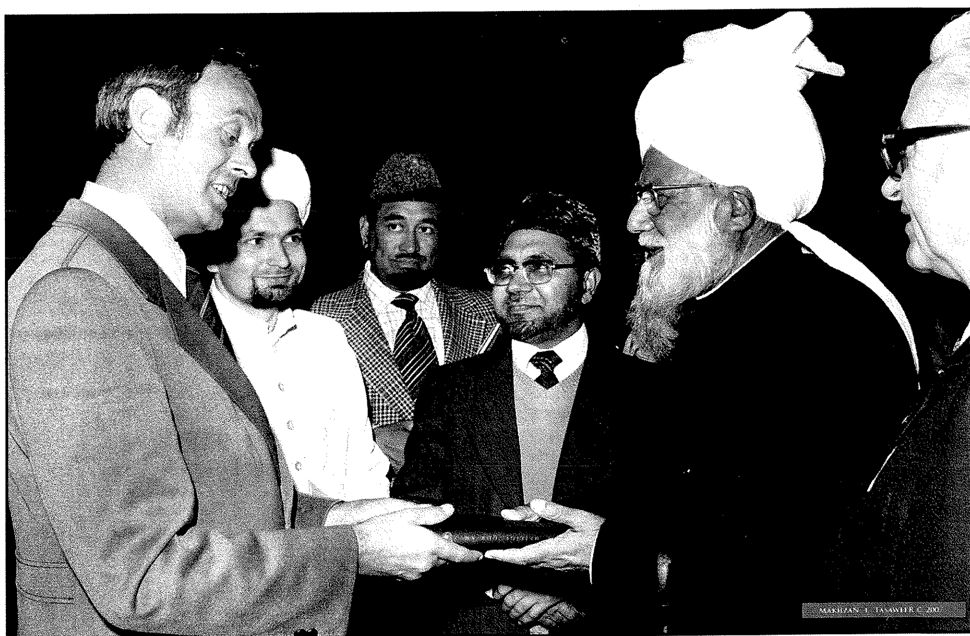
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا کلائی پکڑنے کا ایک یادگار منظر



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور نوبل لاریٹ ڈاکٹر پروفیسر عبد السلام صاحب



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور صاحبزادہ ایم ایم احمد صاحب سابق اقتصادی مشیر حکومت پاکستان و نائب صدر عالمی بینک



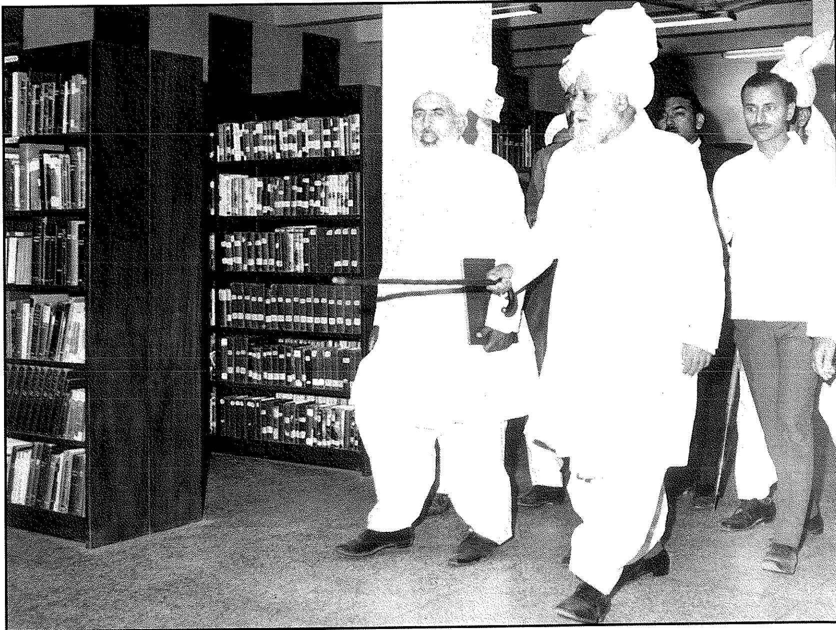
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جرمن سکالر کو قرآن مجید کا تحفہ دے رہے ہیں



حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے گفتگو



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیت الاقصیٰ کا معائنہ فرما رہے ہیں



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلافت لائبریری کے افتتاح کے موقعہ پر محترم چوہدری محمد صدیق صاحب لائبریرین کتب کا معائنہ کروا رہے ہیں



افریقہ میں سنگِ بنیاد رکھنے کا ایک منظر



کینیڈا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بنیادی اینٹ نصب فرمائی اور سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بھی اینٹ رکھ رہی ہیں

کو یہ پرچہ دکھایا اور زبردستی ان کو اپنے ساتھ لے کر حضور کے پاس پہنچے اور بڑے فخر سے وہ پرچہ حضور کی خدمت میں پیش کیا لیکن حضور نے وہ پرچہ نہ پکڑا اور جواب دیا، میں صرف اس محنت کا صلہ لینے کا حقدار ہوں جو میں نے کی جو نمبر مفت ملتے ہوں وہ میں کبھی نہیں لوں گا۔ تم نے اپنی سمجھ کے مطابق مجھے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی اس کے لئے میری طرف سے شکر یہ مگر اب مجھے سونے دیجئے۔ یہ کہہ کر حضور پیچھے ہٹ گئے اور پرچہ لانے والے شرمندہ ہو کر چلے گئے۔''

(خالد نمبر صفحہ:222)

اطاعت امام کا جذبہ:۔

مکرم محبوب عالم صاحب خالد بیان کرتے ہیں:۔

'' آپ جن دنوں مدرسہ احمدیہ کے طالب علم تھے ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے پہلے دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ جلسہ گاہ تنگ ہے..... حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لیا اور رات بھر شدید سردی اور اندھیرے میں کم وبیش پون میل کے فاصلے سے شہتیریاں اپنے کندھوں پر اٹھا کر جلسہ گاہ لاتے رہے پھر خود سیڑھیاں بنائیں اور ان پر شہتیریاں رکھ کر راتوں رات جلسہ گاہ میں توسیع کر دی جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بے حد خوشنودی کا اظہار فرمایا۔'' (خالد نمبر صفحہ:226)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفۃ المسیح کی بات آپ کے نزدیک کتنی اہمیت تھی کہ حکم نہ ملنے کے باوجود صرف یہ سن کر کہ جگہ تنگ ہے راتوں رات جلسہ گاہ کو وسیع کر دیا۔

کدورت دور ہوگئی:۔

تعلیم الاسلام کالج ہمیشہ کشتی رانی کے مقابلے میں اول پوزیشن لیتا تھا۔ ایک بار ٹی آئی کالج اور اسلامیہ کالج کا فیصلہ کن مقابلہ تھا اور ٹینشن کی فضا تھی۔ پرنسپل اسلامیہ کالج نے مائک پر اعلان کیا کہ اگر اسلامیہ کالج کی ٹیم نے تعلیم الاسلام کالج کو شکست دے دی تو وہ سو روپیہ انعام دیں گے۔ اس پر پرنسپل ٹی آئی کالج کی طرف سے اعلان ہوا کہ اگر اسلامیہ کالج کی ٹیم نے تعلیم الاسلام کالج کو بمپ کر دیا تو پرنسپل ٹی آئی کالج کی طرف سے بھی اسلامیہ کالج کو سو روپیہ انعام دیا جائے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی ٹینشن کی فضاء دور ہوگئی اور اسلامیہ کالج کی طرف سے پرنسپل ٹی آئی کالج زندہ باد کا نعرہ بلند ہوا۔ مکرم محبوب عالم صاحب خالد فرماتے ہیں'' ...... جذبات کی سب کدورت دور ہوگئی اور اخوت اور بھائی چارہ کے ماحول میں کشتی رانی کا فائنل مقابلہ شروع ہوا۔

''حضور کے اس اعلان نے ہمارے کالج پر بھی عجیب نفسیاتی جادو کر دیا۔ ہماری ٹیم کو زبردست احساس ہوا کہ ہمارے پرنسپل صاحب کو ہماری فتح پر کس قدر یقین ہے۔ چنانچہ اس مقابلہ میں چیمپین شپ ٹی آئی کالج کے حصہ میں آئی۔'' (خالد نمبر صفحہ:233)

نصرت جہاں کی گود کے پالوں کو لے گئے:۔

1953ء کے پُر آشوب دور میں جب جماعت احمدیہ کے خلاف شورش شروع ہوئی اس میں پر امن جماعت احمدیہ کے افراد کو بھی گرفتار کیا گیا۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ

مرزا ناصر احمد صاحب کو بھی گرفتار کیا گیا۔ مکرم محمد بشیر زیروی لاہور لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب جس دن گرفتار ہوئے اسی دن ان کو بھی گرفتار کیا گیا تھا اور چند دن انہوں نے سنٹرل جیل میں گزارے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''یہ عاجز تین دن بعد رہا ہو گیا اور حضرت میاں صاحبان کو سزائیں سنا دی گئیں۔ میں نے تین دنوں میں ان پاک وجودوں سے یہ سیکھا کہ کس طرح استقلال کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور پھر یہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ حق کی حمایت کرتا ہے۔ یہ دن جماعت کے ہر فرد کے لئے بے حد آزمائش کے دن تھے۔ ہر دل بے چین اور ہر آنکھ خدا کے حضور گریاں تھی مگر مومن کس طرح ان آزمائشوں سے گزرتے ہیں اس کا صحیح نمونہ ان دو پاک وجودوں میں ہم نے پایا۔ ان دونوں وجودوں نے ایسے ایسے سچ کی تلقین فرمائی کہ ہمیں سچ مچ ایک مضبوط اور مستحکم چٹان بنا دیا۔''

شفقت اور حلم:۔

مکرم مجیب الرحمان صاحب ایڈووکیٹ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''حضور اپنے خدام سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے اور طبیعت میں حلم بہت تھا۔''

واقعہ یوں ہے کہ ایک بار اسلام آباد میں کسی قانونی مسئلے پر غور ہو رہا تھا۔ حضور نے کچھ حوالے وغیرہ لکھوائے۔ اگلے دن ان پر غور کرنا تھا لیکن مجیب الرحمان صاحب سے وہ کاغذات کہیں ادھر اُدھر ہو گئے۔ جب اگلے روز حضور نے پوچھا ڈرتے ڈرتے کاغذات کے گم ہونے کا بتایا۔ مجیب الرحمان صاحب لکھتے ہیں کہ حضورؒ نے صرف اتنا فرمایا:

''لاحول ولاقوۃ تین گھنٹے کی محنت ضائع کر دی اور پھر اسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے دوبارہ لکھوانا شروع کر دیا۔ کسی غصے اور رنج کا اظہار حضور کی طرف سے نہیں ہوا۔ اس رات میں نے حضورؒ کے اخلاق عالیہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق عالیہ کا نقشہ دیکھا۔''

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں:

آپ کو خدا تعالیٰ نے ظاہری حسن سے بھی بہت نوازا تھا۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے یہ خوبصورتی وفات تک مسلسل بڑھتی رہی ہے اور وفات کے بعد بھی یہ نہیں لگتا تھا کہ یہ شخص فوت ہو چکا ہے۔ صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''1980ء میں غانا کے دورے کے دوران ہم ایک شہر سے دوسرے شہر جا رہے تھے۔ ایک جگہ عیسائی دوستوں کا مجمع استقبال کے لئے کھڑا تھا۔ جب حضور کی کار قریب سے گزری تو ایک آدمی نے حضور کو دیکھتے ہی پر جوش نعرے لگانے شروع کر دیے اور نعرہ لگاتا ہوا کار کے ساتھ ساتھ بھاگا۔ میں نے وہاب آدم (مشنری انچارج غانا) سے پوچھا یہ اتنے جوش سے کیا نعرے لگا رہا ہے۔ کہنے لگا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یسوع کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس شخص کا خدا سے زندہ تعلق ہے۔''

''اسی طرح آپ کے ایک جرمن دوست...... مجھ سے کہنے لگے مجھے مسائل کا تو علم نہیں لیکن میں مرزا ناصر

احمد صاحب کے متعلق حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ یہ خدا کا بندہ ہے۔ اس کا خدا سے زندہ تعلق ہے۔......ان کا چہرہ بتا تا ہے۔''

صاجزادہ مرزا فرید احمد صاحب ایک اور جگہ آپ کی سیرت کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

''آپ کا اصول تھا کہ ہر شخص کو اس کا حق ملنا چاہیے اور کسی ایک غلطی اور کمزوری کی بناء پر اس کو بقیہ حقوق سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔ ایک دفعہ مَیں نے ایک غریب لڑکے کی حضور کو سفارش کی کہ حضور اس کا وظیفہ مقرر فرما دیں۔ سفارش کرتے وقت میرے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا لیکن حضور اس میں ایک خرابی ہے وہ یہ کہ طالب علم کمزور احمدی ہے اعتراض کرتا ہے اور ان اعتراضات میں حضور کی ذات مبارک تک کو شامل کر لیتا ہے۔ حضور نے نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمایا! پھر کیا ہوا۔ بچہ ذہین ہے، پڑھتا ہے اور اتنا غریب ہے کہ اپنا خرچہ نہ اٹھا سکے۔ میں نے عرض کی حضور یہ باتیں تو ہیں فرمانے لگے پھر اس کا حق ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔''

(خالد صفحہ:38)

جب میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو میں سوچ میں تھی کہ کیسے شروع کروں، کیا لکھوں اور اب اتنے واقعات لکھنے کے بعد یہ سوچ رہی ہوں کہ کیسے ختم کروں ابھی تو بہت کچھ باقی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اقتباسات کے ساتھ اس مضمون کو ختم کرتی ہوں۔ حضورؒ نے مؤرخہ 10 جون 1982 کو بیت مبارک میں پہلی بیعت عام کے تاریخی موقع پر احباب جماعت کو دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ہم سے سلوک فرمایا اور بڑے تحمل اور عفو کے ساتھ ہماری غفلتوں سے پردہ پوشی کی۔ آپ کامل وفا کے ساتھ اپنے رب کے کاموں پر لگے رہے۔ اتنا بوجھ آپ پر ڈالا گیا کہ مَیں جب دیکھتا تھا تو لرز اٹھتا تھا کہ کیسے انسان ہیں طاقت ہے کہ اتنا بوجھ اٹھا سکے......ایسی راتیں آئیں ابتلاء کے دنوں میں جبکہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ نہیں سوئے اور ساری رات اپنے رب کو یاد کرتے رہے اور اس سے رحمت اور فضل مانگتے رہے۔ جب تک مجھے واسطہ پڑا مَیں نے دیکھا آپ بے حد ہمدرد تھے، بے حد شفیق تھے، لوگوں کے ذرا سے دکھ سے آپ کو دکھ پہنچتا تھا۔'' (الفضل 19 جون 82ء)

پھر 11 جون 82ء کے خطبہ میں فرمایا۔

''آخری بیماری کا ایک واقعہ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وفات سے غالباً ایک یا دو دن پہلے آپا طاہرہ کو حضور نے فرمایا کہ گذشتہ چار دنوں میں میری اپنے رب سے باتیں ہوئی ہیں میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے اللہ اگر تو مجھے بلانے پر راضی ہے تو میں راضی ہوں، مجھے کوئی تردد نہیں، میں ہر وقت تیرے حضور بیٹھا ہوں لیکن اگر تیری رضا یہ اجازت دے کہ جو کام میں نے شروع کر رکھے ہیں ان کی تکمیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو یہ تیری عطا ہے......خدا کی تقدیر جس طرح راضی تھی اور جس طرح آپ نے سرِ تسلیم خم کیا آج ساری جماعت اس تقدیر کے حضور سرِ تسلیم خم کر رہی ہے۔'' (الفضل 22 جون 82)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ

(عبدالسلام اسلام)

کِس کی نمودِ سحر ہے ہر آنکھ کے لئے!
کس کا وجود عین ہے اعجازِ انجمن!

کس کی نظر سے روشنی بزمِ حیات میں
اور لب کشائی زیر و بم سازِ انجمن

محفل نواز آنکھ سے محفل کی ہے چھپا
یہ کاشفِ صد راز بھی ہے رازِ انجمن

نالۂ نیم شب دلِ محفل کا ترجماں
ناصر کی ہے آواز میں آوازِ انجمن

ہستی کے کارواں کو ہے منزل دکھا رہا
دہرا رہا افسانۂ آغازِ انجمن

تارہ ہر ایک آنکھ کا ہر آنکھ سے چھپا
جاں سِرِّ تن اگر ہے تو یہ رازِ انجمن

محفل کے ہے وجود میں مضمر مثالِ جاں
رکھتا ہے اپنی ذات میں اندازِ انجمن



جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ
خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے
تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں
کو پامال کر کے دکھلاوے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
میرا بھڑکا آزاد کشمیر

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے



ممبرات لجنہ اماء اللہ
صادق پور میر پور خاص نمبر 1

خلافت احمدیہ پائندہ باد

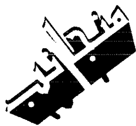
سلام اُس پر جو ہے جلوہ گر تخت خلافت پر
قدم مضبوط ہے جس کا محمدؐ کی اطاعت پر

تمام عالمگیر جماعت احمدیہ کو صد سالہ جشن خلافت
مبارک ہو

منجانب

صدر لجنہ اماء اللہ
مجلس ڈھپئی ضلع سیالکوٹ

قدرت ثانیہ
خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے



ممبرات لجنہ اماء اللہ

نارووال شہر

اندھیرے گھروں میں اجالے ہوئے ہیں
گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالذکر حلقہ نعمت کالونی
فیصل آباد

مبارک
ہو
مبارک

بڑھے چلو براہ دیں خوشا نصیب کہ تمہیں
خلیفۃ المسیح سے امیر کارواں ملے
دارالنصر شرقی نمبر 2 ربوہ

منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ

ہے عرفانِ اسلام ہر سمت جاری
فلک گیر ہے اب صدائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
فیصل ٹاؤن نمبر 2 لاہور

؎ تیری یاد کی برکھا رُت اور میری آنکھ کا پانی ہو

محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ

وہ قادیان کے مناظر، اپنی چھوٹی سی کوٹھی ”النصرت“ جہاں سویرے سویرے ابّا اٹھ کر باہر اپنے باغیچوں کو دیکھا کرتے، حضرت اماں جان تشریف لے آتیں تو ابا ہمیں گھر کی چارد یواری سے ملحقہ پچھواڑے میں لے جاتے جہاں کچھ پھل دار پودے اور سبزیاں وغیرہ لگائی ہوئی تھیں۔ امی حضرت اماں جان کیلئے ناشتہ بنانے میں مصروف ہوتیں اور ہم تینوں بچے (قادیان میں ہم تین ہی تھے) ابا اور اماں جان کیساتھ ہو لیتے ابا حضرت اماں جان کو سبزیاں دکھاتے وہ اپنی پسند سے تڑواتیں اور ہم ٹوکری میں جمع کرتے جاتے۔ پھلوں کے موسم میں خاص طور پر آم اور امرود اپنے ہاتھ سے توڑتے اور ٹوکریوں میں جمع کرتے۔ مجھے یاد ہے اندر کے برآمدے میں ہی ناشتہ کیا جاتا۔ پھر حضرت اماں جان تشریف لے جاتیں۔ تو ابا بھی تیار ہو کر اپنے کالج چلے جاتے۔ دوپہر کو کبھی آرام کرتے کبھی دوبارہ جماعتی کاموں کے سلسلے میں باہر نکل جاتے۔ جس دن فارغ ہوتے ہمیں لے کر کبھی دارالمسیح تو کبھی دارالسلام جاتے۔ ہم زیادہ تر کھانوں پر ہی اکٹھے ہوا کرتے حضرت اماں جان کھانے میں ابا کی پسند کا بہت خیال رکھتیں۔

ابا کو بچوں کی ضرورتوں کا اور شوق کا بڑا خیال ہوتا۔ اس وقت ایسے حالات تو تھے نہیں کہ بڑے بڑے کھلونے خرید کر دیئے جاتے جب لکڑی کا کارخانہ چالو ہوا تو ابا نے ہم سے پوچھا کہ کیا بنوانا ہے۔ میں نے کہا گڑیا کا گھر، ابا مسکرا دیئے۔

ایک دن جب ہم امی کے ساتھ کہیں قادیان سے باہر نانا کے پاس گئے ہوئے تھے۔ شملہ یا ڈلہوزی یاد نہیں۔ واپس آئے تو ابا میرا ہاتھ پکڑ کر اندر کی طرف گئے۔ بہت خوش اور Excited تھے آؤ تمہیں ایک چیز دکھاؤں ابا نے بے حد خوش آواز میں کہا۔ اندر کے باغیچوں سے پرے ایک اونچا بڑا سا چبوترا تھا۔ اس شاہ نشین پر ایک بڑا سا گڑیا کا گھر بنا ہوا تھا۔ انگلش کالج کے Style میں بنا یہ بڑا سا گھر ہم بچوں کو بھی اپنے اندر سمو لیتا۔ کھڑکیاں دروازہ بھی تھا بلکہ دروازہ پورے گھر جتنا بڑا تھا اور کھولتے ہی دو کمرے نظر آتے۔ کمروں کی بیچ کی دیوار میں بھی کھڑکی تھی اس گھر کی خوشی آج تک نہیں بھولی، نہ وہ گھر، نہ وہ ابا کی Excitement وہ اتنا بڑا تھا کہ ہم Crawl کر کے کھڑکیوں کے ذریعہ اندر چلے جاتے۔

ایک بار ڈلہوزی سے واپس آئے گھر میں داخل ہوئے امی حسب عادت گھر ٹھیک کرنے اور سامان سمیٹنے میں لگ گئیں۔ اور ابا کا دستور تھا کہ جب بھی باہر سے آتے تو اپنے پھول پودے دیکھنے نکل جاتے۔ میں بھی ابا کے ساتھ

باغ میں جانے لگی ابھی دروازہ کھولا ہی تھا کہ بھڑوں کے پورے چھتے نے میرا استقبال کیا۔ میرے بازو پر اکٹھی پانچ چھ بھڑیں ایک ہی جگہ کاٹ گئیں۔ بھائی نے چھڑانے کی کوشش کی تو اس کو بھی کاٹ لیا۔ میری چیخیں سن کر ابا دوڑتے ہوئے آئے بھڑوں سے چھڑایا اور اس جگہ پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ ابا کے ہاتھ میں کوئی تاثیر تھی کہ بھڑ، شہد کی مکھی اور بچھو وغیرہ کا زہر ایک ہی جگہ اکٹھا ہو جاتا، ابا فرمایا کرتے کہ آم کے بور کو اچھی طرح ہاتھ پر ملنے سے یہ تاثیر ہوتی ہے۔ (جہاں پر کاٹا ہوتا) زہر پھیلتا نہیں تھا۔

ہم بچوں کی چھوٹی معصوم نادانیوں کو Enjoy بھی کرتے تھے۔ اور بلاوجہ روک ٹوک نہیں ہوتی تھی۔ خاص طور پر ابا بالکل بھی نہیں ڈانٹتے تھے۔ تربیت کا انداز بڑا انوکھا تھا حضرت اماں جان والا یعنی Indirect طریقے پر کبھی یوں نہیں کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یہ بری بات ہے، اس طرح نہیں کرتے بلکہ باتوں باتوں میں کبھی حدیث سنا دیتے کبھی بزرگوں کی کوئی مثال دے دیتے ایک بار کھانا کھاتے ہوئے کسی بات پر کہنے لگے ”حضرت اماں جان اپنے بچوں کو بھی اور مجھے بھی کہا کرتیں کہ میرے بچے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اسلئے ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یا یہ کہا کہ کبھی اماں جان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی“ یہ کہہ کر ہمیں اس نظر سے دیکھا گویا یہی اعتماد مَیں اپنے بچوں پر بھی رکھتا ہوں۔ یہ بات شاید میں بچپن سے سنتی آرہی تھی کہ مجھے جھوٹ سے ایک طرح کی نفرت ہوگئی۔ ایک دفعہ ابا کسی گھر والے سے ناراض تھے تو کھانے کی میز پر ہی بیٹھے تھے۔ کسی رشتہ دار نے مزید اس کی شکایتیں شروع کر دیں۔ جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو ابا کہنے لگے ایک حدیث ہے کہ آنحضورﷺ کسی سے ناراض ہوئے تو صحابہؓ نے مزید اس کی برائیاں شروع کر دیں شاید اسے کوئی سزا دلوانے کیلئے آپﷺ نے فرمایا کیا اس کے لئے یہ کافی نہیں کہ مَیں اس سے ناراض ہوں۔ اس سے بھی یہ سبق ملا کہ جس سے خلیفۂ وقت ناراض ہو اس کو مزید سزا دلوانے کیلئے یا یونہی اس کی برائیاں یا شکایتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ وہ بے چارہ تو پہلے ہی ناراضگی کی سزا بھگت رہا ہوتا ہے۔ اور خلیفۂ وقت بھی ان شکایتوں سے خوش نہیں ہوتا۔

ہمارے گھر میں تیمارداری کی ذمہ داری مکمل طور پر ابا نے سنبھالی ہوئی تھی۔ جب بھی امی یا بچوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو اس کو دوائیاں وغیرہ دینی سب ابا ہی کرتے۔ رتن باغ مَیں کوئی بارہ سال کی تھی جب مجھے شدید قسم کا ٹائیفائیڈ ہوا۔ ایک رات ایسی آئی جب ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ساتھ ہی میرے جسم پر چیچک کی قسم کے دانے بھی نکل آئے۔ یہ پیریڈ ابا امی کا انتہائی پریشانی میں گزرا۔ ابا ساری ساری رات جاگ کر میری تیمارداری کرتے۔ جب مجھے کچھ ہوش آیا۔ کوئی اکیس دن کے بعد تو جب بھی آنکھ کھلتی۔ ابا کا مہربان چہرہ میری نظروں کے سامنے ہوتا، پریشان، دعائیں کرتا ہوا۔ بار بار کچھ پڑھ کر میرے پر پھونکتے اونچی آواز میں بِسۡمِ اللّٰہِ الشَّافِی پڑھ کر دوا کھلاتے مَیں کھانے میں ضد کرتی تو بہلا پھسلا کر اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے۔ ہارلکس،

سوپ، ساگودانہ۔ ابا حضور کو روزانہ دعا کیلئے تار بھیجتے۔ ڈاکٹرز سے ہر وقت کا رابطہ۔ اسی طرح ہر بیماری میں ہر بچے کا خود خیال رکھتے۔ دوا اور دعا دونوں پر زور ہوتا۔

ابا کو outdoor Life کا بہت شوق تھا کھلی فضاؤں میں پھرنے سے جیسے ان کی روح کو سکون ملتا تھا۔ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر جو وقت بیوی بچوں کے لئے ہوتا کوشش ہوتی تھی کہ گھر کے اندر وقت گزارنے کی بجائے باہر گزارا جائے چاہے وہ گھر کا باغ باغیچہ ہو یا کھیت کھلیان اور فارم یا نہر کا کنارہ۔ ہمیں اکثر عمو صاحب کے فارم پر لے جاتے۔ Outing کا شعبہ بھی ابا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔ کئی تاریخی مقامات پر لے کر گئے۔ Museum اور چڑیا گھر دکھایا پھر کالج کا کوئی فنکشن ہوتا۔ تو اس میں بچوں کو ساتھ لے جاتے۔ امی بھی ایک دو دفعہ ساتھ گئیں۔ خاص طور پر جب سالانہ Rowing (کشتی رانی) پروگرام ہوتا۔ ضرور ساتھ جاتے، ہمیں بھی کئی بار Boating کروائی۔

لاہور کی ایک تکلیف دہ یاد جو کبھی نہیں بھولتی وہ ہے ابا کا قید ہونا۔ امی بیمار تھیں اور ہسپتال داخل تھیں۔ اماں عائشہ حضرت امّاں جان کی خادمہ تھیں۔ ہمارے پاس آئی ہوئی تھیں۔ ایک صبح فجر کے وقت ابھی شاید اذان بھی نہ ہوئی تھی کہ داخلی دروازہ زور زور سے پیٹنے کی آواز آئی۔ پھر اوپر کا دروازہ پیٹا گیا۔ اماں عائشہ نے مجھے جاگتے دیکھ کر کہا دیکھو باہر کوئی ہے شاید خود بھی ساتھ آئیں۔ مَیں نے آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے تو ایک صاحب غلام حیدر نے جواب دیا کہ میاں صاحب کو اٹھا دیں اور کہیں کہ ملٹری پولیس آئی ہے۔ مَیں نے جا کر ابا کو بتایا انہیں شاید پہلے سے شُبہ تھا۔ جواب دیا ان سے کہو کہ نماز پڑھ کر آیا۔ اور مجھے کہا کہ باچھی کو بلا لاؤ۔ مَیں انہیں بلا لائی...... ابا نماز پڑھکر باہر آئے اور پھوپھی (امتہ الباسط) کو ہمارے ساتھ رہنے کی تاکید کر کے خود اوپر چلے گئے۔ ایک لیڈی پولیس اوپر ہمارے کمرے میں بیٹھ گئی۔ اس نے ہمارے کمرے کی تلاشی بھی لی۔ پھوپھی کسی ضروری کام سے اپنے Portion میں جانے لگیں تو اس سے بولیں لو میری تلاشی بھی لے لو۔ وہ شرمندہ ہو گئی اور پھوپھی کی سرسری تلاشی لے کر جانے دیا۔ ہمیں باہر نہیں جانے دیا جب تک ابا اوپر نہیں آ گئے ابا کے ساتھ دو تین Police والے تھے۔ ایک Inspector تھا۔ انہوں نے کہا اپنے کمرے کی تلاشی دیں۔ ایک ایک چیز پھرول کر دیکھی۔

امی کے جہیز کے کپڑوں کا ٹرنک بھی وہیں رکھا تھا۔ اسے تالا لگا ہوا تھا۔ ابا نے بتایا بھی کہ یہ بیوی کے جہیز کے کپڑوں کا ٹرنک ہے چابی ان کے پاس ہے اور وہ ہسپتال میں ہیں۔ وہ بضد ہو گیا کہ کھولیں مُیں نے تو اس کی بھی تلاشی لینی ہے معلوم نہیں چابی ہسپتال سے منگوائی اور اسے کھولا گیا۔ اس میں حضرت نواب محمد علی صاحب کے بزرگوں کا ایک خنجر جو اپنے خول میں بند تھا☆ ان پر جواہرات جڑے ہوئے تھے، وقت نے ان کو کھونڈا کر دیا ہوا تھا بس اس کو بہانا بنا کر ابا کو پکڑ کر لے گئے۔ جاتے ہوئے ابا نے کہا کہ میں کپڑے تبدیل کر لوں تو انسپکٹر نے کہا کہ ایک

(☆یہ خنجر جس کا دستہ سنہرا تھا اور جواہرات تھے مالیر کوٹلہ کے شاہی خاندان کی نادر اشیاء میں سے تھا۔ جو جہیز امی کو ملا۔ اور اس وقت کے قانون کے مطابق ہر والئی ریاست اور اس کے گھر والے۔ اسلحہ ایکٹ سے مستثنیٰ تھے۔)

آدمی اندر آپ کے ساتھ کھڑا ہوگا۔لیکن وہ دروازے پر کھڑا رہا اس طرح ابا تیار ہوئے۔ باہر نکلے تو ہم بچے لائنیں بنا کر انتظار میں کھڑے تھے مسکراتے ہوئے ہمارے قریب آئے اور میرے گال چھو کر بولے مسکراؤ، مسکراؤ، شدید رونا آرہا تھا لیکن مسکرانا پڑا۔فرید کو جھک کر پیار کیا شاید گود ی اٹھا کر کیا۔

کچھ دن بعد بڑی امی (حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ) نے بلایا اپنے کمرے کے عین وسط میں خاموش کھڑی تھیں کچھ نہیں بولیں۔خاموشی سے اخبار میری آنکھوں کے آگے کردیا۔جس کی ہیڈ لائین یہ تھی کہ مرزا شریف احمد کو ایک سال اور مرزا ناصر احمد کو 5 سال قید بامشقت ہوگئی۔ یہ پانچ سال قید بامشقت اتنا موٹا لکھا ہوا تھا کہ یہی یاد رہ گیا۔ بڑی امی نے اپنے جذبات ضبط کر کے کہا کہ دیکھو حوصلہ رکھو رونا دھونا نہیں، تمہاری امی بیمار ہیں انہیں اس خبر کا پتہ نہیں چلنا چاہیے۔خبر کب تک چھپائی جاتی آخر امی کو پتہ چل گیا اور طبیعت بگڑ گئی ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ بہت ہی اداسی اور پریشانی میں دن گزرتے رہے۔ بڑی امی کی نظم

چلاؤ کوئی جا کر مزارِ مسیح پر
نصرت جہاں کی گود کے پالوں کو لے گئے

پڑھ پڑھ کر خوب روتے اور دعائیں کرتے ۔ دو یا تین بار جیل جا کر ابا سے ملاقات کی۔ دوسری بار ابا سے ملنے جانے سے پہلے امی نے پہلی دفعہ مجھے برقعہ پہنایا وہاں ملاقات ایک ہال نما کمرے میں ہوئی تھی۔ایک لمبے سے کاؤنٹر کے اوپر جنگلہ لگا ہوا تھا اس جنگلے کے اُس پار ابا اور اس طرف ہم لوگ۔ پھر کمرے میں ملاقات ہونے لگی مجھے برقعہ میں دیکھ کر ابا اس قدر خوش ہوئے کہنے لگے کہ رات ہی خواب میں حضرت اماں جان آئی تھیں اور فرمایا کہ شکری کو اب برقعہ پہنا دو یعنی پردہ کراؤ۔

ابا کی رہائی تو پانچ سال بعد تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے تقریباً دو ماہ بعد ہی رہا ہوگئے۔قید کے زمانے کے بہت سے واقعات سنایا کرتے۔کاش میری عمر ایسی ہوتی کہ ڈائری میں سب کچھ لکھتی رہتی تو جماعت کو پیش کرنے کو بہت سا مواد ہوتا۔

ابا بہت دعا گو انسان تھے۔ چلتے پھرتے، لیٹے ہوئے، بیٹھے ہوئے، ہر بات میں، ہر کام میں دعا کرتے اور درود پڑھتے ہی دیکھا۔ابا کی عادت تھی کہ اگر تھوڑی دیر کیلئے آرام کرنے لیٹتے تو انداز یہ ہوتا دونوں ہاتھ ماتھے پر رکھ لیتے اور دعائیں کرتے رہتے اور دوسری مزے کی بات بتاؤں جب تھوڑی دیر کیلئے سونا ہوتا تو کہہ کر سوتے کہ پورے 15 منٹ بعد جگا دینا اور جب اٹھانے جاؤ تو خود ہی جاگے ہوتے آپؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے دماغ میں پندرہ منٹ کا Alarm لگایا ہوا ہے۔ پورے 15 منٹ کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے۔

دعائیں تو ہمیشہ کیا کرتے اور ہمیں بھی بچپن میں ہی امّاں جان اور ابا نے بہت سی دعائیں سکھا دی تھیں۔ کیونکہ دونوں کی عادت تھی کہ اونچی آواز میں دعا کرتے۔ شاید ہمیں سکھانے کے لئے اس لئے سات آٹھ سال کی عمر

میں ہی سُن سُن کر بہت سی دعائیں یاد ہو جاتیں۔ سفر میں خاص طور پر سفر کی اور دوسری دعائیں کرتے پھر کوئی اور بات کرتے۔ نیز فرمایا کرتے کہ کئی کام ایسے ہوتے ہیں جن کے کرتے ہوئے دماغ سے کام نہیں لینا پڑتا خاص طور پر عورتوں کے بہت سے کام ہیں مثلاً صفائی دھلائی یا پکانے کے وقت درود پڑھتے رہنا چاہیئے ۔ یہ بات میرے سامنے دوسری عورتیں جو ملاقات کیلئے آتیں انہیں بھی سمجھاتے۔

ایک بار ٹی آئی کالج میں ایک کلرک کوئی فائل لیکر دفتر میں آیا ابا فائل چیک کر رہے تھے اور وہ خاموش پاس کھڑا تھا۔ اس سے کہنے لگے کہ جب تک میں فائل دیکھ رہا ہوں تم درود پڑھتے رہو وہ شخص کہتا ہے کہ اس نے شاید اس عرصہ میں سو سے زائد درود پڑھ لیا۔ ابا کا وجود نافع الناس وجود تھا نہ صرف خود دعائیں کرتے لوگوں کو بھی اس راہ پر بڑے پیار سے چلاتے۔

جب ابا کو 1953ء میں ہتھکڑیاں ڈال کر ٹرک میں بٹھا کر لے گئے تو سارا راستہ

لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین

پڑھتے رہے۔ ہر وقت اپنے مولا حقیقی کو یاد رکھنا آپ کا وطیرہ تھا۔

آپکو اپنے مولیٰ سے بے انتہا عشق تھا۔ اور اس کا اتنا برملا اظہار۔ جب کبھی اپنے ربّ کی تعریف کرتے تو آنکھوں میں محبت کا ایسا جوش ہوتا گویا ایک سیال ہے جو ابھی ٹپک کر باہر آجائے گا۔ ان آنکھوں کی وہ کیفیت اور لبوں پر پیاری سی مسکراہٹ میں تا زندگی نہ بھولوں گی۔ جب بھی کوئی نئی ایجاد دیکھتے تو فرماتے دیکھو اللہ نے کیسے دماغ بنائے ہیں اور انہیں کیسی کیسی صلاحیتیں دی ہیں کہ وہ یہ ایجادات کر سکے۔ دیکھنا یہ جو آجکل Technology میں ترقی ہو رہی ہے یہ اسلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے احمدیت کی خدمت لینا چاہتا ہے اور یہ سب احمدیت کی ترقی میں کام آئیں گی۔ کبھی موجد کو نہیں سراہا بلکہ موجد کے بنانے والے رب کو سراہا اور اسکی حمد کی۔

ایک دفعہ ہم باہر لان میں پودے پھول دیکھتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ فرمانے لگے دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسے خوبصورت رنگ بنائے ہیں کوئی رنگ ریز ایسے رنگ نہیں بنا سکتا۔ چلو تجربہ کرتے ہیں آج پیلے پھول توڑو اور امی سے کہو ان کو پانی میں بھگو کر انکا رنگ نچوڑ کر اس میں اپنا دوپٹہ رنگیں دیکھتے ہیں کیسا رنگ آتا ہے۔ ان میں سے واقعی بہت اچھا رنگ نکلا اور ململ کے دوپٹے پر بڑا اچھا رنگ آیا۔ آپکو میں نے کبھی مایوسی کی حالت میں نہیں دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ہمیشہ اس سے اچھی امید رکھتے۔ اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ آپکی بات کی لاج رکھتا اور آپ کے منہ کی بات اکثر پوری ہوتی ۔ ہاں کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آزمائش کی گھڑی آتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے تو اسے ہمیشہ بہت بہادری سے مسکراتے ہوئے اور صبر کے ساتھ دعائیں کرتے گزارتے۔

'' اپنی اسیری کے پہلے دن کا واقعہ بتایا کہ گرمیوں کے دن تھے مجھے پہلی رات اس تنگ کوٹھڑی میں رکھا

گیا۔ جس میں ہوا کا کوئی گزر نہیں تھا۔ (اور اس قسم کی کوٹھڑی میں ان لوگوں کو رکھا جاتا ہے جنہیں اگلے دن پھانسی پر لٹکایا جانا ہو) زمین پر سوتا تھا۔ اوڑھنے کے لئے ایک بوسیدہ کمبل تھا اور سرہانے رکھنے کیلئے اپنی اچکن تھی۔ بڑی تکلیف تھی میں نے اس وقت دعا کی کہ اے میرے رب میں ظلم کر کے، چوری کر کے، کسی کی کوئی چیز مار کر یا غصب کر کے یا کوئی اور گناہ کر کے اس کوٹھڑی میں نہیں پہنچا میں اس جگہ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ میں تیرے نام کو بلند کرنے والا تھا۔ میں اس جماعت میں شامل تھا جو تو نے اس لئے قائم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت دلوں میں پیدا کی جائے۔ میرے رب مجھے یہاں آنے سے کوئی تکلیف نہیں، مجھے کوئی شکوہ نہیں، میں کوئی گلہ نہیں کرتا۔ میں خوش ہوں کہ تو نے مجھے قربانی کا ایک موقعہ دیا ہے۔ اور میری اس تکلیف کی میری اپنی نگاہ میں بھی کوئی حقیقت اور قدر نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں اس جگہ جہاں ہوا کا کوئی گزر نہیں سو نہ سکوں گا میں یہ دعا کر رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں۔ میں بلا مبالغہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے نزدیک ایک ایئر کنڈیشنر لگا ہوا ہے۔ اور اس سے ایک نہایت ٹھنڈی ہوا نکل کر پڑنی شروع ہوئی اور میں سو گیا۔" غرض ہر دکھ کے وقت، ہر مصیبت کے وقت میں جب عظیم منصوبے بنائے گئے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کا پیار آسمان سے آیا اور اس نے ہمیں اپنے احاطے میں لے لیا اور ہمیں تکلیفوں اور دکھوں سے بچایا اور ایسی لذت اور سرور کے سامان پیدا کئے کہ دنیا اس سے ناواقف ہی نہیں اس کی اہل بھی نہیں ہے۔"

قبولیتِ دعا اور اللہ کے پیار کے سلوک کے بے شمار واقعات ہیں۔ ایک روز مجھے Pancreas کا شدید دورہ پڑا۔ مجھے لگا کہ میرے آدھے دھڑ کی جان نکل گئی ہے اور سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ میں نے بمشکل پاس بیٹھی بھابھی نزہت کو کہا ابا کو بلاؤ۔ ابا ساتھ والے کمرے سے جلدی سے آئے اور میرے پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گئے اور میرا ہاتھ تھام کر نبض پر انگلیاں رکھ دیں پوچھا کیا ہوا ہے۔ میں نے اکھڑی سانس کے ساتھ کہا۔ جان نکل رہی ہے۔ میری بخشش کی دعا کریں میری دھندلی آنکھیں ابا پر مرکوز تھیں۔ جن کا چہرہ ضبط کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ ایک ہاتھ میری نبض پر تھا دوسرا اپنی پیشانی پر۔ ہونٹ مسلسل دعا میں ہل رہے تھے، بے آواز دعا کرتے رہے۔ ڈاکٹر مبشر صاحب اور ڈاکٹر لطیف صاحب بھی آ گئے لیکن میری طبیعت ابا کے دعا کرتے کرتے سنبھلنی شروع ہو گئی اور میں معجزانہ طور پر بچ گئی۔

اور بھی بہت سے قبولیتِ دعا کے نظارے دیکھے۔ جب میں نے B.A کا امتحان دیا تو پاس ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ political Science جس کیلئے جامعہ نصرت میں کوئی پروفیسر نہیں تھی۔ ابا نے کہا کوئی بات نہیں میں خود پڑھاؤں گا انشاء اللہ۔ ٹی آئی کالج میں بھی یہ مضمون ابا ہی پڑھایا کرتے اور بہت اچھے Notes بناتے تھے۔ لیکن ہماری قسمت کہ وہ دوسال۔ خاص طور پر خود

فورتھ ائیر میں ابا انتہائی مصروف تھے دوسرے جماعتی کاموں میں کہ پڑھانے کا وقت بہت کم ملتا۔ اس لئے مجھے اپنے بنائے ہوئے Notes اور کچھ کتابیں دیں کہ خود مطالعہ کرتی رہو اور کالج میں بھی پوری کلاس نہ لے سکے۔ میرے سے زیادہ اپنے Students کی فکر تھی اور یہ بھی احساس کہ میں انہیں اتنا وقت نہیں دے سکا جتنی ضرورت تھی۔ ایک دن اپنے شاگردوں کے لئے دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پرچہ دکھا دیا جو امتحان میں آنا تھا۔ ابا نے مجھے پانچ سوال دیئے (عین امتحان سے شاید ایک ماہ پہلے یا کچھ دن) کہ یہ یاد کرلو۔ یہی آئیں گے۔ اب تمہارے پاس پورا کورس پڑھنے کا کوئی وقت نہیں۔ خیر وہ یاد کر لئے لیکن بدقسمتی سے آہستہ لکھنے کی وجہ سے صرف 3 سوال کر سکی اور روتی ہوئی واپس آ گئی۔ اسی طرح باقی Papers دیئے تقریباً آدھے آدھے اور یقین تھا کہ فیل ہو جاؤنگی۔ ہم مری میں تھے خیبر لاج میں جب Result آیا۔ اسوقت اخبار میں آیا کرتا تھا۔ میں سخت گھبرائی ابا نے کہا تم پاس ہو دیکھ لینا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ فیل ہونے کی گھبراہٹ میں اپنا رول نمبر ہی نہ ملا۔ میں نے کہا دیکھا میں فیل ہوں ابا نے کہا یہ نہیں ہوسکتا میری کزن آئی ہوئی تھیں، ابا کا یقین دیکھ کر انہوں نے میرے ہاتھ سے اخبار جھپٹ لیا اور مجھ سے رول نمبر پوچھ کر تلاش کرنے لگیں۔ پھر ایک دم سے چیخ ماری یہ دیکھو پاس ہو میری کزن نے بڑا زور لگایا کہ بتائیں آپ کو کوئی خواب آئی ہے یا آپ نے پہلے سے معلوم کروایا ہے۔ ابا نے کہا دونوں باتیں نہیں ہیں۔ شاید اپنی دعاؤں کی قبولیت پر یقین تھا۔ یا کوئی الٰہی اشارہ ہوا۔ بس اُس عاجز بندے نے کچھ نہ بتایا اللہ تعالیٰ نے اس بار بھی ابا کے توکل الی اللہ کی لاج رکھ لی۔ اللہ تعالیٰ کا ابا سے بے حد پیارا سلوک تھا۔

دعاؤں کا معجزہ:

یہاں پر مَیں اپنے پتّے کے آپریشن کا ذکر کرتی ہوں۔ ایک دفعہ پنڈی میں جنرل محمود الحسن صاحب نے میرے پتے کا آپریشن کیا۔ پتہ پھٹ چکا تھا۔ خیر جب آپریشن کیلئے میرا پیٹ چاک کیا گیا تو اندر سے پتّہ غائب۔ تھوڑی دیر کیلئے تو ڈاکٹر صاحب لڑکھڑا گئے۔ اور مزید بے ہوشی کی دوا دے کر انہوں نے ساری انتڑیاں باہر نکالیں کہ پتہ پھٹ کر کہاں غائب ہو گیا ہے۔ دیکھا تو ایک انتڑی پھاڑ کر اس میں پھنسا ہوا تھا۔ اسے نکالا گیا اور محفوظ کر کے ان کے میوزیم میں رکھ دیا گیا۔ میری اللہ تعالیٰ نے جان بچا لی کیونکہ پتہ پھٹنے سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔

سیّدی ابا! ربوہ سے مجھے پوچھنے آئے۔ تو انہیں دیکھ کر غیر احمدی ڈاکٹر جو جنرل محمود الحسن کو assist کر رہے تھے۔ اتنے متاثر ہوئے کہ مجھ سے کہنے لگے جو آج آپ کو پوچھنے آئے تھے۔ ان کا نورانی چہرہ دیکھ کر ہی مجھے سمجھ آ گئی۔ آپ کس کی دعاؤں کا معجزہ ہیں۔ یہ آپ کے پیر صاحب تھے؟ مجھے ہنسی آ گئی مَیں نے کہا یہ امام جماعت احمدیہ ہیں اور میرے والد ہیں۔ بے حد متاثر تھے بار بار ابّا کی تعریف کرتے تھے کہ مَیں نے اتنا پیارا نورانی چہرہ پہلے کبھی

نہیں دیکھا اور جب مَیں ہسپتال سے فارغ ہو کر رخصت ہو رہی تھی تو میرے ہاتھ ابا کو سلام اور دعا کے لئے کہلایا۔ اور جنرل محمود الحسن صاحب نے تو اپنی فیس چھوڑنی ہی تھی۔ یہ جو anaesthesist تھے انہوں نے بھی اپنی فیس نہیں لی۔ وہ کہتے تھے۔مَیں نے آج تک کسی مریض کو پھٹے ہوئے پتّے کے ساتھ خود اپنے پاؤں پر چل کر آتے نہیں دیکھا اور پھر اتنی جلدی recovery۔ یہ انہیں بزرگ صاحب کی دعاؤں کا کرشمہ ہے۔

جرمنی کے ایک صاحب ہیں شریف خالد صاحب ان کی شادی کو کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ اولاد نہیں تھی بیوی کو ڈاکٹرز کو دکھاتے رہتے۔ ڈاکٹروں نے چیک اپ کے بعد کہا آپکے اولاد نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے حضور کو دعا کیلئے لکھا اور لکھتے رہے ایک بار ان کا فون آیا کہ بیوی بیمار ہیں اسے ڈاکٹر کو دکھایا ہے وہ کہتی ہے رحم میں رسولی ہے اور فوری آپریشن کرنا پڑے گا۔ ابا نے انکو سختی سے آپریشن کروانے سے روک دیا کہ عین ممکن ہے کہ رسولی کی بجائے بچہ ہو۔ پھر کچھ دن بعد ان کا فون آیا کہ ڈاکٹر کہتی ہے بچہ تمہارے ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ رسولی ہے۔ اور اگر فوراً آپریشن نہ کروایا تو بہت پیچیدگی ہو جائیگی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ ان کی سائنس غلط نہیں ہو سکتی۔ خالد صاحب بہت گھبرائے ہوئے تھے کہ بیوی کی زندگی کا سوال تھا۔ لیکن ابا نے پھر سختی سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ چند ماہ انتظار کریں۔ ان کی سائنس غلط ہو سکتی ہے۔ میرا خدا نہیں۔ اور واقعی کچھ ماہ بعد جب انہیں رحم میں زندگی کی حرارت محسوس ہوئی۔ بچہ کی Movement وغیرہ تو وہ اس قدر حیران تھی کہ بار بار کہتی تھی یہ ایک Miracle ہے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن کو ایک مکمل کتاب کی صورت دی جاسکتی ہے۔

ربوہ آمد اور وہاں کی زندگی:۔

53ء کے فسادات کے بعد ابا حضور کی خواہش تھی کہ تعلیم الاسلام کالج کو ربوہ شفٹ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں ابا نے دن رات محنت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تو کہہ دیا تھا کہ ڈیڑھ لاکھ کی رقم میں کالج اور ہوسٹل جتنا بنتا ہے وہ بناؤ پھر ان سے اجازت لے کر کہ ''میں جماعت سے عطیات لے لوں۔'' آپ سفر کر کے اکثر خود عطیات جمع کرنے جاتے۔ بنیادوں میں اتر کر ان کی گہرائی وغیرہ ناپتے۔ کالج کے اکثر پودے اپنے ہاتھوں سے لگائے۔

ابا ربوہ آ کر تو اور بھی مصروف ہو گئے تھے۔ کالج کے علاوہ جماعتی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئیں 1955ء میں حضرت خلیفہ ثانی نے صدر صدر انجمن احمدیہ بنا دیا آپ خدام الاحمدیہ کے بھی صدر تھے افسر جلسہ سالانہ بھی۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں تو رات گئے بس سونے آتے کبھی آدھی رات کو بھی اٹھ کر جانا پڑتا کسی Emergency میں اور کبھی سویرے نکل جاتے۔

ابا کیساتھ سفر کا بہت مزا آتا تھا رستہ میں کھلاتے پلاتے جاتے۔ عموماً ایسا ہوتا کہ ٹرکوں کے اڈوں پر سالن دال روٹی وغیرہ لے کر کھاتے۔ بوتلیں پیتے اور اگر امی کھانا وغیرہ

ساتھ بنا کر لے جاتیں جیسا کہ اکثر ہوتا رستے میں کسی ڈاک بنگلہ میں رک کر پکنک کرتے۔ مری جاتے ہوئے صبح نماز کے بعد نکلتے اور پنڈی پہنچ کر کچوری ترکاری کا ناشتہ کرتے۔ لاہور جاتے ہوئے راستہ میں سکھیکی میں کچوری ترکاری کا ناشتہ ضرور کرواتے۔ لمبے سفر میں ڈرائیور کو چائے پلانے کیلئے کئی جگہ رکتے تاکہ ڈرائیور کو اگر عادت ہے تو کبھی بیٹھ کر سگریٹ وغیرہ پی لے اور چائے کے ساتھ تازہ دم ہو کر کار چلائے۔ جہاں بھی جاتے ڈرائیور اور پہرے دار یا جو کوئی بھی ساتھ ہوتا اس کے کھانے اور آرام کا بہت خیال کرتے۔ امی سے کھانا ڈلوا کر خود جا کر انہیں دیتے پھر آ کر خود کھاتے۔ سفر میں نظمیں وغیرہ سنتے جاتے کبھی بیت بازی ہوتی۔ اور جہاں بھی چھٹیوں کے لئے ٹھہرتے یا پکنک کرتے ہر قسم کے کھیل کھیلتے۔

ابا چھٹیوں میں ہمیں حدیث وغیرہ پڑھایا کرتے اور مطالعہ کا شوق پیدا کرتے۔ مجھے ہر موقع پر ہمیشہ کتاب کا تحفہ دیا پاس ہونے پر یا کبھی سالگرہ کے دن جو ہم بالکل نہیں مناتے تھے۔ ویسے ہی بچوں کی خوشی کیلئے کبھی کبھار تحفہ دے دیتے وہ بھی اپنے ذاتی کتب خانے سے کوئی نہ کوئی کتاب نکال کر۔ مجھے اپنی آکسفورڈ کے زمانے کی جمع کی ہوئی بے نظیر کتابیں تحفہ دیں جن میں 40thousand کوٹیشن بک بھی تھی۔ جو Essay وغیرہ لکھنے میں کافی مددگار ثابت ہوئی۔

پھر میں ابا سے بچھڑ گئی، شادی کے بعد نہیں بلکہ ابا کی خلافت کے بعد میں جو اتنی بے تکلف تھی ہر بات ابا سے شیئر کرنے کی عادی ایک فاصلہ پر جا کھڑی ہوئی۔ اب ابا صرف میرے ابا نہیں تھے بلکہ میرے آقا تھے۔ گو محبت اور عقیدت میں اضافہ ہی ہوا لیکن وہ بے تکلفی کہیں کھو گئی۔ حد سے بڑھے احترام نے جو اس مقام کیلئے دل میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے ایک حجاب اور جھجک سی پیدا کر دی۔ اور لگتا ہے ابا بھی بچوں کی بے تکلفی سے بات کرنے کو ترس گئے تھے۔ ایک بار کسی بات پر (پہلے لکھ چکی ہوں) بے حد شکوہ ہوا امی سے ذکر کیا ابا جب باہر سے آئے تو امی نے کہا آج تو یہ آپ سے شکوہ کرنے آئی ہے۔ ابا کے چہرے کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ چہرے پر مسرت کی سرخی کی دمک اور ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ ساتھ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے کہ ہاں ہاں کرو نا شکوہ کیا بات ہوگئی۔ میں دنگ سی بس وہ پیارا چہرہ تکے گئی۔ امی نے ہی بتایا اور اس دن مجھے احساس ہوا کہ ابا بھی ایک فیملی کی normal زندگی جہاں بے تکلفی اور بے ساختگی اور معصوم سے شکوے اور روٹھنا منانا ہوتا تھا اسے کس قدر Miss کرتے ہیں۔ گو کہ اپنی انتہائی مصروف زندگی میں خود بھی انہیں اسکا ادراک نہ ہوا ہو لیکن موقع پر یہ احساس بے ساختہ ابھر کر سامنے آ گیا۔

گرمیوں میں سب باہر صحن میں سویا کرتے۔ ابا رات کو مطالعہ اور نمازوں سے فارغ ہو کر باہر آ کر لیٹ جاتے رات کو پتہ نہیں کس وقت اٹھ کر تہجد پڑھتے لیکن صبح نماز کیلئے ہم سب کو جگا دیا کرتے۔ باجماعت نماز پڑھاتے پھر

تلاوت کرتے بے حد خوبصورت آواز میں پھر کچھ دیر باہر لان میں سیر کرتے پھول پودے دیکھتے۔ پھر سورج نکلنے کے بعد اندر جا کر سو جاتے اور ناشتہ کے وقت اٹھتے مجھے ابا کا جگانے کا طریق بے حد یاد آتا ہے۔ پیارے پیارے نرم گداز ہاتھوں سے کاندھے دباتے سر پر ہاتھ پھیرتے اور ساتھ ساتھ آوازیں دیتے جاتے اب اٹھ جاؤ کبھی یہ مصرع پڑھتے

''اٹھیئے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی''

آخر اٹھنا ہی پڑتا سب ساتھ میں ناشتہ کرتے یہ کوئی حکم نہیں تھا لیکن امی ابا نے گھر میں ایک Discipline رکھا ہوا تھا۔ ناشتہ، کھانے اور شام کی چائے سب گھر والے مل کر کرتے۔ سب کا اکٹھا ہونا لازمی تھا اور اسوقت بہت مزے کی گفتگو ہوتی۔ کبھی پرانی باتیں بتائی جاتیں۔ کبھی بچوں کی پڑھائی اور ان کے سکول کالج کے قصے۔ جس میں ابا اپنے واقعات بھی بتاتے رہتے کبھی کھیلوں کی باتیں ہوتیں، کبھی دنیا کے حالات تو کبھی ادبی ماحول ہو جاتا۔ غرض امی ابا کے ساتھ کبھی بھی بوریت نہیں ہوئی۔

بچوں سے محبت:۔

ابا کو بچے بہت پیارے لگتے اور بچوں کو بھی ابا سے بے حد محبت تھی۔ ابا جہاں بھی جاتے جدھر بھی جاتے بچوں کا جم غفیر ابا کے گرد جمع ہو جاتا۔ جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے پر۔ گورا، کالا کسی بھی قوم سے تعلق رکھتا ہو ہر بچے کیلئے ابا کی شخصیت انتہائی پرکشش تھی۔ مجھے Venice کا وہ سین نہیں بھولتا جب ابا آہستہ کے ساتھ خرامی کے ساتھ تصویریں کھینچتے مسکراتے ہوئے St Marco,s Square پہنچے تو لوگ ادھر ادھر سے اپنی اپنی تفریح چھوڑ کر ابا کے گرد جمع ہو گئے جن میں جوان اور بچے زیادہ۔ تھے۔ ایک پوری سکول کی بس جو پتہ نہیں کس ملک سے سیر کیلئے آئی تھی اس کے سارے بچے ابا کے قریب آ گئے ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ ابا کے نزدیک ہو جائے اور سب بے حد بے تکلفی سے ابا سے باتیں کرنے لگے جوان بھی اور بچے بھی۔ پورے یورپ کے سفر میں میں نے اس قسم کے نظارے دیکھے۔

جماعت کے بچے بھی جب بھی ملاقات کیلئے آتے تو بلا تکلف باتیں بھی کرتے اور گودی میں بھی چڑھ جایا کرتے ابا ماں باپ کو یہی نصیحت کرتے کہ بچوں کو پیار سے ہر بات کیا کرو۔ ڈانٹ ڈپٹ سے کام نہ لیا کرو۔ اکثر بچے شیر ہو کر اپنے ماں باپ کی شکایتیں بھی لگایا کرتے۔

امی کا خیال:۔

ابا کو امی سے بے حد محبت تھی اور بہت عزت اور قدر کرتے۔ بے حد خیال رکھتے میں نے زندگی میں کبھی کسی بھی خاوند کو بیویوں کا اتنا خیال رکھتے نہیں دیکھا۔ اتنی نرمی سے گفتگو کرتے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی۔ منصورہ جی سے بات شروع کرتے۔ مشورہ لیتے ہوئے کہتے کیوں منصورہ جی کیا خیال ہے؟ امی کو صائب الرائے سمجھتے تھے۔ بعض الجھے ہوئے معاملات میں مشورہ بھی لیا کرتے اور اسے اہمیت دیتے تھے۔ گھر میں کوئی ردو بدل ہے یا کوئی چیز بنانے والی ہے از قسم فرنیچر وغیرہ یا گھر کی کوئی اور ضرورت ہے امی کی

پسند ناپسند کا خیال رکھتے تھے لیکن اصولوں سے Compromise کبھی نہیں کیا اور نہ جماعتی معاملات میں۔ اور ابا بے حد خوش نصیب تھے جو بیوی بھی ایسی ملی جس نے کبھی کوئی ناجائز فرمائش کی ہی نہیں دونوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ایک دوسرے کیلئے ہی بنائے گئے ہیں۔

غرض ابا ایک سراپا محبت وجود تھے اپنوں غیروں سب کیلئے یکساں محبت بانٹنے والے مجسم ایثار، مجسم محبت، اے محبت کے سفیر تجھ پر خداتعالیٰ کی ہزاروں لاکھوں رحمتیں ہوں اور اے اس کاروانِ محبت میں میرے ساتھ ساتھ چلنے والو آپکو میرا اسلام اللہ نگہبان۔

رشتے داروں سے سلوک:۔

ابا کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچے بچے سے اور ہر فرد، پیر و جوان سے بے حد پیار تھا۔ ہر ایک کی اتنی فکر کرتے کہ مجھے حیرت ہوتی۔ ہر ایک کی خوشی میں اتنا خوش ہوتے جیسے کہ وہ اپنی خوشی ہو۔ بچوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہوتی ہیں۔ کسی امتحان میں کامیابی یا کھیل یا کسی اور مقابلہ میں پوزیشن لینے والے بچے۔ ابا کو بہت لاڈلے ہو جاتے۔ خاندان میں کسی کی بیماری کا سن لیتے تو فکر سے چہرہ سرخ ہو جاتا اور اسی وقت دعا اور دوا شروع کر دیتے۔ جوان بچیوں کی شادی کا مسئلہ ہوتا۔ تو اس میں ماں باپ کے ساتھ خود بھی پریشان رہتے۔

قصرِ خلافت میں اکثر شام کو تقریباً روزانہ شام مغرب کے بعد عزیز رشتہ دار ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ ابا تھوڑی دیر ضرور ان میں بیٹھتے۔ بڑی مزیدار مجلس ہوا کرتی تھی۔ ابا کو سب کا اتنا خیال ہوتا کہ جب اپنے کمرے میں ہی ڈاک وغیرہ دیکھ رہے ہوتے۔ کسی کام سے جاؤ تو ضرور پوچھتے کہ کوئی آیا ہوا ہے ملنے؟ تو یہ سن کر کہ کچھ عزیز بیٹھے ہیں باوجود مصروفیت کے ہال کمرے میں آجاتے۔ چاہے تھوڑا سا وقت دیں۔ سب سے ضرور ملتے تھے۔ کوئی علیحدگی میں بات کرنا چاہتا تو اسے علیحدہ وقت دیتے۔ خاندان کے کسی فرد سے کوئی غلطی ہوتی۔ لین دین کے معاملے میں یا کسی اور بات میں تو بلا کر سمجھاتے۔ معاملہ سلجھانے کی کوشش کرتے۔ صدمہ اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ دنوں اداس رہتے۔

خدمتگاروں سے سلوک:۔

اماں عائشہ جو اماں جان کی خادمہ تھیں۔ ان کے اور ان کے بچوں کیساتھ بہت محبت سے پیش آتے۔ ان کی ہر خوشی غمی میں شریک ہوتے اس طرح اماں رکھی تھیں۔ انہوں نے بچپن میں ابا کو کھلایا ہوا تھا۔ جیسے چھوٹی عمر کی لڑکیاں۔ بچوں کیساتھ کھیلنے اور خیال رکھنے کے لئے رکھی جاتی ہیں۔ ویسے ہی اماں اللہ رکھی نے ابا کو کھلایا ہوا تھا۔ ابا کو ان کا بہت خیال ہوتا تھا۔ اور بڑی عزت سے پیش آتے۔ مذاق بھی کر لیا کرتے۔ جب کبھی بیمار ہوتی تو عیادت کے لئے بھی جاتے۔

ان کی خوشیوں اور دعوتوں میں بھی شریک ہوتے۔

دوستوں سے حسن سلوک

اپنے دوستوں سے بے حد محبت کرتے۔ اور دوستی نبھانے والے۔ دوستوں کے کام آنیوالے تھے۔ غیر احمدی دوستوں سے بھی بہت حسن سلوک کرتے۔ اور فرمایا کرتے کہ دوستی دیکھ بھال کر کرنی چاہئے۔ لیکن ایک بار جس کو دوست کہہ دیا اس سے ہمیشہ دوستی نبھاؤ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان اکثر دہرایا کرتے کہ "ہم تو ایک بار جسے دوست کہہ دیں اس سے ہمیشہ دوستی نبھاتے ہیں۔ ہمارا کوئی دوست اگر شراب کے نشے میں دھت گندی نالی میں بھی گر پڑا ہو تو ہم بغیر کسی کی پرواہ کئے اٹھا کر اسے گھر لے آئیں گے۔"

میرا بڑا بیٹا جب کالج میں داخل ہوا۔ کلاس five میں تو اس بات کی فکر رہتی کہ کہیں غلط کمپنی میں نہ پڑ جائے۔ اور مجھے کہا کہ اس کے استادوں اور ہوسٹل کے انچارج کو کہنا کہ آپ نے اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ اچھے گھرانوں کے شریف بچوں سے اس کی دوستی ہو۔ وغیرہ وغیرہ لکھنے کو تو بہت کچھ ہے۔ آہستہ آہستہ یاد آتا ہے۔ فی الحال اتنا ہی۔ بات ساری اس شعر سے ظاہر ہو جائے گی۔

لکھو تمام عمر مگر پھر بھی تم علیم
اس کو دِکھا نہ پاؤ گے ایسا حبیب تھا

میرے پیارو! خدا کے پیاروں پر
دائماً بھیجتے سلام چلو

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دار الیمن 1 شرقی ربوہ

بحر عالم میں اک بپا کر دو
پیار کا غلغلہ بتلاطمِ عشق

منجانب

محترمہ خورشید رشید صاحبہ
دار العلوم غربی 3 ربوہ

مبارک
100
مبارک

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
گوہد پور ضلع سیالکوٹ

دنیائے احمدیت میں بسنے والے تمام احمدی
احباب و خواتین کو خلافت احمدیہ
صد سالہ جوبلی بہت بہت مبارک

منجانب

محترمہ امۃ النصیر اطہر صاحبہ
محترمہ امۃ الشکور ارشد صاحبہ
محترمہ امۃ الباسط اشرف صاحبہ
ربوہ

رہے حشر تک وہ ثناء خواں اس کا
جسے اپنا جلوہ دکھائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالنصر غربی 3 ربوہ

خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
قیادت سلطان پورہ۔دارالذکر لاہور

تمام دنیا کی بہنوں کو خلافتِ احمدیہ صد سالہ جوبلی کی بہت بہت مبارکباد
اور دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
قیادت میکلوڈ روڈ۔ دارالذکر لاہور

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
قیادت مغل پورہ
دارالذکر لاہور

میرے پیارے چچا ابا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

محترمہ صاحبزادی فائزہ بیگم صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی یاد جب بھی دل میں اُبھرتی ہے ایک خوبصورت اور روشن مسکراہٹ سے چمکتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ آپ کی مسکراہٹ اِتنی تھی کہ سارے ماحول کو اپنے ساتھ روشن کر دیتی تھی۔ ایک خاص چیز جو آپ کی ساری شخصیت کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ وہ بے انتہا محبت کا جذبہ تھا۔ جو ہر کسی کیلئے آپ کے دل میں موجود تھا۔ اس کی صحیح تصویر آپ کا ماٹو:۔

Love for all Hatred for none

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں۔

کھینچ سکتا ہے۔ شاید اس فقرے کو اس لئے تمام دنیا میں بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی کیونکہ آپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی سچائیوں پر مبنی تھا۔

حضور رحمہ اللہ کی پہلی یاد جو میرے دل میں موجود ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے معاً بعد آپ سے ملاقات کی ہے۔ حضور کی وفات کے بعد جب ہم اپنے ابا، اُمی کے ساتھ قصر خلافت گئے تو اُمی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، کہ ”ان سے جا کے ملو“

آپ کو دیکھتے ہی میرے دل میں ایک خاص رعب اور محبت کے جذبات پیدا ہوئے۔ مگر اُس وقت شاید میری عمر چار سال کے قریب تھی۔ اس لئے پہلی نظر میں مَیں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ شاید یہ بھی وجہ ہو کہ اس سے پہلے آپ کو شاید کبھی پگڑی پہنے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اور خلافت کا ایک رعب اور حسن بھی آپ کی شخصیت کو ایک خاص انفرادیت عطا کر رہا تھا۔

ملنے کے بعد جب اُمی کے پاس واپس پہنچی تو مَیں نے پوچھا۔ کہ اُمی! یہ کون ہیں؟ مَیں نے اس سے پہلے تو ان کو کبھی نہیں دیکھا۔ اُمی نے بتایا ”تمہارے بڑے چچا ہیں اور اب ہمارے خلیفہ بھی ہیں“

اس کے بعد مختلف مواقع پر آپ سے ملاقات ہوتی رہی۔ حضورؒ کبھی کبھار ہمارے گھر بھی تشریف لے آتے تھے۔ اور جماعتی کاموں کے سلسلہ میں ابا کو اکثر آپ کا فون بھی آتا رہتا تھا۔ جب کبھی بچے اُٹھاتے تو ہمیں بات کرنے کا موقع مل جاتا۔

بچپن کی ایک بات مجھے یاد ہے۔ ابا مجھے پیار سے گھر میں پارو کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ابا نے مجھے پارو کہہ کر آواز دی تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”یہ نام تو عموماً عیسائی گھرانوں

میں پایا جاتا ہے اس کو اپنے اصل نام سے ہی پکارا کرو۔'' اُس دن سے ابا نے مجھے پارو کہنا بند کر دیا۔ اور بعد میں بھی مجھے یاد کروایا کرتے تھے کہ تمہارا Nicname حضور نے بدلوایا ہے۔

میری چھوٹی بہن مونا جو میرے بہت لمبے عرصہ کے بعد پیدا ہوئی۔ ابا اُمی کو طبعاً بیٹے کی خواہش تھی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بچی کی پیدائش کا علم ہوا۔ آپ خود مبارکباد دینے گھر تشریف لائے۔ اور مونا کی پیدائش پر جو نقد رقم کا تحفہ دیا اس پر کہا کہ ''مَیں لڑکوں کی پیدائش پر جتنا تحفہ دیتا ہوں۔ اتنا ہی مَیں نے مونا کیلئے دیا ہے۔'' ہم بہنوں میں سے مونا ہمیشہ آپ کی بہت لاڈلی رہی۔ کسی بھی موقع پر اسے دیکھتے تو خاص طور پر اپنے پاس بُلا کر بٹھا لیتے تھے۔

ابا تو کئی دفعہ روز ہی حضور کی ملاقات کیلئے چلے جایا کرتے تھے لیکن ہم بچے اور اُمی کبھی کبھار خاص مواقع پر ہی جاتے تھے۔ عیدوں یا فنکشنز پر ہی ملاقات ہوتی تھی، مگر جب بھی ملنے کا موقع ملا۔ یہی احساس ہوا کہ حضورؒ باوجود ہماری چھوٹی عمروں کے ہمیں پوری محبت اور توجہ سے ملے ہیں۔

ایک دفعہ میری ایک چچازاد بہن جو صرف عید پر ہی آپ سے ملنے جایا کرتی تھی۔ ورنہ بہت کم کبھی کبھار جانا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ وہ گئی تو آپ نے اُسے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''واہ! آج عید کا چاند نکل آیا ہے۔'' وہ بہت ہی خوش ہوئی کہ حضور نے مجھے عید کا چاند کہا ہے۔

کسی بہت پیارے کو بھی چاند سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ ہم لڑکیوں نے اس کو چھیڑا کہ چچا ابا نے تمہیں یہ بھی بتایا کہ تم بہت کم ملنے آتی ہو۔ کیونکہ محاورۃً عید کا چاند کبھی کبھار دکھائی دینے والے کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تو بچپن کی بچوں کی چھیڑ چھاڑ تھی۔ مگر حضور واقعی اس کو پیار بھی بہت کرتے تھے۔

اس واقعہ سے حضور کی لطیف حسِ مزاح کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اور ملنے والے کو خواہ وہ چھوٹا سا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کی خصوصی محبت اور توجہ کو محسوس کر کے آپ سے ایک دلی تعلق میں بندھ جاتا تھا۔

ایک دفعہ جب مَیں بہت چھوٹی سی تھی تو حضورؒ کا ابا کیلئے فون آیا تو مَیں نے اُٹھایا۔ آپ نے کہا ''اپنے ابا کو بلاؤ۔ مَیں نے بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' کیونکہ مَیں پہچان نہیں رہی تھی۔ اس لئے مَیں نے کہا کہ اپنا نام بتائیں تو مَیں ابا کو بلا دیتی ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ''مَیں مرزا ناصر احمد بول رہا ہوں۔'' اس پر مَیں نے کہا کہ کون مرزا ناصر احمد؟ آپ نے کہا ''تمہارا چچا'' تو مَیں نے بے ساختہ جواب دیا۔ کہ میرا تو کوئی چچا اس نام کا نہیں ہے۔ کیونکہ حضور کو بچے ہمیشہ ہی چچا ابا کہتے تھے اور اُمی اور ابا بھائی جان کہتے تھے۔ ابھی تک آپ کے نام سے تعارف نہیں تھا۔ میرا جواب سن کر چچا ابا بے ساختہ ہنسے اور فرمایا ''تم نہیں سمجھو گی اپنی بڑی بہن کو بلاؤ۔ وہ پہچان جائے گی۔'' میری بڑی بہن فون اُٹھاتے ہی آپ کو پہچان گئی۔ اور بعد میں مجھے بہت تنگ بھی کیا کہ ''تم چچا ابا کو نہیں پہچانی۔ مَیں پہچان گئی ہوں'' ابا کو میرا یہ لطیفہ سنایا۔ ابا بھی بعد میں کئی دفعہ مجھے چھیڑتے تھے کہ ''فائزہ!

اُس دن تم نے مجھے بڑا شرمندہ کروایا۔''

ابا کے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی غیر معمولی محبت پائی جاتی تھی۔ جو آپ کے پورے وجود سے جھلکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اور اس میں ایک عجب غلامانہ رنگ بھی تھا۔ جیسے کوئی شخص کلیۃً اپنی ذات کسی کے ہاتھ میں دے چکا ہو۔ یہاں تک کہ جب حضورؒ کا فون آتا تو اکثر ہمیں ابا کے فون اُٹھاتے ہی پتہ چل جاتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے بات کر رہے ہیں۔ آپ کے چہرے کا رنگ اور آواز محبت کے جذبات کی وجہ سے ایک خاص رنگ اختیار کرلیتی تھی۔

ہمارے گھر حضور کی آمد پر ابا کا وہ حال ہوتا تھا جیسے محاورۃً کہا جاتا کہ سارے گھر کو سر پر اٹھا لیتے۔ اُن تیاریوں میں نہ آپ خود بیٹھتے تھے اور نہ کسی کو بیٹھنے دیتے تھے۔ ہر چیز اپنی نگرانی میں تیار کرواتے۔ اُمّی، بچے، نوکر حتّٰی کہ اگر کوئی مہمان ہو تو وہ بھی ان تیاریوں میں جوش و خروش سے شامل ہو جاتا۔ ابا کا بس نہیں چلتا تھا۔ کہ کسی طرح ہر چیز ایسی مہیا کر دیں جو حضور کی پسند کے عین مطابق ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب بھی ابا کو کسی کام کیلئے کہتے تو خواہ کوئی بھی وقت ہو یا آپ کیسے ہی گھر میں تھکے ہوئے آئے ہوں۔ ابا اُسی وقت تمام مصروفیت چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور اس سلسلہ میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی آپ کی طبیعت پر گراں گزرتی تھی۔ کم از کم مَیں نے آپ کی زندگی میں ایسی محبت، اطاعت اور فرمانبرداری اور وہ بھی مکمل طور پر دلی خوشی کے ساتھ کبھی نہیں دیکھی، ابا کو مَیں نے کبھی بھی حضورؒ کے کسی فیصلے پر ذرا بھر بھی کسی قسم کا انقباض پیدا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ جیسے حضور کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنا بھی ابا اپنی خوش قسمتی تصور کرتے ہیں۔

1978ء میں جب ابا کے ساتھ ہم لوگ یورپ اور امریکہ کی سیر کیلئے گئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی انگلینڈ میں موجود تھے۔ آپ بہت ہی پیار سے ہمیں ملے۔ اور مجھے اور شوکی کو کچھ پاؤنڈ تحفۃً دیئے۔ اُس وقت کے لحاظ سے وہ کافی بڑی رقم تھی۔ لیکن آپ نے ہمیں دیتے ہوئے فرمایا۔ ''پاؤنڈ کی وجہ سے ان کو زیادہ پیسے نہ سمجھنا۔ کیونکہ یہاں ایک پاؤنڈ ایک روپیہ جتنا ہی ہے۔'' پھر جب کبھی مشن ہاؤس جاتے۔ اگر کھانے کا وقت ہو جاتا تو چچا حضورؒ ہم لڑکیوں کو بھی کھانے پر اپنے ساتھ شامل کر لیتے۔

پھر ایک تعلق میرا آپ سے اپنی شادی کے بعد بنا۔ شادی کے بعد مَیں نے خاص طور پر محسوس کیا کہ حضور عورتوں کے ساتھ ایک خاص محبت اور وقار کا سلوک رکھتے ہیں۔ خاص طور پر چچی جان سے آپ کو محبت تو تھی۔ مگر آپ کے رویے میں ایک عزت اور ان پر اعتماد کے ساتھ ساتھ شفقت بھی پائی جاتی تھی۔ شفقت ان معنوں میں کہ مَیں نے دیکھا تھا کہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بالکل نظرانداز کر دیتے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ چچی جان کی طرف سے کوئی کمی ہوتی تھی۔ آپ ایک انتہائی خیال رکھنے والی بیوی تھیں۔ مگر کبھی نہ کبھی انسان کسی بات پر چڑ بھی جاتا ہے۔ لیکن

حضور کو اس آٹھ نو مہینے کے عرصہ میں مَیں نے کسی بات پر چڑتے یا گھبراتے نہیں دیکھا۔

گھر کی بیٹیاں تو بیٹیاں ہوتی ہیں۔ پر ماں باپ کے دل میں اُن کیلئے شفقت اور محبت ہی پائی جاتی ہے۔ مگر حضورؒ کا مَیں نے نوٹ کیا تھا کہ بہوؤں کو خاص اہمیت دیتے تاکہ وہ محسوس نہ کریں کہ باہر سے آئی ہیں۔ اس لئے ان کی گھر میں وہ اہمیت نہیں جیسے گھر کے افراد کی ہوتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ مجھے عجیب لگتا کہ اپنی بیٹیوں سے زیادہ بہوؤں کے جذبات کا چھوٹی چھوٹی باتوں میں خیال رکھتے تھے۔ (...) کا بھی یہی رویّہ تھا۔ میری شادی کے بعد جب پہلی دفعہ سفر سے واپس لوٹے تو مجھے بلا کر کہا۔ ''سب بیٹیوں اور بہوؤں کے لئے جوڑے لائے ہیں۔ لیکن تم پہلی دفعہ اس تحفہ میں شامل ہو رہی ہو۔ اسلئے سب سے پہلے تمہیں بُلا کر دکھایا ہے۔ کہ first choice کا موقع تمہیں ملے۔'' اس طرح مجھے ایک خاص پیار کا احساس کروایا۔ کیونکہ شروع شروع میں نئی جگہ پر ہر لڑکی اپنے آپ کو کچھ اُکھڑا ہوا محسوس کرتی ہے۔ اس اعتماد کا احساس نہیں ہوتا جو اپنے ماں باپ کے گھر میں آدمی میں موجود ہوتا ہے۔ مگر اس اظہار سے مجھے پتہ چلا کہ آپ دونوں مجھے بھی اپنے باقی بچوں کی طرح اہمیت اور محبت دیتے ہیں۔

چچی جان کی زندگی میں تو زیادہ واسطہ میرا چچی جان سے ہی پڑتا تھا۔ حضورؒ سے قدرتی رعب کی وجہ سے بہت کم بات چیت ہوتی تھی۔ مگر آپ کی وفات کے بعد تو حضورؒ نے میرا بے انتہا خیال رکھا۔ جب چچی جان کی وفات ہوئی تو اُس وقت میرا بڑا بیٹا عثمان ہونے والا تھا۔ اور تقریباً پیدائش کا وقت قریب تھا۔ کیونکہ ویسے ہی کمزوری کی حالت ہوتی ہے۔ چچی جان کی کمی مجھے بہت محسوس ہوئی۔ اس بات کا دل پر بہت ہی بوجھ تھا۔ کہ چچا ابا خود بھی کمزور ہیں۔ اس صدمہ کو کیسے برداشت کریں گے۔ جب اُن کی وفات کے بعد پہلی دفعہ اُن سے ملی تو مجھے دیکھ کر حضور نے شاید اندازہ لگا لیا کہ اُس وقت مَیں جذباتی طور پر بہت تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔ باوجود اس کے کہ آپ کا صدمہ بہت بڑا تھا۔ اور اس حالت میں انسان دوسروں کی کیفیات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ آپؒ نے بڑے پیار اور آرام سے مجھ سے باتیں شروع کیں اور سمجھایا کہ ''دیکھو ہر چیز فانی ہے اور ہر انسان کا انجام آخر یہی ہے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی کی طرف لوٹ جائے۔ کسی بھی قریبی سے قریبی کی وفات کے وقت زیادہ صدمہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں بعض دفعہ نادانستگی کے شکوے کا پہلو بھی آجاتا ہے۔ چاہے سوچ سمجھ کر انسان شکوہ نہ بھی کر رہا ہو۔'' اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''دیکھو! اگر کسی کی وفات پر شدید صدمہ کیا جا سکتا تھا تو وہ آنحضرت ﷺ کی ذات تھی۔ جب آپ کی وفات ہوگئی اور صبر کے ساتھ برداشت بھی کی گئی تو اس کے بعد ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اپنے ذاتی صدموں کو اپنے اوپر طاری کرلیں۔''

مجھے بعینہٖ وہ الفاظ تو یاد نہیں جو آپ نے فرمائے تھے۔ مگر مفہوم اس سے ملتا جلتا تھا، جو مَیں نے اوپر تحریر کئے ہیں۔ اس طرح آپ نے باوجود اپنے دکھ اور تکلیف کے مجھ سے کافی دیر تک باتیں کر کے مجھے دلاسہ تسلّی دی۔

عثمان کی پیدائش سے پہلے چچی جان نے کچھ کپڑے اُمی کو دیئے تھے کہ بچے کیلئے سی کر دے دو۔ جب اُمی وہ کپڑے تیار کر کے لائیں تو چچا ابا بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''میرے پوتے کے کپڑے لائی ہو؟'' جب مَیں نے آپ کے الفاظ سنے تو تھوڑی سی بے چین ہوئی کہ حضور نے ابھی سے پوتا کہہ دیا ہے۔ ابھی تو یہ بھی معلوم نہیں کہ بچہ اصل میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ لیکن خدا نے آپ کے منہ کی بات پوری کی اور آپ کی پوتے کی خواہش کو اپنے فضل سے پورا فرمایا۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ آپؒ نے چچی جان کی وفات کے بعد میرا بے حد خیال رکھنا شروع کر دیا تھا۔ ایک دفعہ مَیں حضور کے ٹی وی لاؤنج میں کسی کام کی وجہ سے موجود تھی کہ آپؒ دفتر سے تشریف لے آئے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر کہا ''فائزہ! پہلے تو تمہاری چچی جان موجود تھیں۔ لڑکیاں طبعاً ماؤں سے زیادہ قریب ہوتی ہیں (ساس ہونے کے ناطے میرا اُن سے ایک طرح ماں کا ہی رشتہ تھا۔) اور سب مسئلے اور دل کی باتیں share کر لیتی ہیں مگر اب کیونکہ تمہاری چچی جان اس دنیا میں موجود نہیں ہیں اسلئے کبھی اگر کوئی بات ایسی ہو جو تم پوچھنا چاہو تو یا کوئی پریشانی ہو تو بلا تکلف مجھے بتا دینا۔'' اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ ''ویسے تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن تمہاری طبیعت میں ایک جھجک ہے جس کی وجہ سے مَیں خاص طور پر تمہیں یہ کہہ رہا ہوں۔''

چچی جان کی وفات کے بعد باوجود اس کے کہ آپ کی اپنی صحت بھی کمزور ہو چکی تھی۔ اور لمبا عرصہ شوگر کے مریض ہونے کی وجہ سے جسمانی طاقت میں کمی آچکی تھی۔ آپ نے پوری کوشش کی کہ یہ صدمہ جماعت کے کاموں میں حائل نہ ہو۔

چنانچہ صرف چند دن کے بعد ہی آپ نے بے چینی کا بے حد اظہار کیا کہ۔ ''مجھے بہت بوجھ لگ رہا ہے کہ میرا کام کچھ دنوں کی تاخیر کی وجہ سے بہت اکٹھا ہو گیا ہوگا۔ اس لئے مَیں دوبارہ سے دفتر پورا وقت دینا چاہتا ہوں۔'' پھر مَیں نے دیکھا کہ اکثر کام اکٹھا ہونے کی وجہ آپ واپسی پر بھی بہت سی فائلز گھر لے آتے اس طرح جمع کئے ہوئے کام کو نپٹاتے۔

چچی جان کی وفات کے بعد جب بچہ کی پیدائش کا وقت قریب آیا تو ہسپتال جانے سے پہلے آپ بار بار کمرے میں میرا حال پوچھنے کیلئے تشریف لاتے تھے۔ اُس کے بعد آپ نے مجھے کہا ''میرے ڈریسنگ روم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا ذاتی پلنگ پڑا ہے۔ تم جب تک ہسپتال نہیں جاتی اُس پر آ کر لیٹ جاؤ۔ اور مَیں بھی دعا کروں گا تم خود بھی یہ تمام عرصہ اس بابرکت پلنگ پر دعا کرتے ہوئے گزارو۔ اور کمرہ قریب ہونے کی وجہ سے مَیں

بھی تمہاری پوری طرح خبر گیری کرسکوں گا۔''

پھر ہسپتال جاتے ہوئے خود کار تک مجھے بٹھانے آئے اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اور آپ کو جب عثمان کی پیدائش کی اطلاع ملی تو اُسی وقت ہسپتال آگئے۔ ابھی مجھے اوپر کمرے میں پہنچایا نہیں گیا تھا۔ جب مجھے اوپر کمرے میں لے جا رہے تھے تو مجھے آپ کی مختلف ہدایات دینے کی آواز آرہی تھی۔ بچے کے بعد اپنی زندگی تک آپ میرا اتنا تفصیلی خیال رکھتے کہ مجھے شرمندگی ہو جاتی تھی کئی کئی مرتبہ عثمان اور میرا حال پوچھنے کمرے میں آتے۔

ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ آپ کمرے میں آئے تو آپ کو لگا کہ cot صحیح سمت پر نہیں رکھا گیا۔ اور شاید روشنی ڈائریکٹ بچے کی آنکھوں میں پڑ رہی ہے۔ آپ نے کئی دفعہ اس کو بدل بدل کر رکھوایا۔ جب تک پوری تسلی نہیں ہوگئی۔ بعد میں مجھے کہنے لگے کہ ''اگر منصورہ بیگم ہوتیں تو ان باتوں کا خیال رکھتیں۔ کیونکہ پہلے بچے کی دفعہ اکثر باتیں معلوم نہیں ہوتیں۔ اس لئے مَیں زیادہ توجہ دیتا ہوں۔'' یہ بھی آپ کی ایک غیر معمولی حساس طبیعت تھی۔ ورنہ محسوس کرنے والے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔

عثمان کی پیدائش کے بعد جب پہلی دفعہ اسلام آباد گئے تو واپسی پر سیدھا ہمارے کمرے میں ہی آگئے۔ ایک شال ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ مَیں ملنے کیلئے اُٹھی تو کہا ''بیٹھی رہو۔ یہ شال مَیں خاص طور پر تمہارے لئے تحفہ لایا ہوں اور اپنے ہاتھ سے تمہیں خود اوڑھاؤں گا۔'' چنانچہ آپ نے میرے بیٹھے بیٹھے خود ہی شال کھول کر مجھے اوڑھا دی۔

چچی جان کی وفات کے چند مہینے بعد آپ کی دوسری شادی کا فیصلہ ہوا تو حضورؒ کی شادی سے قبل آپ کے کمروں کی صفائی اور سیٹنگ وغیرہ کروائی جا رہی تھی تو ایک دن مجھے بھی تھوڑی دیر کیلئے اس کام میں حصّہ لینے کا موقع ملا۔ جب مَیں کچھ چیزیں صاف کر رہی تھی۔ تو حضورؒ اندر تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر بہت خوشی سے فرمایا کہ ''اچھا آج تو فائزہ بھی یہاں کام کر رہی ہے۔'' حضور چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں میں بھی حوصلہ افزائی فرما کر دوسرے میں اعتماد پیدا کر دیتے تھے۔ شادی کے بعد ولیمے کی دعوت پر مجھے یاد ہے کہ مَیں باہر نکلی تو حضور ابھی اکیلے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے حضورؒ نے مجھے دیکھتے ہی کہا ''تم تیار نہیں ہوئی'' اپنی طرف سے تو مَیں تیار ہی تھی۔ مگر حضور کی بات سن کر واپس کمرے میں آگئی اور اپنا کچھ زیور بھی پہن لیا۔ جب واپس آپ کے پاس آئی تو آپ دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''ہاں اب ٹھیک ہے۔ اب تیار لگ رہی ہو۔'' اصل میں مَیں نے محسوس کیا کہ آپ کو آنے والی کے جذبات کا بھی پورا پورا احساس تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ آپا طاہرہ اپنے آپ کو گھر میں پوری طرح welcome محسوس کریں۔ اور کسی فرد کے رویّہ سے یہ نہ ظاہر ہو کہ وہ اس موقع پر پوری خوشی سے شامل نہیں ہو رہا۔ اور ایک بہت مختصر سا عرصہ جو بعد میں آپ دونوں کو اکٹھا رہنے کا موقع ملا۔ اُس میں

بھی مَیں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ہر طرح سے اُن کا باریک سے باریک خیال رکھتے ہیں۔ جس میں جذباتی اور مادی دونوں طرح کی ضرورتوں کا احساس شامل ہے۔

ایک اور واقعہ یاد آرہا ہے۔ حضورؒ نے اپنی (دوسری) شادی کے بعد ایک دعوت احمد نگر میں دی اور آپ نے فرمایا کہ "اس میں صرف مَیں اور میرے بچے شامل ہوں گے۔" لیکن اس سے پہلے آپ اپنے کسی بیٹے کو کہہ چکے تھے کہ "طاہر کو اطلاع کردو کہ فلاں وقت احمد نگر میں دعوت ہے وہ آجائے۔" دوسری ہدایت کے پیش نظر انہوں نے ابا کو اطلاع نہیں دی جب کچھ وقت رہ گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پوچھا کہ "طاہر کیوں نہیں آیا؟" آپ کو جواب دیا گیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس میں صرف مَیں اور میرے بچے ہونگے۔ اس خیال سے چچا کو اطلاع نہیں کی۔ اس پر آپ غصے میں بولے کہ "فوراً اطلاع کرو اور اُس کو بُلاؤ۔" اس طرح ایک لحاظ سے آپ نے ابا کو اپنے بچوں میں شامل کرلیا۔ یہ اصل میں دو طرفہ محبت تھی جو دلوں کو باندھے ہوئی تھی۔

آپ کی زندگی کا آخری سفر جو اسلام آباد کا تھا اس سفر میں مجھے بھی آپ کے ساتھ اسلام آباد جانے کا موقع ملا تھا۔ سپین کی مسجد کا افتتاح کرنے کیلئے جو یورپ کا آپ کا پروگرام بنا تھا اس میں آپ اپنے سب بچوں کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے اور ویزوں کے حصول کیلئے یہ سفر کرنا پڑا وہیں پر آپ کی طبیعت خراب ہونا شروع ہوگئی۔ دل کے اوپر تلے حملوں کی وجہ سے آپ کی وفات اچانک اسلام آباد میں ہو گئی۔ یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

جب تک آپ کی طبیعت ٹھیک رہی آپ معمول کے مطابق کام بھی کرتے رہے اور بچوں کے ساتھ بھی حسبِ معمول آکر بیٹھتے اور باتیں کرتے رہے۔ آپ جب اندر آتے تو عثمان اس وقت چھوٹا سا تھا۔ اُس کو دیکھ کر آپ اپنی ایک انگلی ایک خاص انداز میں اُٹھایا کرتے تھے اور عثمان پوری طرح پہچان کر ہمیشہ ایک ہی طریقے سے اُچھل اُچھل کر اپنی خوشی کا اظہار کرتا۔ آپ مجھے دیکھ کر کہتے کہ "دیکھو کتنا ذہین میرا بیٹا ہے۔ میرے اشارے کو ہر دفعہ سمجھتا اور پہچانتا ہے۔ کیونکہ اس کے اظہار سے مجھے پتہ چلتا ہے کہ یہ پہچان کر جواباً ہمیشہ اپنی خوشی کا اظہار ایک ہی طریقہ سے کرتا ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ساتھ میری یادیں مختصر سے عرصہ پر مشتمل ہیں۔ اور بالکل ذاتی سے واقعات ہیں۔ مَیں نہیں جانتی کہ یہ تربیتی لحاظ سے اپنا کیا اثر رکھتے ہیں مگر اس نیت سے ان کو لکھا ہے کہ شاید کوئی بات کسی پڑھنے والے کی رہنمائی کا باعث بن جائے۔

حضور رحمہ اللہ کا پورا وجود خدا کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور یہی محبت آپ کو ہر حالت میں طاقت اور حوصلہ عطا فرماتی تھی۔ اور اسی محبت کو پھر آپ نے ساری دنیا میں بانٹ دیا۔ خدا کرے کہ ہم ان بزرگوں کی دعاؤں کا فیض پانے والے بھی ہوں اور ان کی طرزِ زندگی اور اخلاق سے اپنی زندگیوں کو سنوارنے والے بھی بنیں۔ آمین

وہ محبت کا اک زندہ شہکار تھا

محترمہ فہمیدہ منیر صاحبہ

تیری رِحلت کی جب ہم نے پائی خبر
برق کوندی کہ بس الاماں الحذر
جب یہ بجلی گری رو دیا ہر بشر
دل تھا چھلنی کہ دھندلا گئی تھی نظر؟؟
اپنے دامن میں سورج لپیٹے ہوئے
چل دیا کون خوشیاں سمیٹے ہوئے
کتنی تاریک چپ چاپ سی رات ہے
گھپ اندھیرا ہے اور غم کی سوغات ہے
آج گھر کے اُجالے کدھر کھو گئے؟
عزم کے دیپ خاموش سے ہوگئے
جانے والا ہمیں کیسا غم دے گیا !
دل کو بخشی تپش ، چشمِ نم دے گیا
یاد تھا ہر سبق اس کو احسان کا
ناصرِ دیں تھا حافظ تھا قرآن کا
اس کے اوصاف و جوہر کروں کیا بیاں
مجھ سے بڑھ کر ہیں ہر دوسرے پر عیاں
وہ محبت کا اک زندہ شہکار تھا
بندۂ حق تھا دیں اس کو درکار تھا
پالیا جس نے کچھ اس کے ادراک سے
کچھ رہی نہ طلب اس کو املاک سے
آزمائش کی ہر اک کڑی دھوپ میں
مثلِ کوہِ گراں تھا وہ ہر روپ میں
مسکراتے ہوئے سب نے دیکھا اُسے
کتنا رویا؟ کہاں؟؟ کس نے دیکھا اسے؟؟؟
کارہائے نمایاں کہاں تک گنوں
مَیں کسے چھوڑ دُوں ؟ اور کس کو چنوں ؟؟
یہ ہے "صد سالہ جوبلی" یہ "نصرت جہاں"
سب ہمیں سونپ کر آپ پہنچا کہاں ؟

وہ کہ قدرت کا انمول تحفہ تھا اِک
دوستوں سے وہ جانے کہاں کھو گیا
اس کے جانے سے دل ٹوٹے پھوٹے بہت
رونقیں محفلوں کی کہاں کھوگئیں؟
نکھرے نکھرے اُجالے کہاں چھپ گئے؟
سارا عالم ہی جیسے کہ رونے لگا
کس کو کاندھے پہ رکھے یہ جَمِ غفیر؟
اس سے آگے حقیقت نہ دیکھی گئی
پختہ رکھنا تھا لازم بس ایمان کا
چاند نکلا تو کچھ ڈوبا ڈوبا سا تھا
جس قدر لوگ تھے کتنے خاموش تھے
پھر دعاؤں سے لرزاں یہ عرشِ بریں
نور کے قافلے تب اُترنے لگے
ڈوبتی ناؤ کھوجی تھی پتوار کی
دل سکینت سے معمور تب ہو گئے
ٹھنڈی خوشبو بھری اک حسیں رات ہے
جانے والے نہ بھولیں گے ہم تیری یاد

جس گھڑی چھن گیا کیسا لمحہ تھا اک
جیت کر دشمنوں کے وہ دل سو گیا
ضبط ٹوٹے بہت صبر چھوٹے بہت
کل تھیں خوشیاں یہاں آج کیا ہوگئیں؟
بکھرے کانٹے میرے پاؤں میں چبھ گئے؟
اک اندھیرا سا کیوں دل میں ہونے لگا
ہے کدھر سے چلا تھا کہاں کا سفیر؟
ہاتھ دل پر رکھے اپنے گھر آگئی
ورنہ اندازہ تھا مجھ کو نقصان کا
ہر نظارہ جو تھا روٹھا روٹھا سا تھا
جاگتے میں تھے سوئے؟ کہ مدہوش تھے؟
تب اچانک نظر آگیا اک نگیں
چہرے دھلتے گئے دل نکھرنے لگے
آنے والے نے ہر راہ ہموار کی
اک اندھیرا نہ تھا دور سب ہوگئے
چاند دولہا ہے تاروں بھری رات ہے
آنے والے تُو صدیوں جئے بامراد

"میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں اور اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے"

(ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ چند واقعات

(مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید)

(1)

8 مارچ 1973ء کو صبح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خاکسار کو بلا بھیجا۔

خاکسار پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر میں حاضر ہوا تو حضورؒ نے قصرِ خلافت میں اپنے بیڈروم میں ہی بلا لیا۔ حضورؒ کی طبیعت علیل تھی۔ اور حضور لحاف لے کر لیٹے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ فرمایا میرے قریب آکر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں نے کرسی حضورؒ کے پلنگ کے قریب کر لی اور بیٹھ گیا۔

خاکسار اس وقت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا صدر تھا۔ اس حوالہ سے حضورؒ نے خاکسار کو بعض ہدایات دیں جو ذیل میں درج ہیں۔ فرمایا:

1- ربوہ میں سائیکلوں کی رجسٹریشن کی جائے۔ ربوہ میں کم از کم 1000 سائیکلسٹ ہونا چاہئے۔ رجسٹریشن کے بعد پتہ چل جائے گا کتنی کمی ہے۔ پھر اس کو پورا کرنا چاہئے۔

2- مجالس میں سائیکل رکھنے، سائیکل چلانے، تحصیل کے دائرہ کے اندر سائیکل پر لمبے سفر کرنے کی تحریک کی جائے۔

3- خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع اکتوبر میں ہوگا۔ اجتماع پر ایک ہزار خدام اپنی اپنی مجالس سے سائیکلوں پر سوار ہو کر آئیں اور اجتماع میں شامل ہوں۔ مجالس خدام الاحمدیہ جو ربوہ سے 300 میل کے اندر ہیں۔ ان کو پابند کر دیا جائے اور اس سے دور فاصلہ والی مجالس کو اختیار ہو کہ چاہیں تو سائیکلوں پر آجائیں۔ خدام اکٹھے چلیں۔ مثلاً ضلع کے صدر مقام پر اکٹھے ہو جائیں اور پھر روانہ ہوں۔ کچے راستے اختیار کریں۔ پکے راستے نہ اختیار کریں وغیرہ۔

نیز فرمایا کہ خاموشی سے تیاری کرنی ہے۔ کسی قسم کا اعلان نہیں کرنا۔ پھر فرمایا:

4- میں چاہتا ہوں کہ جماعت کی ناصرات بھی سائیکل چلانا سیکھیں اور میں نے لجنہ کو ہدایت کی ہے کہ ایک ماہ کے اندر 20 فیصد ناصرات سائیکل چلانا سیکھیں۔ اس طرح ایک ماہ میں 200 ناصرات مل جائیں گی۔ فرمایا کہ ان ناصرات کی اتنی تربیت کرنی ہوگی کہ خواہ مخواہ گھبرائیں نہیں۔ بلکہ مشکل کے وقت خود مدافعت کر سکیں۔ ان کو شروع میں حفاظت کے انتظام کے ساتھ لمبے سفر کروائے جائیں گے۔ بعد میں بغیر حفاظت کے انتظام کے ایسے سفر کریں گی۔ فرمایا کہ

5- دنیا کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ نامعلوم تباہی کیا شکل اختیار کر لے، اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

چنانچہ مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع 1973ء کے موقع پر نہ صرف 300 میل تک کے فاصلہ سے خدام سائیکلوں پر سوار ہوکر ربوہ آئے۔ بلکہ کراچی، اندرون سندھ، کوئٹہ، پشاور جیسی دور دراز مجالس سے بھی بھاری تعداد میں خدام سائیکلوں پر سوار ہوکر سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے ربوہ آئے۔

مجھے یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس وقت فیصل آباد میں طالب علم تھے۔ آپ بھی فیصل آباد کے خدام کے ساتھ فیصل آباد سے سائیکل پر ربوہ آئے تھے۔ سندھ سے جو خدام سائیکلوں پر ربوہ آئے تھے، ان کے ساتھ 13 اور 14 سال کی عمر کے بعض اطفال بھی 700 میل کا سفر طے کر کے سائیکلوں پر ربوہ آئے۔ جس پر اسی سال انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر حضورؒ نے اعلان فرمایا کہ اگر بڑی عمر کے اطفال خدام الاحمدیہ والے کام کر سکتے ہیں، تو نسبتاً چھوٹی عمر (40 تا 55 سال) کے انصار کو بھی خدام والے کام کرنے چاہئیں۔ اور انصار میں انصار اللہ صف دوم کا قیام فرمایا اور صف دوم کے انصار کے لئے اپنے اپنے ضلع کے دیہات کے لئے سائیکل سفر برائے ملاپ و خدمت خلق کا پروگرام رکھا۔ اس کے بعد خدام اور انصار کے اپنے اپنے اضلاع میں دیہات سے متعارف ہونے کے لئے اور خدمت خلق کے کاموں کے لئے سائیکل سوار وفود جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو بہت کامیاب اور مفید رہا اور اس بین الاضلاع مقابلہ پر انعامات بھی دیئے جاتے تھے۔ حضورؒ کے ارشاد کی تعمیل میں ناصرات نے بھی سائیکل چلانا سیکھنا شروع کیا اور اس کا سلسلہ جاری ہے۔ ربوہ میں اب بھی سائیکل سوار ناصرات گاہے بگاہے نظر آتی ہیں۔ اُن دنوں خاکسار کی بیٹی طیبہ حمید نے بھی سائیکل چلانا سیکھا تھا۔ بعد میں چھوٹی بیٹی رضوانہ نے بھی۔

(2)

جماعت کو non Muslim کہنے کا فیصلہ

7 ستمبر 1974ء کو ہوا۔ خاکسار جو واقعہ عرض کرنے لگا ہے وہ غالباً فروری یا مارچ 1975ء کا ہے۔

دفتروں کے کچھ دوست حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ملاقات کے لئے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں حاضر تھے۔ خاکسار بھی تھا اور بعض دوسرے دوست بھی تھے۔ ملاقاتوں کا وقت ختم ہونے میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ دفتروں سے ملاقات کے لئے آنے والے سب اکٹھے ہی ملاقات کے لئے آجائیں۔ چنانچہ ہم سب دوست حضور کے دفتر کے اندر چلے گئے۔ سب سے پہلے حضورؒ نے ایک دوست سے ان کا مدعا دریافت فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ پشاور مجلس انصار اللہ کے اجتماع میں شرکت کے لئے گئے تھے۔ اجتماع کامیاب رہا وغیرہ۔ آخر پر انہوں نے قدرے دبے الفاظ سے یہ ذکر کیا کہ بعض احباب اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ کوئی نشان (مراد یہ تھی ظاہر نہیں ہوا) وہ نشان کے لفظ تک ہی اپنا جملہ ادا کر سکے۔ تو حضورؒ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ ہمارا اپنے رب سے کسی نشان کا مطالبہ نہیں۔ اس کی مرضی ہے چاہے کوئی نشان دکھائے یا نہ دکھائے۔

(3)

غالباً 1975-1976ء کی بات ہے۔

1974ء کے واقعات اور 7 ستمبر 1974ء کے فیصلہ کی وجہ سے جماعت کے خلاف جو ماحول پیدا ہوا تھا۔ اس کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔ مختلف مسائل کھڑے ہوتے رہتے تھے۔ ایک پیچیدہ سا سوال اُٹھ آیا۔ جس کا فرائض کے لحاظ سے میرے ساتھ تعلق تھا۔ دفتر بند ہو چکا تھا۔ شام کو خاندان کے ایک فرد کے ذریعہ حضورؒ کو اطلاع بھجوائی کہ یہ صورتِ حال ہے۔ خاکسار اگلے روز حضورؒ سے ملا تو فرمایا کہ میں ساری رات آپ کے لئے دعا کرتا رہا ہوں کہ آپ کے لئے کوئی پریشانی پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور حضورؒ کی دعا کے نتیجہ میں وہ پریشانی جلد دور ہوگئی۔

(4)

1972ء میں سب سکولوں اور کالجوں کو حکومت نے Nationalise کر لیا۔ جس کا جماعت کو، سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کو اور طلباء کو سخت صدمہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تعلیم الاسلام کالج نیو کیمپس میں تعلیم الاسلام کالج کے واقفین زندگی اساتذہ کا اجلاس ایک شام بلایا۔ اساتذہ کے لئے چائے کا انتظام حضورؒ کی طرف سے تھا۔ فرمایا کہ nationalisation سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اصل چیز کسی ادارہ کی روایات ہوتی ہیں۔ اگر تعلیم الاسلام کالج کی روایات برقرار رہیں تو یہ سمجھیں کہ ادارہ ہمارے پاس ہی ہے۔ اور فرمایا کہ میں سب واقفینِ زندگی اساتذہ کی ڈیوٹی لگاتا ہوں کہ وہ کالج کی روایات کی حفاظت کریں۔ اس موقع پر حضورؒ نے خاکسار کو واقفین زندگی اساتذہ کالج کا سیکرٹری مقرر فرمایا۔

(5)

1950ء کی بات ہے۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع تھا۔ جہاں اس وقت بیت اقصیٰ ہے۔ تقریباً اسی جگہ اجتماع ہوتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس وقت مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر تھے۔ خاکسار اس وقت لاہور میں تعلیم الاسلام کالج میں سیکنڈ ایئر میں پڑھتا تھا۔ حضورؒ نے اجتماع کے موقع پر برادرم مکرم محمد شفیق صاحب سہگل اور خاکسار کو اپنے ساتھ بطور معاون رکھا۔ فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے رفیق ہیں۔ اجتماع کا دوسرا دن تھا۔ دوپہر کو پروگرام ختم ہوا اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ تو اس دوران حضورؒ آ کر اپنے خیمہ میں لیٹ گئے۔ مکرم شیر احمد خان پٹھان مرحوم حضور کی ٹانگیں دبانے لگ گئے۔ مکرم محمد شفیق صاحب اور خاکسار خیمے کے ساتھ کھڑے تھے۔ حضورؒ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ لنگر سے پتہ کر کے آؤ کہ کتنی روٹی پک چکی ہے۔ میں لنگر کی طرف چل پڑا۔ چند قدم ہی گیا تھا تو حضور نے مجھے واپس بلایا اور فرمایا کہ تمہیں تو ماسٹر فضل داد صاحب (جو لنگر کے منتظم تھے اور ذرا سخت مشہور تھے) لنگر کے اندر ہی نہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ حضورؒ نے اپنا صدر مجلس کا بیج اپنے بازو سے اتارا اور مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ بیج بطور authority ہے بلکہ فرمایا کہ اپنے بازو پر بیج لگا کر جاؤ۔ چنانچہ میں لنگر میں جا کر روٹی پکنے کی رپورٹ لے کر آیا۔ اور بیج واپس کر دیا۔

بظاہر یہ چھوٹا سا واقعہ ہے۔ لیکن اس لحاظ سے

اہم ہے کہ 19 سال کے بعد میں فی الواقعہ حضورؒ کے ہی عہدِ خلافت میں مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر بن بھی گیا۔ گویا حضورؒ کا ایک فعل ایک دعا کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوا۔ بالکل اسی طرح جس طرح زبان سے کی ہوئی ایک دعا قبول ہوتی ہے۔

(6)

1972ء میں تعلیم الاسلام کالج nationalise ہوا۔ 1974ء میں جماعت کے خلاف فسادات ہوئے۔ مخالف ماحول سے تعلیم الاسلام کالج بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ احمدی اساتذہ کو ربوہ سے دوسری جگہوں پر ٹرانسفر کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضورؒ نے مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب مرحوم اور خاکسار کو کالج سے استعفیٰ دینے کا ارشاد فرمایا۔ خاکسار کا استعفیٰ جب منظور ہوا تو ازراہ مزاح فرمایا ''مٹھائی کہاں ہے؟'' نیز فرمایا ''مبارک ہو آپ کی جان چھوٹ گئی''۔

استعفیٰ کی باقاعدہ منظوری کے بعد نومبر 1974ء میں حضورؒ نے خاکسار کو ناظر ضیافت مقرر فرمایا اور صیغہ جلسہ سالانہ کے علاوہ دارالضیافت کا کام بھی خاکسار کے سپرد ہوا۔

دارالضیافت میں بہت سے ترقیاتی کام ہونے والے تھے۔ (فلش سسٹم، تعمیرات، رنگ روغن، برتن فرنیچر، بستر وغیرہ) فروری 1975ء میں سارا منصوبہ تیار کر کے حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؒ نے سارے اخراجات کو بجنسہٖ منظور فرمایا۔ کام کی تکمیل پر خود تشریف لا کر معائنہ فرمایا اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔

دارالضیافت کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک دفعہ حضور دارالضیافت میں تشریف لائے اور جہاں اب دارالضیافت کا جدید بلاک ہے، وہاں جا کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا یہاں عمارت بنانی ہے۔ ستمبر 1979ء میں خاکسار حضورؒ سے ملا۔ تو فرمایا دارالضیافت کے پیچھے (جانب مشرق) جو خالی جگہ ہے وہاں عمارت بنانی ہے۔ نقشہ تیار کرلیں۔ اپریل (80ء) میں مَیں پیسے دے دوں گا۔ چنانچہ چوہدری بشیر احمد خاں صاحب مرحوم نائب ناظر ضیافت اور خاکسار نے اس عمارت کا نقشہ ایک quadrangle کی شکل میں بنایا۔ معمولی تبدیلیوں کے بعد حضورؒ نے اس نقشہ کو منظور فرمالیا۔

اگلا مرحلہ میونسپل کمیٹی سے نقشہ منظور کروانا تھا۔ حالات سازگار نہ تھے۔ الٰہی نصرت اس طرح ہوئی کہ دسمبر 79ء میں متعلقہ افسر ربوہ سے تبدیل ہوگئے۔ اور نئے افسر جوان کی جگہ آئے، انہوں نے موقع دیکھا اور نقشہ منظور کردیا۔ اپریل 80ء میں حضورؒ نے تعمیر کے لئے رقم دے دی۔ بنیادوں کی کھدائی شروع ہوگئی اور جون (غالباً 18 جون 80ء) کو حضور نے خود آ کر اس کی مغربی دیوار میں تین اینٹیں رکھ کر بنیاد رکھی اور دعا کروائی۔ بعدۂ حضور بیرون ملک دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضورؒ کی غیر حاضری میں تعمیر کا کام سرعت سے جاری رہا۔ حضور جب غالباً اکتوبر میں واپس تشریف لائے تو عمارت کی چھت پڑ چکی تھی اور finishing کا کام ہو رہا تھا۔

اس دوران حضورؒ خود احاطہ قصرِ خلافت میں جو گیسٹ ہاؤس تھا اس میں شفٹ ہو چکے تھے۔ کیونکہ پرانا قصرِ خلافت گرایا جا چکا تھا۔ پہلے اس گیسٹ ہاؤس میں جلسہ پر غیر ملکی خواتین کے وفود ٹھہرا کرتے تھے۔

نومبر میں مکرم مرزا لقمان احمد صاحب (جو اس وقت دارالضیافت میں میرے ساتھ کام کر رہے تھے) حضور کا پیغام لے کر آئے کہ حضور دریافت فرماتے ہیں کہ جلسہ سالانہ پر غیر ملکی خواتین کہاں ٹھہریں گی۔ میں نے ان سے کہا کہ حضورؒ کی خدمت میں عرض کر دیں کہ جو نئی عمارت بن رہی ہے۔ غیر ملکی خواتین اس میں ٹھہریں گی۔ چنانچہ انہوں نے حضور کی خدمت میں جا کر یہ عرض کر دیا۔ دو ہفتے اور گزرے (نومبر کا آخر ہوگا) تو مکرم مرزا لقمان احمد صاحب حضور کا وہی پیغام دوبارہ لیکر آئے۔ میں نے پھر ان سے کہا کہ غیر ملکی خواتین نئی عمارت جو تعمیر ہو رہی ہے، اس میں ٹھہریں گی۔ پھر تقریباً دو ہفتے بعد 15 دسمبر کے لگ بھگ حضورؒ نے مرزا لقمان احمد صاحب سے وہی سوال کیا۔ تو انہوں نے براہِ راست حضورؒ کی خدمت میں عرض کی کہ عمارت تیار ہے۔ آپ نے 22-دسمبر 1980ء کو جلسہ کے انتظامات کے معائنہ کے لئے آنا ہے۔ تو اس وقت ملاحظہ فرمالیں۔ چنانچہ معائنہ سے پہلے نہ صرف عمارت مکمل ہو چکی تھی، بلکہ عمارت furnish بھی ہو چکی تھی۔ پردے تک لگ چکے تھے۔ حضورؒ نے ایک کمرہ (غالباً کمرہ نمبر 1 تھا) اور اس کا غسلخانہ اندر جا کر دیکھا۔ اسی طرح Sitting room اور ڈائننگ روم بھی دیکھا۔ Sitting room میں حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہؒ اور لجنہ کی کارکنات جنہوں نے اس عمارت میں ڈیوٹی دینی تھی۔ وہ بھی حضورؒ کے استقبال کے لئے موجود تھی۔ حضورؒ نے عمارت کی تعمیر اور اس کی furnishing پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ عمارت نئی تعمیر شدہ ہے۔ قدرے ٹھنڈی ہے۔ اس لئے کمروں میں اُپلوں کی آگ (جس کی آنچ ہلکی ہوتی ہے) جلادیں۔ تا کمرے کچھ گرم ہو جائیں۔ چنانچہ 1980ء کے جلسہ پر خواتین کے غیر ملکی وفود اس عمارت میں ٹھہرے۔ اور بعد میں بھی ٹھہرتے رہے۔

(7)

1972ء میں ہمارے تعلیمی ادارے (تعلیم الاسلام کالج، تعلیم الاسلام ہائی سکول، جامعہ نصرت فارویمن، نصرت گرلز سکول) nationalise ہوئے۔ یہ ادارے غریب احمدیوں کے چندوں سے بنے تھے۔ اور تعلیم کے علاوہ ان کا ایک استعمال یہ تھا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ ادارے خالی کر دیئے جاتے تھے اور ان میں جلسہ کے مہمان ٹھہرتے تھے۔

Nationalisation کے بعد 1972، 1973 اور 1974ء میں تو معمول کے مطابق ان میں مہمان ٹھہرتے رہے۔ لیکن 1975ء میں جلسہ شروع ہونے میں چند دن باقی تھے تو حکومت کی طرف سے یہ پیغام ملا۔ کہ آپ کے تعلیمی ادارے جلسہ پر آپ کو نہیں ملیں گے۔

یہ اطلاع جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر مہمان کھلے آسمان کے نیچے سوئیں گے تو میں بھی کھلے آسمان کے نیچے سوؤں گا۔

چنانچہ حضورؒ کی ہدایت پر جماعت کا ایک وفد مکرم مرزا عبدالحق صاحب مرحوم کی قیادت میں (جس میں مکرم ظہور احمد باجوہ صاحب مرحوم ناظر امور عامہ اور خاکسار بحیثیت افسر جلسہ سالانہ شامل تھا) کمشنر سرگودھا ڈویژن سے ملنے گئے۔ بڑی اچھی طرح سے ملے۔ گذشتہ سال (1974ء) میں احمدیوں کے جو مکان جلائے گئے تھے اور نقصان پہنچایا گیا تھا۔ اس پر معذرت کی اور کہا کہ میں نے تو D.C. اور S.P. کو قبل از وقت warn کر دیا تھا۔

تعلیمی اداروں کے متعلق ہم نے ان سے گزارش کی کہ جماعت نے یہ ادارے بنوائے تھے۔ اگر جماعت کے مہمان جلسہ کے موقع پر ان اداروں میں ٹھہر جائیں تو یہ جماعت کا حق ہے۔ اور پھر چند دن کے لئے short notice پر ہم ایک لاکھ آدمیوں کو ٹھہرانے کا متبادل انتظام بھی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ اس بارے میں پنجاب گورنمنٹ ہی کوئی فیصلہ کر سکتی ہے۔ انہوں نے حکومت پنجاب کے سامنے ساری صورتحال پیش کی۔ تو حکومت نے اس سال (1975ء) کے لئے تعلیمی اداروں میں مہمان ٹھہرانے کی اجازت دے دی۔

1976ء میں حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ جماعتیں جلسہ کے موقع پر اپنی رہائش کے لئے ربوہ میں بیرکس تعمیر کریں اور اس کے لئے چندہ دیں۔ مردوں کی بیرکس بیت اقصیٰ کے جانب مغرب بنیں اور لجنہ کی بیرکس دارالضیافت کے جانب جنوب۔ اور ان بیرکس کی تعمیر کے لئے جماعت کی خواتین نے دل کھول کر چندہ دیا۔ قریباً 30 سال تک یہ بیرکس لجنہ کے زیر استعمال رہیں اور اب ان کو گرا کر ایک بڑا کمپلیکس بنایا جا رہا ہے۔ بیرکس کے لئے ہمارے پاس زیادہ فنڈز نہیں تھے۔ زیادہ سے زیادہ مسقّف رقبہ چاہئے تھا اور کم از کم خرچ۔ اسوقت 1976ء میں ان بیرکس پر 20 روپے مربع فٹ خرچ آیا تھا۔

(8)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دلداری کا انداز بھی عجیب تھا۔ خاکسار کی والدہ عائشہ بی بی صاحبہ ستمبر 1979ء میں فوت ہوئیں۔ حضورؒ سے کسی نے پوچھا کہ جنازہ کب پڑھائیں گے۔ فرمایا جب چوہدری صاحب کہیں گے پڑھا دوں گا۔

عصر کے بعد نماز جنازہ کی حضورؒ نے منظوری مرحمت فرمائی۔ نماز سے پہلے محراب کے باہر خاکسار کے والد صاحب، خاکسار اور بعض دوسرے عزیز حضور سے ملے۔ فرمایا کہ جنازہ باہر پڑھیں گے۔ (عام معمول یہ تھا کہ جنازہ محراب کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا اور حضور محراب میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے)۔ خاکسار نے عرض کی بہت اچھا۔ لیکن خاکسار کا ذہن اصل بات کی طرف منتقل نہ ہوا۔

مسجد سے باہر نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حضور نے ازراہ شفقت میری والدہ مرحومہ کے جنازہ کو کچھ دور تک کندھا دیا۔ میری اس سے زیادہ دلداری نہیں ہوسکتی تھی اور میری والدہ کی اس سے زیادہ خوش قسمتی نہ ہوسکتی تھی۔

(9)

جلسہ سالانہ کے موقع پر روایت تھی کہ 30 دسمبر کی رات کو حضورؒ جلسہ سالانہ کے لنگر نمبر 1 (لنگر خانہ دارالصدر) میں تشریف لایا کرتے تھے اور ناظمین جلسہ کے ساتھ رات کو کھانا تناول فرماتے تھے۔ حضور اور مہمان (جن میں غیر ملکوں سے آنے والے بھی شامل ہوتے تھے) میزوں پر بیٹھ جاتے تھے اور ناظمین سامنے سوئی گیس کے چولہوں کے اردگرد نیچے پرالی یا صفیں بچھا کر بیٹھ جاتے۔ دعوت کھلی جگہ پر ہورہی ہوتی تھی۔ اس لئے ٹھنڈ سے بچنے کے لئے چولہے ہلکی آنچ پر جلا دیئے جاتے تھے۔ خاندان کی خواتین اور بعض ناظمین کی بیویاں بھی الگ کمرے میں اس دعوت میں شریک ہوتی تھیں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ بھی اس دعوت میں شریک ہوتے رہے۔ اسی طرح خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض اور خواتین بھی۔ اس موقع پر لنگر کا معمول کا کھانا ہوتا تھا۔ یعنی روٹی، آلو گوشت اور ساتھ جلسہ پر ذبح ہونے والے جانوروں کے مغز بھی پکائے جاتے تھے۔ سویٹ ڈش گڑ ہوتا تھا۔ چھوٹے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے جاتے تھے۔ جلسہ کے معمول کے مطابق کھانا مٹی کے کچے برتنوں (پیالوں، آبخوروں) میں ہی کھلایا جاتا تھا۔

1973ء کے جلسہ سالانہ کی بات ہے۔ خاکسار افسر جلسہ سالانہ تھا۔ بلکہ بحیثیت افسر جلسہ سالانہ یہ میرا پہلا سال تھا (میرے پیش رو حضرت سید داؤد احمد صاحب اسی سال مارچ میں وفات پا گئے تھے) اس دعوت کا موقع تھا۔ خاکسار مہمانوں کے ساتھ کھانا پر نہیں بیٹھا تھا۔ انتظام کو ہی دیکھ رہا تھا۔ حضورؒ مغز کے ساتھ (جو کچھ پیالہ میں تھا) روٹی تناول فرمارہے تھے۔ مجھے ازراہ شفقت فرمایا کہ آپ میرے پیالہ میں سے کھانا لے لیں۔ اور میں نے دو یا تین لقمے حضورؒ کے پیالہ میں سے لئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

(10)

ایک دفعہ میں حضورؒ کی ملاقات کے لئے گیا۔ اس وقت پرانے قصرِ خلافت میں ہی حضورؒ کی رہائش تھی اور حضور نیچے ڈرائنگ روم میں ہی ملاقاتیں فرما رہے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے اور ملاقاتیوں میں میرا سب سے آخری نمبر تھا اور خاکسار ملاقات کے لئے ڈرائنگ روم سے باہر برآمدے میں انتظار کررہا تھا۔ مجھ سے پہلے جو دوست ملاقات کررہے تھے، ان کو حضور نے کوئی دوائی دینی تھی۔ ان کی دوائی لینے کے لئے حضورؒ کمرہ سے باہر برآمدہ میں (جہاں ایک طرف دوائیاں رکھی ہوئی تھیں) تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ آپ اس انتظار کے دوران میرے لئے دعا کریں۔

(11)

خاکسار کی بیٹی طیبہ کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی

تھی۔ ملاقات کے دوران میں نے اس کے لیے دعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا میں بھی چھوٹا تھا تو میرے دائیں بازو کی ہڈی ٹوٹی تھی اور پھر فرمایا ہاتھ لگا کر دیکھ لیں۔ میں نے حسب ارشاد ہاتھ لگایا تو جہاں سے کلائی کی ہڈی ٹوٹی تھی وہاں سے جگہ قدرے اُبھری ہوئی تھی۔

(12)

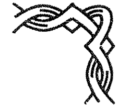
1953ء میں جب فسادات ہوئے تو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ جب آپ دونوں رہا ہو کر ربوہ آئے تو سرگودھا روڈ سے لے کر قصر خلافت کے اندر تک کثرت سے دوست آپ کے استقبال کے لیے دورویہ کھڑے تھے۔ دونوں بزرگ احباب سے مصافحہ کرتے جا رہے تھے اور آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب خاکسار کے پاس پہنچے تو مجھ سے آگے ایک دو آدمی چھوڑ کر حضرت ملک غلام فرید صاحب کھڑے تھے اور اشتیاق سے حضور کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضور نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ان سے فرمایا کہ شاگرد پہلے۔ پھر بعد میں ان سے مصافحہ کیا۔

(13)

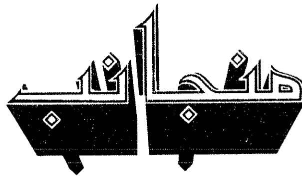
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی جب محترمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ سے شادی ہوئی تو خیال تھا کہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حضور کی اور محترمہ بیگم صاحبہ کے کھانے کی دعوت کی جائے۔ طبیعت میں قدرے حجاب بھی تھا۔ میں نے مرزا لقمان احمد صاحب (جو میرے ساتھ ہی دارالضیافت میں کام کرتے تھے) سے کہا کہ حضورؒ سے درخواست کرنی ہے۔ انہوں نے حضورؒ سے گذارش کی کہ چوہدری صاحب کی ایک درخواست ہے۔ لیکن آپ نے نہ نہیں کرنی۔ چنانچہ حضورؒ نے خاکسار کی درخواست منظور فرمالی اور غالباً 21 مئی کو رات کے کھانے پر دارالضیافت میں تشریف لائے۔ دعوت سے پہلے بیٹھنے کا انتظام جدید بلاک کے اندرونی صحن میں تھا اور کھانے کا انتظام ڈائننگ روم میں۔ محترمہ بیگم صاحبہ اور خواتین کے کھانے کا انتظام سرائے محبت (گیسٹ ہاؤس صدر انجمن) میں تھا۔

حضورؒ اس دن قدرے خاموش تھے۔ جیسے کوئی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو۔ کسی قدر گفتگو کی تو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مرحوم سے اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ سے، خاکسار سے فرمایا کہ اس طرح رات کو کوئی function attend کروں تو میری ڈاک دیکھنے سے رہ جاتی ہے۔

دعوت کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو مجھے خاص طور پر بلا کر شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ دارالضیافت کا شکریہ تو چلتا رہتا ہے۔ یہ آخری تقریب تھی جس میں حضورؒ شریک ہوئے۔ غالباً اگلے دن حضورؒ اور محترمہ بیگم صاحبہ اسلام آباد تشریف لے گئے۔ جہاں حضورؒ کی وفات ہوگئی۔




"ہمارا خدا وہ خدا ہے جو
اب بھی زندہ ہے جیسا کہ
پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی
بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔"








ممبرات لجنہ اماء اللہ دارالذکر، فیصل آباد




دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ

نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ

نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ

مرے مولیٰ! انہیں ہر دم بچانا

یہی اُمید ہے اے میرے ہادی

سبحان الذی اخزی الاعادی

دعاگو

محترمہ راحت مبشر صاحبہ بیت النور، لاہور

پیارے میاں صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

نوٹ: مکرم چوہدری محمد علی صاحب کا ایک طویل مضمون خالد نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں سے اکثر پیراگراف مضمون نگاروں نے اپنے مضامین میں دیئے ہیں ان کو چھوڑ کر باقی میں سے مختلف اقتباس قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں۔

دو کم چالیس برس کا ایک طویل سفر ہے جواب یوں لگتا ہے کہ چشم زدن میں تمام ہوا۔ رہے نام اللہ کا۔ قافلہ سالار مجسم نور، سرتاپا محبت، حسن واحسان کا پیکر شفقت ورحمت کا ایک میٹھا، خوشبودار اور ناپیدا کنار ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جس کی لہروں میں سکون اور سکون میں طوفان کا سا جوش اور ولولہ جس کے حسن اور صداقت پر قدرتِ ثانیہ کی انمٹ مہر ثبت ہو چکی۔ اور جو زلزلوں اور ابتلاؤں کی چکی میں پس کر بھی صحیح سلامت باہر آیا۔ جس کا ارادہ پہاڑوں کی طرح اٹل اور جس کا صبر وتحمل ظلم کی ہر تلوار کو کند اور ستم کے ہر طوفان کا منہ موڑ دینے والا۔ جو عہد کی آواز تھا۔ جس کے قدم قدم پر نصرت الٰہی شامل حال رہی۔ جس کی دلآویز مسکراہٹ نے روتے ہنسا دیئے۔ مردوں کو زندہ کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کا تیسرا باب تھا جس کی جانب روحانیوں کا یہ قافلہ اب بڑھتا ہی چلا جائے گا اس کے مناقب بیان بھی کئے جائیں تو کیسے؟ کتنے واقعات کتنی فتوحات، کتنی حسین یادیں ہیں جو قدم قدم دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات یہ داستان لکھوں بھی تو کیسے۔ ابرِ رحمت جب برستا ہے تو روڑی پر بھی برس جاتا ہے۔ رحمت اور محبت کا یہ بادل تو اوّل سے آخر تک کھل کر برسا اور متواتر برسا۔ اتنا برسا اتنا برسا کہ مجھ جیسے ناچیز ذرۂ حقیر کی تو خیر بساط ہی کیا تھی، کیا اپنے اور کیا بیگانے کیا چھوٹے اور کیا بڑے سب کے رگ و پے کو سیراب کر گیا۔

بلا ترتیب زمانوی ومعنوی متفرق واقعات عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بات تو لامحالہ اپنے حوالے سے ہی ہوگی۔ لیکن ذکر اسی محبوب کا ہوگا جس کی فرقت نے جسم وجاں کو ہلا کے رکھ دیا اور جس کی جدائی پر قدرت ثانیہ کی چوتھی تجلّی زخمی دلوں پر سکینت بن کر اتری اور یوں لگا کہ جانے والا پھر لوٹ کر واپس آ گیا۔

1944ء کے اوائل کی بات ہے۔ عاجز نیا نیا احمدی ہوا تھا نہ کوئی ذاتی خوبی تھی نہ اہلیت، نہ خاندانی خدمات نہ وجاہت، نہ کوئی سیاق نہ سباق نہ جانے کیوں مجھ پر کچھ اس طرح سے نظر عنایت ہوئی کہ اپنے بیگانے سب حیران تھے۔ جس طرح خس وخاشاک سیلاب کی زد میں آکر بہے چلے جاتے ہیں، حضورؒ کے قریب آنے والوں کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ ظاہر ہے میرا اپنا حال بھی اوروں سے مختلف نہ تھا۔ دوسروں کی طرح مجھ نااہل پر بھی جو اڑتیس سال موسلا دھار

بارش ہوئی اس کی کیفیت اور کمیت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یا تھوڑا بہت یہ عاجز۔ حضورؒ کی محبوبیت کا تو یہ عالم تھا میری طرح ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ اسی پر حضورؒ کی خاص نظرِ کرم ہے۔

مَیں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کا امتحان دے کر قادیان دارالامان چلا آیا تھا۔ دارالضیافت میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مئی کا مہینہ تھا۔ ابھی تعلیم الاسلام کالج کا اجراء نہیں ہوا تھا۔ جمعہ کا دن تھا کسی نے بیت الاقصیٰ میں ذکر کیا کہ ایک محمد علی بی اے کے لئے الفضل میں اعلان ہو رہا ہے کالج کے سلسلے میں چنانچہ مَیں حسبِ ہدایت حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صدر کالج کمیٹی مجوزہ تعلیم الاسلام کالج قادیان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے عاجز کو کالج میں بطور لیکچرار فلسفہ تقرری کا ایک دوسطری ارشاد لکھ کر تھما دیا اور فرمایا کہ پرنسپل صاحب سے جا کر مل لوں۔ حضرت قمر الانبیاء کی دلنواز اور محبوب شخصیت سے ملاقات کا شرف عاجز کو پہلے سے حاصل ہو چکا تھا۔ حسبِ ارشاد حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ حاضری بھی نرالی حاضری تھی نہ دفتر کا تکلّف نہ رہائش گاہ پر حاضری۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ سیدھا بیت المبارک کی چھت پر جا سلام کیا۔ جہاں حضورؒ تشریف فرما تھے۔ شلوار اور بغیر کاج کے قمیض نما کرتہ زیب تن تھا سر پر ٹوپی خشخشی ریشِ مبارک، بالوں میں سنہرے رنگ کی جھلک، موٹی غلافی معصوم آنکھیں، کشادہ پیشانی مردانہ حسن کا بہترین نمونہ، وہی معصومیت، سادگی، بے تکلفی، وقار، ذہانت اور اسی نور کا چہرے پر اجالا جو مستقبل میں ایک عالم کو منور کرنے والا تھا

میری حضورؒ سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ دُور سے تو حضورؒ کو خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر بھی دیکھا تھا۔ قریب سے اب دیکھا اللہ اللہ یہ دیکھنا کیا تھا ایک روحانی تجربہ تھا اور اس مسکراہٹ کو اب کون نہیں جانتا جواب تاریخ کا حصّہ بن چکی ہے، مسکرائے اور کچھ اس محبت سے ملے جیسے مدتوں کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں۔ فرمایا کہ تقرری ہوگئی۔ ابھی کالج تو نہیں کھلا لیکن داخلے کے لئے طلباء آنے شروع ہو جائیں گے۔ آپ کو ہوسٹل کا سپرنٹنڈنٹ بھی مقرر کیا گیا ہے۔ گیسٹ ہاؤس میں شفٹ کر جائیں۔ وہیں ہوسٹل کا انتظام ہو گا۔ صدر انجمن کا یہ گیسٹ ہاؤس حضرت مصلح موعود...... کی کوٹھی بیت الحمد کے بالمقابل دارالانوار جانے والی سڑک پر واقع تھا طلباء آنے شروع ہوئے چارپائیاں بھی مل گئیں کھانا چند دن تو لنگر سے آیا پھر ہم خود پکانے لگے۔ حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہ حضورؒ کی قیامگاہ النصرۃ جو دارالانوار کی اسی سڑک کے سرے پر واقع تھی پیدل مع خادمات تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ حضورؒ نے حضرت اماں جان کی کنار عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ تقریباً عصر کے بعد روزانہ ہی ہوسٹل کے سامنے سے گزرا کرتی تھیں۔ ایک دن ہمت کر کے ہم سب راستے میں گیسٹ ہاؤس کے سامنے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ مؤدبانہ سلام کرنے کی جرأت کی تو توقف فرمایا۔ ایک ایک کا نام پتہ دریافت فرمایا۔ بہتوں کو پہچان لیا۔ نیز پوچھا کہ کھانے کا کیا بندوبست ہے۔ ہم نے کہا کہ ابھی برتن وغیرہ نہیں خریدے گئے۔ بجٹ پاس ہونے پر مستقل انتظام ہو گا۔ اگلے دن کیا دیکھتے ہیں دیگچے،

دیگچیاں، پراتیں، پلیٹیں، ڈگر غرضیکہ کھانا پکانے اور کھانے کے تمام ضروری برتن آرہے ہیں۔ ہر برتن پر نصرت جہاں بیگم کے مبارک الفاظ کھدے ہوئے تھے۔ مدتوں ہم نے انہی مقدس اور بابرکت برتنوں میں کھانا کھایا۔ حضورؒ کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی حیا اور شرم تھی۔ اس قسم کی غفلتوں پر جن میں ارادۂ شرارت کا پہلو نہ ہو سرزنش کی بجائے اکثر ستاری اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔ اور ہم لوگ دل ہی دل میں شرمندہ ہو کر رہ جاتے تھے۔ اس کا تجربہ خود بھی بار بار ہوا اور اگر کبھی ہم لوگ بھی اس طریق پر طلباء کی بعض معصوم شرارتوں پر چشم پوشی کرتے تو خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ لاہور کی بات ہے رات کو کسی وقت ہوسٹل میس میں سے بھنا ہوا گوشت کچھ طلباء اڑا لیتے تھے۔ ہم نے نگرانی کی اور جب آدھی رات کے وقت گوشت ایک کمرے میں پہنچ گیا تو مَیں نے بھی عین وقت پر جا سلام کیا۔ گوشت جلدی میں چارپائی کے نیچے چھپا دیا گیا تھا جو داخل ہوتے وقت نظر آرہا تھا۔ کمرہ بھی گوشت کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ عاجز ان طلباء کے درمیان تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھ کر غیر متعلق باتیں کرتا رہا اور انہیں کچھ بھی نہ کہا۔ اس پر عاجز کی شکایت ہوئی کہ چور پکڑا لیکن چھوڑ دیا۔ حضورؒ کو انف سُن کر بہت ہنسے اور فرمایا یہ لڑکے بہت اچھے ہیں۔ آج وہ سب بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت سے نہایت درجہ اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد گوشت خوری کی یہ شبینہ محفل ختم ہوگئی۔

ابھی قادیان میں کالج شروع ہوئے دو چار ہی دن ہوئے تھے کہ رات کو شدید بارش ہوئی صبح اٹھے تو گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ہم نے گیسٹ ہاؤس سے حضورؒ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ بارش ہو رہی ہے ہوسٹل کالج سے فاصلے پر ہے آج چھٹی کا اعلان کیا جائے۔ اس پر جو جواب آیا وہ کچھ اس طرح سے تھا: اچھا! اگر کل بھی بارش ہوئی اور پرسوں بھی تو پھر! اس پر ہم لوگ بہت شرمندہ ہوئے کہ ایسی نامعقول درخواست بھیجی ہی کیوں۔ اور کالج جانے کی تیاری کرنے لگے۔ ابھی دو چار منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ حضورؒ بنفس نفیس خود ہوسٹل میں تشریف لے آئے۔ ہماری اپنی یہ حالت تھی کہ اپنی احمقانہ درخواست پر نادم تھے۔ ہم نے معذرت کرنی چاہی تو فرمایا کہ چلو بڑے کمرے میں چل کر بیٹھو۔ کمرہ چارپائیوں سے پُر تھا۔ ایک چارپائی پر حضورؒ تشریف فرما ہوئے۔ جب ہم نے معافی مانگی تو فرمایا کہ:۔

اب اس جرم کی سزا یہ ہے کہ ایک تو آج چھٹی۔ دوسرے اپنی نظم سنائیں۔ میرے پاس اس محبت اور شفقت کا کیا جواب تھا۔

حضورؒ کی قوت فیصلہ و معاملہ فہمی تو ضرب المثل تھی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کو منصب خلافت پر فائز فرمایا تو چشمِ دنیا نے حضورؒ کی شخصیت کے اس پہلو کو کھل کر ملاحظہ کیا۔ سینیٹ اور یونیورسٹی کے دیگر اجلاسوں میں حضورؒ کو انتہائی عزت اور احترام کا مقام حاصل تھا۔ سینیٹ یونیورسٹی کی پارلیمنٹ سمجھی جاتی ہے۔ ایک اجلاس میں جس میں حضورؒ شامل نہ تھے کوئی نامناسب فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس اجلاس کی کاروائی

اگلے اجلاس میں برائے تصدیق پڑھی جارہی تھی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کاروائی یعنی صحیح منٹس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔لیکن جب اس مقام پر پہنچے جہاں اس فیصلے کا ذکر تھا تو حضورؒ نے تعجب سے فرمایا کہ یہ فیصلہ آپ نے کس طرح کر دیا اس پر مسٹر یو کرامت وائس چانسلر صاحب نے فرمایا مرزا صاحب پھر کیا کرنا چاہیے۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ مَیں تو کہوں گا اسے کالعدم کردیں۔ اس پر وائس چانسلر صاحب نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ ایوان میں سے کسی ایک نے بھی اعتراض نہ کیا کہ حسبِ قواعد یہ نہیں ہوسکتا اور اپنی خاموشی سے اِس نئے فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ نہ معلوم بعد میں اس فیصلے کا کیا حشر ہوا۔ ایک مرتبہ سینٹ ہی میں پنجاب یونیورسٹی کے نئے کیمپس کا معاملہ پیش تھا۔ کروڑوں کا بجٹ تھا۔ سارے ایوان کا ماحول اس تجویز کے حق میں معلوم ہوتا تھا کہ یونیورسٹی کو نئے کیمپس میں شہر کے باہر لے جایا جائے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ مَیں اس کے خلاف ہوں۔ اگر یونیورسٹی کی نئی عمارت بنانی ہے تو اندرونِ ملک شہروں کے خرخشوں سے پاک آکسفورڈ، کیمبرج اور علی گڑھ کے نمونے پر کسی مناسب جگہ پر بنائی جائے۔ بصورت دیگر اتنی رقم اینٹوں اور سیمنٹ پر خرچ کرنے کی بجائے انسانوں پر خرچ کی جائے۔ یعنی طلباء اور اساتذہ کو معقول وظائف دیئے جائیں اور ان کی ملک میں اور بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ یہاں تک کہ کالج اور یونیورسٹی ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طلباء اور اساتذہ سے بھر جائیں۔ لائبریریوں میں کتب اور معیاری رسائل کا انتظام کیا جائے اور لیبارٹریوں کو جدید تقاضوں کے مطابق آراستہ کیا جائے۔ حضورؒ کی اس تقریر کے بعد سارے ایوان کی رائے کچھ اس طرح بدلی کہ وائس چانسلر صاحب کو حضورؒ سے عرض کرنی پڑی۔ انہوں نے وقفے کے دوران حضورؒ کے سامنے لفظاً ہاتھ باندھ کر ادب سے عرض کیا کہ میاں صاحب خدا کے لئے تجویز کی مخالفت نہ فرمائیں۔ یہ صدر صاحب کا حکم ہے فیصلہ ہو چکا ہے صرف قانونی طور پر سینٹ کی منظوری لی جارہی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ میری رائے تو وہی ہے جو پہلے تھی۔ ہاں حکومت کے فیصلے کے خلاف مَیں نہیں بولوں گا۔

1953ء میں سنتِ یوسفی کی پیروی میں حضورؒ کچھ عرصہ جیل میں رہے تو عام قیدیوں اور بعض لمبی مدت کے قیدیوں نے ایسا محبت کا تعلق قائم کیا کہ جس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتی۔ یہ لوگ حضورؒ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے اور حضورؒ اس محبت کے تعلق کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے دلداری کا سلوک فرماتے۔ جب حضورؒ جیل میں تھے تو عاجز ملاقات کے لئے جیل میں حاضر ہوا۔ حضورؒ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب...... ملاقات کے کمرے میں تشریف لائے تو سپرنٹنڈنٹ جیل احتراماً کھڑے ہوگئے۔ دونوں بزرگ کرسیوں پر تشریف فرما ہوئے تو یوں لگا جیسے دو حسین وجمیل خوشبودار خوش رنگ پھول کسی ویرانے میں کھل اٹھے ہوں۔ ایسے چہرے جیل کو نہ جانے کتنے سال کے بعد دیکھنا نصیب ہوئے تھے جو اپنی بے گناہی کے جرم میں پکڑے گئے ہوں۔ مَیں نے عرض کی کہ کوئی تکلیف تو نہیں حضورؒ نے فرمایا کہ ہمیں تو خوشی ہے۔ تکلیف کس بات کی۔ فرمایا جیل کے قیدی بہت پیار سے پیش آتے ہیں اور چھوٹے

چھوٹے کام بھی ہمیں نہیں کرنے دیتے۔ نیز فرمایا ایک معمر قیدی ہیں جو فسادات کے ضمن میں قیدی بن کر آئے تھے وہ تہجد باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اور بلند آواز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں اور بد دعائیں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ہمیں تو ان کی گالیوں پر بھی غصے کی بجائے پیار آتا ہے کہ وہ گالیاں اس لئے دے رہے ہیں کہ انہیں ہمارے آقا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت اور عشق ہے۔ نیز فرمایا اور تو اَور فسادات میں گرفتار ہونے والے بعض غیر احمدی لیڈروں کی ضروریات بھی ہماری وجہ سے پوری ہو رہی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان تھی کہ جب اندر کمرے میں ہر دو بزرگ عزت کے ساتھ کرسیوں پر تشریف فرما تھے عین اس وقت ایک بہت بڑے لیڈر جو فسادات میں ماخوذ ہوئے تھے چلچلاتی دھوپ میں اسی کمرے کی سلاخ دار کھڑکی کے باہر ملاقات کر رہے تھے۔ ملاقاتی کمرے کے اندر کھڑا تھا اور وہ صاحب باہر۔ مَیں نے یہ ملاقات ایک آرمی افسر کے ذریعہ کی تھی۔ جو غیر از جماعت تھے اور عاجز کے کلاس فیلو۔ مَیں ساتھ کچھ پان لے گیا تھا کہ حضورؒ کبھی کبھی پان سے شغف فرماتے تھے۔ اس خیال سے کہ مَیں جس کے ہمراہ آیا ہوں اس کی وجہ سے کوئی چھوٹی موٹی چیز اس طرح اندر لے جانے کی ممانعت نہیں ہوگی۔ مَیں نے پان حضورؒ کی خدمت میں پیش کئے تو حضورؒ نے فرمایا کہ یہ تو خلافِ قانون بات ہے اور پان لینے سے انکار فرما دیا۔

جب قدرتِ ثانیہ کا تیسرا ظہور ہوا اور حضورؒ نے خلعتِ خلافت زیبِ تن فرمائی تو انہی دنوں پروفیسر (ڈاکٹر) ناصر احمد خان پروازی کا فیصل آباد کی ایک محفل میں جانا ہوا جہاں حضورؒ کے ایک کلاس فیلو بھی تشریف فرما تھے جو غالباً نواب زادہ میاں حامد احمد خان کے اعزّہ میں سے تھے اور غیر از جماعت تھے۔ ڈاکٹر پروازی صاحب سے ملے تو کہنے لگے بھئی مبارک ہو آپ کو نیا لیڈر بہت خوب ملا ہے۔ ہم اکٹھے پڑھتے تھے اور ہم انہیں کہا کرتے تھے کہ آپ کے دادا جانؑ کا تو ہمیں پتہ نہیں لیکن اگر آپ نبوت کا دعویٰ کر دیں تو ہم آپ کو سچا تسلیم کر لیں گے۔ عاجز عرض کرتا ہے کہ یہ محض ایک نوجوانوں والا مذاق نہیں تھا۔ حضورؒ کے تقویٰ طہارت کا ایسا ہی اثر ملنے والوں پر ہوا کرتا تھا۔

سچے لوگوں کی علامت ہے کہ جتنا قریب سے دیکھیں اتنے ہی سچے لگتے ہیں عاجز کو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ عاجز حلفاً عرض کرتا ہے کہ عاجز نے اوّل دن سے حضورؒ کو سفر حضر، جلوت خلوت غرض کہ ہر حال میں سچا، شفیق، حلیم، صابر اور کریم پایا۔ بعد میں تو جب اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کو قدرتِ ثانیہ کی خلعت پہنائی اور دکھی انسانیت کا دکھ حضورؒ کا دکھ بن گیا تو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ لیکن عاجز عرض کرتا ہے کہ اس سے پہلے بھی حضورؒ کے گرد وپیش اور قرب میں رہنے والوں پر بھی ایسا ہی اثر ہوا کرتا تھا۔ چوہدری محمد بوٹا صاحب ایک غیر از جماعت طالب علم لاہور میں ہوا کرتے تھے۔ ذہین، محنتی اور کھلاڑی۔ آج کل Irrigation میں ریسرچ میں بہت بڑے افسر ہیں۔

انہوں نے لمبے عرصے کے بعد حضورؒ کی خدمت میں لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ مَیں اپنا نام تبدیل کرنا چاہتا ہوں میرے دل میں آپ کے لئے بے حد احترام اور عقیدت ہے اور نہ ہی مجھے آج تک آپ جیسا عظیم انسان ملا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو مَیں بھی اپنا نام ناصر رکھ لوں۔ چنانچہ آج وہ اسی نام سے موسوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کو قدرتی رعب اور جلال سے نوازا ہوا تھا۔ باوجود اس قرب اور محبت کے بڑے سے بڑے حضورؒ کا سامنا کرنے سے کتراتے۔

روئنگ کا ایک واقعہ ہے۔ 1953ء کے فسادات کے بعد کی بات ہے۔ ابھی مارشل لاء ذرا نرم شکل میں نافذ تھا۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں روئنگ ایسوسی ایشن کی انتظامیہ کا اجلاس ہوا۔ مکرم پروفیسر اشفاق علی خان صدر تھے۔ آرمی کی طرف سے خود جنرل محمد اعظم صاحب شامل ہوئے۔ عاجز بھی رکن تھا۔ زیر بحث معاملہ یہ تھا کہ ریلوے کی خواتین کی کشتی رانی کی ایک کلب کی طرف سے جو ایسوسی ایشن سے ملحق تھی یہ شکایت کی گئی تھی کہ کالجوں کے طلباء انہیں تنگ کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ تعداد میں ہمارے ہی کالج کے طلباء وہاں جاتے تھے کیونکہ ہمارے پاس کھیل کا کوئی اور میدان نہیں تھا۔ جب کوائف سامنے آئے تو پتہ چلا کہ طلباء بہت بیہودگیاں کرتے ہیں۔ اس پر جنرل صاحب بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اگر ایسی غنڈہ گردی جاری رہی تو آرمی اپنا الحاق واپس لے لی گی۔ اس پر ایک بہت سخت قسم کا ریزولیوشن پاس ہوا اور تمام کالجوں کے پرنسپلوں کو تنبیہہ کی گئی کہ اب اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا تو وہ ذاتی طور پر ذمہ دار سمجھے جائیں گے۔ اور سخت کارروائی کی جائے گی۔ جب ریزولیوشن پاس ہو گیا تو خواتین کی کلب کی نمائندہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ریزولیشن درست نہیں۔ سب نے یہی سمجھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کافی نہیں لیکن انہوں نے کہا کہ اس میں ایک ترمیم ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس ریزولیوشن میں سے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کا نام نکال دیا جائے۔ کیونکہ ہمیں اس کالج کے طلباء سے کوئی شکایت نہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق ترمیم کی گئی اور اس ترمیم کے متعلق بعض اراکین نے حضورؒ کی تعریف میں بھی کلمات کہے کہ وہ خود دریا پر تشریف لے جاتے ہیں۔

کالج اور ہوسٹل کی تفصیلی نگرانی فرماتے۔ ہر قدم پر حضورؒ کی رہنمائی حاصل رہتی۔ جیسا کہ عرض کیا کہ نرمی سختی دونوں کرتے لیکن صرف تربیت اور اصلاح کا پہلو پیش نظر رہتا۔ سزا بھی دیتے مگر کراہت کے ساتھ۔ لیکن جہاں سزا ضروری ہوتی ضرور دیتے۔ قادیان میں ایک دفعہ کچھ طلباء کو بدنی سزا دینے کا فیصلہ ہوا عاجز سے فرمایا کہ سزا کا نفاذ کیا جائے۔ حسب تعمیل ارشاد میں عاجز نے سزا دینی چاہی تو نہ جانے عاجز کے دل کی کیفیت کو کس طرح بھانپ لیا۔ فرمایا رک جائیں۔ سزا تمہیں نہیں ان کو دی جا رہی ہے۔ سزا دیتے تو شدت غم سے کتنا کتنا عرصہ گھر سے باہر تشریف نہ لاتے۔ اور جس خوش قسمت سے یہ بظاہر ناخوشگوار تعلق قائم ہو جاتا اس کا نصیبہ جاگ اٹھتا اور اس سے ایسی محبت کا تعلق قائم ہو جاتا جس کی لذت کا اندازہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور اس میں

اپنوں، بیگانوں کی تخصیص نہ ہوتی۔ بلکہ اپنوں کا زیادہ سختی سے محاسبہ فرماتے سزا کے بعد عنایات کی بارش شروع ہو جاتی اور اس دکھ کو کبھی نہ بھولتے جو سزا دے کر حضورؒ کو پہنچتا۔ لاہور میں ایک نہایت مخلص، ذہین شریف اور محنتی طالب علم تھے۔ کلاس میں امتیازی پوزیشن لیتے اعلیٰ درجے کے کشتی رانی اور کبڈی کے کھلاڑی تھے۔ رتن باغ سے اس عزیز کے لئے پکوان آیا کرتے۔ گرمیوں میں اسے پہاڑ پر بھجوایا۔ غرضیکہ بیٹوں کی طرح اس سے پیار کرتے اور اس عزیز کے مستقبل کے لئے قیاس فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایک چھوٹی سی بات بڑی ہوگئی اور ایسی صورت پیدا ہوئی کہ سزا کا دیا جانا ناگزیر ہو گیا۔ عاجز نے حضورؒ کو بہت کم، بہت ہی کم موقعوں پر سب کے سامنے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن اس دن جب حضورؒ اس عزیز کے اخراج از کالج کے فارم پر دستخط فرما رہے تھے تو حضورؒ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پھر کالج ربوہ منتقل ہوگیا تو کبھی کبھی اس عزیز کی خیریت پوچھتے۔ پھر اچانک پتہ چلا کہ عزیز موصوف ایک معزز عہدے پر فائز ہو گئے ہیں تو بہت خوش ہوئے پھر ان کا بیٹا اسی کالج میں داخل ہوا۔ عاجز کو یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا اس لڑکے کو جانتے ہو کون ہے۔ اس کے والد کا نام لے کر فرمایا یہ ان کا لڑکا ہے۔ اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

مسند خلافت حقہ پر متمکن ہونے کے بعد علی الصبح جس طالب علم سے ملاقات فرمائی اور جسے بطور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے پہلے خط سے نوازا وہ ایسا ہی طالب علم تھا۔ یعنی عزیز لطف الرحمٰن ابن برادر مکرم چوہدری ثناء اللہ شبلی صاحب۔ عاجز کو فون پر ارشاد ہوا ان کے لئے خط انگریزی میں لکھا جائے، عزیز موصوف وہ ڈرافٹ محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب کی معیت میں آن کر عاجز سے لے گئے۔ عاجز نے ان کو اس عظیم عزت افزائی پر مبارک باد بھی دی۔ عاجز جانتا تھا کہ قرب کا ایسا اظہار کس کے لئے ہو رہا ہے پرائیویٹ سیکرٹری بھی دم بخود تھا کہ اس غم کی کیفیت میں بھی عزیز کو نوازا جا رہا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ہوسٹل میں تشریف لاتے اور آدھی آدھی رات تک بیمار طلباء کے سرہانے بیٹھ کر چمچے کے ساتھ اپنے دست مبارک سے خود دوائی پلایا کرتے اور تسلیاں دیا کرتے۔ اس لطف وعنایت کو دیکھ کر دوسرے طلباء کہا کرتے کہ ہمارا بھی بیمار پڑنے کو جی چاہتا ہے۔ غریب طلباء کی بہت دلداری فرماتے اور امداد اس رنگ میں فرماتے کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہوتی۔ جو طلباء مزدوری کر کے پڑھتے ان کی خاص قدر فرماتے اور اس محبت سے ان کا ذکر فرماتے کہ ایسے طلباء کا سر فخر سے بلند ہو جاتا۔ ذہین طلباء کھلاڑیوں اور جسمانی طور پر کمزور طلباء کے لئے سویابین، دودھ اور ادویہ کا خاص اہتمام کیا جاتا۔

طلباء سے تعلق بے حد محبت اور تکریم کا ہوا کرتا۔ داخلے کے وقت جب انٹرویو فرماتے تو کھڑے ہو کر طالب علم سے ملتے اور کھڑے ہو کر مصافحہ کے بعد رخصت فرماتے۔

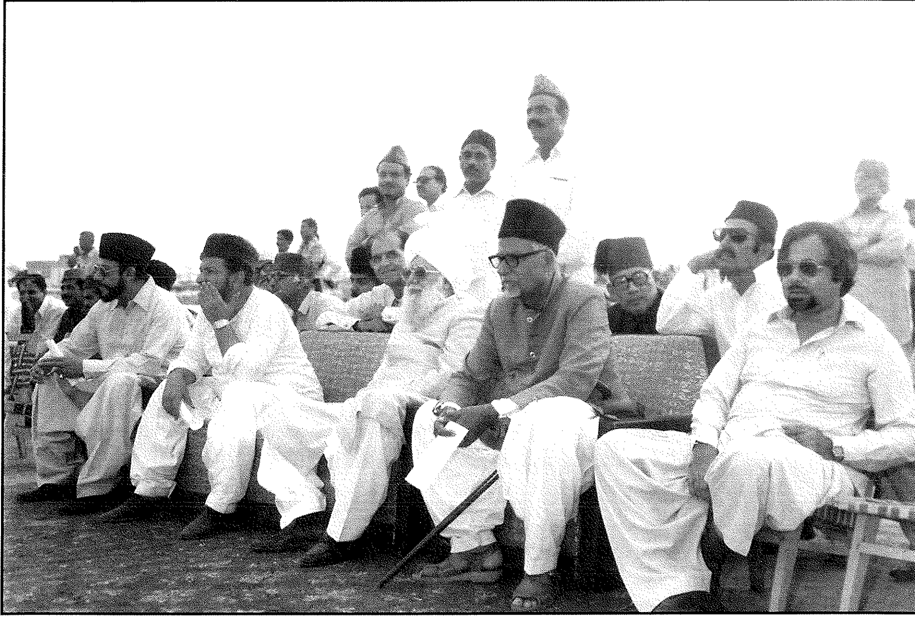
مرحوم مبشر احمد جو بے حد بے ہونہار، نیک اور ذہین طالب علم تھا اور گکھڑ کا رہنے والا تھا نہایت ظالمانہ طور پر سرِ بازار قتل کر دیا گیا۔ حضورؒ ان دنوں کراچی میں تشریف

فرماتے تھے۔ جب مبشر کی وفات کی اطلاع حضورؒ کی خدمت میں پہنچی رات گئے تقریباً بارہ ایک بجے کا عمل ہوگا کہ حضورؒ کا فون آیا کہ تفصیل بتائی جائے۔ مبشر تو گئی ہیں فرمایا مجھے نیند نہیں آرہی اور بے حد بے چینی ہے۔ کیا یہ وہی مبشر تو نہیں جو ہر وقت مسکراتا رہتا تھا افسوس کہ یہ وہی مبشر احمد تھا جس کی وفات پر آپؒ اس طرح بے چین ہو گئے تھے۔

طلباء کے اجتماعات میں خواہ وہ کھیل ہوں یا مباحثے پکنک ہوں یا کوئی اور تقریب دلی نشاط سے شامل ہوتے اور حظ اٹھاتے۔ کشتی رانی کے میچوں میں تقریباً آدھ میل تک کشتی کے ساتھ ساتھ دوڑتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ دوسرے کالجوں کے طلباء ہم سے کہا کرتے کہ کاش ہمارے پرنسپل بھی کھیلوں میں اتنی دلچسپی لیں۔

ایک مرتبہ ایک نوجوان نے جو جماعت کے ایک نہایت مخلص اور معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کی دلزلے کار پر ایک طنزیہ مضمون لکھا اور المنار کے انگریزی حصے میں چھپنے کے لئے دیا۔ وہ خود ایک بہت بڑی نئی کار میں کالج میں آیا کرتے تھے۔ اور دلزلے ایک چھوٹی سی پرانی کار تھی۔ محدود مجلس میں حدود کے اندر رہ کر ہلکا پھلکا مزاح ایک الگ بات ہے لیکن اس طرح عام اشاعت کے لئے ایسے مضمون کا المنار میں چھپنا ایک بالکل دوسری بات۔ چنانچہ عاجز نے مضمون شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضورؒ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ مضمون ضرور چھپنا چاہیے۔ مَیں نے حتی الامکان مضمون کو نرم کر کے چھاپ دیا۔ جس وقت المنار کا یہ شمارہ تقسیم ہوا اس کے چند گھنٹے بعد وہ طالب علم کانپتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ادھر یہ مضمون شائع ہوا اور ادھر میری اپنی کار کی ٹکر ہوگئی اور وہ پاش پاش ہوگئی۔ مَیں وہ شمارہ دکھانے کے لئے ساتھ لے گیا تھا۔ شکر ہے کہ میری جان بچ گئی۔ مَیں اللہ کے بندے کی کار پر استہزاء کا مرتکب ہوا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل گئی۔

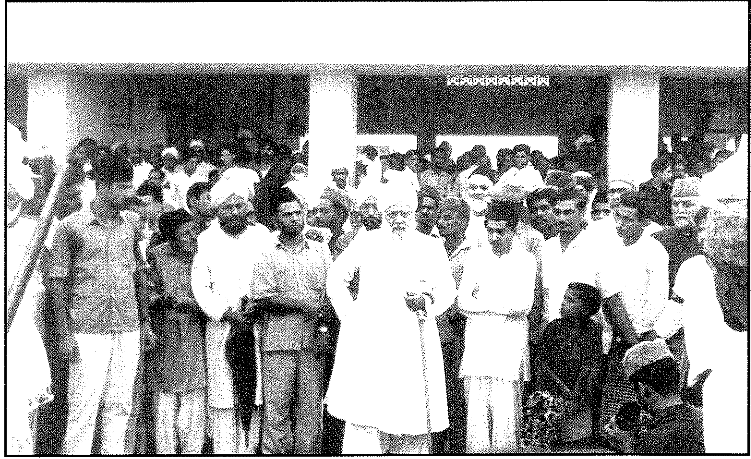
مغربی پاکستان کے کھلاڑی قومی اولمپک مقابلوں میں شمولیت کیلئے ڈھاکہ گئے۔ ہر ایسوسی ایشن کی طرف سے ہر کھیل کے کھلاڑی مل ملا کر ہزاروں تک تعداد پہنچتی تھی۔ عاجز کے دل میں خیال آیا ان سب کی دعوت جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کی طرف سے کسی بلند پایہ ہوٹل میں ہو تو یہ ایک عمدہ طریقہ کھلاڑیوں کی تکریم کا ہوگا۔ اندازہ لگایا تو خرچ زیادہ معلوم ہوا۔ اس پر عاجز خاموش ہو گیا۔ واپس آ کر عاجز نے اپنے اس عندیے کا ذکر کہیں حضورؒ کی خدمت میں کر دیا تو بہت افسوس کا اظہار کیا کہ فون پر یا تار کے ذریعے کیوں مشورہ نہ کیا۔ عرصہ تک جب بھی یہ بات یاد آتی فرمایا کرتے یہ جائز خرچ تھا۔ آپ نے کیوں ہمارے متعلق حسن ظنی سے کام نہ لیا۔ عاجز عرض کرتا ہے کہ یہ حضورؒ کا طریق تھا کہ ایک پائی بھی ناجائز خرچ ہو تو ناپسند فرماتے تھے اور جہاں خرچ ضروری ہو بے دریغ خرچ کرتے تھے اور جیب کی پرواہ نہیں فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حضورؒ سے سلوک بھی ایسا ہی تھا۔ کہیں نہ کہیں سے رقم آ ہی جاتی تھی۔ جب کالج ربوہ میں بن رہا تھا تو عاجز بھی ایک لمبے عرصے تک حضورؒ کے ساتھ ڈیوٹی پر رہا۔ ان دنوں مالی لحاظ سے جماعت بہت کٹھن حالات سے گذر رہی تھی 1953 کے فسادات



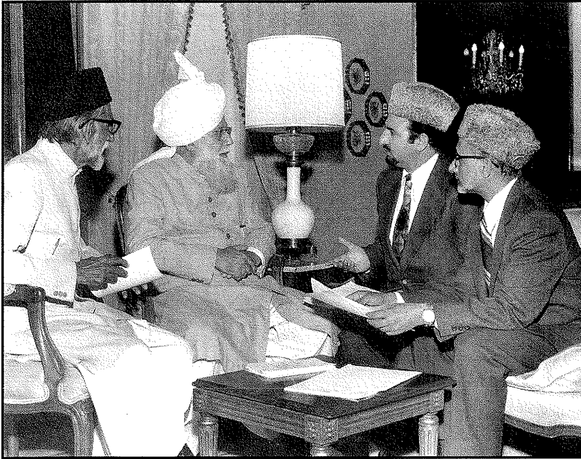
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک تقریب کے موقعہ پر



ایک تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور بائیں طرف صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نمایاں ہیں۔



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
کی پہلے دورہ مغرب 6 جولائی 1967ء
کو ربوہ ریلوے اسٹیشن سے روانگی



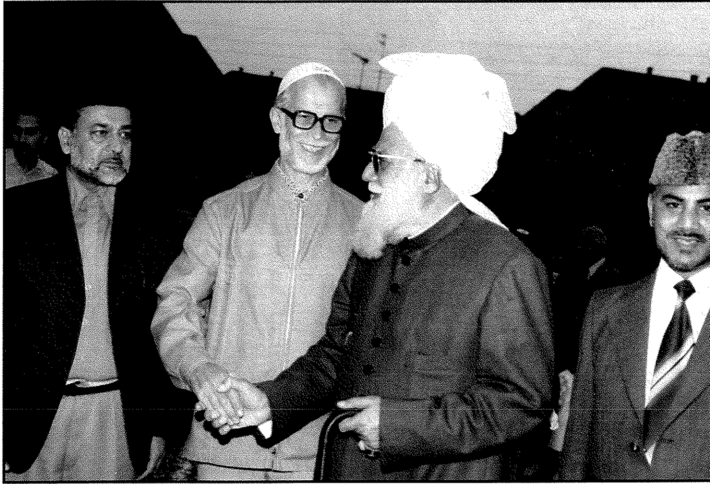
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ 1980ء
میں دورہ امریکہ کے دوران مربیان
کو ہدایات دے رہے ہیں۔
مولوی محمد صدیق گورداسپوری، مسعود احمد جہلمی،
اور ماسٹر محمد ابراہیم جمونی صاحب



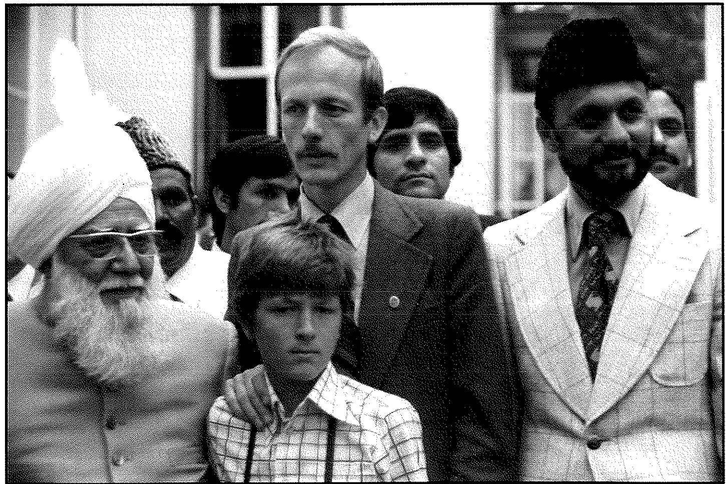
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
جرمنی کی سوال و جواب کی محفل میں رونق افروز ہیں



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
ایک جرمن سے مخاطب ہیں



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
ڈنمارک کے نو احمدیہ ہینسن صاحب
کا ہاتھ پکڑے ہوئے، بائیں طرف
محترم سید میر مسعود احمد صاحب



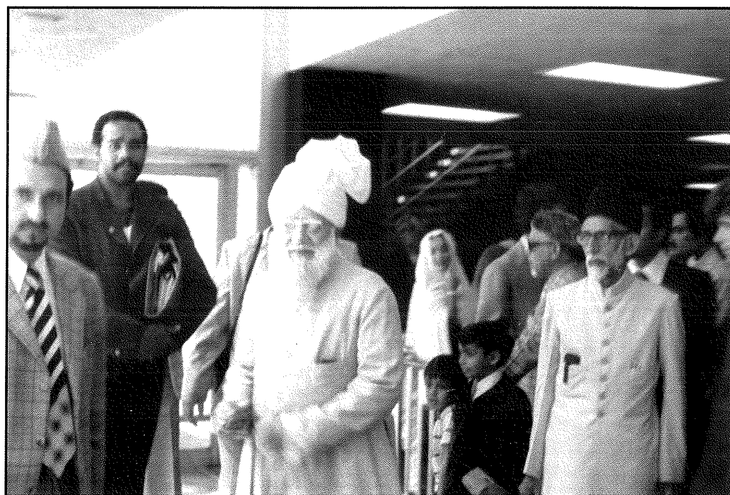
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
ناروے کے احباب کے ساتھ
بائیں طرف سید کمال یوسف صاحب
درمیان میں مکرم نور احمد صاحب بولستاد
ناروے کے ابتدائی احمدی



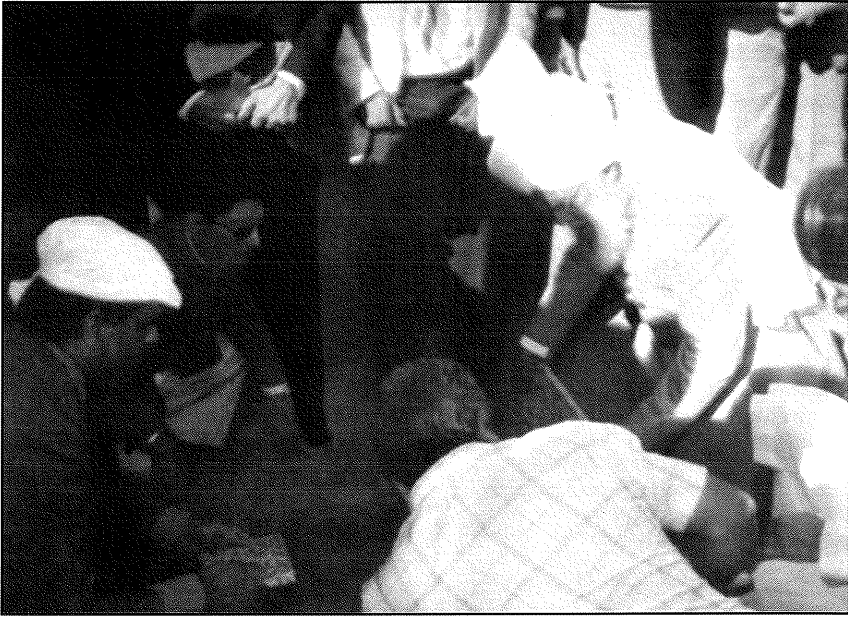
سپین میں بیت البشارت کا سنگ بنیاد
رکھنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
خطاب فرما رہے ہیں مولوی کرم الٰہی ظفر
صاحب حضورؒ کے پہلو میں



احباب جماعت سپین کے ساتھ



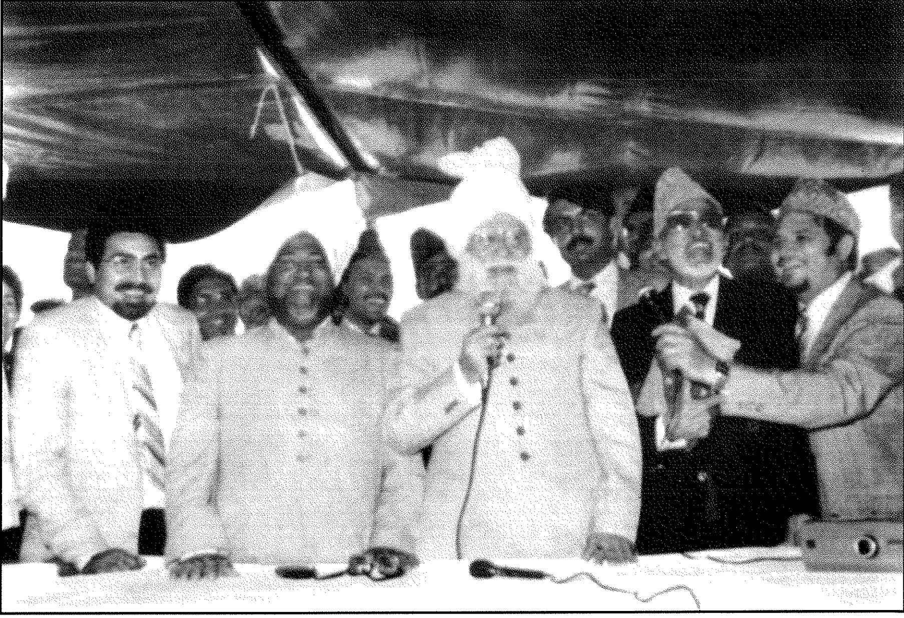
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
1980ء میں دورہ امریکہ کا ایک منظر



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیت البشارت کا سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں



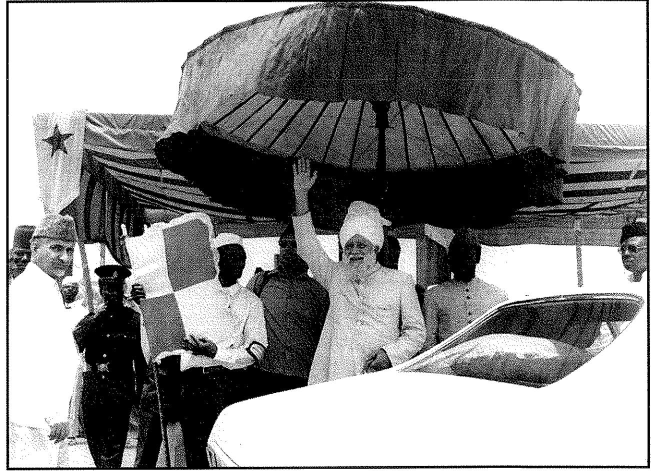
سنگ بنیاد کے بعد خدائے بزرگ و برتر کے حضور، سرزمین سپین میں نشاۃ ثانیہ کے لیے پرسوز دعا کا منظر



پیدرآباد سپین میں سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حاضرین سے خطاب فرمارہے ہیں



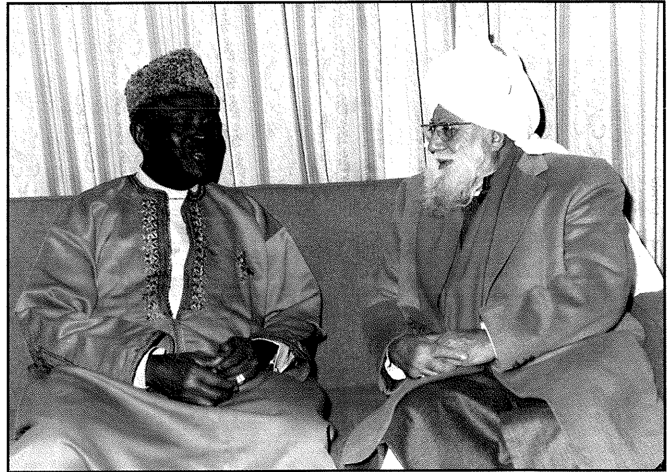
پیدرآباد میں بیت البشارت کے پلاٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے خدام کے ساتھ بائیں طرف آرکیٹکٹ اور مقامی گورنر کا نمائندہ



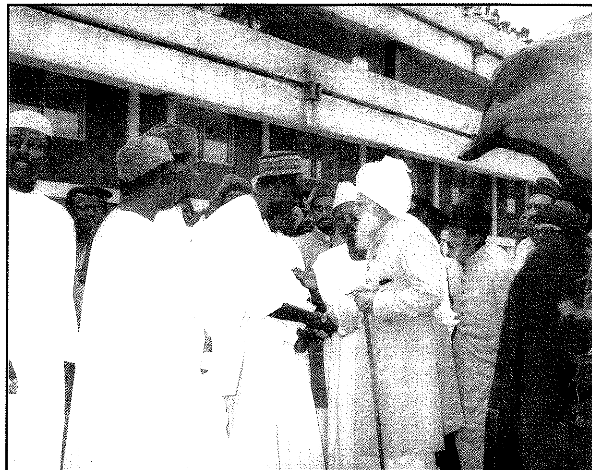
1970ء میں غانا میں
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا استقبال



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نائجیریا کے
سربراہ حکومت یعقوبو گوون کو تحفہ دے رہے ہیں



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
ایک معزز شخصیت سے گفتگو فرما رہے ہیں



1980ء میں
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا غانا میں استقبال



غانا میں ایک تقریب



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک پادری سے مخاطب

ابھی ختم ہی ہوئے تھے ہوسٹل اور کالج کے لئے بہت محدود بجٹ منظور ہوا تھا جس کوٹھی میں آجکل صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب تشریف رکھتے ہیں یہیں حضورؒ کی رہائش تھی نہ بجلی نہ پانی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ صبح جاگیں تو جوتا پہننے سے پہلے سونٹے سے اسے ہلاتے تھے کہ کوئی بچھو نہ گھس آیا ہو۔ عاجز کو تو علم نہیں کہ حضورؒ کس وقت سوتے تھے علی الصبح تہجد کے وقت اٹھتے کوٹھی کی بطخیں ایڑیوں پر چونچیں مار مار کر فجر کی نماز کے لئے بیدار کرتیں۔ فجر کی نماز کے بعد حضورؒ نہایت شیریں آواز میں ایک ربودگی کے عالم میں تلاوت فرماتے۔ ناشتہ حضورؒ کالج کیمپس میں جا کر کرتے۔ یعنی صرف چائے کی ایک آدھ پیالی۔ کھانا لنگر سے آتا۔ حضورؒ سارا دن اس چلچلاتی دھوپ میں مزدوروں کے درمیان کھڑے ہو کر کام کی نگرانی فرماتے۔ دور دور تک کوئی درخت نہ تھا۔ جس کے سائے میں ستایا جا سکتا۔ وقفہ کے وقت نماز ظہر ہوتی اور کھانا۔ پھر حسابات ملاحظہ فرماتے۔ رقم ختم ہو جاتی اور ٹھیکدار اور مزدور مطالبہ کرتے تو عطایا کے لئے مختلف دوستوں کو بھیجتے۔ جہاں تک عاجز کا علم ہے کبھی ایسا موقع پیش نہیں آیا کہ عطیہ وقار اور تکریم کے ساتھ نہ ملا ہو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ لاہور میں خان بہادر ڈاکٹر قاضی محمد بشیر صاحب مرحوم نے خالی چیک دستخط کر کے عاجز کے سامنے رکھ دیا کہ جتنی رقم چاہوں لکھ لوں لیکن حضورؒ کی طرف سے ممانعت تھی کہ پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ نہ لیں۔

ان دنوں آندھیاں بہت آیا کرتی تھیں ایک دن شام کو آندھی آئی اور پہاڑی سے باریک کنکر اڑنے لگے چہرے پر یوں لگتے تھے جیسے گولی لگتی ہے۔ ایسے موقعوں پر چہرے کو چادر یا تولئے سے ڈھانپ لیا جاتا تھا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر کالج سے روانہ ہوئے تو ایک گڑھے میں جا گرے جو بائیالوجی لیبارٹری کے پاس زیر زمین پانی دریافت کرنے کے لئے کھودا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا چوٹ نہیں آئی۔ گڑھے کے اندر آندھی سے بہت بچاؤ ہو گیا۔ حضورؒ نے وہیں قدرے توقف فرمایا۔ آندھی کی شدت کم ہوئی تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلے اور بمشکل گھر پہنچے۔ کاش مجھ نالائق کا ہاتھ قیامت کے دن بھی اس مقدس ہاتھ میں ہو اور اللہ تعالیٰ حشر کے درپیش گڑھوں سے محض اپنی ستاری سے بخیریت وعافیت گزار دے۔ اس کی مغفرت سے یہی امید ہے۔

ادب کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اختلافِ رائے بھی ہوتا لیکن گستاخی کی نوبت نہ آئی۔ سوائے ایک مرتبہ کے جو سراسر میری شامت اعمال کے نتیجے میں سرزد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ اس جلسہ سالانہ کی بات ہے جو ربوہ کی سرزمین پر پہلی بار منعقد ہوا تھا اور خیموں میں ہوا تھا۔ کالج تو لاہور میں تھا جلسے سے کئی دن پہلے جب ہوسٹل کا قافلہ جلسے کے لئے روانہ ہونے لگا تو خیمے ہمراہ تھے۔ مَیں نے بھی خیمے کا کرایہ ان کے سپرد کیا کہ ایک خیمہ میرے لئے اور غیر از جماعت خواتین کے لئے لیتے جائیں۔ اسی طرح ایک ایک خیمے کے لئے مکرم ومحترم ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی اور مرحوم چوہدری فضل داد صاحب نے بھی پیشگی رقم ادا کی۔ مَیں ربوہ کے اسٹیشن پر مغرب کے وقت پہنچا میرے ہمراہ خواتین بھی تھیں پلیٹ فارم تو کوئی تھا نہیں ان کو وہیں

23

ریلوے لائن کے پاس بٹھایا اور کالج کے خیموں کی تلاش میں نکلا۔ کہیں کہیں لالٹینیں اور موم بتیاں جل رہی تھیں۔ آخر کالج کے خیمے مل گئے لیکن پتہ چلا کہ ہمارے خیموں پر اور لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے اور وہ خالی نہیں کر رہے۔ اس پر میرے دوسرے ساتھی بھی پریشان تھے کہ اتنے میں حضورؒ تشریف لے آئے مجھے علم نہ تھا کہ اس سے پہلے بھی اس سلسلے میں اوروں کی حضورؒ سے تکرار ہو چکی ہے لاہور سے چلتے وقت، نہ بعد میں ہم نے حضورؒ کی خدمت میں نہ کوئی اطلاع کی تھی اور نہ ہی ان کی ذمہ داری تھی۔ عاجز نے اصرار سے عرض کیا کہ خیمہ خالی کروا کر دیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ مَیں کس طرح خالی کروا سکتا ہوں۔ اس پر عاجز نے عرض کیا کہ آپ ہم پر رعب نہ ڈالیں۔ ''بیعت ہم نے حضرت صاحب کی کی ہے آپ کی نہیں''، عاجز عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً مسکرایا ہوگا کہ کوئی بات نہیں بیعت ان کی بھی کرو گے۔ چنانچہ عاجز چلا گیا اور خواتین کو کہیں نہ کہیں جگہ مل گئی۔ آدھی رات گزر چکی تھی کہ حضرت میر داؤد احمد صاحب مرحوم لالٹین لئے تلاش کرتے ہوئے ہم تک پہنچے اور فرمایا کہ حضورؒ بہت پریشان ہیں کہ آپ کے ہمراہ تو خواتین بھی ہیں جن کا انہیں علم نہ تھا اور ان کے لئے ایک اور جگہ خیمہ خالی کروایا ہے وہاں چلے چلیں۔ عاجز ندامت سے عرق عرق ہو کر رہ گیا۔ صبح حضورؒ سے ملاقات ہوئی عاجز نے معافی مانگنی چاہی تو اس کا موقع تک نہ دیا اور محبت سے سینے سے لگا لیا۔

حضورؒ کی طبیعت میں بے حد شگفتگی تھی۔ ایک طرح کی حقیقی خوشی اور نشاط کی کیفیت ہر وقت چھائی رہتی تھی۔ کیسی ہی غم کی گھٹا کیوں نہ چھائی ہوئی ہو۔ حالات کیسے ہی کرب انگیز کیوں نہ ہوں صبر و تحمل اور وقار کا دامن چھوٹنے نہ پاتا یقین اور ایمان اور سچائی کا سرور طاری رہتا ہمیں اداس دیکھتے تو ہلکے پھلکے معصوم سے فقروں سے ہمارا دل بہلاتے۔ عاجز چائے عادتاً نہیں پیتا۔ دودھ کا عادی ہے۔ اس پر فرماتے چوہدری صاحب اب تک دودھ پیتے ہیں ایک نوکر مقامی بولی بولنے والا سوئینا اس کا نام تھا اسے پیار سے فرماتے سوئیں نا۔ یعنی سونا مت۔ ایک مرتبہ عاجز بار بار حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ ہمیں ارائیوں نے بہت تنگ کیا ہے۔ عاجز نے ادب سے عرض کی کہ حضورؒ ارائیں غریبوں نے کیا تنگ کرنا ہے یہ کارنامہ تو مغلوں نے سرانجام دیا ہے۔ فرمانے لگے وہ کیسے۔ عرض کیا جب مغل ...... نہیں ہوئے تھے تو یورپ اور ایشیا ان کے سامنے تھر تھر کانپتے تھے۔ ...... ہوئے تو شوکت اور ہیبت میں کمی نہ آئی۔ بادشاہتیں سنبھال لیں۔ وہ دور ختم ہوا تو اب آسمان کی بادشاہت کے وارث قرار پائے۔ آرائیں بچارے کس باغ کی مولی ہیں۔ حضورؒ مسکرائے اور کچھ اس طرح پیار سے دیکھا کہ سارے غم بھول گئے۔ مرحوم عبدالرحمٰن جنید صاحب حضورؒ کے بچپن کے کلاس فیلو اور ساتھی تھے۔ دونوں میں بہت بے تکلفی تھی کسی بات پر انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت میاں صاحب (حضورؒ) کا ارشاد ہے۔ کہنے لگے اگر مَیں حضرت میاں صاحب کی ہر بات مانوں تو کالج کیسے چلے گا۔ حضورؒ نے یہ بات سنی تو مسکرا دیئے۔ جنید صاحب کی وفات کے بعد ان کی بچی کا رخصتانہ ہوا تو قصرِ خلافت سے رخصت

فرمایا۔ اسی طرح جس طرح ایک شفیق باپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر سے رخصت کرتا ہے۔ عاجز کو کئی مرتبہ قصرِ خلافت میں یاد فرماتے اور ارشاد ہوتا کہ بیاض بھی ساتھ لاؤں ایک مرتبہ طلب فرمایا۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم بھی تشریف فرما تھیں۔ کچھ غزل نما چیزیں سنیں ایک شعر تھا۔

سر جھکا کر جو غور سے دیکھا ہر نئی آرزو پرانی لگی

تو فرمایا کہ ہمیں تو یہ غزل بھی بہت پرانی لگی

تنہائی والی نظم اکثر سنتے۔ لندن میں ایک شاعر ملاقات کے لئے آئے عاجز کو ارشاد فرمایا کہ تنہائی سناؤ۔ جب سارے جہان کا بوجھ حضورؒ کے کندھوں پر آن پڑا تو ان عظیم مصروفیات کے باوجود پرانے خادم یاد رہتے اور اس الطافِ کریمانہ کی بارش اس عاجز پر تو اور بھی زوروں سے ہوئی اور ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنی ستاری سے عاجز کی پردہ پوشی فرمائے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے عاجز کو یاد فرمایا۔ تقریباً ایک گھنٹہ ارشادات سے نوازتے رہے۔ پھر عربی گھوڑے پر ایک انگریز کی تحریر پڑھنے کے لئے عنایت فرمائی۔ عاجز نے عذر کیا قریب کی نظر والے چشمے ساتھ نہیں لایا۔ تو اپنی عینک مرحمت فرمائی۔ مَیں خاموشی سے پڑھنے لگا تو مسکرا کر فرمایا بلند آواز سے پڑھو مجھے کیا پتہ آپ پڑھ رہے ہیں یا نہیں۔ ایک مرتبہ یاد فرمایا شام کا وقت تھا۔ حضورؒ قصرِ خلافت کے باغ میں تشریف فرما تھے اور ایک گھوڑے کو ہاتھ سے چارہ کھلا رہے تھے۔ عاجز سے ارشاد ہوا تم بھی چارہ کھلا کر دکھلاؤ۔ عاجز نے چارہ صحیح طریقے سے گھوڑے کے منہ میں دیا تو خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس جانور نے حضور نبی کریم ﷺ کا بہت پیار لیا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی پیارا ہے۔ پھر فرمانے لگے تم گھوڑ سواری تو جانتے ہو۔ حضورؒ کو علم تھا کہ بچپن میں عاجز کے بازو اور ٹانگ گھوڑی سے گر کر ٹوٹ گئے تھے۔ عاجز ڈر گیا کہ کہیں ابھی ارشاد نہ ہو کہ اس گھوڑے پر چڑھ کر دکھاؤ۔ عاجز کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا ہاں ہاں کہہ دو کہ گھوڑے کی سواری کرنا بھول گیا ہوں۔ ایک مرتبہ یاد فرمایا عاجز باغ ہی میں حاضر ہوا۔ قینچی سے ایک بڑا گلاب کا پھول توڑ کر عاجز کے بٹن ہول میں لگا کر فرمایا کہ اب جانے کی اجازت ہے۔ یہ انداز حضورؒ کے پیار کا تھا۔ تین مرتبہ بیرون پاکستان ایک خادم کی حیثیت سے رفاقت کا شرف بخشا۔ کالج میں تھا تو بار بار پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کا ارشاد فرما کر دلداری فرماتے۔ بے شمار حماقتیں سفر اور حضر میں سرزد ہوتیں۔ ہمیشہ عفو اور ستاری سے کام لیتے۔ ایک بار باسکٹ بال کے ٹورنامنٹ پر عاجز کی شکایت ہوئی تو سزا کو انعام بنا دیا۔ آدھی رات کے وقت عزیز محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب ارشاد لے کر آئے کل سے آپ صبح سات بجے سے لے کر شام کے سات بجے تک پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کئے جاتے ہیں۔ عاجز کی رات نہ جانے کس طرح گذری۔ صبح حاضر ہوا اور بذریعہ فون عرض کی کہ غلام حاضر ہے تو ارشاد ہوا کہ جا سکتے ہیں۔ جا کر کام کریں۔

مکرم پروفیسر محبوب عالم خالد بھی حضورؒ کے کلاس فیلو تھے حضورؒ انہیں تم کہہ کر پکارتے تو ہم لوگ رشک سے کہتے کہ کاش ہمیں بھی تم ہی کہہ کر مخاطب فرمائیں ہمارے ایک رفیق کار تھے۔ان کے متعلق مشہور تھا کہ کسی کو دعوت پر نہیں بلاتے تھے۔حضورؒ 1967 میں سفرِ یورپ پر تشریف لے گئے تو ربوہ سے کراچی بذریعہ ٹرین سفر فرمایا۔ایک سٹیشن پر وہ دوست بھی استقبال کے لئے حاضر تھے مسکرا کر فرمایا آپ آگے آجائیں۔فکر نہ کریں مَیں آپ کو دعوت کی تکلیف نہیں دوں گا۔اور وہ دوست اس اپنائیت کے اظہار پر نہال ہو گئے۔

ایک مرتبہ گل خان مرحوم ایک ڈش کے اوپر خوبصورت سر پوش رکھ کر لائے۔زور سے عاجز کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ چوہدری صاحب، چوہدری صاحب جلدی کریں ہم نے سمجھا کہ آئسکریم ہے۔جلدی سے سر پوش اٹھایا تو نیچے روٹی کا سوکھا ہوا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔عین اس وقت حضورؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ دونوں کا مقدس جوڑا حضورؒ کی کوٹھی اور عاجز کی رہائش گاہ کی درمیانی دیوار کے عقب میں سے یہ نظارہ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد عاجز نے یہ واقعہ حضورؒ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں جب انہوں نے ایک گڑیا بطور دلہن اپنے دست مبارک سے بنا کر بھجوائی تھی۔اللہ یہ کیسے وجود تھے پاکیزہ، صاف، صاف شفاف، برکتیں بانٹنے والے، محسن، غمخوار، غم گسار، اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر دنیا کی اصلاح اور دین کی اشاعت کا بوجھ ان پر نہ ڈالتی تو اور کس پر ڈالتی۔کس کس نعمت اور احسان کا ذکر کروں۔حضرت سیّدہ مرحومہ عاجز کے لئے تو ماں سے بڑھ کر وجود تھیں۔وفات ہوئی تو جنازے کے بعد برادرم مکرم ڈاکٹر سیّد سلطان محمود صاحب شاہد فرمانے لگے۔چوہدری صاحب آپ کی والدہ تو آج فوت ہوئیں۔ربوہ میں دو مواقع پر خواتین کے اجتماعات کے سامنے فرمایا کہ چوہدری صاحب میرے بیٹے ہیں۔ایک مرتبہ افریقہ میں فرمایا الحمد للہ کہ آج میرے چاروں بیٹے خیریت سے ہیں یہ سب ذرہ نوازیاں تھیں اور ان کے احسان تھے ورنہ مَیں آلودہ اور حقیر اس الطافِ مادرانہ و پدرانہ کا کس طرح مورد ہو سکتا تھا۔عجیب آسمانی وجود تھے دونوں۔عاجز یقین سے کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے ان کو عظیم ترین اور ارفع ترین منصب کے لئے نہ چن لیا ہوتا۔یہ مقدس جوڑا کسی اور زمانے میں پیدا ہوتا تو لوگ ان کی باہمی محبت کی داستانیں سنایا کرتے۔جس طرح دل کے ساتھ نبض دھڑکتی ہے اسی طرح حضرت سیّدہ نے حضورؒ کے ساتھ ساری زندگی اسی طرح گزاری۔اگر گھر کے متعلق کوئی چھوٹی سی بات بھی ہوتی تو فرماتے کہ منصورہ بیگم سے پوچھ کر بتاؤں گا۔حضرت سیّدہ موصوفہ حضورؒ کے لئے ایک کھانا ضرور اپنے دستِ مبارک سے تیار فرما کر پیش کرتیں۔اگرچہ گھر میں حضرت بابا رحم دین جیسے باورچی موجود تھے جو اپنے زمانے میں سارے برصغیر میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔حضورؒ ایک مرتبہ گرمی کی تعطیلات کے دوران بیمار ہو گئے۔حضرت سیّدہ ان دنوں ساتھ نہ تھیں۔یہ بھی ایک طرح کا دل کا حملہ تھا۔

صاحبزادہ میاں انس احمد صاحب نے بھاگ کر عاجز کا دروازہ کھٹکھٹایا اور بتایا کہ ابا کو دل کا حملہ ہوا ہے۔ عاجز کی والدہ محترمہ کو یہ تکلیف تھی۔ کچھ ادویہ گھر پر موجود تھیں۔ حضورؒ کی نبض بے حد تیز تھی اور بے چینی تھی۔ عاجز نے کورامین کے قطرے دیئے۔ پائینتی کو اونچا کیا۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی خدمت میں فون کیا۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب مرحوم آ گئے۔ انہوں نے کورامین پھر دی۔ ان دنوں سیلاب آیا ہوا تھا اور ربوہ میں اشیائے خوردنی کی بھی قلت تھی کہ اچانک کچھ فوجی افسر غیر از جماعت سیلاب میں گزرتے ہوئے ربوہ پہنچ گئے۔ اور حضورؒ کی کوٹھی پر سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ مہمانوں کے لئے کھانے کا بندوبست کریں۔ حضورؒ کو یہ فکر کہ حضرت سیّدہ گھر پر نہیں ہیں مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ بابا جی نے صرف چنوں کی دال اور ککڑی اور آلوؤں کی مدد سے کئی کھانے تیار فرما دیئے اور اتنے لذیز کہ مہمان تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مہمان تسلی بخش طور پر کھانا کھا چکے تو حضورؒ کی تسلی ہوئی۔

حضرت سیّدہ بے حد صفائی پسند تھیں۔ ایک دفعہ ہماری ہائکنگ کلب آزاد کشمیر سے کاغان کے راستے ایبٹ آباد واپس پہنچی۔ اسی دن حضورؒ اور حضرت سیّدہ ایبٹ آباد پہنچے۔ ابھی سامان نہیں پہنچا تھا فرمایا کہ برتن ابھی پہنچے نہیں۔ اپنے ہائکنگ کے برتنوں میں ایک بڑا دیگچہ ہمیں عاریتاً دیتے جائیں چنانچہ ہم نے اپنی دانست میں اپنا بہترین دیگچہ خوب صاف کیا اور دے کر چلے گئے۔ ہم ربوہ پہنچے تو تقریباً ہمارے معاً بعد ایک نوکر وہ دیگچہ لے کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ساتھ حضرت سیّدہ موصوفہؒ کا تحریری ارشاد تھا کہ دیگچے کا شکریہ ہمارا مشورہ ہے کہ اس دیگچے کو عجائب گھر میں رکھوا دیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضورؒ کے دولت کدے پر عاجز ڈرائنگ روم کے ساتھ والے بڑے کمرے میں کواڑ کے پاس بیٹھا حضورؒ کی صاحبزادیوں میں سے ایک کو غالباً صاحبزادی امۃ الشکور بیگم سلمہا کو پڑھا رہا تھا۔ کواڑ کے دوسری جانب گیلری میں صاحبزادی صاحبہ موصوفہ تشریف فرما تھیں۔ عاجز ہاتھ ہلا ہلا کر لیکچر دے رہا تھا اور عاجز کا ہاتھ کواڑ کے باہر سے نظر آتا تھا۔ اچانک میرا ہاتھ کسی نے پکڑ لیا۔ میری چیخ نکل گئی۔ اس پر حضورؒ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم بلند آواز سے ہنس پڑے۔ میرا ہاتھ دراصل حضورؒ نے مذاقاً پکڑ لیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جس طرح اِس دنیا میں ان کے مبارک قدموں میں جگہ عنایت کی اس دنیا میں حشر بھی انہی کے قدموں میں ہو۔

یہ تفصیل کہاں تک بیان کروں۔ پہلے ہی اندازے سے تجاوز کر چکا ہوں۔ یہ سطور صرف حافظے کی مدد سے لکھی ہیں۔ جہاں حضورؒ کی طرف الفاظ منسوب کئے ہیں وہ بھی حافظے سے لکھے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؒ کا اہل بنائے اور سب فروگذاشتیں معاف فرمائے اور ہم سب کو خلافت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کی توفیق دے اور انجام بخیر فرمائے۔ آمین

تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے مرے جاناں تیرا

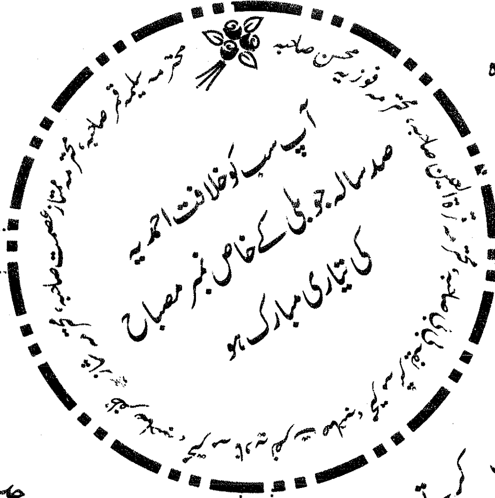
منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالعلوم غربی نمبر 3 ربوہ

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے مرے سلطاں تیرا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالعلوم وسطی ربوہ



آپ سب کو خلافت احمدیہ
صد سالہ جوبلی کے خاص نمبر مصباح
کی تیاری مبارک ہو

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دارالرحمت وسطی 2 ربوہ

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

منجانب

محترمہ کشور مقصود صاحبہ
دارالنصر وسطی نمبر 1 ربوہ








جب اذن الٰہی ہو گا پھر اک شان سے واپس آئیں گے
آغوش امامت کے پالے مہدی کے دلارے ربوہ میں

منجانب

خلفاء احمدیت کی خدمات جلیلہ جو آپ نے
احمدیت کی ترقی کے لئے کیں تاریخ احمدیت میں یادگار رہیں گی
آپ کا نام اور آپ کا کام تا قیامت زندہ رہے گا
اور مثلِ خورشید ہمیشہ روشن و تابندہ رہے گا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
دار النصر غربی 2 حبیب، ربوہ

محترمہ عتیقہ فرزانہ صاحبہ
صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ




مبارک ہو مبارک

خدا کرے جہاں کی ساری نعمتیں نصیب ہوں
خدا کرے کہ جنت مدام بھی ہمیں ملے

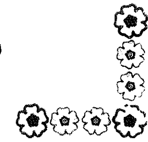
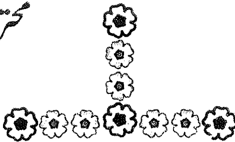
ہیں سب نام خدا کے سُندر، واہے گرو، اللہ اکبر
سب فانی اک وہی ہے باقی، آج بھی ہے جو کل ایشر تھا

منجانب

مکرمہ ثمینہ طارق صاحبہ
فیکٹری ایریا 2 سلام ربوہ

منجانب

محترمہ صاحبزادی امۃ الرقیب بیگم صاحبہ






بڑا خود بین و خود سر ہے وہ انسان
خلافت پر جسے ایمان نہیں ہے

خلافت نور رب العالمین ہے
خلافت ظل ختم المرسلین ہے




ممبرات لجنہ اماء اللہ
ضلع گجرات

ممبرات لجنہ اماء اللہ
ڈگری گھمناں ضلع سیالکوٹ



وعدہ ہے اس خوف کو بدلے گا امن میں
ہر موڑ پر نظارے یہ کرنے لگے ہیں ہم

وابستہ رہ کے تجھ سے نبھائیں گے زندگی
ایمان کے ساتھ عہد یہ کرنے لگے ہیں ہم

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
حلقہ مغل پورہ، دارالذکر، لاہور

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
ناصر آباد غربی ربوہ





”یادِ یارِ مہرباں“

مکرم عبدالمنان ناہید صاحب

آج اِک مہ جبیں کی یاد آئی
حُسنِ جاں آفریں کی یاد آئی

مُجھ کو اک مہرباں کی یاد آئی
کرمِ بیکراں کی یاد آئی

یاد آئی دیارِ جاناں کی
کوئے فردوس ، شہرِ خُوباں کی

جب تبسّم کسی نے فرمایا
میرے ناصرؔ ! تو مجھ کو یاد آیا

درمیانِ جہانِ بے توقیر
تُو سراپا وقار کی تصویر

کھو گئی جب بھی تیرگی میں نظر
تھا تبسّم ترا نمودِ سحر

مَیں نے طُوفاں کے زور میں دیکھی
بیچ منجدھار تیری پیراکی

سوچ دُنیا کی غرقِ تحتِ ثریٰ
آسماں گیر حوصلہ تیرا

مرحلے کتنے سَر کیے تُو نے
کتنے انتھک سفر کیے تُو نے

رہ میں حائل نہ گرم لُو کا خیال
اور نہ یخ بستگی بادِ شمال

وہ جو تاریک برِّاعظم تھا
تیرے قدموں سے جگمگا اُٹھا

تیرے دَر پر خلوصِ دل لائے
دل کے روشن سیاہ فام آئے

ارضِ ہسپانیہ میں تیرا وُرود
لایا پھر دعوتِ صَلوٰۃ و دُرود

خاکِ اُندلس پہ بن کے لایا نوید
بحرِ موّاج ، نغمۂ توحید

سات سو سالہ بے رُخی کے بعد
آگئی قرطبہ میں ساعتِ سعد

گونجی ایمان کی حرارت سے
پھر اذاں ...... بشارت سے

ہو گئیں واقفِ دُرود و سلام
ارضِ مغرب کی مختلف اقوام
سجدے کرتے ہوا ہے تیرا گذر
خاکِ یورپ کے چپّہ چپّہ پر
ہو گیا ہے لوائے نُصرتِ دیں
آشنائے فراز، بامِ زمیں
دے کے آیا ہے تُو خدا کا پیام
نئی دنیا کو دعوتِ ......
ساری دُنیا ہے نفرتوں کی اسیر
تُو محبت کی مملکت کا سفیر
مُسکراتے لبوں پہ نغمۂ جاں
حق زباں پر تھا، ہاتھ میں قرآں
ہر طرف یاس اور زبوں حالی
تیز پا تیری ہمّتِ عالی

رات دن منزلِ جنوں کا سفر
رُک گئیں دل کی دھڑکنیں تھک کر

موج کی زندگی ہے دَریا میں
جا کنارِ رفیقِ اعلیٰ میں
تیرے ہمراہ نگر نگر آئے
بن ترے قافلہ کِدھر جائے؟
تیرہ و تار گرچہ رات تھی یہ
اِک گھڑی دو گھڑی کی بات تھی یہ
اپنے مرکز میں سب سِمٹ آئے
شام ہوتے ہی گھر پلٹ آئے
ڈھونڈ لی راہ رہ نوَردوں نے
تیرے کوچہ کے کوچہ گردوں نے
آگئے تیرے چاہنے والے
چاند کے گرد چاند کے ہالے
دیکھ انہیں آستانِ رحمت سے
اپنے ربّ کی رضا کی جنّت سے
بال وپَر کو سنوار کر نکلے
ولولوں کو نِکھار کر نکلے

عزم پھر ہو گیا جواں اپنا
کارواں ہے رواں دواں اپنا

وہ مقدس وجود جس کے منہ سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا تھا

مکرم جناب ثاقب زیروی صاحب نے اس مضمون میں حضورؒ سے اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا ذکر کیا ہے۔

مشکل بہت ہے مل کے بچھڑنے کا مرحلہ
اللہ نہ دے کسی کو سزائے غمِ فراق

پھر یہ قربت و رفاقتِ حسنہ بھی اس مقدس وجود سے جس کی شیریں زبان سے سب سے پہلی دفعہ ''اپنے رب سے راز و نیاز'' کی گفتگو سننے کا 1942 میں شرف حاصل ہوا۔ اس ''ہدایت'' کے ساتھ کہ ''ثاقب! اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا''۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ روح ان پاکیزہ و پر انوار مکالمات سے اکثر سیراب ہوتی رہی لیکن اس ''ہدایتِ اولین'' کے باعث لبوں پر ہمیشہ مہر سکوت لگی رہی۔ بلکہ حضورؒ کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی بچوں، دوستوں اور اربابِ جماعت سے صرف وہی باتیں کرنے یا دہرانے کی جرأت کی جن کے آگے بیان کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی گئی۔

وہ شخص .... جو اکثر خدا کے عطا کردہ علم سے گفتگو فرماتا تھا۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ اور ایک ایسے رواروی کے انداز میں کہ وہ بات اکثر ضمنی اور متفرق سی ہی معلوم ہوتی اس وقت تک جب تک رضائے الٰہی سے چند دنوں، چند گھنٹوں اور بعض اوقات چند لمحوں کے بعد لفظاً لفظاً پوری ہو کر سامنے نہ آجاتی۔ 1974ء سے 1977ء تک تو ایسے ایمان افروز لمحے بارہا آئے۔ ان ایامِ ابتلاء میں جب حکومت کی طرف سے ''لاہور'' سے ہر دسویں پندرہویں دن دس ہزار، پندرہ ہزار روپے کی ضمانت طلبی کے سلسلہ نے معمول کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ جب ''روزنامچہ'' کی اشاعت کی پاداش میں اس عاجز کے خلاف حکومت کی طرف سے ''ڈی پی آر'' کے تحت دو ایسی دفعات کے تحت مقدمات درج ہوئے جن میں سے ایک میں سزا چودہ سال تھی تو دوسرے میں دس سال اور جب ایک اشارۂ خاص پر ایک معاند سلسلہ نے ناچیز کے خلاف ''ہتک عزت'' کا ایک استغاثہ سرگودھا میں دائر کیا تھا ارباب اختیار کی ایسی اشیر باد اور پشت پناہی کے ساتھ کہ بوکھلائے ہوئے مجسٹریٹ کی عدالت سے ہمیں سمن اور اس کے بعد وارنٹ کی بجائے پہلی ہی دفعہ ''وارنٹ گرفتاری بلا ضمانت'' وصول ہوا۔ ہتھکڑی کی کھنکتی ہوئی زنجیروں کے ساتھ۔ جسے ہائی کورٹ نے ''غیر قانونی'' قرار دے کر معطل کیا۔ ہاں ان ایام میں جب بالآخر اس ناچیز کو 11 فروری 1977ء کو گرفتار بھی کیا گیا تو میرے سید و محبوب کی دعائیں مجھ پر اس طرح تنی رہیں کہ سارا دن تھانے میں بیٹھا کر بالآخر یہ کہہ دیا گیا کہ چونکہ کاغذات میں گرفتاری صبح ڈالی جائے گی۔ آپ کل 9:30 اور 10 بجے

کے درمیان آجائیں اور جب وہاں اگلے دن پہنچا تو تھانے کے انچارج نے ہنس کر کہا:

''یا تو وہ شوراشوری تھی یا یہ بے نمکی ہے! پہلے ایک تابڑ توڑ حکم کے تحت گرفتار کرنے کو کہا گیا۔ جب گرفتار کر لائے تو چند گھنٹوں کے بعد حکم آگیا۔ گرفتاری صبح ڈالنا۔ اور صبح ہوئی تو حکم آگیا۔ فی الحال گرفتاری نہ ڈالو۔''

فرمانے لگے ''ثاقب صاحب! معلوم ہوتا ہے آپ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں ورنہ پی پی پی کے دور میں ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔'' عرض کیا۔ ''واقعی بہت لمبے ہیں جو آسمان تک پہنچتے ہیں۔ میرا ہاتھ ایک ایسے برگزیدہ اور راستباز انسان کے ہاتھ میں ہے جو میرے ربّ کو بہت محبوب ہے''

مجھے تو حاضری کی سعادت ساتویں یا دسویں دن ملی ہوتی تھی۔ پھر اس حاضری کے لئے کسی دن اور وقت کی قید بھی نہ تھی ان ایمان بھرے نظاروں سے صبح و شام لطف اندوز تو ہوتی ہوگی وہ نیک اولاد جو ہر وقت اس وجود باجود کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے رہتی تھی یا پھر آپ کی محبوب رفیقۂ حیات حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا۔ جو

قصرِ خلافت میں اجالے کی طرح تھی
تھی چاند مگر چاند کے ہالے کی طرح تھی

حضورؒ کے خدائی اشارے کے تحت گفتگو فرمانے کا ایک واقعہ حضرت سیدہ محترمہ ہی کی زبانی سماعت فرمالیجئے۔ اس واقعہ کی تمہید کے طور پر عرض کروں کہ حضرت سیدہ محترمہ کو پان کھانے کا شوق تھا۔ حضورؒ بھی پان کا شوق فرماتے تھے۔ خلافت کے خلعت پہننے سے قبل۔ مگر سیدہ محترمہ سے کم اور چونکہ مجھے بھی یہ عادت ابتدائی سکول کے ایام سے ہے۔ اس لئے مجھے بھی ہمیشہ اس خوانِ نعمت سے مائدہ عطا ہوتا رہا۔

1965 کے جنگ میں پان باہر سے آنا بند ہو گئے۔ میں جو ربوہ آیا تو حضرت آپا جان نے جس پتہ پر چونا کتھا لگا کر مجھے بھجوایا وہ غالباً چنبیلی کا پتہ تھا۔ بہر حال پان کا نہ تھا۔ یہی صورت پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے پاندان کی تھی۔ اس دن کے بعد میں نے اپنا معمول بنالیا کہ جب بھی ربوہ آیا۔ بیس، اکیس پان کے پتے ساتھ لیتا آیا۔ لاہور کے دفتر کے نیچے ایک تنبولی کا کھوکھا تھا۔ اس کی باقاعدہ ڈیوٹی لگادی گئی۔ میں اسے اپنی اگلی حاضری کی تاریخ بتا دیتا اور وہ ان درمیانی دنوں میں جُوں تُوں بیس اکیس پان اکٹھے کر لیتا۔ جو حضرت آپا جان کی خدمت میں پہنچتے ہی دو دو چار چار کر کے خاندان کے مختلف گھروں میں بٹ جاتے۔ 1965ء کے بعد 1971ء میں بھی کمیابی کی یہی صورت ہوئی۔ میں نے 1965ء میں جو ارادہ کیا تھا۔ اس نے پہلے معمول پھر عادت کی شکل ......اور 'پانوں' نے خاندان حضرتِ اقدس میں میرے ربوہ میں پہنچ جانے کے اعلان اور دربارِ خلافت میں میرے ''ملاقاتی کارڈ'' کی صورت اختیار کر لی۔ حضورؒ نے خلافت کے بعد یہ شوق پہلے کم کیا۔ پھر بالکل ہی چھوڑ دیا۔ لیکن جب تک میں ''حضوری'' میں رہتا میرے لئے ''تھلیا'' میں پان لگ کر اندر سے آتے رہتے اور اگر کبھی تاخیر ہو جاتی تو حضورؒ خود اندر تشریف لے جا کر لگوا کر لے آتے۔ اللہ رے غلام نوازی! اسی سلسلہ کا 1971 کی جنگ کے دنوں کا ایک واقعہ ہے ایک دن میں صبح سویرے ریل کار

سے ربوہ پہنچا۔ ریل کار سردیوں میں سات بجے کے قریب ہی ربوہ پہنچ جاتی تھی۔ اسٹیشن سے سیدھا قصرِ خلافت پہنچا ''برگ سفر'' کا تحفہ اندر بھجوایا۔ اندر سے ارشاد ہوا۔ ''ناشتہ بھجوایا جارہا ہے۔ دفتر ہی میں بیٹھیں''۔ مگر جب ناشتہ آیا تو خادمہ اس کے ساتھ ہی ایک بند لفافہ بھی لائی جس پر کوئی نام درج نہ تھا۔ اس لئے جب میں اس خیال سے اسے جیب میں ڈالنے لگا کہ ملاقات کے دوران میں حضورؒ سے دریافت کر لوں گا کہ یہ کس کے نام ہے تو خادمہ نے بتایا کہ:۔

''وہ خط میرے نام ہے اور حضرت آپا جان نے بھجوایا ہے۔''
ناشتہ سے فراغت کے بعد مَیں نے اس ملفوف کو کھولا تو اس کا مضمون یہ تھا۔

''آپ کا پان لانا تو اب ایک خوشگوار معمول بن چکا ہے اور رسمی شکریئے سے بات بہت آگے نکل چکی ہے مگر آج ایک ایسی بات ہوئی ہے کہ میں اس کے روحانی لطف وسرور میں آپ کو بھی شامل کرنا چاہتی ہوں۔ ابھی چند منٹ گزرے حضورؒ میرے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا منصورہ آج پان کو جی چاہتا ہے۔ آپ کے پاس کوئی ٹکڑا ہے؟ میں نے پاندان کھولا اسے اچھی طرح دیکھا بھالا۔ بلکہ کھنگالا اور عرض کیا حضورؒ صرف پون انچ چوڑا اور کوئی سوا انچ لمبا ایک ٹکڑا ہے۔ فرمایا ''یہ مجھے لگا دیں۔ آپ کے پان اللہ تعالیٰ بھجوا دے گا'' میں نے ارشاد کی تعمیل کی۔ حضورؒ نے وہ ٹکڑا دہن مبارک میں رکھا اور اپنے کمرے میں تشریف لے گئے کہ دو منٹ کے بعد دفتر کے ایک کارکن نے باہر سے آواز دی ثاقب صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور یہ پان بھجوائے ہیں۔''

اے دوستو پیارو ! عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِراہ لے لو، کچھ کام میں گزارو

محترمہ طاہرہ احمد صاحبہ بمعہ بچگان، محترمہ تسنیم لطیف صاحبہ بمعہ بچگان
دارالذکر، لاہور

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ دارالصدر شرقی نمبر 1

منجانب

ہم نے ہر فضل کے پردے میں اسی کو پایا
وہی جلوہ ہمیں مستور نظر آتا ہے

ممبرات لجنہ اماء اللہ کنری ضلع میرپور خاص نمبر 2

یہ دعا ہے میرا دل ہو اور تیرا پیار ہو
میرا سر ہو اور تیرا پاک سنگ آستاں

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ میرپور۔ آزاد کشمیر

خورشید مثال شخص

مکرم عبید اللہ علیم صاحب (مرحوم)

خلافت اور منصب خلافت کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ "یہ کام میرا ہے اور مَیں اسے اپنے ارادے سے قائم کرتا ہوں۔" سو اس سلسلے میں اس چھوٹے سے مضمون میں نہ تو اس موضوع پر لکھنے کی گنجائش ہے اور نہ ہی یہ محل ہے اور نہ ہی میرا مقام و منصب کہ ان دقائق پر خامہ فرسائی کی جرأت کروں۔ مجھے "مصباح کا خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نمبر پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ایسے ایمان افروز، جاں گداز اور معرکۃ الآرا مضامین سے مزیّن ہے کہ سبحان اللہ۔

سراپا یہ جس جا نظر کیجئے وہیں عمر ساری بسر کیجئے

بعض مضامین تو اس شان کے ہیں کہ انہیں ایک دفعہ پڑھنے کے لئے خود کو کئی بار جمع کرنا پڑتا ہے۔ آدمی پگھل پگھل جاتا ہے اور عجیب کیفیتیں طاری ہو جاتی ہیں اور خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، مسکراتے اور بولتے دکھائی دیتے اور بعض سیدھے سادے فقروں نے باطنی کیفیات کی ایسی تصویریں بنائی ہیں کہ:۔

ارے او جانے والے دید کی طاقت بھی لیتا جا
اب آنکھوں سے اپنے گھر کو ویراں کون دیکھے گا

اور ساتھ ہی صبر و شکر کے وہ انداز کہ جائے رشک۔ ایسے عالم میں مجھ ہیچ مداں اور بے بضاعت سے مضمون کی فرمائش میرے مولیٰ تیری ہی مدد شاملِ حال ہو تو اس محبتوں، شفقتوں اور احسانوں کے مثالئے پر کچھ لکھنے کی سعادت حاصل کروں۔

مَیں ذکرِ الٰہی بلند کرتا ہوا، شکستہ حال، ٹوٹا پھوٹا کراچی سے ربوہ پہنچ چکا ہوں اور کبھی نہ ختم ہونے والی قطار میں کھڑا ہوں۔...... کی آوازیں انتہائی ضبطِ گریہ کے ساتھ روح کی گہرائیوں سے اُٹھ رہی ہیں۔ عجیب خوف و ہراس اور پریشانی کا عالم ہے دعائیں ہیں کہ خود بخود لبوں پر جاری ہیں۔ دل دہلا دینے والی آہوں کے شور میں ایک خاموشی کا عالم ہے۔ ایک سکوت ہے۔ ایک نظم ہے مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت قدرتِ ثانیہ کی مظہرِ ثالث کے آخری دیدار کے لئے صبر و شکر کے ساتھ چلتی جا رہی ہے اور چلتی جا رہی ہے۔ مَیں بھی وہاں پہنچا۔ میں نے بھی اُسے دیکھا۔ وہ مجسّم دعا، مجسّم احسان اور مجسّم یقین گہری نیند میں بھی مسکرائے جا رہا تھا اور میں نے جیسے ایک آواز سُنی۔ گھبراؤ نہیں۔ اللہ فضل کرے گا اور مَیں...... پڑھتا منظرِ خواب سے باہر آ گیا اور سلسلہ در سلسلہ یادوں نے اور باتوں نے اور احسانوں نے گھیر لیا۔ کیسا پُر نور، دل نواز اور وجیہہ آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ

ہمیشہ ہمیش اس کی روح پر اپنی رحمتوں اور فضلوں اور احسانوں کی بارش کرے۔ آمین

پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ پھر ابتلاء و اضطراب، امن و سکینت میں بدل گئے۔ پھر ایک ولی شہزادے کا ظہور ہوا۔ پھر قیوم و قادر خدا کا ہاتھ بلند ہوا۔ پھر ایک تجلّی نے اپنا چہرہ دکھلایا ایک میٹھی، شیریں آواز عجیب مربی صفات کے ساتھ دلوں کے زخم مندمل کر رہی تھی۔ ایک طاہر وجود جانے والے کی محبتوں، شفقتوں اور احسان بھری یادوں کو ہمیشہ سینوں میں روشن رکھنے کی دعوت دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کا نم بہار آفریں تھا۔ اس کی دعائیں جب روئیں تو یوں لگا کہ ایک دم آسمان سے نوروں اور رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہوئی اور ساری مجلس و ساری فضا دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے۔ کا نشان بن گئی..... گھبراؤ نہیں۔ اللہ فضل کرے گا۔ ایک آواز میرے پیچھے تھی اور ایک آواز میرے سامنے خدائے رحمان کے فضلوں کا جیتا جاگتا نمونہ پیش کر رہی تھی اور پروانے پروانوں سے نئے عہد کے ساتھ گلے مل رہے تھے اور..... اور مبارک ہو کہ دو دھارے ایک ساتھ بہہ رہے تھے۔ وہ جانے والے میں جو کیفیت تھی آنے والے نے سینہ سینہ اُتار دی۔ ہم ایک خواب سے دوسرے خواب کی طرف پھیر دیئے گئے۔ ہمارے قدم روشنیوں اور تجلیوں والی وعدہ زمین کی جانب بڑھنے لگے۔ ''الوصیت'' کا عالمگیر نظام ہماری آنکھوں میں گھوم رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم نے دنیا کے ہر مادی نظریے کو حکمتِ خداوندی سے پاش پاش کر دیا ہے۔ ہم محمد مصطفی ﷺ کے غلام، ایک دائم آزادی کا درس دیئے گئے نظام کے بھرپور طلوع کا منظر دیکھ رہے ہیں۔ ہم صف آرا ہو گئے ہیں اور ہجوم در ہجوم اور فوج در فوج ہیں۔ اللہ اکبر کی پُر جلال آواز نے ہمیں دستِ بستہ کر دیا ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہیں۔ ہمارے دل درود بھیجتے ہیں۔ محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر۔ ہم دعا کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی آواز سنائی دیتی ہے اور پھر ہم نے مطمئن دلوں کے ساتھ

اندر بھی زمیں کے روشنی ہو
مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

مَیں بہشتی مقبرہ کا ایک ایک کتبہ پڑھ رہا ہوں۔ ہر کتبے کے پیچھے ایک نشان ہے۔ ایک تاریخ ہے۔ ''ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتادی گئی ہے۔'' ہر ستارہ اپنی روشنی اور اپنی بلندی رکھتا ہے اور ایک عظیم الشان مرکزی نور کی اس میں چمک پائی جاتی ہے۔ ؎ جہاں سے دیکھو نظر آئے ہے ستارۂ ذات آدمی غور کرے تو کسی قسم کی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ میری آنکھیں جگمگا اٹھیں۔ میرا سینہ روشن ہو گیا۔ میں دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا اس زمین سے لوٹ رہا ہوں اور ایک مہربان اور محسن یاد میرے ساتھ ساتھ آ رہی ہے اور اس یاد کے عجیب نظارے ہیں۔ عجیب آنکھیں ہیں اور عجیب ہاتھ ہیں۔

میں اس یاد میں کھویا ہوا اپنی زندگی کے ورق

الٹ رہا تھا۔ کہ ایک اور یاد نے بلکہ ایک دعا نے عجیب طرح دِردل پر دستک دی اور وہ یاد اور وہ دعا خلیفۃ المسیح الثانی کی تھی اور 1963ء یا 1964ء کی بات ہے میں نے ایک طویل نظم حضورؒ کی شان میں بحسبِ توفیق لکھی اور روزنامہ ''الفضل'' نے اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ میری خوشی اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پرائیویٹ سیکرٹری کا کارڈ ملا جس میں لکھا تھا ''حضورؒ نے آپ کی نظم پڑھی اور آپ کے لئے بہت دعا کی ہے میری بدنصیبی کہ وہ تاریخی کارڈ مجھ سے کہیں گم ہو گیا۔ مگر وہ دعا میرے ساتھ ہے اور اس کے میں نے بڑے پھل کھائے ہیں اور کھا رہا ہوں ۔ میں نے گندگی اور تاریکی کے بڑے زمانے گزارے مگر اس دعا نے میرا ساتھ کبھی نہ چھوڑا۔ میں اپنا وجود دیکھتا ہوں اپنی استطاعت پر غور کرتا ہوں اور پھر اس دعا کو دیکھتا ہوں ۔تو مجھ پر حیرانیوں سے گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے معجزے کیسے ظہور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے اور اس دعا کو میرے ساتھ رکھے۔ خداوندمَیں تو بے حقیقت ہوں لیکن تیرے دل دریا تے سمندروں ڈونگے۔ محبوبوں نے جو دعائیں میرے حق میں کی ہیں تو ہمیشہ ان کا پاس کیجیو دُعا سے ایک اور دعا یاد آئی۔ 1970ء کی بات ہے میں نے شادی کے لئے ایک کٹر بریلوی خاندان کی لڑکی کو پسند کیا۔ میرے بڑے بھائی صاحب نے کہا جب تک حضورؒ سے اجازت نہ لو گے ہم اس شادی میں شرکت نہیں کریں گے ۔ میں نے حضورؒ کی خدمت میں اجازت کے لئے خط لکھا اور لڑکی کے اور اس کے خاندان کے علمی و فکری پس منظر کا ذکر کیا۔ حضورؒ نے از راہِ شفقت اجازت دے دی اور دعا کی اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ میری شادی ہوئی اور محض اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے میری بیوی کو نہ صرف قبولِ احمدیت کی سعادت حضورؒ کے ہی ہاتھ پر ملی ۔ بلکہ خدمتِ احمدیت کی توفیق بھی نصیب ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میرے چھوٹے بیٹے کو چومتے ہوئے فرمایا۔ ''تمہاری ماں تو قربانیوں میں بہت آگے نکل گئی ہیں۔'' نذر و نیاز والے کا بے نیاز خدا کو تسلیم کرنا اور پھر سلسلۂ احمدیت میں اس شان سے داخل ہونا خدا تعالیٰ کا ایک روشن نشان ہے۔

یادوں کے چراغ جلتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے ذکر کا لطف بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ جیسے قبولیتِ دعا کا معجزہ عطا کیا گیا۔ عجب شان کا بزرگ تھا۔ عبادت ہو۔ اشارت ہو۔ ادا ہو۔ سب میں دعا کا سلسلہ جاری تھا۔

وہ میرا پیارا، میرا محسن کراچی میں جلوہ فرما تھا۔ مجھے غیر از جماعت شاعر، ادیب اور دانشوروں دوستوں کے ساتھ اس کی خدمت میں باریاب ہونے کا حکم ملا۔ بڑے مشاعرے پڑھ رکھے اور لوٹ رکھے تھے اور بڑے جلسوں میں بولنے کا اتفاق رہا تھا۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے بولنے کی مشق بھی ساتھ تھی مگر حکم ملا تو ایک دم لرزہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست گزاری، معبود یہاں بولنے کی اور شعر بولنے کی سکت اپنے اندر نہیں پاتا۔ اپنی رحمت سے مجھے طاقت دے۔ مجھے قوت گویائی دے۔ میری پردہ پوشی

فرما۔ دعا کرتا رہا۔ کرتا رہا اور وہ ملاقات آ گئی۔ شعراء ادباء اور دانشور کراچی گیسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے اور ان پر ایک رعب طاری تھا۔ میں دعاؤں میں خاموش تھا۔ اچانک حضورؒ جلوہ فرما ہوئے اور سب سے معانقہ اور مصافحہ فرمایا۔ مَیں تعارف کراتا جا رہا تھا، کیسی مسکراہٹیں اور کیسا نور چہرے پر تھا۔ اللہ اکبر، آپ صوفے پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا۔ تم میزبان ہو، پہلے تم شعر سناؤ۔ بس ایک گداز، شفیق اور مہربان مسکراہٹ تھی کہ چہرے پر بہتی جاتی تھی۔ مَیں شعر سنا رہا تھا۔ جب آنکھ اٹھاتا تو ایسی داد پاتا جس کا لفظوں میں اظہار ممکن نہیں۔ عجیب کیف اور عجب سماں تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے ایک وجود میں پوری کائنات گوش بر آواز ہے۔ کیا احترام اور کیا ادب تھا، صاف دکھائی دیتا تھا کہ سلطان القلم کی قدرتِ ثانیہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ میرے اشعار ختم ہو گئے دعائیں ملیں۔ تبسّم ملا اور داد ملی۔ میں تعارف کراتا جاتا تھا شعراء شعر سناتے جاتے تھے۔ چند لمحوں میں غیریت بالکل اٹھ چکی تھا۔ سنانے والے دیکھ چکے تھے اور جان چکے تھے کہ یہ آنکھیں کوئی اور ہیں اور یہ سماعت کوئی اور ہے۔ حضورؒ کہیں کہیں بڑے لطف اور بڑے رساں سے کوئی کوئی بات کرتے۔ شاعر جگمگا اٹھتا۔ شاعری کی محفل اختتام کو پہنچی تو مَیں نے دانشوروں سے درخواست کی کہ کوئی سوال، سوال ہوا کہ ہمارے پاس مغرب کے لئے کیا ہے؟ وہ آواز دھیرے دھیرے بلند ہونا شروع ہوئی اور اس نے دلوں کو اپنا اسیر بنا لیا ایک دریا تھا کہ بہہ رہا تھا نرم، ملائم شفیق۔ منظر بہ منظر ایک عام خیال روشن ہو رہا تھا۔ بیرونی اصلاحات کے لئے ذاتی تجربوں کی ایسی عجیب اور ایمان افروز شہادتیں پیش کیں کہ سبحان اللہ۔ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کا ایک پُر تاثر درس تھا۔ کہ روحیں نہا گئیں۔ ہر بات، محفل اور ماحول کی استعداد اور پس منظر میں ذہانت، ذکاوت اور فراست کا ایک سیل رواں تھا کہ شفاف بہہ رہا تھا۔ حضورؒ نے دوبارہ تقریباً سبھی سے مصافحہ فرمایا اور ایک دوست کی جانب بڑھتے ہوئے فرمایا آپ میں سے بزرگ کون ہے؟ میں اسے یہ تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ خُدا کی قدرت کہ وہی دوست عمر میں سب سے بڑے تھے حالانکہ بظاہر دو ایک دوست ان سے عمر میں زیادہ بڑے دکھائی دے رہے تھے حضورؒ نے انہیں اپنا قلم عنایت فرمایا اور کچھ دیر مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے رہے اور یوں یہ محفل بظاہر اختتام کو پہنچی۔ ڈرائنگ روم سے باہر نکلتے ہوئے ادیبوں اور شاعروں کی حالتیں بقول ان کے ناقابلِ بیان تھیں۔ اکثر کے منہ پر اس قسم کے فقرے تھے کہ یار اس زمانے میں بھی ایسے آدمی کا ہونا ممکن ہے! کسی نے کہا ''عجب پُر نور آدمی ہے۔'' کسی کی رائے تھی بڑا بالغ نظر آدمی ہے چہروں سے صاف عیاں تھا کہ ہر وجود نے گہرے اور دیرپا اثرات قبول کئے ہیں۔ گفتگو کے لمبے سلسلے جاری ہو گئے اور لوگ اپنے اپنے لطف کی باتیں یاد کرتے رہے۔ ہم لوگ گیسٹ ہاؤس میں ہی کھانے کا آغاز کرنے والے تھے کہ معلوم ہوا حضورؒ نے از راہِ میزبانی ایک روسٹ ران اُوپر سے

بھجوائی ہے ۔کھانے کے لطف میں جہاں رومانی اضافہ ہوا۔وہاں ہر مہمان میزبان کی بڑائی کا قائل ہو کر رہ گیا۔ وہ محفل کتنی دیر رہی۔ارضی وقت میں تو اس کا حساب۔ڈیڑھ گھنٹہ ہی بنے گا لیکن ارضی وقت کا پیمانہ روحانی وقت کی پیمائش کے لئے ناکافی ہے۔لوگ ایسے مسحور تھے کہ دنوں اس محفل کا ذکر دوسری محفلوں میں کیا جاتا رہا اور آج بھی وہ لوگ حضورؒ کی مہربانیوں کو یاد کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر نے حضورؒ کے سانحۂ ارتحال پر مجھ سے تعزیت کی اور دیر تک بہت اچھے لفظوں میں حضورؒ کو یاد کرتے رہے جس دوست کو حضورؒ نے قلم مرحمت فرمایا تھا۔مَیں نے ان سے عرض کی۔مَیں اس کے بدلے دوسرا قلم دیتا ہوں یہ قلم مجھے دے دیں۔بولے ''یہ تو ایک تاریخی قلم ہے مَیں تمہیں کس طرح دے دوں۔کسی قیمت پر نہیں دے سکتا یہ قلم تو میری نسلوں تک میں محفوظ رہے گا۔'' اندر اندر میری تمنا تھی کہ کاش یہ قلم مجھے نصیب ہوا ہوتا۔ مَیں اس دوست کی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔مَیں نے دُعا کی،معبود میرے حضورؒ پُر نور سے ایک اور ملاقات کی سعادت نصیب فرما اور اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ مجھ گنہگار کی سُن لی۔دوسرے دن اطلاع ملی کہ کل حضورؒ نے ساڑھے دس بجے مجھے بلایا ہے۔اس خبر کو سُن کر کیا عالم ہوا۔اس سے پہلے اپنی ایک اور حالت کا اظہار کرنا رحیم وکریم خدا کے شکریہ کے طور پر ضروری سمجھتا ہوں......حضورؒ کی آمد سے پہلے اور حضورؒ کی آمد پر عشاقانِ خلافت ملاقات کی درخواستیں گزار رہے تھے۔مَیں نے دل میں خیال کیا کہ عبید اللہ علیم تم کیا اور تمہاری بساط کیا ہے۔بہت دعا کرتا اور کرتا جاتا مگر شدید خوف ایسا حاوی تھا کہ ملاقات کی درخواست دینے کی بھی ہمّت نہ ہوئی اور کس کافر کی تمنا نہیں ہوتی کہ اس کی ملاقات ہو۔عجب کشمکش اور عجب حال میں گرفتار تھا اور اس پر رحمت کی ایسی بارش کہ دانشوروں سے ملاقات کے بعد حضورؒ نے پھر یاد فرمایا۔وہ جو مقامِ خلافت کا تھوڑا سا بھی عرفان رکھتے ہیں۔ میرے دل کی حالتوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔استغفار پڑھتا۔درود بھیجتا اور دعائیں کرتا ہوا وقت سے کافی پہلے گیسٹ ہاؤس پہنچ گیا۔حضرت صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب پرائیویٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔''جی ہاں آپ کی ملاقات ہے۔نجی'' دل ایک دم اچھل کے جیسے سینے سے نکلنا چاہتا ہو اور وہ وقت آ گیا کہ مَیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا اور چند ہی ساعتوں کے بعد حضورؒ نے ورود فرمایا چہرے پر نورِ تبسّم کی ایک لمبی کہکشاں،کوثر تسنیم میں دُھلا ہوا نورانی چہرہ، مخصوص اور شیریں آواز ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''مَیں نے سینے پر سر رکھ دیا اور بس شمع تک تو ہم نے دیکھا تھا کہ پروانہ گیا۔حضورؒ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور خود صوفہ پر رونق افروز ہو گئے۔فرمایا۔''آج آپ سے میری نجی ملاقات ہے۔''
میری ذات، میری زندگی،میرے ساجی اور خاندانی حالات و واقعات میں حضورؒ نے ایسی دلچسپی لی اور ایسے مشفقانہ اور کریمانہ رویّوں کا اظہار کیا کہ ان کو سپردِ قلم کرنا ممکن نہیں مَیں یہ قیاس کئے بیٹھا تھا کہ میرے حالات کا حضورؒ کو بھلا کیا علم

ہوگا۔ مگر معلوم ہوا کہ میرا پیارا امام حیرت ناک طور پر تمام باتیں ایسے بیان کر رہا تھا جیسے تمام واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے گزرے ہیں۔ وہ میرے خلاف مولوی صاحبان کا فتویٰ ہو۔ ٹیلیوژن سے استعفیٰ ہو یا میرے انتہائی ذاتی مسائل اور دُکھ ہوں۔ سب میں حضورؒ برابر سے بھی زیادہ کے شریک ہوئے۔ فرمایا۔ ''آجکل کیا کر رہے ہیں''؟ حضورؒ دوسرے شعری مجموعہ کی اشاعت کی تیاری کے سلسلہ میں سوونیئر کے لئے اشتہار جمع کر رہا ہوں'' اور یہ کہہ کر مَیں اپنی نشست سے اٹھا اور مشہور مصوّر جمیل نقشؔ کے سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور ....طیبہ پر مشتمل دو[2] گرافک ڈیزائن کے فریم حضورؒ کی خدمت میں نذر کیے اور عرض کی کہ حضورؒ یہ سلسلہ بھی کچھ جاری کیا ہے۔ آپ نے ڈیزائن بے حد پسند فرمائے اور اس کے رنگوں اور ترتیب پر ایک نہایت ماہر آرکیٹیکٹ کے طور پر گفتگو فرماتے رہے۔ مَیں حضورؒ کے بالکل قریب خمیدہ کھڑا ہوا حضورؒ کے انہماک کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تشریف رکھیں۔ پھر آپ نے گرافک ڈیزائن کے حوالے سے کلمہ طیبہ کے بارہ میں اپنا ایک مبارک رؤیا سنایا اور فرمایا اس کے رنگ انگوری تھے اور لہریں لیتے ہوئے اور بلکہ شاید حضورؒ نے ٹھاٹھیں مارتی ہوئی لہروں کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حضورؒ نے اپنے دورۂ مغرب کی باتیں شروع کر دیں اور بڑے روح پرور اور ایمان افروز واقعات سنائے۔ یہ حقیقت ہے کہ مَیں سچ مچ حضورؒ کے روبرو تھا۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ میں نے ایسا لطیف، گہرا اور طویل خواب کبھی نہیں دیکھا۔ مجھ پر حضورؒ کی شفقتیں، محبتیں اور پیاری باتیں ایک دم ایسا ہجوم کرتی ہیں کہ محض کیفیت باقی رہ جاتی ہے اور اپنے بیان کے سلسلے سب ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں۔ ''حضورؒ میں نے ایک بنک میں قرض کی درخواست دی ہے۔'' 'اچھا' 'کوشش کرو۔'' پھر اچانک فرماتے ہیں۔ مگر آپ نہ سُود لیں گے اور نہ سُود دیں گے۔'' اسی طرح اپنے خلاف فتویٰ کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے۔ مَیں نے عرض کی۔

حضورؒ ایک بہت معروف مولانا نے (یہاں مَیں نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ویسے بھی وہ مرحوم ہو چکے ہیں) اپنے بیٹے کی اس سفارش پر کہ ''عبید اللہ علیم بڑے پڑھے لکھے ہیں، علم دوست اور مہذّب آدمی ہیں۔ ان کے خلاف فتوے پر دستخط کر کے آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' مولانا نے مجھے فون کر کے اپنے بیٹے کے الفاظ دہرائے اور معافی چاہی میں نے مولانا سے عرض کی کہ فتویٰ تو آپ کا دو کروڑ آدمیوں نے پڑھا اور معافی صرف مجھ سے چاہ رہے ہیں اور جس کے خلاف آپ نے فتویٰ دیا۔ اس سے نہ آپ کی کبھی ملاقات ہوئی نہ آپ نے اس سے اس کے عقیدے کے بارے میں کچھ دریافت کیا بھلا ایسی معافی کا کیا مطلب۔ تو مولانا نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا کہ ''آپ بہت ذہین اور چالاک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔'' حضورؒ کا دائمی تبسّم قہقہہ میں بدل گیا اور فرمایا۔ ''آپ نے مناسب ترین جواب دیا'' اور پھر بہت دیر تک میرے فقرے کا لُطف لیتے رہے۔ پھر عرض کر دوں کہ ارضی وقت میں تو یہ ملاقات شاید گھنٹہ بھر کی رہی ہوگی۔ مگر

روحانی وقت کی میعاد نہ معلوم۔ یہ ملاقات اپنے پس منظر اور پیش منظر میں کبھی نہ ختم ہونے والی ملاقات ہے۔ میرے کتنے گند دھلے۔ کتنے میل صاف ہوئے اور کتنی تاریکیاں کافور ہوئیں۔ یہ الگ ایک کہانی ہے۔ حضورؒ کی مزید دریافت پر ٹیلی ویژن سے استعفیٰ کے سلسلے میں جب میں نے تفصیل بیان کی تو آپ نے تسلّی بھی دی اور فرمایا ''تم نے ٹھیک کیا'' اور پھر آپ نے انتہائی جلال آمیز انداز میں فرمایا۔ ''ہم آپ کے ذمّہ دار ہیں، اور شاید یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' میں ایک بار پھر عرض کر دوں کہ میری گفتگو حد سے حد دس منٹ کی رہی ہوگی اور حضورؒ کا تکلّم تمام وقت گہر افشاں رہا۔ کچھ فقرے تو دل پر ویسے کے ویسے ہی جم گئے ۔ جہاں تردّد ہوتا ہے۔ وہاں میں نے شاید کے لفظ کا استعمال ضروری سمجھا ہے۔ بات بات پر حضورؒ نے دعا دی ہے۔ ہر شکل ایک ناقابلِ فراموش احسان کی شکل تھی۔ ایک وجود جس میں تمام رشتے مجسّم ہو جائیں۔ میرا باپ، میرا بھائی، میری ماں، میرا دوست، میرا یار، وہ شخص محبتوں کا ایک جہان اور شفقتوں کا ایک عالم تھا۔ تجلیّاں اس کے چہرے سے پھوٹتی تھیں۔ لطافتیں اور بلاغتیں اس کا طرزِ تکلّم، یقین اس کا ورثہ تھا اور خدا اس کا خزانہ اور وہ ہر دم اور ہر وقت جیسے سب کچھ لُٹا دینا چاہتا ہو۔ مگر خدا اسے پہلے سے زیادہ خزانوں سے بھر دیتا ہے۔ اس نے مجھے ملنے سے پہلے بھی چاہا اور ملنے کے بعد ہر بار اپنے ملنے کی پیاس عجیب طرح بڑھا دی۔ بڑا عجب، بڑا ہی عجیب آدمی تھا۔ وہ اتنا عجب آدمی تھا کہ جب میں اس کی وفات پر حیران و سراسیمہ، پریشان حال ربوہ پہنچا تو اس کی دعا (ہم تمہارے ذمّہ دار ہیں) نے میری مہمان نوازی کی اور مجھے اس کے پرائیویٹ سیکرٹری کا مہمان ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب کہ وہ مجھ سے ناواقف تھے۔ پھر میں سپین گیا تو اُسی کی دعا کا صدقہ تھا۔ ہر چند میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مَیں خالی ہوں بے بضاعت ہوں مگر ایک دعا کا غنی ہوں۔ ''ہم آپ کے ذمّہ دار ہیں۔''

وہ خدا کا غنی تھا اس نے مجھے مالا مال کر دیا۔ اس کی دعاؤں کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ مَیں کمزور، ناتواں، دکھوں اور پریشانیوں سے اداس اور مغموم تو ہو جاتا ہوں۔ مایوس نہیں ہو پاتا۔ مَیں لکھنے کا تمنائی ہوں تو اس نے مجھے قلم دیا۔ مجھے پڑھنے کا ذوق ہے تو اس نے ''دورۂ مغرب'' دی اور مجھ ہیچ مداں کے نام کے ساتھ مکرم کا لفظ تحریر کیا اور آگے لکھوں تو اپنی پردہ دری ہوتی ہے۔

وہ خدا کی نعمتوں کا ایک عجیب دستر خوان اور ایک عجیب خزانہ تھا۔ یہ میری ٹوٹی پھوٹی عبارتیں یہ سوئے جاگے الفاظ اس کی تصویر کہاں بنا سکتے ہیں۔ جو نافلۂ مسیح بھی تھا اور خلیفۃ المسیح بھی اے خدا محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کے لا متناہی دروازے کھولتا چلا جا۔

(آمین یا ربّ العالمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حسین یادیں

مکرم ڈاکٹر محمد شفیق سہگل صاحب

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اُن شخصیات میں سے تھے جن کو خدا تعالیٰ اعلیٰ دینی خدمات کے لئے اپنے فضل سے چن لیا کرتا ہے۔

خاکسار نے 1949ء میں تعلیم السلام کالج میں F.Sc میں داخلہ لیا۔ اس وقت یہ کالج DAV کالج لاہور کی عمارت میں قائم تھا۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ اُسوقت کالج کے پرنسپل تھے۔ گو خاکسار فضل عمر ہوسٹل میں ہی مقیم تھا مگر سائنس کا طالب علم ہونے کے ناطے آپ سے درسی علم سیکھنے کا موقع نہ تھا۔ خاکسار نے 1951ء میں F.Sc کے بعد B.Sc(Hons) کیمسٹری میں داخلہ لیا تھا اور کیمسٹری کی کلاسز اور پریکٹیکلز یونیورسٹی میں ہی ہوتے تھے۔ اس لئے کالج کے زمانہ میں گو خاکسار کا آپؒ سے رابطہ بہت کم رہا۔ مگر خاکسار کا یہ مشاہدہ تھا کہ طلباء آپ کا بے حد احترام ملحوظ رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک رعب عطا فرمایا ہوا تھا۔ اس خداداد رعب اور مقام کے باوجود آپؒ طلباء کی کھیلوں اور تفریحی تقریبات میں شمولیت اختیار فرماتے۔ خاکسار کو اتنا ضرور یاد ہے کہ ہوسٹل میں زیادہ کھانا کھانے کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ بھی از راہِ شفقت تشریف لاتے اور اس دلچسپ مقابلہ سے محظوظ ہوتے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ جب صدر انجمن احمدیہ کے صدر تھے۔ اس وقت صدر انجمن احمدیہ میں ہمارا ایک کام اٹکا ہوا تھا اور باوجود کوشش کے معاملہ حل نہیں ہو رہا تھا۔ خاکسار اس وقت طالب علم تھا۔ اور اس وجہ سے خاکسار کی طبیعت پر اس کا اثر تھا۔ ایک دن خاکسار لاہور سے ربوہ آیا اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی کوٹھی میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ معاملہ کا ذکر کیا اور اسے حل کرنے کی درخواست کی اور آخر میں کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ اس کام کے لئے خاکسار آئندہ ربوہ نہیں آئے گا۔ مگر جوش میں منہ سے یہ الفاظ نکل گئے کہ میں آئندہ ربوہ نہیں آؤں گا۔ آپ نے بھرپور نظروں سے میری طرف دیکھا اور فرمایا کیا ربوہ نہیں آؤ گے؟ آپ کا غلطی کی طرف توجہ دلانے کا یہ انداز اتنا پیارا اور پر اثر تھا کہ خاکسار نے فوراً اصلاح کر لی۔ عرض کیا کہ اس کام کے لئے ربوہ نہیں آؤں گا۔ اور پھر یہ کام ہو گیا۔

حضورؒ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد خاکسار کا تعلق مزید بڑھا۔ اس کی وجہ حضورؒ کی اس نالائق اور عاجز کے ساتھ محبت اور شفقت کا سلوک تھا۔ میں تو کسی لائق نہیں تھا۔ ذیل میں چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن سے حضورؒ کے اوصافِ حمیدہ کی جھلکیاں صاف دکھائی دیتی ہیں۔

یہ واقعات جن کے ساتھ گزرے ان کی زندگیوں کا نہایت قیمتی اثاثہ بن گئے۔ 1971ء کی بات ہے حضورؒ جب گھوڑے سے گرے تو خاکسار اپنے بچوں کے ساتھ جو اس وقت چھوٹے تھے عیادت کی غرض سے حاضر ہوا۔ عاجز کو مصافحہ کا شرف عطا فرمایا اور بچوں سے فرمایا کہ میں تو جھک نہیں سکتا۔ مگر تم تو لپٹ سکتے ہو۔ اللہ، اللہ محبتوں اور شفقتوں کا ایک سمندر ہے۔ شاید ہی کسی باپ نے اپنے جسمانی بچوں سے اس حال میں اس قسم کا اظہارِ محبت کیا ہو۔

خاکسار کا یہ معمول رہا کہ جب بھی سابقہ مشرقی پاکستان سے لاہور آتا اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم حضورؒ سے ملنے ربوہ جا رہے ہوتے تو خاکسار بھی اُن کے ساتھ ہو لیتا۔ محترم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم سے ملاقات کے بعد حضورؒ خاکسار کو بھی بلوا لیتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر حضورؒ نے محترم شیخ بشیر احمد صاحب سے فرمایا کہ کھانا مل کر کھائیں گے۔ کھانے سے پیشتر نماز ظہر ادا کرنی تھی۔ خاکسار نے حضورؒ سے عرض کی کہ وضو کرنا ہے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ حضورؒ خود باہر تشریف لائے۔ اس عاجز کو غسلخانہ دکھایا خاکسار جب اطمینان سے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر غسلخانہ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضورؒ تولیہ لئے کھڑے ہیں۔ خاکسار کے پاؤں تلے سے تو زمین نکل گئی۔ شرم کے مارے سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کہے۔ سچ ہے۔ یہ اخلاق کی بلندیاں تو وہی دیکھ پاتے ہیں۔ جن پر خدا تعالیٰ انہیں خود ظاہر فرما دیتا ہے۔ ہر قاری اپنے اپنے ظرف سے ان بلندیوں کو ناپے گا۔ مگر سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جنہیں خود چنتا ہے وہ عظیم اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔ خواہ ان اخلاق کی جھلکیاں دیکھنے کا موقعہ کسی کو میسر آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ حضورؒ کے گھوڑے سے گرنے کے بعد تو شوریٰ کے کھانے کے لئے کرسیاں اور میز ضرورت بن گئے۔ مگر پہلے یہ کھانا دریوں پر بیٹھ کر کھایا جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک کھانے میں خاکسار بھی شامل تھا۔ کھانے کے دوران خاکسار کو یہ خیال آیا کہ حضورؒ سے ایک بات پوچھ لوں۔ کھانا جلد ختم کیا اور رینگتے ہوئے حضورؒ کے قریب جا پہنچا۔ عرض کی حضور ایک بات کرنی ہے۔ فرمایا کرو۔ اُس وقت حضورؒ ایک ہاتھ میں پلیٹ پکڑے پلاؤ تناول فرما رہے تھے۔ خاکسار سے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ خاکسار نے حجاب محسوس کرتے ہوئے اپنی طرف سے پلیٹ میں سے لقمہ اُٹھایا جس پر حضورؒ نے فرمایا کہ اس طرف سے کھاؤ (یعنی جس طرف سے حضورؒ خود کھا رہے تھے)۔ اُس بلند اور مطہر وجود نے ذرہ محسوس نہیں کیا کہ خاکسار کے ہاتھ کیسے ہیں۔ صاف بھی ہیں یا نہیں۔ شفقت اور محبت کا ایک انوکھا انداز تھا۔ جس سے حضورؒ نے اس عاجز کو نوازا ورنہ جو پلیٹ حضورؒ کے ہاتھ میں تھی۔ جس میں سے حضورؒ خود تناول فرما رہے تھے وہ تو ساری تبرک سے بھری تھی۔ حضورؒ ہی نے جماعت کو یہ سلوگن دیا تھا ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔'' وہ تو سب کے لئے ہی مجسم محبت بن گئے تھے اس نابکار کے لئے بھی کہ جب بھی ملنے گیا۔ ملاقات کا معین وقت ہو یا نہ ہو

خاکسار درخواست بھجوا دیتا اور حضورؒ کی محبت و شفقت اس کی منظوری کا سبب بن جاتی۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر یہ بھی دیکھا کہ حضورؒ نے کمرہ کی نیچے والی کنڈی خود کھولی۔ قمیض اور پاجامہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ سر ننگا اور اجازت مرحمت فرمائی کہ آجاؤ۔ یہ بھی تو ہوا کہ خاکسار حضور انور سے ملنے ایبٹ آباد گیا۔ عملہ سے ملاقات کے لئے حضورؒ کی خدمت میں درخواست گزاری کے لئے کہا تو جواب ملا کہ ملاقاتیں بند ہیں۔ اُن سے کہا کہ درخواست تو بھجوا دیں۔ اجازت مل گئی۔ اندر گیا۔ حضورؒ برآمدہ میں کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا کئی دنوں سے بلڈ پریشر بہت کم تھا۔ آج ہی اُٹھ کر بیٹھا ہوں۔ ایسا بھی ہوا کہ خاکسار ملاقات کی غرض سے اسلام آباد حاضر ہوا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کے ذریعہ ملاقات کی اجازت بھی مل گئی۔ پھر نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضورؒ نے نماز پڑھائی اور جاتے ہوئے خاکسار سے فرمایا کہ ملاقات ہو گئی۔ خاکسار نے عرض کی۔ حضور ایک بات کرنی ہے۔ فرمایا کل آجانا۔ اگلے روز حاضر ہوا۔ ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔ فرمانے لگے کہ تمہیں پتہ ہے کل کیا ہوا۔ میں جب نماز پڑھا رہا تھا تو ایک سخت چکر آیا اور میں گرتے گرتے بچا۔ یہ عاجز تو حضورؒ کا ایک ادنیٰ غلام تھا۔ ملاقات کے لئے اجازت کا مل جانا میری خوش بختی کی علامت تھی۔ پھر بھی اپنے خدام کے نازک جذبات کا اتنا احساس اتنا خیال کہ اگلے دن خاکسار کی دلجوئی کے لئے معاملے کی وضاحت فرما دی۔ یہ اوصاف و اخلاق صرف انہیں کا جزو ہوتے ہیں جو آسمانِ روحانیت کے چاند ستارے ہوتے ہیں۔

خاکسار ٹیکس کے ایک معاملہ میں کافی پریشانی میں مبتلا تھا۔ یہ 70 کی دہائی کا واقعہ ہے۔ خاکسار اپنے پیارے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوا اور دعا دونوں کے لئے عاجزانہ درخواست کی۔ جو شرفِ قبولیت پا گئی۔ یہ معاملہ بہت پہلے سے اٹکا ہوا تھا۔ خاکسار کو یاد تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ”میں نے اپنے خدا سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے“۔ خاکسار کی پریشانی اتنی بڑھ گئی تھی کہ خاکسار نے حضورؒ کی خدمت میں لکھا کہ اس معاملہ میں اپنے اُس خدا سے جس سے آپ نے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے۔ دعا کریں۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ معاملہ نہایت اطمینان بخش طور پر حل ہو گیا۔

یہ واقعہ بھی اُسی زمانہ کا ہے۔ خاکسار اپنے پیارے آقا کی شرف یابی کے لئے حاضر ہوا۔ ملاقات کے بعد فرمایا ”زمینوں پر چلو گے؟“ اس بابرکت وجود نے اپنی شفقت کا ایک اور موقعہ فراہم فرما دیا۔ عرض کی۔ جی حضور۔ تو فرمایا ”اچھا فلاں دن اس وقت آجانا“ خاکسار اُن دنوں چنیوٹ میں کچھ دنوں کے لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ جب ربوہ جانے لگا تو والد صاحب محترم نے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بھتیجے کو بھی ساتھ لے لو۔ دل میں سوچا لے چلتا ہوں۔ اجازت مانگ لونگا۔ حضور جب باہر تشریف لائے تو خاکسار نے عرض کی چھوٹا بھتیجا بھی ساتھ ہے اگر اجازت ہو تو ساتھ چلا جائے۔

فرمایا ''ہاں ہاں لے چلو الگ گاڑی کا بندوبست ہے۔'' پیارے آقا آگے آگے گاڑی میں جارہے تھے اور خاکسار حضورؒ کے عملہ کے ہمراہ پچھلی گاڑی میں سوار تھا۔ ایک کچے راستہ پر یکدم دیکھا کہ حضورؒ گاڑی سے نیچے اترے ہیں اور گاڑی کو دھکا لگا رہے ہیں۔ ہم پیچھے سے پہنچے۔ عرض کیا کہ حضور گاڑی میں تشریف رکھیں ہم دھکا لگا لیں گے۔ حضور نہ مانے۔ ہمارے اصرار پر ہی ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دی۔ حضور کے اس کردار کی عظمت کا اندازہ لگانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ہم تو غلام تھے۔ آقا کو علم تھا کہ ہم خدام پیچھے آ رہے ہیں۔ اور یہ خدمت ہمارے لئے باعثِ صد افتخار و برکت ہوگی۔ مگر یہ تو ہماری سوچ تھی۔ خدا کے پیاروں کی سوچوں کی بلندیوں تک ہماری رسائی بھلا کیسے ممکن ہے۔

غالباً 1978ء کا واقعہ ہے۔ خاکسار اپنی فیملی کے ساتھ تھوڑے عرصہ کے لئے بیرون ملک چلا گیا اور حفاظتی نقطہ نگاہ سے دو نوجوانوں کو جو ہماری فیکٹری میں کام کرتے تھے گھر کے ایک کمرہ میں عارضی رہائش فراہم کر دی۔ اُس کمرہ میں ایک لوہے کی الماری بھی تھی۔ جس میں کچھ سونے کے زیورات رکھے تھے۔ جب یہ عاجز واپس آیا تو پتہ لگا کہ زیورات غائب ہیں۔ خاکسار کو اس واقعہ سے کچھ زیادہ تکلیف پہنچی کیونکہ ان زیورات کے ساتھ بعض دوسرے قریبی عزیزوں کے زیورات بھی رکھے تھے۔ بہت کوشش کی مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ ہمارے گہنے بھی چوری ہو گئے تھے۔ منصورہ بیگم جب بیاہی گئیں تو اُن دنوں ہم ایک دعوت میں گئے۔ دیر سے لوٹے اور رات کو منصورہ بیگم نے گہنے اتار کر ویسے ہی دراز میں رکھ دیئے۔ دوسرے دن وہ گہنے غائب تھے۔ گھر میں سوائے کام کرنے والی کے اور کوئی نہ تھا۔ پولیس کو اُسی پر شبہ تھا۔ وہ پکڑ کر لے گئی۔ مگر ملازمہ نہ مانی۔ پولیس نے بدنی سزا دینے کے لئے اجازت طلب کی کہ وہ سختی کرنے سے مان جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ ہم نے اس کی اجازت نہ دی اور اس طرح قریباً سارے گہنے چوری ہو گئے۔ اور فرمایا کہ یہ دنیا کی چیزیں ہیں۔ ان کے لئے زیادہ فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔ یہ سن کر خاکسار کا بھی حوصلہ بڑھا۔ اور وہ بوجھ جو طبیعت پر تھا ہلکا ہو گیا۔

اسی پر اکتفا کرتا ہوں یہ چند واقعات جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے کردار پر روشنی ڈالتے ہیں وہاں ہمارے لئے سبق آموز بھی تو ہیں۔ جس محبت، ہمدردی، پیار اور شفقت کو ہم خدام نے اپنے آقا سے پایا وہ ہمیں یہ درس بھی تو دیتے ہیں کہ ہم اپنے آقا کی اتباع میں ان اخلاق کو اپنے اندر بھی پیدا کریں خدا کرے کہ اس کی توفیق سے ہم ایسا کر پائیں اور وہ رحیم و کریم خدا ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا رہے۔ آمین

نظم

(کلام مکرم عبیداللہ علیم صاحب)

وہ رات بے پناہ تھی اور مَیں غریب تھا
وہ جس نے یہ چراغ جلایا عجیب تھا
وہ روشنی کہ آنکھ اُٹھائی نہیں گئی
کل مجھ سے میرا چاند بہت ہی قریب تھا

دیکھا تجھے تو طبع رواں ہو گئی مری
وہ مُسکرا دیا تو مَیں شاعر ادیب تھا
رکھتا نہ کیوں مَیں رُوح وبدن اُس کے سامنے
وہ یُوں بھی تھا طبیب وہ یُوں بھی طبیب تھا

ہر سلسلہ تھا اُس کا خُدا سے مِلا ہوا
چُپ ہو کہ لب کُشا ہو بلا کا خطیب تھا
موجِ نشاط وسیلِ غمِ جاں تھے ایک ساتھ
گلشن میں نغمہ سنج عجب عندلیب تھا

مَیں بھی رہا ہوں خلوتِ جاناں میں ایک شام
یہ خواب ہے یا واقعی مَیں خوش نصیب تھا
حرفِ دُعا و دستِ سخاوت کے باغ میں
خود میرا تجربہ ہے وہ بے حد نجیب تھا

دیکھا ہے اُس کو خلوت وجلوت میں بارہا
وہ آدمی بہت ہی عجیب و غریب تھا
لِکھّو تمام عمر مگر پھر بھی تم علیم
اُس کو دِکھا نہ پاؤ وہ ایسا حبیب تھا

(ویران سرائے کا دیا ص:81-82)

اندھیرے گھروں میں اجالے ہوئے ہیں
گئی ہے کہاں تک ضیائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

حلقہ کریم نگر۔ مجلس دار الفضل، فیصل آباد

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

منجانب

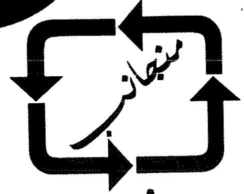
محترمہ سعیدہ احسن صاحبہ
ربوہ

رہے حشر تک وہ ثناء خواں اس کا
جسے اپنا جلوہ دکھائے خلافت

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

297 ج ب۔ 367 ج ب
گوجرہ شہر ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ



منجانب

محترمہ امۃ الباسط مرزا اہلیہ خورشید عاقل صاحب



ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دوراں تیرا

ممبرات لجنہ اماء اللہ
حلقہ گلستان کالونی۔ گلبرگ۔ کینال کالونی
دار الفضل، فیصل آباد

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

منجانب
محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ دار الصدر غربی نمبر 1

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

مکرمہ تسنیم خلیل صاحبہ بمعہ اہل و عیال
حلقہ سمن آباد
بیت التوحید، لاہور

آ گیا آخر خدا کے فضل سے
دن گنا کرتے تھے جس دن کے لئے

منجانب
محترمہ راشدہ انیس بمعہ اہل و عیال
مغیث، خلیف، قدوس، صہیب
حلقہ سبزہ زار۔ بیت التوحید، لاہور

منجانب

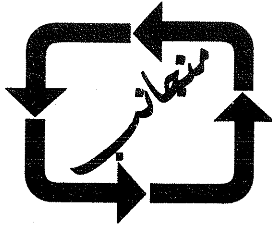
اس وقت ضرورت ہے کہ ...... کے لئے اور سلسلہ احمدیہ کے لئے ہر ایک قربانی جس کی ضرورت ہو کی جائے اور جب تک تم میں سے ہر ایک قربانی نہیں کرے گا۔ ان ترقیوں کے منہ نہیں دیکھ سکو گے جو مقدر ہیں۔



محترمہ بشریٰ طارق صاحبہ اہلیہ طارق مشتاق بٹ



کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے یاں تیرا

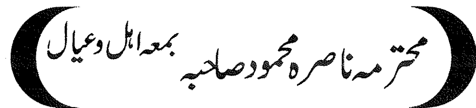


ممبرات لجنہ اماءاللہ

حلقہ دارالذکر۔ قیادت دارالذکر۔ لاہور

تمہارا اُس خدا کے ساتھ تعلق ہے۔ جو ہر ایک بڑی سے بڑی مصیبت اور روک کو دور کر سکتا ہے۔ اگر تم یہ بات یاد رکھو تو تمہارے راستہ میں اگر مصائب کے پہاڑ بھی آجائیں تو وہ دور کر دیئے جائیں گے تمہیں ہر مقصد اور مدعا میں کامیابی نصیب ہوگی۔

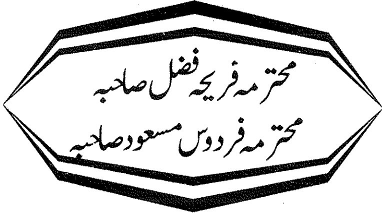




بیت التوحید، لاہور

فضل سے اپنے بچا مجھ کو ہر اک آفت سے
صدق سے ہم نے لیا ہاتھ میں داماں تیرا





پیر محل۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

HAZRAT KHALIFATUL MASIH III

By: Maulvi A. Wahab Adam Sahib

He was the first Khalifah to set foot on the soil of Ghana.

That was in 1970.

To enlighten the Ghanaian public about his spiritual eminence, the Ghana Jama'at went to great lengths to portray his spiritual stature in the light of prophecies.

So after he had addressed the University dons, students and civil society personalities at the Kwame Nkrumah University of Science & Technology, he most graciously gave the floor to those who wished to ask questions. Somebody asked: How would you describe yourself?

The audience was stunned when he said in response to the question:

I AM THE HUMBLEST OF THE HUMBLE!

SERVICE TO HUMANITY:

It was on this tour that he conceived the idea of initiating the Majlis Nusrat Jehan (Service to Humanity) Project, which has impacted so positively on the socioeconomic landscape of Africa!

He declared:

I do not know where the doctors and the teachers will come from, and I do not know where the financial resources will come from. What I do know is, it is Allah's project and He will provide.

Such was his firm and unshakeable faith in Allah.

Today, hospitals and Senior High Schools are dotted in countries throughout Africa, bringing quality education and health to the doorsteps of suffering humanity.

IMPLICIT FAITH IN ALLAH:

Salaga is in the Northern part of Ghana. It is predominantly Muslim who have been averse to formal education. A school was set up there, under the Majlis Nusrat Jahan Scheme, to help transform the people.

A non-Muslim educational official, determined to frustrate the Jama'at, recommended the opening of another school in the same town. That was the surest way of 'killing' our school. When the matter was brought to the attention of Hazrat

Khalifatul Masih III, he, in an expression of implicit faith in Allah, sent a one-sentence telegram:

'We will run it ourselves by the grace of Allah'

Not only did the Jama'at's school survive, but it is one of the most developed high schools in the locality.

THE MIGHTY HAND OF ALLAH:

The mighty hand of Allah shone also in the establishment of the Techiman Hospital.

While the location of all the other hospitals in Ghana was selected by the Ameer, Maulana Basharat Ahmad Bashir, with the approval of Hazrat Khalifatul Masih III, (Allah's mercy be on him), that of Techiman was selected by Huzoor himself.

He had directed:

Even if you procure two rooms for the purpose, a hospital will be set up there.

An Ahmadi Muslim, Mr. Suleiman Twi, had made available to the Jama'at his newly erected house for the purpose. Dr. Bashir Ahmad Khan had arrived from Pakistan to manage the hospital. But he required a formal approval from the Ghana Health authorities to practise.

Two hospitals were already in the town; one for the Catholic Church, and the other for an individual doctor, who was a Presbyterian.

The Catholics petitioned the health authorities not to register the Jama'at's hospital. The reason? The town already had two hospitals and so, the third hospital was not necessary. Days and weeks passed and Dr. Bashir stayed idle at home and couldn't practise.

Nothing could be more frustrating than that!

Look at the ways of Allah! The individual doctor, who ran a hospital at Techiman, was suddenly taken ill and died. The hospital was, therefore, closed down.

HUMANITARIAN GESTURE:

The doctor of the Catholic hospital also fell ill soon after. A patient was brought to the hospital who required immediate surgrey attention. Since the doctor could not carry out the surgery, because of ill health, nurses of the hospital approached Dr. Bashir and pleaded with him to proceed to the Catholic hospital to help the patient "on humanitarian grounds"

Though very reluctant, for obvious reasons, Dr. Bashir was persuaded by the

phrase "humanitarian grounds" and went to the Catholic hospital to help save the life of the patient. Through the grace of Allah, the life of the patient was saved. Alhamdulillah. Allah be praised!

When the matter reached the Ghana Health authorities, they, without hesitation, approved the Jama'at's hospital, on the grounds that the objections of the Catholics were no longer tenable, since by inviting Dr. Bashir to their hospital to save life, they themselves had justified the need for yet another hospital in the town!

MIRACLE:

Miraculously, the Techiman hospital, which stood the risk of not seeing the light of day became the first hospital to be formally inaugurated by a Minister of State!

DIVINE INTERVENTION:

Mr. Attadika was a well-known lawyer in Ghana. His wife was also a lawyer. She had two previous miscarriages. When she got pregnant again, her doctor confined her to bed for over 3 months to prevent another miscarriage. So she was devastated when another miscarriage occurred. A family friend, Mr. J. G. Issah, an Ahmadi, being concerned about the plight of the Attadikas, and convinced that with the prayers of Hazrat Khalifatul Masih III, Allah would intervene in the matter, he advised his friend to write to Hazrat Khalifatul Masih III and ask for prayers. He did.So Huzoor's reply came promptly assuring him of Allah's grace. This time round, her doctors attested to the fact that there had been no smoother delivery in the whole history of their hospital than that of Mrs. Attadika!

After delivery, the parents sought a name for the child. He was named Abdus Samee, indicating that Allah listens to prayers.

When Hazrat Khalifatul Masih III paid his second visit to Ghana, eight years later, he saw for himself Allah's grace in crowning his efforts with success.

The doctors were there; the teachers too were there. Allah had provided the financial resources and the hospitals and high schools were flourishing! Praise be to Allah!

During this visit, Hazrat Khalifatul Masih III added another dimension to the Jama'at's services in Ghana:

OPEN MERIT SCHOLARSHIP:

He offered scholarships to Ghanaians. The scholarship was to be awarded to those

who would be selected on merit, not on religious considerations, to pursue studies in agricultural science in Pakistan's best agricultural university – all at the expense of the Jama'at. Interviews were conducted by representatives of the Ministries of Foreign Affairs, Education and Agriculture together with representatives of the Ahmadiyya Muslim Jama'at. Some were selected and sent to Pakistan. They have returned to Ghana as agriculturalists and agricultural engineers.

BRAIN DRAIN:

The only condition attached to the scholarship was to return to Ghana, after the course, to serve the country. Thus, for the first time, a calculated attempt was made to stem the tide of brain drain which has become a bane in Africa.

H. E. Dr. Hillah Limann, the then Head of State of Ghana, received Hazrat Khalifatul Masih III at the Castle, the seat of Government, with remarkable reverence. Huzoor had, at the time, stressed three things. First, education was to be made accessible to all Ghanaians. Second, roads were to be built to connect all towns and villages to the cities to ensure rapid movement of goods and services and thirdly, provision of telecommunication facilities was to be pursued vigorously.

Hazrat Khalifatul Masih III was most impressed with the natural resources of Africa. He lamented:

You have been endowed with everything and yet deprived of all.

PLUNDER:

While the assertion acknowledged Allah's gifts to Africa, it spoke volumes of the deprivation that Africa suffered through plunder.

At a well-attended Press Conference, he set forth, in a nutshell, some of the ideals of Islam:

WORLD PEACE & WOMEN'S RIGHTS:

"He observed that the prevalence of war and hunger was a threat to the existence of mankind.

"Unless we all direct our resources and teachings towards a world of peace, which is also free from hunger, mankind would soon face possible annihilation, he stressed."

"He advised Ghanaians to maintain their high standard of education and not waste their talents. On the Mission's stand on family planning, Hazrat Khalifatul Masih III noted that the Holy Qur'an specified that a child should be breast-fed for two years.

That in itself, he said, was a practical way of planning a family. He remarked that abortion for the sake of saving the life of the mother or purely for health reasons was necessary "other wise, it is criminal" (Daily Graphic, Friday, August 29, 1980)

CHAMPIONING THE CAUSE OF AFRICA:

The great religious leader that he was, he returned to Pakistan to present to the world the true picture of Africa.

He delivered speeches to correct the wrong notions that the world generally entertained about Africa.

Forget about Switzerland. Go to Africa to see what natural beauty is.

There was no river or brook around which I did not see people wash their clothern or themselves.

They maintain maximum cleanliness.

I met literally thousands of people. Yet, not once did I smell anything foul from anybody.

They are dark in complexion, yet their hearts are shining with light!

OF LEMON GRASS & PASSION FRUIT:

He cherished Allah's creation. During his tour of Africa, he asked for lemon grass. It was fetched from the University of Ghana. He explained: This is very effective for controlling high blood pressure.

Just boil it and drink, he said. Lemon grass is not only efficacious, it has a distinctive taste, very pleasant to drink.

Hazrat Khalifatul Masih III was showing Africa the way to self-sufficiency in the development ad practice of herbal medicine.

He also talked about passion fruit, the wonder fruit in Africa which would taste as orange, pineapple or mango according to what one perceives it to be!

So did he speak of the medicinal value of the soya bean and of course, the royal jelly – the food for the queen bee. While sophisticated capsules could be made of the soya bean, he had said that soya bean could be soaked in water over night and chewed like groundnuts.

According to him, it would have the same medicinal value as the soya lecithin. What a boon to the poor in society.

FLOWERS & FRAGRANCE:

When I went to Rabwah, I was surprised to see the flowers in his garden, and what huge roses they were, and what heavenly fragrance in that garden.!

He sometimes received his guests in the garden! enjoying Allah's fresh air and the sweet fragrance of flowers.

Then he reared Chinese ducks. He had told the Ghana Ambassador to Pakistan, who had paid a visit to Rabwah, that the flesh of the Chinese duck was the most delicious of all the duck family.

He had a farm of bamboo which he personally attended to.

To encourage selfhelp in keeping Rabwah clean, he would personally participate in waqare amal meaning literally dignity of labour. Humility at its best.

THE SCIENCE OF ANGLES:

I happened to be in the blessed company of Hazrat Khalifatul Masih III when he visited the UK in 1973. He was strolling on the lawns of the London Mosque.

As is often the case, he was accompanied by quite a few of his devoted followers.

Among them was Prof. Salam, the celebrated Nobel Laureate. As we moved along, we listened attentively to his spiritual discourses which at the time, centred on the wonders of Allah's creation. He asked the Nobel Prize winner: "What do you know of the science of angles?"

The professor, in all humility, admitted that he knew nothing about it. Then Hazrat Khalifatul Masih III explained: Whatever Allah has created is beautiful. It depends upon the angle from which you look at it.

What a profound appreciation of Allah's creation.

CONFIDENCE & DEVOTION:

Sir Muhammad Zafrullah Khan, the then President of the International Court of Justice at the Hague, had related to me an incident that occurred at Rabwah while he was on a visit to the Jama'at's International Headquarters in the early 70's.

He had a problem with his eyes and he had booked an appointment with an ophthalmologist in Lahore, for treatment.

He then went to Hazrat Khalifatul Masih III to inform him of his intention to

travel to Lahore the following day. According to Sir Muhammad Zafrullah Khan, Hazrat Khalifatul Masih III asked him the purpose of traveling to Lahore. Sir Muhammad Zafrullah Khan told him he needed to see a doctor for the treatment of his eyes.

According to Sir Zafrulla, Huzoor asked: "Is it necessary?"

Sir Zafrulla said that after hearing Huzoor, he called the doctor and told him that he would want him to consider the appointment with him as cancelled.

The then President of the International Court of Justice explained that he had inferred from Huzoor's words that it was not necessary to see the doctor in the matter of the treatment of his eyes.

The most surprising thing, Sir Zafrulla added, was that, even though he did not see the doctor, the problem he had of his eyes simply vanished and never recurred for as long as he lived!

What loyalty to a Spiritual Leader and what grace of Allah in consequence!

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE:

No discussion about our beloved Spiritual leader, **Hazrat Hafiz Mirza Nasir Ahmad, Khalifatul Masih III**, Allah's mercy be on him, will be complete without mentioning the motto that he gave to the Ahmadiyya Muslim Community.

In today's world where hatred and animosities – racial, tribal religious, political etc – are intentionally planned, fanned and executed with a view to excluding and wiping out a section of innocent people from the face of the earth; yes, at a critical juncture in the history of the world, when terms like

"ethnic cleansing" and **"religious apartheid"** have been institutionalized with all its diabolical ramifications, it takes a thinker of the mind and heart of Hazrat Khalifatul Masih III, to conceive of and give to the world such a pithy but profound motto: **"Love for All Hatred For None**".

It not only emphasizes the peaceful nature of Islam, but it is the only guarantee for the survival of mankind today!

And our last words are: "All praise is due to Allah, Lord of all the worlds".

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

(رضیہ درد صاحبہ)

چاند گو ڈوب گیا چاندنی باقی ہے ابھی
بجھ گئی شمع مگر روشنی باقی ہے ابھی

انسان جانا چاہے یا نہیں وقت اسے گھسیٹ کر بہت پیچھے لے جاتا ہے ۔ بے ترتیب سی حسین یادوں کی جھلک پیشِ خدمت ہے۔

پیاری بستی قادیان دارالامان کے محلّہ دارالانوار میں ہماری کوٹھی سے آگے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی کوٹھی ''النصرت'' تھی آپ مع بیگم صاحبہ قریباً روزانہ ہی حضرت اماں جان کے ہاں جاتے اس طرح آپ کا گزر ہمارے گھر کے سامنے سے ہوتا۔ ہماری امی جان چنبیلی، موتیا، گلاب کے پھولوں کے ہار بنا کر تیار رکھتیں اور ہم بیرونی گیٹ پر کھڑے انتظار کرتے آپ کے قریب پہنچنے پر ہم دوڑتے اور پیارے آقا جلدی جلدی تیز قدم چلتے ہوئے ہمارے ہاتھوں سے ہار لے کر حضرت بیگم صاحبہ کو پکڑا دیتے ۔ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ میرا ہار کہاں ہے۔؟ اس کے بعد دونوں کے لئے ہار لاتے۔ آپ کی خوشی ہم بچوں کی خوشی سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہوتی۔ عجب معصومانہ انداز سے گھل مل کر خوش ہوتے کہ آپ کو دیکھ کر ہماری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔

ہجرت کے بعد ربوہ آباد ہوگئے ۔حضور تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے میرے میاں مسعود احمد عاطف مرحوم بھی فزکس کے استاد تھے ان کے ذریعہ اکثر حضرت بیگم صاحبہ خاکسار کو بلوا لیتیں ویسے تو اکثر میں خود حاضرِ خدمت ہو جاتی۔ پھر فرمائشی پروگرام شروع ہو جاتا۔ درثمین، کلامِ محمود، درعدن کی بہت سی نظمیں سنائی ہوں گی۔ بہت ہی خوش ہو کر سنتیں۔ اتنے انہماک سے سنتیں کہ مجھے بھی عادت ہوگئی کہ جو آپ کی طرح منہمک ہو کر سنیں انہیں سناؤں۔

خاکسار کی بیٹی عزیزہ ثمینہ سلمہ اللہ سے بہت پیار کرتے اور اکثر فرماتے کہ یہ میری بیٹی ہے۔ اس نے ناظرہ قرآن مجید کا پہلا دور مکمل کیا تو مٹھائی لے کر حاضر خدمت ہوئی حضرت بیگم صاحبہ کے پاس پہنچی ہی تھی کہ حضرت بیگم صاحبہ فوراً بولیں رضیہ ہے اپنی بیٹی کے قرآن ختم ہونے پر مٹھائی لائی ہے۔ پیارے آقا نے فوراً ثمینہ کو گود میں بٹھایا اور پوچھنے لگے کیا سچ مچ میری بیٹی نے قرآن مجید ختم کرلیا۔ بیگم صاحبہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ رضیہ کہتی ہے کہ دعا کریں خدا مجھے بیٹا دے۔ تو حضورؒ نے جواب میں فرمایا کہ ''اسے تو M.A کا شوق تھا وہ ہم نے کروادیا'' ہاں ! اگر ثمینہ کہے تو ضرور دعا کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھائی دے۔ حضرت بیگم صاحبہ ملاقات کے

وقت اس طرح دوسرے کے دل کی بات کی ترجمانی کردیتیں کہ بیان سے باہر ہے۔اسی طرح آپ نے ثمینہ کے پاس آ کر کہا ''بیٹی خود بول کر کہو کہ دعا کریں اللہ مجھے بھائی دے''۔اس کے کہنے پرحضور نے فرمایا آئیں اسی وقت سب مل کردعا کریں۔چنانچہ کیا مبارک گھڑی تھی۔

خاکسار، پیارے آقا، حضرت بیگم صاحبہ اور پیارے آقا کی گود میں بیٹھی ہوئی ثمینہ نے خدا کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھادئے۔آمین کے فوراً بعد حضرت بیگم صاحبہ نے آپ کی گود سے بچی کو اٹھالیا اور اسے چمکارتے ہوئے کہا دیکھو اب اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور بھائی دے گا۔کیسی انمول ہستیاں کہ کوئی لمحہ خدائے واحد کی ذات سے تعلق اور تربیت کا فراموش نہیں کرتیں۔حضورؒ کی دعاؤں سے زندگی حسین لمحوں کی یادگار بن گئی۔جو زندگی کا اصل سرمایہ اور تنہائی کا ساتھی ہیں آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگی کی کایا پلٹ دی۔مایوسیوں کے سائے ختم ہوگئے۔شادی کے گیارہ سال بعد بیٹا عطا فرمایا جس کا نام پیارے آقا نے محمود احمد عاطف عنایت فرمایا۔الحمد للہ خاکسار بھی ان ہزاروں خوش نصیبوں میں شامل ہے جنہوں نے حضور کی قبولیتِ دعا کے بے شمار نشانات پائے۔حضور کی شفقت اور قبولیتِ دعا کا یہ واقعہ بھی انہیں میں سے ایک نشان ہے۔

وہ مسیح وقت کا پیارا محبت کا امام
جس کے دل میں موجزن تھا اک سمندر پیار کا

بیٹا پیدا ہوا تو اسکے سر پر کچھ دانے سے تھے خاکسار اس انتظار میں کہ ٹھیک ہوجائے اور کچھ موٹا بھی ہو جائے (ویسے کمزور نہیں تھا) تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گی۔اسی سوچ میں 4 ماہ کا عرصہ گزر گیا۔آپ کی شفقتوں کے کیا کہنے؟ حضرت میاں انس صاحب کے ذریعے پیغام موصول ہوا کہ فلاں روز صبح ناشتے کے وقت بیٹا لے کر آؤ سنا ہے تم اسے موٹا کر رہی ہو ہم نے کوئی کشتی کروانی ہے۔سوچتی ہوں کیسی نعمت خدا نے دی ہے جو اتنی مصروفیات میں ہم جیسے کمزور ناتواں پر محبت اور شفقت کی موسلا دھار بارش برساتی ہے چنانچہ مقررہ وقت پر آپ کے گھر پہنچی ساتھ یہی فکر کہ یہ کہیں چیخنے چلانے نہ لگ جائے لیکن کہاں یہ وسوسے اور کہاں خدا تعالیٰ کے معجزات کے نظارے۔ جاتے ہی پیارے آقا نے گود میں اٹھا لیا اور فرمایا دیکھو کس طرح میرے ساتھ چمٹ گیا ہے جیسے صدیوں سے بچھڑا ملا ہے۔ اور پھر تخت پوش پر تشریف فرما ہوئے غور سے اس کی طرف دیکھتے جاتے اور ساتھ سر پر دستِ شفقت پھیرتے جاتے اور فرمایا اسکے سر پر کیا ہوا؟ کچھ بھی نہیں یونہی تمہارا وہم ہے۔دیکھو یہ کس طرح میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا ہے۔یہ بڑا ذہین ہے۔

تحفے تحائف کے ساتھ بہت عمدہ میووں سے بھرا بہت بڑا لفافہ دیا اور فرمایا کہ لفافہ اسلئے ہے کہ 8 سال گزرنے کے بعد نہ آجاؤ کہ اب اس کو بھائی چاہیئے قبولیت دعا کے معجزات اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ قبول فرما کر خدا نے اپنے فضل وکرم

سے دوسرا بیٹا عزیز حامد مقصود عاطف عطا فرمایا۔ اکثر اسے بادا موں والا بیٹا کہا کرتے تھے خدا کی قدرت دیکھئے جب گھر آکر بچے کے سر سے ٹوپی اتاری تو سر بالکل صاف کوئی پھنسی وغیرہ نہ تھی۔ ایسا دستِ شفقت کا معجزہ دیکھ کر خدا کے حضور سر جھک گیا۔

پیارے ابا جان مرحوم کی وفات کے بعد خاکسار کے بھائی حبیب الرحمان کے نکاح کے موقع پر پیارے آقا مع بیگم صاحبہ اس تقریب میں تشریف لائے اور ہماری خوشی کو چار چاند لگا دیئے۔ کیسی انمول ہستیاں خلافت احمدیہ کی برکات سے ہمارے سروں پر سایہ کئے رکھتی ہیں۔

جب حضور سپین تشریف لے جارہے تھے ہم نے اپنے گھر کی بنیاد رکھوانی تھی لیکن یہ علم نہ تھا کہ کب جارہے ہیں۔ خاکسار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضور ہم نے اپنے گھر کی بنیاد رکھوانی ہے۔ فرمایا ''اتنی دیر کہاں رہیں؟ ہم تو بہت جلد روانہ ہونے والے ہیں۔'' میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں تو فرمایا ''جاؤ اور اینٹ لے آؤ یہیں اس پر دعا کر دوں گا۔''

کس طرح اپنی جماعت کے ہر فرد کی معمولی معمولی خوشیوں کا خیال رکھتے تھے۔ یہی مامور من اللہ ہوتے ہیں ساتھ ہی بلند آواز میں کہا تین اینٹیں لانا۔ جب میں تین اینٹیں گڈی کاغذ کے مختلف رنگوں میں لپیٹ کر لائی تو قافلہ جانے کو تیار تھا۔ پیارے آقا سیدنا مولانا نے ایک اینٹ پر خود دوسری پر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت منصورہ بیگم صاحبہ نے دعا کی تو میری جھولی سر سے پاؤں تک خوشیوں سے بھر دی آخر میں ازراہِ شفقت فرمایا آئیں اب آخر میں تینوں اینٹوں پر دعا کر لیں۔ حضورؒ نے ہمیں اپنی دعاؤں اور شفقتوں سے مالا مال کر دیا۔

میرے بھائی مجیب الرحمان کی دعوت ولیمہ پر حضور تشریف لائے مہمانوں پر نظر ڈالی اور پوچھا کیا یہ سب کھانے پر مدعو ہیں بھائی نے جواب میں جی حضور کہا۔ فرمایا آیئے دعا کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کھانے میں برکت ڈال دے۔ قربان جائیں آپ کی محبتوں کے ایسی برکت ڈالی کہ کھانا ختم ہی نہ ہوا۔ اصل تو خلیفۂ وقت کی دعا کا معجزہ تھا۔ وہ پیارا وجود خدا کی نعمتوں کا دستر خوان تھا ایک خزانہ تھا ہم پر شفقتوں کے خُم پہ خُم لنڈھاتا رہا بہت ہی پیارا وجود تھا جو ہم سے جدا ہو گیا۔

M.A عربی کرنے کے بعد خاکسار کی تقرری جامعہ نصرت ربوہ میں دینیات پڑھانے کے لئے ہوئی۔ جس طرح باقی تمام مضامین کی مجالس تھیں میں نے بھی محترمہ پرنسپل صاحبہ سے دینیات مجلس کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا وقت بہت کم ہے کنووکیشن ہونے والی ہے۔ عرض کی آپ اجازت دے دیں (اگر اللہ نے چاہا) سب ہو جائے گا۔ ہماری خوش قسمتی دیکھئے اسی سال پیارے آقا نے اس تقریب کی صدارت فرمائی اس موقع پر آپ نے اپنے خطاب میں سب سے پہلے فرمایا ''میں نے کالج کی سالانہ رپورٹ پڑھی ہے اس وقت میں صرف مجلس دینیات کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ درج ذیل خطاب سے نوازا۔

آئندہ سال جو طالبہ قرآن مجید کتب حضرت مسیح موعودؑ احادیث کے امتحان جس کا کورس میں مقرر کروں گا۔ 66% نمبر لے کر اول آئے گی اسکو سال بھر کی ٹیوشن فیس میری طرف سے بطور انعام ملے گی۔ اسکے لئے مزید شرائط بھی ہوں گی۔

1- اس کلاس کی تمام طالبات شامل ہوں اور کامیاب ہوں۔

2- اول آنے والی کے نمبر کم سے کم 66% ہوں کامیاب ہونے کے لئے 40% نمبر حاصل کرنا ہوں گے۔

پرنسپل صاحبہ بے حد خوش ہوئیں عاجزہ کو مبارکباد دی کہ تھوڑے وقت میں محنت اور خاص توجہ سے یہ اعزاز حاصل کرلیا۔

لحہ لحہ آپ کی یہی خواہش رہتی کہ خدا کی کتاب کو جتنا زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے اتنی خدا کی مخلوق کی اصلاح ہوگی اور دنیا میں امن وسلامتی کی فضا پیدا ہوگی۔ وہ ہستی جو ہمارے جسموں کے لئے بمنزلہ روح تھی وہ ہم سے جدا ہوگئی وہ محبت کا ایک بحرِ زخار تھا۔

؎ عمر بھر وہ پیار کے ساغر لنڈھاتا چل دیا

اے خدا اس مجسم پیکرِ محبت وشفقت کو اپنے قرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما اور ہمیں آپ کے نیک نمونہ پر اپنی زندگیاں ڈھالنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

؎ خاکِ ربوہ اسے سینے سے لگا کر رکھنا
آبگینوں سے بھی نازک یہ دفینہ ہوگا

"دنیا میں اک نذیر آیا
پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا،
لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے
اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

منجانب

محترمہ منورہ منور، شگفتہ، عائشہ، وقاص، شہزاد

سبزہ زار نمبر 1 ۔ بیت التوحید، لاہور

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

حلقہ غلام محمد آباد۔ رضا آباد۔ ناظم آباد
فیکٹری ایریا، دارالفضل، فیصل آباد

یہ غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مراد
بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا

منجانب

محترمہ رضیہ بٹ صاحبہ بمعہ اہل وعیال
عاطف بٹ، عاصمہ بٹ، محمد جاوید بٹ

حلقہ سبزہ زار۔ بیت التوحید، لاہور

میری اولاد کو تو ایسی ہی کردے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرۂ تاباں تیرا

منجانب

محترمہ لئیقہ احمد بمعہ اہل وعیال

حلقہ سبزہ زار۔ بیت التوحید، لاہور

مقبول دعائیں ہوں
سب دور بلائیں ہوں



محترمہ ضیاء نثار صاحبہ
بیت التوحید
حلقہ سمن آباد لاہور

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے

منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ
قیادت اقبال ٹاؤن
حلقہ اقبال ٹاؤن نمبر 1
بیت التوحید، لاہور

پیارے حضور اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر
کو صد سالہ خلافت جوبلی مبارک ہو
خدا کا ہے وعدہ خلافت رہے گی
یہ نعمت تمہیں تا قیامت ملے گی



خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
اراکین مجلس عاملہ و ممبرات لجنہ اماء اللہ
کوٹ عبدالمالک۔ شرقپور خورد
ضلع شیخوپورہ

گھڑیاں کرم کی فضل کی برسات چاہیے

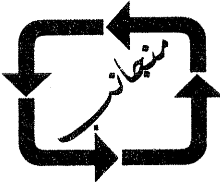
منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ
حلقہ سبزہ زار نمبر 2۔ بیت التوحید، لاہور

منجانب

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو تا قیامت حضرت مسیح موعودؑ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بننے اور قدرت ثانیہ کے روح افزاء چشمے سے سیراب ہونے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ

میر پور خاص



جو ہو مفید لینا جو بد ہو اُس سے بچنا
عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکاء یہی ہے

محترمہ طیبہ بشیر صاحبہ بمعہ اہل و عیال

مکرمہ سائرہ کنول صاحبہ، مکرمہ عائشہ صدیقہ صاحبہ

بیت التوحید، لاہور

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ہم اراکین عاملہ و لجنہ اماء اللہ چک 18 بہوڑو + چک 79 نواں کوٹ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ پاکستان کو مصباح کی خصوصی اشاعت بر موقع صد سالہ جوبلی پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہیں۔

قرآن کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

چک 18 بہوڑو۔ چک 79 نواں کوٹ۔ ضلع شیخوپورہ

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے



محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ بمعہ اہل و عیال ۔ ھما فخر، عائشہ، آمنہ، ملیحہ، فخر احمد اور اظہر احمد

حلقہ سبزہ زار، بیت التوحید، لاہور

مسکراتا چہرہ

محترمہ امتہ الحفیظ جمن بخش

آپکے نورانی چہرہ پر خوبصورت خوشبودار تازہ کھلے گلاب کی طرح مسکراہٹ ہر وقت ہی نظر آتی تھی۔ جب بھی آپ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑتی۔ تو مسکراہٹ کے ساتھ پُرنور آنکھوں سے بے پناہ پیار و شفقت کی کشش آپکے قریب کر دیتی تھی۔ میرے میاں عبدالعزیز جمن بخش مرحوم اپنے آقا کی کار کے ڈرائیور تھے۔ یہ سعادت آپکو ہمیشہ ہی حاصل رہی اس ادنیٰ ترین خادم کے ساتھ بہت ہی پیار کرنے والے قدردان آقا کا حسن سلوک دیکھئے۔ جس دن صبح حضورؒ کی ہالینڈ سے واپسی تھی۔ اس رات میرا بیٹا عزیزم افتخار احمد بہت بیمار ہو گیا۔ صبح تک اسے کچھ افاقہ ہوا۔ تو ہم دونوں میاں بیوی اسے اسی حالت میں چھوڑ کر مسجد چلے گئے۔ میں نے جاتے ہی حضرت بیگم صاحبہ کو بچے کی بیماری کا بتایا۔ آپ نے فوراً ہی جا کر حضور کو بتایا۔ ابھی میں وہیں بیٹھک کے سامنے کھڑی تھی کہ میں نے دیکھا حضور تیزی سے گھریلو لباس میں ہی کمرہ سے نیچے تشریف لے گئے۔ جا کر جمن صاحب سے بچے کا حال پوچھا۔ دعا فرمائی اور تسلی دی۔ سبحان اللہ۔ آپکا اپنے سب خادموں کے ساتھ یہی پیار بھرا سلوک تھا۔ جسکا ذکر کرونگی۔

حضور نے ہالینڈ کے سات دورہ مبارک فرمائے۔ صرف دو بار مشن ہاؤس میں مشنری انچارج کی بیگم صاحبہ تھیں خدا تعالیٰ کے پیاروں کی خدمت کی سعادت ملنا بھی خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہوتی ہے۔ جسکا اظہار کرنا اس نعمت کا شکر ادا کرنا سمجھ کر لکھ رہی ہوں کہ حضور کے پانچ دورہ جات میں بحیثیت نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ ہالینڈ ہونے کے مکرم مشنری انچارج اور اپنے میاں کے جو مشنری انچارج کا دائیں بازو ہوتے تھے۔ دونوں کے مشورہ و اجازت سے آپکے تابع رہ کر اوپر کا سارا انتظام خاکسار کے سپرد ہوتا تھا جس سے حضور کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ الحمد للہ اسوقت کے مشن ہاؤس کا ہلکا سا نقشہ کھینچ دوں۔ جس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا۔ کہ حضور کو خدا کے گھر سے بیت الذکر سے کتنی شدید محبت و عقیدت تھی کہ اپنی کسی بھی تکلیف کی سہولت و آرام کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ باوجود جماعت کے عرض کرنے کے کہ حضورؒ کی رہائش کا ہوٹل میں بندوبست کیا جائے۔ حضورؒ نے خدا کے گھر ٹھہرنے کو ترجیح دی اور سب کو سختی سے منع کر دیا۔

اسوقت مشن ہاؤس چھوٹا سا تھا۔ ہر کمرہ ہی چھوٹا تھا۔ حضورؒ کے کمرہ اور کچن کا بہت کم فاصلہ تھا۔ باتھ روم حضورؒ کے کمرہ کے سامنے تھا۔ چھوٹے سے کچن میں نہ صرف حضورؒ کا ناشتہ و کھانا تیار ہوتا تھا بلکہ اہلِ قافلہ والوں کا ناشتہ و کھانا بھی اوپر سے تیار ہو کر نیچے جاتا تھا۔ حضور کا حکم تھا کہ پہلے قافلے

والوں کا ناشتہ وکھانا بھجوایا جائے۔ پھر ہمارے لئے اکثر ایسا ہوتا کہ عین اس وقت جب حضور ناشتہ فرما رہے ہوتے۔ سیڑھیوں پر کھٹ کھٹ شروع ہو جاتی۔ حضرت بیگم صاحبہ کے حکم سے کہ دورانِ ناشتہ وکھانا مجھے وہیں آپکے پاس کمرہ میں رہنا چاہیے، میں وہیں ہوتی تھی تو حضور فرماتے جاؤ دیکھو شاید کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ ایک دن حضورؒ نے مجھے فرمایا کہ میرے لئے انڈا ابال کر لاؤ کہ کھٹ کھٹ شروع ہونے کی وجہ سے مجھے ادھر متوجہ ہونا پڑا۔ اور حضورؒ صبر وتحمل سے انتظار فرماتے رہے کہ کب انڈا آتا ہے جب تک حضور دریافت نہیں فرمالیتے تھے کہ نیچے سب کو ناشتہ چلا گیا ہے۔ خود شروع نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار قافلے والوں میں سے کسی نے حضور تک شکایت پہنچائی کہ کمبل کم ہونے کے وجہ سے ہم کو رات کو سردی لگتی رہی ہے۔ اپنی جان سے بڑھ کر اپنے خدام کا خیال رکھنے والا شفقت بھرا سلوک کرنے والا آقا بے چین ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ روزانہ ہر رات تسلی فرما کر کہ سب کو پورے کمبل مل گئے ہیں۔ تب اپنے کمرہ میں جاتا تھا۔ خود اپنے آرام کا یہ حال تھا کہ ایک دن ہم کچن میں برتن دھو رہی تھیں کہ دروازہ پر دستک ہوئی دیکھا تو حضور کھڑے ہیں ۔عرض کی جی حضور تو فرمایا پہلے سر پر دوپٹہ لو دوپٹہ۔ یہ ہوش نہیں تھی کہ سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔ مارے شرم کے جلدی سے دوپٹہ لیا۔ تو فرمایا۔ مجھے ایک گلاس پانی دو۔ ایک گلاس پانی کیلئے حضور کو کچن تک آنا پڑا اور کھڑے رہے حضور دن بھی جماعتی

کاموں میں مصروف ۔ڈاک دیکھنے کا کام ۔ ملاقاتیں ۔ لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ پھر جب اوپر تشریف لاتے تو ایک تو ہر وقت سیڑھیوں پر صرف ایک ہی سیڑھی تھی۔ آمد ورفت ہوتی تھی۔ خدام کا چائے وکھانے پینے کے برتن لے جانے واپس پہنچانے سودا سلف دینا۔ کوئی ضروری بات کرنی وغیرہ وغیرہ۔ پھر کچن میں برتن دھونے سمیٹنے اسوقت پلاسٹک کے برتن نہیں تھے کہ استعمال کئے۔ اور پھینک دیئے۔ بلکہ لوہے چینی کے شیشے وسٹیل کے برتن ہوتے تھے۔ جو کہ جگہ کم ہونے کیوجہ سے پورے کچن میں پھیلے ہوتے اور خوب شور مچا رہتا۔ کبھی رات کے بارہ کبھی ایک بج جاتا تھا۔ کسی وقت حضرت بیگم صاحبہ کچن میں تشریف لا کر ہمیں پیار سے کہتیں اب تم لوگ گھر جاؤ تم بھی جا کر آرام کرو حضورؒ کے آرام کا وقت ہے۔ فاصلہ کم ہونے کیوجہ سے باوجود کوشش کے کہ شور نہ ہو کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا شور حضورؒ کے کمرے تک جاتا رہتا تھا۔ پیارے حضورؒ ان سب حالات میں سارا وقت اپنی اسی حسین مسکراہٹ کے ساتھ گزارتے۔ چہرہ مبارک پر کبھی شکن تک نہیں آتی تھی۔ ایک بار جب حضور ہالینڈ رونق افروز ہوئے۔ نیچے سے ہجوم سے ہٹ کر اوپر تشریف لائے تو بیٹھک عورتوں، بچوں سے بھری ہوئی تھی جب سب رخصت ہو گئے۔ تو مجھ سے فرمانے لگے۔ تمہاری بچیاں کیوں نہیں آئیں عرض کی حضور آئی تھیں یہیں تھیں تو بیگم صاحبہ سے فرمانے لگے۔ انکی بچیوں کو دوبارہ بلواؤ اور مجھے بھی بتانا، میں

نے خیال نہیں کیا سبحان اللہ کیا حساس قدر دان آقا تھا۔ آپ کو بچوں سے بہت پیار تھا۔ گورے یا کالے ہوتے، خود ان کے پاس تشریف لے جاتے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ بوسہ دیتے اور باتیں کرتے۔ ایک دفعہ میری بچی عارفہ سے فرمانے لگے تم ربوہ آنا۔ تم کو خوب سیر کروائیں گے تو یہ کہنے لگی میں نے نہیں آنا۔ وہاں بہت ریت ہوتی ہیں۔ ہنسے اور فرمایا نہیں تم نے آنا ہے۔ ریت تم کو کچھ نہیں کہے گی۔ حضورؒ کی زبانِ مبارک میں کیسی برکت تھی کہ میری بچی نہ صرف ربوہ بلکہ قادیان بھی جا چکی ہے۔

حضور جب بھی اوپر تشریف لاتے۔ تو نیچے جو بھی دلچسپ واقعہ ہوا ہوتا آ کر حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کو ضرور بتاتے۔ چونکہ حضرت بیگم صاحبہ اکثر وقت بیٹھک میں ہم سب کے ساتھ گزارتیں تھیں۔ اسلئے ہم بھی سن لیتے تھے۔ ایک دفعہ بتایا کہ میں نے مشنری انچارج صاحب کو بلایا۔ کہ ٹیلیفون بات میرے منہ میں ہی تھی کہ ٹیلیفون اٹھا کر ہیلو ہیلو کرنے لگے۔ حالانکہ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ ٹیلی فون کریں۔ بہت ہی شگفتہ طبیعت تھی بہت ہی لطیف و پیارا مذاق بھی فرمایا کرتے۔ ہم چھٹیوں پر فرانس گئے ہوئے تھے کہ پتہ چلا حضورؒ لندن سے ہالینڈ تشریف لا رہے ہیں تو میں بہت پریشان ہوئی۔ مارے محبت و جہالت کے حضورؒ کی خدمت میں خط لکھ دیا۔ حضور میری دعا ہے کہ جب تک ہم ہالینڈ واپس نہ آ جائیں حضورؒ کا بھی پروگرام نہ بنے۔ پھر جب حضورؒ ہالینڈ تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ تو تم یہاں ہو۔ فرانس سے تو تم نے مجھے خط لکھا۔ میں ہرگز ہالینڈ نہیں آؤنگی جب تک میں ہالینڈ میں رہوں گا۔ پھر مسکرا کر فرمانے لگے کیسی رہیں تمہاری چھٹیاں عرض کی حضورؒ بہت اچھی وہاں کے آلو بخارے بہت پسند آئے میٹھے اور رس دار تھے۔ خوب کھائے تو سامنے میز پر پھلوں کی ٹرے پڑی دیکھ کر فرمانے لگے۔ اچھا تو اسی لئے ان میں آلو بخارے نظر نہیں آ رہے۔

حضورؒ خدا تعالیٰ کی ایک نعمت تھے۔ چلتا پھرتا فرشتہ تھے۔ اپنے خدام کے نہ صرف کھانے پینے ہر طرح کے آرام کا خیال رکھا۔ بلکہ سب کو ملک کی مشہور جگہوں کی سیر کروائی ہے۔ میرے میاں بتایا کرتے تھے۔ رستہ بھر حضورؒ ہم سب کا بہت زیادہ خیال رکھتے اور پھر اپنی ہر خوشی پر سب کی خوشی اور مرضی کو مقدم رکھتے۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا، ہم اپنے شفیق مہربان پیارے باپ کے ساتھ ہیں۔

واپسی پر حضور بہت اظہارِ خوشنودی فرمایا کرتے کہ آپ نے ہمارا خیال رکھا۔ حالانکہ ہماری طرف سے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اپنی ادنیٰ ترین ناچیز خادمہ کا شکریہ ادا کرتے جسے میں حضورؒ کے اخلاقِ عظیمہ ہونے اور خدا کا بندہ ہونے کے اور کیا کہہ سکتی ہوں۔ خدا تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں اس پیارے بندہ پر جو واقعی پیارا تھا۔

چھپ گیا آنکھوں کا تارا دیکھتے ہی دیکھتے

مکرم محمد ابراہیم صاحب شادؔ، ضلع شیخوپورہ

ہو گیا رخصت پیارا، دیکھتے ہی دیکھتے
چھپ گیا آنکھوں کا تارا دیکھتے ہی دیکھتے

کاتبِ تقدیر کی تقدیر پُوری ہو گئی
ہے وہ جنّت کو سدھارا دیکھتے ہی دیکھتے

دے کے ہم کو قلبِ مضطر سوزِ پنہاں چشمِ تر
کر گیا ہے وہ کنارا دیکھتے ہی دیکھتے

ہو گیا رُو پوش خود دے کر محبت کا پیام
قومِ احمد کا دُلارا دیکھتے ہی دیکھتے

”عاجزانہ راہیں“ اس کے پیار کی آئیں پسند
ہو گیا اللہ کو پیارا دیکھتے ہی دیکھتے

ہو گیا ہے بالیقیں اس کی مساعی سے بلند
احمدیّت کا منارا دیکھتے ہی دیکھتے

تا ابد روشن رہیں گے دِل میں یادوں کے چراغ
دل ہوا روشن ہمارا دیکھتے ہی دیکھتے

حق تعالیٰ کی رضا جوئی میں سب رنج والم
کر لیا ہم نے گوارا دیکھتے ہی دیکھتے

خوف کی حالت بدل دی ہے خدا نے امن سے
ہاتھ خود پکڑا ہمارا دیکھتے ہی دیکھتے

اپنے بندوں کی دُعا سُن کے خدا نے عرش سے
ہے سکونِ دل اتارا دیکھتے ہی دیکھتے

آرزُوئے دِل صدا بن کر زباں پر آ گئی
ہو گیا حق آشکارا دیکھتے ہی دیکھتے

پھر خلافت کے اُفق پر ہو چکا ہے رُونما
نُورِ حق کا اِک سِتارا دیکھتے ہی دیکھتے

نُصرتِ ربِّ جہاں سے بر مَلا ہم کو مِلا
حضرتِ ”طاہر“ سہارا دیکھتے ہی دیکھتے

کر دیا ہے دستِ قُدرت نے بوقتِ انتخاب
جانبِ ”طاہر“ اشارا دیکھتے ہی دیکھتے

ابرِ رحمت سے ہوا ہے لا جَرم شاداب پھر
گلستاں سارے کا سارا دیکھتے ہی دیکھتے

عہدِ بیعت کر کے ہم نے پھر امامِ وقت سے
اپنا سب کچھ ہے سنوارا دیکھتے ہی دیکھتے

چشمِ ماروشن ۔ دلِ ماشاد از فضلِ خُدا
تمکنت شُد دینِ مارا ۔ دیکھتے ہی دیکھتے

حضورؒ کی شفقتیں اور محبتیں

پروفیسر سیّدہ نسیم سعید صاحبہ

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ افراد جماعت کے لئے ایک انتہائی شفیق باپ تھے بلکہ حقیقی باپ سے بھی بڑھ کر۔ افراد جماعت کی تکالیف سے بے چین ہو کر اُن کے لئے متضرعانہ دعائیں کرنے والے اُن کی خوشیوں اور مسرتوں میں اُن کے ساتھ خوش ہونے والے اُن کی دینی اور دنیاوی ترقیات کے لئے نئے سے نئے منصوبے بنانے اور ان کو عملی جامہ پہنانے والے۔ ان کی نسلوں کی تربیت پر خصوصی توجہ کر کے ان کے گھروں کو پرسکون اور جنت نظیر بنانے والے۔ آپؒ کے بے شمار اور بے مثال کارنامے ہیں جو رہتی دنیا تک تاریخ احمدیت اور دین حق میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

میں تو یہاں صرف اپنے ان جذبات میں سے کچھ قلمبند کرنے کی کوشش کروں گی جو آپ کی شفقتوں کے میں نے اور میرے افراد خاندان نے محسوس کئے۔

ہوا یوں کہ میری والدہ بیگم شفیع صاحبہ جو اکثر حضور سے ملاقات کے لئے جاتی تھیں آخری دنوں میں کینسر سے بیمار تھیں حضور 8 جون 1970ء کو دورہ افریقہ سے تشریف لائے۔ میرے بھائی سیّد حسنات احمد صاحب اسلام آباد سے کچھ صحافیوں کو لے کر حضورؒ کے استقبال کے لئے لاہور آئے۔ والدہ کا اصرار تھا کہ ''مجھے بھی ائیر پورٹ استقبال کے لئے لے کر جاؤ'' جو ناممکن تھا۔ حضورؒ ربوہ تشریف لے گئے اور والدہ کے دل میں حضور سے ملاقات کی خواہش نے شدت پکڑی کہ ''مجھے ربوہ لے کر جاؤ، چنانچہ 9 جون کو بھائی سید حمید احمد والدہ اور ہم بہنوں کو اپنی کار میں ربوہ لے کر گئے۔ ملاقات کے لئے درخواست بھیجی جو منظور نہ ہوئی۔ کیونکہ حضورؒ تھکے ہوئے تھے اور ملاقاتیں بند تھیں۔ والدہ ملاقات نہ ہونے پر کہنے لگیں ''اسی میں خدا کی مصلحت ہوگی'' وہ کام نہ ہونے پر بھی خدا کا شکر کر کے کہتی تھیں اسی میں خدا کی مصلحت ہوگی۔ اور یہ مصلحت بعد میں سامنے آئی ہم 10 جون کو واپس لاہور آگئے۔ 12 جون بروز جمعہ صبح فجر کے وقت والدہ کا انتقال ہوگیا۔ لاہور سے بذریعہ ٹیلیفون حضورؒ سے والدہ کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی جو حضورؒ نے کمال شفقت سے منظور فرمائی۔

افریقہ سے تشریف لانے کے بعد حضورؒ کا یہ پہلا خطبہ جمعہ تھا۔ دور نزدیک سے ہزاروں احمدی حضورؒ کا خطبہ سننے اور حضورؒ کے دیدار کی غرض سے ربوہ آئے ہوئے تھے۔ حضورؒ نے خطبہ میں ''نصرت جہاں سکیم'' کا اعلان فرمایا خطبہ بھی لمبا تھا گرمی بھی شدید تھی۔ (حضورؒ نے خطبہ کے بعد کھانا بھی کھانا تھا کیونکہ حضورؒ خطبہ کے بعد کھانا تناول فرماتے تھے) اس کے باوجود حضورؒ نے اماں کا ذکر خیر فرمایا اور نماز

جنازہ پڑھائی اور میرے بھائیوں سے افسوس کرتے ہوئے فرمایا مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ اس قدر بیمار ہیں اگر بیماری کا علم ہوتا تو میں ضرور ملتا (دراصل حضورؒ کے دورے پر تشریف لے جانے کے بعد اماں کے کینسر کا پتہ چلا جس نے آناً فاناً اماں کو ختم کر دیا) بھائی جو رو رہے تھے حضور نے فرداً فرداً انہیں گلے لگایا اور فرمایا "روتے کیوں ہو آج سے میں تمہاری ماں اور باپ ہوں کوئی تکلیف، پریشانی ہو میرے پاس آؤ" اس وقت قرآن کریم کی آیت "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم" کے معنے سمجھ میں آئے۔ اور پھر ہم سب بہن بھائیوں سے حضورؒ نے تا حیات بے حد لطف و کرم کا سلوک فرمایا۔

حضورؒ کو اماں سے نہ ملنے کا بہت افسوس تھا۔ چنانچہ جب خواتین مبارکہ میں سے بعض نے مجھ سے تعزیت کی تو بتایا کہ "حضورؒ کو تمہاری امی سے نہ ملنے کا بہت افسوس اور رنج رہا" ملاقات نہ ہونے پر والدہ نے جو فرمایا تھا اسی میں بہتری ہوگی کا مطلب حضورؒ کے بار بار افسوس کرنے پر سمجھ میں آیا۔ ملاقات ہو جاتی تو حضورؒ کو اس قدر افسوس اور رنج نہ ہوتا اور اسی افسوس کی وجہ سے حضورؒ نے اماں کی مغفرت کے لئے نہ معلوم کتنی دعائیں کر دی ہوں گی۔ اور پھر ہم سب بہن بھائیوں سے حضورؒ نے غیر معمولی اظہار شفقت اور محبت فرمایا۔ اجتماع کے دنوں میں حضورؒ نہایت مصروف ہوتے تھے۔ لیکن ایک دفعہ مجھے ایک خاص دعا کے لئے حضورؒ سے ملاقات کرنی تھی۔ میں نے قصر خلافت میں جا کر حضرت بیگم صاحبہ سے عرض کیا کہ عاجزہ خود حضورؒ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرنا چاہتی ہے۔ بیگم صاحبہ نے منع فرما دیا کہ ابھی حضورؒ عہدیداروں کی میٹنگ سے خطاب کر کے آرام فرما رہے ہیں۔ میں واپس لوٹ رہی تھی آدھے صحن تک پہنچ گئی تھی کہ مجھے حضورؒ کی پیاری اور پرشوکت آواز آئی "واپس آؤ واپس آؤ" میں نے پلٹ کر دیکھا تو پیارے حضورؒ ننگے سر ننگے پیر برآمدے کا جالی دار دروازہ کھولے کھڑے ہیں میرے دیکھنے پر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے بلایا میں سخت شرمندہ اور نادم کہ میری وجہ سے حضورؒ آرام کرتے ہوئے تشریف لے آئے۔ میں نے سراپا تشکر بن کر دعا کی درخواست کی اور حضورؒ زیرلب دعا کرتے رہے اور مجھے تسلی دی کہ میں دعا کروں گا اللہ فضل فرمائے گا۔

ایک دن میری ملاقات حضرت بیگم صاحبہ سے ہوئی تو آپ نے بتایا کہ "جب تم سے مل کر میں اندر کمرے میں گئی تو حضورؒ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے بتایا نسیم سعید آپ سے ملنا چاہتی ہے میں نے منع کر دیا وہ واپس چلی گئی۔ حضورؒ اسی وقت یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ نہ معلوم اس کو کیا اہم کام ہے آپؒ خود ہی جلدی سے برآمدے میں آئے اور تم کو بلایا۔"

سبحان اللہ حقیقی باپ سے بڑھ کر ہمارا شفیق اور رحیم روحانی باپ۔ واقعات تو بہت ہیں ایک اور واقعہ لکھتی ہوں۔ 1980ء میں مشاورت کے بعد حضور پر گردے کی تکلیف کا حملہ ہوا ڈاکٹری مشورے کے مطابق ملاقاتیں بند تھیں۔ اُدھر میرے بڑے بھائی ڈاکٹر سید برکات احمد سفیر گورنمنٹ آف انڈیا آسٹریلیا کا خط آیا ہوا تھا کہ حضورؒ کی خدمت میں یہ خط لے جا کر دستی جواب لاؤ۔ انہوں نے بھارت کے ایک نو مبائع سے اپنی بیٹی کی شادی کرنی تھی۔ ادھر حضورؒ کی خرابی صحت اُدھر بھائی کی سونپی ہوئی ذمہ داری۔ آخر تذبذب اور دعا کے بعد میں راولپنڈی سے ربوہ چلی گئی۔ کہ یا قسمت یا نصیب باریابی کی اجازت مل گئی تو خوب ہے

ورنہ بھائی کو جواب تو دے دوں گی کہ میں ربوہ ہو آئی ہوں۔ دعائیں کرتی اور ڈرتی میں نے قصر خلافت میں ملاقات کی درخواست کی چٹ بھیجی بیگم صاحبہ کی طرف سے تھوڑی دیر میں بلاوا آ گیا۔ حضرت بیگم صاحبہ سے حضور کی خیریت معلوم کر کے ڈرتے ڈرتے مختصر صورت حال عرض کی اور بھائی ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب کا خط دے دیا کہ حضورؒ کی طبیعت بہتر ہو تو حضور کی خدمت میں خط پیش کر دیجئے گا میں جواب کے لئے دو تین دن ربوہ ٹھہر جاؤں گی۔ بیگم صاحبہ نے شفقت سے فرمایا۔ تم ذرا ٹھہرو میں ابھی بتاتی ہوں تھوڑی دیر میں آپ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ تشریف لائیں کہ تم کو حضور بلا رہے ہیں میں دعائیں کرتی کمرے سے ملحق برآمدے میں آئی تو دیکھا ہماری جانوں سے پیارے ہمارے روحانی شفیق باپ مسکراتے ہوئے کھڑے ہیں۔ مجھے خط دکھاتے ہوئے فرمایا ”پڑھو! میں نے اس پر لکھ دیا کہ اجازت دی جاتی ہے جاؤ ابھی ناظر صاحب کے پاس لے جاؤ وہ ابھی تم کو (صاحبزادہ مرزا) وسیم احمد صاحب کے نام اجازت نامہ لکھ کر دے دیں گے۔“

حضورؒ کی اس توجہ کمال شفقت و محبت کے سلوک سے میرے بے اختیار آنسو نکل آئے اور میں زیر لب حضورؒ کے لئے دعائیں کرتی چند لمحے مبہوت کھڑی رہی۔ حضورؒ نے فرمایا ”کھڑی کیوں ہو؟ جلدی جاؤ تمہارے بھائی نے لکھا ہے کہ جلد تار دو“ میں حضور کے لئے دعائیں کرتی سوچتی واپس چلی۔

افریقہ کے لمبے دورے کے بعد حضورؒ جولائی 1970ء میں ایبٹ آباد میں قیام فرما ہوئے۔ میرے بھائی سید حسنات احمد ڈائریکٹر محکمہ تعلقات عامہ حضورؒ سے شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ مجلس عرفان میں جب حضورؒ نے افریقہ کے دورے کی تفصیلات بتائیں تو حسنات احمد نے عرض کیا حضورؒ یہ دورہ بہت تاریخی ہے اس پر ایک کتاب شائع ہونی چاہیے حضور نے فرمایا پھر کتابیں بنائیں بعد ازاں ازراہ شفقت سید حسنات احمد صاحب کو اپنی رہائش گاہ پر طلب فرمایا اور تقریباً دو سو تصاویر دورے کی دکھائیں حسنات صاحب نے عرض کیا حضورؒ میڈیا میں چھپنے والی تمام خبریں اور تصاویر پر ایک کتاب مرتب کروائیں حضورؒ نے فرمایا آپ یہ سب رکھیں خبریں پڑھیں اور کتاب مرتب کریں۔ حسنات صاحب نے عرض کیا حضورؒ مجھے افریقہ کے ممالک کی تفصیلات کا کچھ علم نہیں اور نہ مجھے معلوم ہے کہ حضورؒ کے ہمراہ کون کون احباب شامل ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ یہ کام بہت آسان ہے اور ربوہ سے اس زمانے کے قائم مقام وکیل التبشیر نسیم سیفی صاحب کو طلب کیا کہ حسنات صاحب کو اس کتاب کی ترتیب میں مدد دیں۔ حسنات صاحب نے ایک دن تقریباً 18 گھنٹے کام کر کے اس کتاب کا مسودہ تیار کر لیا اگلے روز حضورؒ نے مسودے کو دیکھا اور بہت خوش ہوئے اور حسنات احمد سے مسکرا کر شاباش دیتے ہوئے پوچھا اس کی کیا اجرت ہے؟ حسنات صاحب نے اپنی جیب سے ایک رقعہ نکالا جس پر اس کتبے کی عبارت لکھی ہوئی تھی جو وہ اپنی والدہ بیگم شفیع مرحومہ مدفون بہشتی مقبرہ کی قبر پر لگانا چاہتے تھے۔ حضورؒ نے اسی وقت وہ رقعہ لے کر پڑھا اور منظوری کے دستخط کر کے فرمایا کہ بہشتی مقبرے والوں کو یہ رقعہ دے دیں جو عبارت آپ چاہتے ہیں وہی کتبہ وہ لگا دیں گے۔ اسی طرح آپؒ کی محبت اور شفقت کا واقعہ میرے بھائی سید مبشرات احمد صاحب تحریر کرتے ہیں ”میرے بڑے بھائی ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب ریٹائرڈ سفیر، امریکہ سے حضورؒ سے

ملاقات کے لئے 1981ء میں ربوہ آئے تھے ان کے ہمراہ میری بیوی اور بیٹی ریحانہ بھی ملاقات کے لئے آئے تھے۔ برکات صاحب عالمی حالات پر گہری نظر رکھتے تھے حضور ہمیشہ ان سے محبت اور شفقت سے ملتے تھے۔ دوسرے روز جب ہم حضورؒ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو پتہ چلا کہ حضورؒ نے آج سب ملاقاتیں بند کر کے مکرم ڈاکٹر عبدالسلام اور ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب کے لئے وقت رکھا ہے۔ حضورؒ نے ہمیں شرف ملاقات بخشا برکات صاحب اور عاجز سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور بھائی سے فرمایا اچھا ہوا آپ میرے پرانے شاگرد مبشرات اور اس کی فیملی کو لے آئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ حضورؒ نے برکات صاحب سے حالات حاضرہ پر جماعت کے اہم موضوعات پر تاریخ احمدیت پر خدا تعالیٰ کے عظیم تائیدی نشانات پر گفتگو فرمائی۔ ازراہ ذرہ نوازی فرمایا مبشرات 1967ء میں جب میں سوئیزرلینڈ دورے پر گیا تھا تو برکات صاحب نے بہت مہمان نوازی کی تھی"

ربوہ ملاقات میں حضورؒ نے بہت پر تکلف چائے پلائی اور ہم سب اس بات پر پھولے نہ سماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود کے موعود پوتے نے ہمیں لمبی ملاقات کی عزت بخشی۔

اسی طرح میرے چھوٹے بھائی سید حمید احمد پاکستان کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر 1976ء میں ایک بڑے سرکاری عہدے سے قبل از وقت ریٹائرڈ منٹ لے کر کیلگری (کینیڈا) چلے گئے۔ کیلگری میں پہلی دفعہ جماعت قائم کرنے کے لئے مشنری انچارج صاحب آئے اور صدر جماعت کا انتخاب کروایا۔ جو نام پیش کئے گئے ان میں سید حمید احمد کا نام بھی تھا۔ حضورؒ کی خدمت میں اس انتخاب کی جب رپورٹ پیش کی گئی تو حضورؒ نے سید حمید احمد کو جماعت کیلگری کا صدر بنا دیا۔ اگرچہ حمید احمد کچھ عرصہ بعد یہاں سے ایڈمنٹن منتقل ہو گئے۔ 1980 میں جب سید حمید احمد پاکستان آئے حضورؒ کی خدمت میں معہ اہل وعیال ملاقات کے لئے حاضر ہوئے حضورؒ نے کمال شفقت سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ پھر ہر بچے کی عمر تعلیم پوچھی نہایت شفقت سے پیش آئے۔ سید حمید احمد سے ان کے حالات کینیڈا کے حالات جماعتی باتیں تفصیل سے پوچھتے رہے خود بھی پاکستان کے حالات بتاتے اور عالمگیر مسائل پر گفتگو فرماتے رہے۔ بہت عمدہ چائے سے تواضع کی یہ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی سید حمید احمد نے دعا کی درخواست کی اور حضورؒ نے زیرلب اسی وقت بھی دعا کی اور بعد میں بھی ہر دعائیہ خط کے جواب میں دعائیں ارسال فرماتے انہی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجے میں سید حمید احمد نے ایڈمنٹن یونیورسٹی سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا اور کینیڈا کے مختلف اعزازات خلفاء کی دعاؤں کے نتیجے میں ملے۔ سید حمید احمد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اس ملاقات کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔

آپؒ کی شفقت ومحبت کے بے حساب واقعات ہیں جن کی انتہائی شیریں اور معطر یادیں ہمیشہ حضورؒ کے لئے بے انداز دعاؤں کا موجب بنتی رہیں گی اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے جماعت کا ہر فرد سوچتا ہے کہ حضورؒ جس قدر اس پر شفقت فرماتے تھے اتنی تو شاید کسی اور پر نہیں فرماتے ہوں گے۔ آپ تو خدائے رحیم وکریم کے رنگ میں رنگین ہر کس وناکس پر مہربان تھے۔

مبارک سو مبارک

منجانب

بشریٰ ذوالفقار

گوجرانوالہ شہر

مبارک

Love for all
Hatred for none

مبارک

منجانب

محترمہ ریطہ سلمان صاحبہ

دارالذکر، لاہور

آج پھر یاد آ گیا اک صاحب روئے جمیل
احمد موعود کے پیارے مبارک کا مثیل

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

قیادت شالامار، دارالذکر، لاہور

بن گئی تقدیر ساز اس کی دعائے مستجاب

منجانب

منجانب

محترمہ قدسیہ محمود صاحبہ

بیت النور، لاہور

فضلوں کی لگیں جھڑیاں، خوشیوں سے کٹیں گھڑیاں
انعام کی بارش ہو خالق کی عنایت سے

منجانب
محترمہ بشریٰ عزیز صاحبہ بمع اہل وعیال
قیادت گلشن راوی۔ بیت التوحید لاہور

سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے
کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں ......

منجانب
ممبرات لجنہ اماء اللہ
شہر و ضلع اوکاڑہ

فضل عمر میڈیکل سنٹر
میرپورخاص
منجانب
میرپورخاص

مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب
خلافت احمدیہ کو سو سال پورے ہونے پر پیارے آقا و پوری جماعت کو اس عظیم الشان جشن
خلافت جوبلی پر "فضل عمر میڈیکل سنٹر۔ میرپورخاص" کی طرف سے دلی مبارک

منجانب
خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کے تاریخی موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
اور دُنیا کے تمام ممالک میں بسنے والی جماعت احمدیہ کے
احباب کی خدمت میں مبارک باد

محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ (والدہ ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی)
محترمہ امۃ الشافی صاحبہ، محترمہ امۃ الحی صاحبہ
اُسامہ منان
میرپورخاص شہر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یادیں

محترمہ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ

مے خانۂ ہستی کا حسیں پیر مغاں تھا
وہ شخص کہ ادراک کا اک زندہ جہاں تھا

یادوں کی مثال اس چھوٹے بچے کی طرح ہے جو ساحل سمندر پر کھیلتے ہوئے کوئی پیارا پتھر، موتی یا مونگا اٹھا لیتا ہے اور اپنے قیمتی خزانے میں جمع کر لیتا ہے اور جب کبھی انہیں دیکھتا ہے محظوظ ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح زندگی کے اس رواں دواں سفر میں اگر کچھ یادیں انمٹ نقوش چھوڑ جائیں اور زندگی کو ڈھالنے کا موجب ثابت ہوں تو وہ انمول سرمایۂ حیات بن جاتی ہیں، پھر اگر ان یادوں کا تعلق اللہ کے نیک بندوں اور خصوصاً امام کی ذات سے وابستہ ہو تو سونے پر سہاگے کے مترادف ہے، خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے بابرکت وجود کے تصور سے ہی ایک پیاری دلآویز مسکراہٹ ذہن کے دریچے سے ابھر آتی ہے۔ اور پُرشفقت یادوں کا بحر بیکراں امنڈ پڑتا ہے۔

حضورؒ سے سب سے پہلی ملاقات امام بننے کے بعد کراچی میں ہوئی۔ ابا جان سارے بچوں کو حضورؒ سے ملوانے لے گئے اور سب کا تعارف کرایا۔ حضور سب سے پیار سے ملے اور پھر نظریں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔ میں گھبرا گئی کہ مجھ سے خدانخواستہ کیا گستاخی سرزد ہوئی۔ حضورؒ نے میری گھبراہٹ بھانپ لی اور مسکرا کر فرمایا آپ نے اپنی امی جان کی شکل لے لی اور ہمارے بے چارے مولوی صاحب کو چھوڑ دیا اس پر سب ہنس پڑے۔ پھر زمانۂ طالب علمی میں ابا جان کی ہدایت پر باقاعدہ خطوط کے ذریعہ رابطہ رہا۔ حضورؒ کے ارشاد پر ہی خاکسار کو فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں داخلہ دلایا گیا۔

نکاح کے وقت حضورؒ کی طبیعت ناساز تھی جلسہ سالانہ کا موقع تھا۔ حضورؒ نے تمام نکاحوں کے اعلانات ابا جان کے سپرد کر دیئے۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ میں نے ابا جان سے ذکر کیا اور ابا جان نے حضور اقدس سے تذکرہ کیا۔ اس پر حضور نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ اپنی بیٹی کو میرا ایک پیغام دے دیں پھر دیکھیں کیا کہتی ہے؟ پیغام یہ ہے کہ میں عبدالمالک بحیثیت نمائندہ امام جماعت احمدیہ تمہارا نکاح پڑھنے جا رہا ہوں۔ کس حکمت سے مجھے خلافت کے مقام اور اپنے چنیدہ نمائندے کا احساس دلایا کہ عبدالمالک صرف تمہارے والد ہی نہیں وہ میرے نمائندہ بھی ہیں۔

پھر انگلینڈ میں تعلیمی دور شروع ہوا۔ حضورؒ کے لندن میں ورودِ مسعود کا علم پا کر میں ''والسال'' سے لندن حضور کی قیام گاہ پر پہنچی ۔ حضورؒ سیڑھیوں سے اوپر تشریف لا رہے تھے وہیں پر ملاقات ہوگئی۔ دریافت فرمایا کہاں سے آئی ہو بتانے پر پوچھا تمہارے پاس گاڑی ہے؟ اور اس سوال کیساتھ ہی مجھے اپنا سفر ٹرین، پھر انڈر گراؤنڈ پھر چلنا اور پیر کا چھالا یاد آ گیا...... میں نے عرض کیا کہ حضورؒ سے گاڑی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اس کے بعد حضورؒ مختلف باتیں نہایت شفقت سے پوچھتے رہے اور فرمایا کھانا ضرور کھا کر جانا۔ حضورؒ کی اس پُر شفقت ملاقات نے سفر کی تمام کلفت بھلا دی اور میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب واپس جا کر خدا تعالیٰ نے اگلے دو دنوں میں ہی اچانک گاڑی کا انتظام فرما دیا اور یوں امام وقت کی دعا کتنی جلدی بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئی اور اس عاجزہ کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنی۔

حضورؒ کی انگلستان دوبارہ تشریف آوری پر میں اپنی پانچ ماہ کی بچی لے کر حاضر ہوئی۔ بچی کو حضورؒ نے گود میں اٹھایا اور پیار کیا (میری بچی خوش قسمت ہے کہ دو اماموں نے اسے چوم کر پیار کیا ہے۔) پھر مجھ سے دریافت فرمایا آگے کیوں نہیں پڑھتیں؟ میں نے عرض کیا کہ یہ بچی شیر خوار ہے۔ اس پر حضورؒ نے ابا جان کی طرف دیکھ کر فرمایا بچی مولوی صاحب پالیں گے۔ اس پر ابا جان نے عرض کیا کہ حضورؒ یہی تجویز میں نے بھی اسے دی تھی مگر یہ ماں ہے اسلئے بچی کو نہیں چھوڑنا چاہتی۔ یہ سن کر حضورؒ آگے بڑھے نہایت پیار سے فرمایا کہ تم آگے پڑھو تمہارے لئے ضروری ہے پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم نے کیا کرنا ہے۔ تمہارے شعبہ میں کونسی بڑی ڈگری ہوتی ہے اور میرے بتانے پر فرمایا کہ تم ایم آر سی او جی (MRCOG) کر لو۔ ایک طرف تو یہ حکم تھا مگر الفاظ میں شیرینی چہرہ متبسم اور ملائم جو آج تک چشم تصور میں محفوظ ہے۔ بظاہر بچی کو پاکستان بھیج کر جو تلخی کا دور آنے والا تھا اسے امرت بنا کر پیش کیا۔

بھولی نہیں کانوں کو وہ لہجہ کی حلیمی
جس میں کوئی تاثیر کا اک جادو نہاں تھا

اور امام وقت کے اس فیصلہ پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے میں نے اپنی بچی کو بھجوا کر پڑھائی شروع کی۔ میرے پیارے ابا جان نے اس وقت مجھے بہت پیار کرتے ہوئے جو جملہ کہا تھا جسے آنے والے وقت نے سچ ثابت کیا۔ ابا جان نے کہا تھا کہ تم نے امامِ وقت کا حکم مانا ہے اس میں بہت اجر اور برکتیں مضمر ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

جب بھی ملاقات ہوتی حضورؒ بہت دلچسپی سے تعلیم کے بارے میں دریافت فرماتے۔ ہر ملاقات کی پر کیف یاد اور گہرے نقوش دل و دماغ پر ثبت ہیں۔ ایک دفعہ میں ربوہ آئی ہوئی تھی اور امی جان کے ساتھ آپا جان حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ سے ملنے گئی اتنے میں حضورؒ بھی اندر تشریف لے آئے۔ دور سے دیکھ کر فرمایا ڈاکٹر بیٹی آ گئی؟ پھر وہیں پر ملاقات کا شرف بخشا اور حال احوال

دریافت فرماتے رہے۔ تعلیمی دور میں ذاتی زندگی میں کئی نشیب وفراز آئے جو حضورؒ کے علم میں تھے مگر آپ نے یہی پسند فرمایا کہ میں پوسٹ گریجویشن کروں۔ یہ خاکسار کی خوش نصیبی ہے کہ جماعت کے امام نے اتنی ذاتی توجہ سے گائیڈ کیا۔ تعلیمی موڑ پر خاکسار کو ابوظہبی کے معروف ہسپتال میں جاب کی پیشکش استاد کی جانب سے ہوئی وہ وہاں LOCUM جاب کیا کرتے تھے۔ یہ ہسپتال برطانوی انتظامیہ کے ماتحت تھا اور انگلینڈ کے ہسپتالوں کے خطوط پر چلتا تھا۔ خاکسار نے جب حضور کی خدمت میں معاملہ پیش کیا تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے بڑے زور سے فرمایا No Never جو ٹریننگ آپکو انگلستان کے ہسپتالوں میں مل سکتی ہے۔ وہ ابوظہبی کے کسی ہسپتال میں نہیں مل سکتی۔ اور یوں اطاعت امام کے تحت خاکسار نے اس جاب سے انکار کردیا۔ وہ انگریز نہیں جانتے تھے کہ ہمارے امام کا اشارہ بھی بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے کجا یہ کہ حضورؒ نے قطعی ممانعت فرمادی ہے۔ حضورؒ کی منشا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انگلینڈ کی ٹریننگ میں برکت دی اور اپنے فضل سے پورا کرنے کی توفیق دی۔ الحمد لله علىٰ ذالك

ابھی ٹریننگ مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کی اندوہناک خبر ملی۔ ایک فطری قدرتی صدمے کے علاوہ دل میں ایک خلش بھی تھی کہ حضورؒ نے پورا تعلیمی دور انگلی پکڑ کر چلایا اور ٹریننگ کے بعد کچھ بتانا تھا۔ ابا جان کو بھی مہلت نہ مل سکی اور وہ بھی رخصت ہوگئے۔ میں عجیب تذبذب میں رہی کہ نہ جانے حضورؒ نے ٹریننگ کے بعد مجھے کیا بتانا تھا؟ عقدہ تب کھلا جب رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے دل کو وقف کی پیشکش کیلئے مائل کیا اور وقف کی ایک سال کی پیشکش پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا کہ ''میری اپنی بھی خواہش تھی مگر آپ کو اس لئے نہ کہا کہ مجبوری نہ ہو جائے۔''

ساری بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ کس طرح کام بناتا ہے۔ دانہ جب زمین میں ہوتا ہے تو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کس طرح کا سایہ دار درخت بن کر ہزاروں چرند پرند کو اپنی آغوش میں لینا ہے۔ اس ناچیز کو بھی علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کیا کام لینا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دوربین نگاہوں نے ایک تخم بویا جس کی بعد میں آنے والی خلافتوں نے آبیاری کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پروان چڑھایا اور مولیٰ کریم نے محض اپنے فضل سے خلافت سے وابستگی سے شیریں ثمر اس ناچیز کو دکھائے جب بھی اچانک کام کرتے ہوئے اس دور کی کوئی بات یاد آجاتی ہے تو حضورؒ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں اس بابرکت وجود پر ہوں۔

؎ جانے والے نہ بھولیں گے ہم تیری یاد

لاکھوں دلوں کو دل سے رُلا کر چلے گئے

(محترم سید محمد احمد صاحب، منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات)

اِک آگ سی دلوں میں لگا کر چلے گئے
اِک خوابِ دلنشیں سے جگا کر چلے گئے

گرچہ کہا تو تھا کہ بلاوہ ہے آگیا
ہم کو یقیں نہ آیا دلا کر چلے گئے

اپنے حساب سے ابھی باقی تھا وقت اور
کیسا یہ پیار تھا جو بھُلا کر چلے گئے

ہم نے تو اپنی عمر بھی کر دی تری نذر
پھر کیوں تم ہم سے آنکھ چُرا کر چلے گئے

ہم تم کو چاہتے تھے دل وجان سے عزیز
تم سب رفاقتوں کو بھُلا کر چلے گئے

پیارے نے جب بلایا تو جلدی کچھ ایسی کی
وَعدے تم اپنے سارے بھُلا کر چلے گئے

شفقت کبھی نہ بھولے گا تیری یہاں کوئی
لاکھوں دلوں کو دِل سے رُلا کر چلے گئے

قطرے سے گہر ہونے تک

مکرمہ سعدیہ بٹ صاحبہ۔ لاہور

حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کے معالج خصوصی مکرم ڈاکٹر محمود الحسن نوری صاحب سے ایک انٹرویو لیا گیا جس کی چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں۔ یہ ایک ایسا منفرد انٹرویو تھا جس میں صرف ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے انتہائی منظم اور پر اثر طریق سے ہمارے تمام سوالوں کے جواب دیے۔

ہمارا پہلا سوال یہ تھا کہ آپ کی حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ سے پہلی ملاقات کب ہوئی؟

آپ نے بتایا 1961 میں پہلی بار جلسہ سالانہ اٹینڈ کیا اسٹیج پر خلیفة المسیح الثانی کے ساتھ ڈیوٹی پر آپ کو دیکھا۔ میں نے آٹوگراف بک آپ کو دی اس پر جو تحریر آپؒ نے لکھی وہ ہمیشہ کے لئے میری راہنما بن گئی۔ آپؒ نے تحریر فرمایا:۔

''اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اسی پر توکل کرو ہمیشہ کامیاب رہو گے۔''

پہلی ملاقات میں آپ کی شخصیت اور تحریر نے میرے دل کو بہت متاثر کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی مَیں اور بہت مشہور شخصیات سے آٹوگراف لے چکا تھا مگر یہ ایک خاص آٹوگراف تھا۔ حضور کی خلافت سے پہلے وقتاً فوقتاً دعا کے لئے خط لکھتا تھا۔

1965ء میں میڈیکل کالج میں میرا داخلہ ہوا اس زمانے میں خلیفة المسیح الثانی کی بیماری کا سن کر آئے اور حضور کی زیارت کرنے والوں کی لائن میں گزرتے ہوئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پر نظر پڑی جو حضرت مصلح موعود کے سرہانے کھڑے تھے۔ یہ میری آپؒ سے دوسری ملاقات تھی۔ آپؒ کی شخصیت کا سحر اور بڑھ گیا......

حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کی شخصیت خلیفۂ وقت کی حیثیت سے تو متأثر کن تھی ہی مگر ایک انسان کی حیثیت سے بھی انہوں نے مجھے بہت متأثر کیا۔

1967ء میڈیکل کالج میں میرا تیسرا سال تھا حضورؒ کے صاحبزادے میاں فرید احمد کا پہلا سال تھا۔ حضور جب بھی لاہور تشریف لائے 5 ڈیوس روڈ پر ٹھہرتے۔ میاں فرید احمد نے ان کے آنے کا ذکر کیا تو دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ چند غیر از جماعت دوستوں کو ساتھ لے کر ملنے جاؤں۔ پانچ عرب فلسطینی دوستوں کو ساتھ لے کر گیا۔ اس ملاقات میں حضورؒ نے مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب کو بھی بلایا۔ مولانا ابوالعطاء صاحب فلسطین میں رہ چکے تھے۔ اور عربی بھی خوب جانتے تھے۔ حضور نے خاص طور پر ہمارے لئے شیزان ریسٹورنٹ میں دعوت کا اہتمام فرمایا۔ حضورؒ کا

طریق ملاقات ایسا تھا کہ براہ راست دعوت الی اللہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان سے فلسطین کے حالات پوچھے ان پر تبصرہ فرمایا۔ اس طرح گھل مل گئے کہ ان میں سے ایک عرب نے بیعت کر لی اور دوسرا جو کافی مخالف تھا اس کا رویہ ہی تبدیل ہو گیا اور پھر اس سے گہری دوستی ہو گی۔

1970ء میڈیکل کا آخری سال میری زندگی کا رُخ بدلنے والا سال تھا۔ میں کنگ ایڈورڈ کا طالب علم تھا۔ ایک دن اچانک اطلاع ملی کہ امیر جماعت احمدیہ لاہور چوہدری اسد اللہ خانصاحب مجھ سے ملنے آرہے ہیں۔ چوہدری اسد اللہ خانصاحب میرے ہوسٹل پہنچے۔ چند باتیں کیں جن میں آپ نے ایک اہم بات یہ بتائی کہ جماعت کو ڈاکٹرز کی ضرورت ہے۔ حضورؒ خاص طور پر تحریک کر رہے ہیں۔ حضور کے ذکر پر میں نے کہا میں اپنے آپ کو وقف کرتا ہوں۔ وقف کے بعد امیر صاحب نے حضورؒ سے ذکر کیا۔ حضورؒ نے اس کا ذکر الفضل 15 اکتوبر 1971ء کے خطبہ میں فرمایا:۔

میں اللہ کے نام پر احمدی ڈاکٹروں کو آواز دیتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو دینِ حق کی خدمت کے لئے پیش کریں۔ تین ماہ کے اندر اندر میرے پاس ڈاکٹروں کے نام پہنچ جانے چاہئیں۔ ڈاکٹروں کی فوری ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کے بڑے اچھے نتائج نکال رہا ہے۔...... میں نے جب ڈاکٹروں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک کی تو فوراً چند ڈاکٹر جو ڈاکٹری کے آخری سال میں پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے رضا کارانہ طور پر اس خدمت کے لئے پیش کیا۔ ان میں سے ایک نوجوان ڈاکٹر وہ بھی تھا جو لاہور کے علاقے میں یونیورسٹی بھر میں اوّل آیا تھا۔ لیکن جس وقت ان کا نتیجہ نکلا بھارت کے ساتھ ہماری جنگ شروع ہو گئی۔ اور ہمارے ملک کو ڈاکٹروں کی ضرورت پڑ گئی تو ہمارے اس ڈاکٹر کو بھی انٹرویو کیلئے بلایا گیا وہ میرے پاس آئے کہ ہم نے وقف کیا ہوا ہے لیکن حکومت کی طرف سے یہ چٹھی آئی ہے میں نے ان کو سمجھایا کہ بات یہ ہے کہ جہاں تک ہمارے ملک کی خدمت کا سوال ہے اس کو بہرحال مقدم رکھا جائے۔ اگر ہمارے ملک کو آپ کی خدمت کی ضرورت ہے تو جب تک آپ کے ملک کو آپ کی ضرورت رہے آپ ملک کی خدمت کرتے رہیں۔ مگر انٹرویو بورڈ کے سامنے یہ بات کہہ دیں اس میں ڈرنے کی یا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں آپ کہیں ہمارا قصہ یہ ہے کہ ہم احمدی ہیں ہم نے اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ ہماری نیت اور پروگرام یہی ہے کہ ہم افریقہ کے جنگلوں میں جا کر دینِ حق کے غلبہ کو کامیاب کرنے کے لئے بساط بھر کوشش کریں۔ مگر جس وقت آپ نے ہمیں انٹرویو کے لئے بلایا تو ہم اپنے امام کے پاس گئے اور انہوں نے ہمیں یہ مشورہ دیا ہے جب ملک کو ضرورت ہو اور جب تک ضرورت ہو اس وقت تک...... ہم بغیر تنخواہ کے بھی ملک کی خدمت کے لئے تیار رہیں۔......

چنانچہ ایک ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ جب میں نے انٹرویو کے صدر جو کہ ایک جرنیل صاحب تھے ان کے سامنے یہ بات کی

تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ ایسی باتیں استثنائی طور پر ہوتی ہیں اور جب بھی استثنائی طور پر ہوں تو یہ باتیں جماعت احمدیہ کے ہاں سے نکل رہی ہوتی ہیں۔ یہ ہنگامی حالات ہیں اس لئے حکومت نے ہمارے واقف ڈاکٹروں کو فارغ نہیں کیا۔ جس ڈاکٹر کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ وہ اول آیا تھا اس کو اس کے میجر ڈاکٹر نے کہا کہ خدا نے تم کو اتنی اعلیٰ عقل اور فراست عطا کی ہے تم ایک High کورس کرو۔ لیکن اس کے لئے تمہیں پانچ سال کا معاہدہ کرنا پڑے گا اس نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا چپ کر کے اپنا کام کیے جاؤ میجر ڈاکٹر کے ذہن پر ہمارے اس بچہ کی ذہانت کا کچھ ایسا تاثر تھا کہ ایک ہمارے احمدی کرنل (ڈاکٹر محمود الحسن) سے کہنے لگے کہ اس کو جب میں کہتا ہوں کہ کورس کر لو تو کہتا ہے کہ میں نے وقف کیا ہوا ہے تم میری طرف سے حضرت صاحب سے کہو یہ بچہ بڑا ذہین ہے اس کو کورس کر لینے دیں۔ پانچ سال کا معاہدہ ہے اس کے بعد نوکری چھوڑ کر خدمت کر سکتا ہے۔ چنانچہ پھر میں نے بھی اجازت دے دی کہ ایک اور ٹریننگ بھی ہو جائے گی۔

ایک روز آپ نے فرمایا:۔

انسان نے میڈیکل سائنس میں خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لی ہو۔ پھر بھی ڈاکٹر کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مریض کو شفا دینا تو کجا صحیح تشخیص اور اس کے مناسب حال نسخہ لکھنا بھی اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں اللہ تعالیٰ بہت مطلق ہے اس کے اذن اور دعا کیے بغیر نہ ڈاکٹر کی لیاقت کام آ سکتی ہے نہ دوائی کارگر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے جو ڈاکٹر افریقہ گئے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ایسے مریضوں کا بھی علاج کیا جو بڑے بڑے ڈاکٹروں کے نزدیک لاعلاج تھے۔

پھر 1973 میں ہماری شادی کا قصہ ہے حضورؒ اسلام آباد تشریف لائے۔ راول ڈیم کے ریسٹ ہاؤس میں تشریف فرما تھے میں مغرب کی نماز کے بعد ملنے گیا ان دنوں میں Physician کی ٹریننگ کر رہا تھا۔ ملاقات پر کہنے لگے آپ کے ابا جان تو ہمارے ہوسٹل فیلو تھے۔ ان سے کہیں کہ مجھ سے مل لیں میں اگلے دن صبح صبح انہیں گجرات سے لے آیا حضورؒ سے ملاقات ہوئی کالج کے زمانے کی باتیں کیں اور باتوں باتوں میں فرمانے لگے میں نوری کی شادی نہ کروا دوں۔ والد صاحب نے فرمایا یہ تو آپ کا ہی ہے اس سے زیادہ ہماری کیا خوش قسمتی ہے۔

1974ء میں ہماری شادی ہوئی جس کی وجہ سے ربوہ میں ایک عجیب قسم کا ماحول بھی تھا لوگ نئے نئے ربوہ آئے تھے ہم نے چاہا کہ شادی آگے کر دیں مگر حضورؒ نے فرمایا اس قسم کی تقریبات شادی بیاہ کو ملتوی کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے حضورؒ خود نہیں آ سکتے تھے مگر فرمایا کہ رخصتی میرے گھر سے ہو گی۔ ہم قصر خلافت گئے وہاں حضورؒ نے ہمارے ساتھ تصویر بھی بنائی۔ 1976 میں تین یوم حضورؒ کے ہاں قیام کا موقع ملا۔ ناشتہ کے بعد صبح 10 بجے میں حضور کے پاس چلا جاتا پھر سارا دن نمازیں،

کھانا، لوگوں کا آنا جانا رات کا کھانا۔ حضورؒ کے بال کٹوانے کا منظر بھی دیکھا۔ بال کاٹنے والے کی عقیدت بھی دیکھی کہ کٹنے والے بالوں کو نیچے نہیں گرنے دیتا تھا۔ اس طرح ان تین دنوں میں حضورؒ نے مجھے اتنا نوازا کہ اندازہ نہیں ہو سکتا۔

پوسٹ گریجویشن کا تھیسس لکھ رہا تھا تو اس وقت حضورؒ نے خط لکھا۔

انسان جہاں بھی ریسرچ کر رہا ہے وہاں وہ دیکھتا ہے کہ universe ایک سمندر ہے۔ حضورؒ کے خطوط میرے لئے سرمایہ حیات ہیں ان خطوط میں حضورؒ نے جو دعائیں مجھے دیں وہ ان ہی الفاظ میں پوری ہوتیں۔

اس کے بعد میں انگلینڈ Mrcp کے لئے گیا۔ ڈاکٹریٹ کے لئے اس وقت انہوں نے مجھے سات آٹھ خطوط لکھے اور ہر ایک میں یہ لکھا اللہ تعالیٰ تمہیں بڑی کامیابی دے تو پاکستان کے جتنے امتحانات تھے یا انگلستان کے اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا اور ربوہ سے مجھے مبارکباد کی تار ہسپتال مشن ہاؤس میں بھیجا نیز مبارکباد کا خط علیحدہ سے لکھا۔

جب بھی یہ خط آتے تھے میں انہیں اپنے دل کے ساتھ لگا لیتا تھا بچوں کے ساتھ بھی بہت محبت وشفقت کا اظہار کیا۔ حضورؒ کے کہنے پر میں نے میڈیسن اور کارڈیالوجی کا شعبہ اختیار کیا اور اس کی حکمت سمجھ میں آئی جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور محض اس کے فضل سے دو خلفاء کی بیماری کے آخری ایام میں خدمت کا موقع دیا۔

میرے بچوں کی تعلیم میں بھی دلچسپی لی اور انہیں دعاؤں سے بھرپور خط لکھتے رہے۔ خالد (بیٹے) کو جو خط لکھا اس میں دی گئی دعائیں حرف بہ حرف اس کے حق میں پوری ہوئیں۔ کیڈٹ کالج میں خالد نے اوّل پوزیشن حاصل کی آغا خان میں ٹاپ کیا Short responsible surgery میں کیا۔ اب انگلستان سے cardiac surgery میں مکمل کر کے ------ وہ یہاں آئے گا۔ طارق میرے دوسرے بیٹے کے ساتھ حضورؒ کی شفقت کا عجیب حال تھا وہ بھی انہیں دیکھ کر جو رجو رکھہ کر لپکتا تھا۔

22 جون 1978 میں حضور کی خدمت میں دعا کے لئے پہنچے پہلے دن جب میں ہسپتال گیا تو وہاں کی انگریزی سن کر پریشان ہو گیا۔ اپنی اس کمزوری کا اظہار میں نے حضور سے ملاقات کے دوران کیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا دیکھو یہ یاد رکھنا You are second to none مجھے یقین ہو گیا کہ حضورؒ نے یہ الفاظ بولے ہیں تو ایسا ہی ہوگا۔

اگلے دن میں جاتا ہوں تو میرے استاد کا سینئر باس مجھ سے اپنا تعارف کرواتا ہے اور کہتا ہے کہ آؤ میں تمہیں ہسپتال کے سارے اسٹاف سے ملواتا ہوں۔ اس دوران اگر کوئی پرابلم ہو تو مجھے اپنا دوست سمجھیں۔ اس طرح حیرت انگریز طور پر حضور کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی اور میرے لئے آسانیاں پیدا ہو گئیں۔

1981ء میں حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی

بیماری میں خدمت اور حضورؒ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا قصر خلافت کے جس کمرے میں بڑی پھپھی جان تھیں اس کمرے میں ڈبل بیڈ کے ساتھ ایک تخت پوش اور ایک کرسی ہوتی تھی۔ حضورؒ ساری رات کرسی پر بیٹھے لائٹ جلا کر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ پورے کمرے میں آپ کی دھیمی آواز گونجتی۔ کبھی بڑی امی (حضرت بیگم صاحبہ) کے پاس جا کر کھڑے ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پانی کے کٹورے اور چمچ سے پانی پلاتے۔ سورتیں پڑھ کر پھونکتے اور پھر واپس آ کر بیٹھ جاتے۔ میرے پانچ چھ دن اس کمرے میں رہنے پر حضورؒ نے جس شفقت و محبت کا مظاہرہ کیا اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میرے کھانے کا خیال، خود جاگ کر مجھے سونے کی تلقین۔ ایک رات زبردستی مجھے آرام کرنے کا کہا میں اسی کمرے میں بچھے تخت پر لیٹ گیا۔ رات کے کسی پہر مجھے احساس ہوا کہ کوئی شخص میرے سرہانے کھڑا ہے۔ وہ حضورؒ کا وجود مبارک تھا جو میری ڈلائی جو رات کے کسی پہر نیچے گر گئی تھی اسے میرے اوپر ڈال رہا تھا۔ حضورؒ کا اپنا یہ حال تھا کہ ساری رات نہیں سوتے تھے فرمایا کرتے تھے میری نیند پندرہ منٹ میں مکمل ہو جاتی ہے میں کرسی پر بیٹھ کر سو لیتا ہوں۔ میں نے آپ کو ہمیشہ انتہائی سادہ سفید لباس میں دیکھا۔ میں نے دیکھا آپ کی قمیض کے کالر اور کف باقاعدہ گھسے ہوئے ہیں عجیب بے نیاز طبیعت پائی تھی اس کے علاوہ اٹھتے بیٹھتے حضورؒ کے منہ سے میں نے ایک لفظ بہت زیادہ سنا ہے اور وہ یہ تھا۔ اللہ ہی اللہ ہے۔ چہرے پر پریشانی کبھی نہیں دیکھی تدبیر کو اس کی آخری حد تک پہنچا دیتے۔ ایک چیز جو شاید بہت کم لوگوں نے دیکھی ہو گی وہ حضورؒ کا تہجد پڑھنا ہے۔ سینے سے ہنڈیا ابلنے کی آواز میں نے خود سنی ہے۔

حضرت پھپھی جان کی بیماری کے دوران

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ نہایت عجز کا تعلق دیکھا۔ کبھی ان کے برابر نہیں بیٹھے ہمیشہ فرش پر دو زانو ہو کر بیٹھتے۔ یہ حقیقت بعد میں مجھے سمجھ میں آئی کہ ہونے والے خلیفہ میں ضرور کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو عاجزی میں رچی ہوتی ہے۔ حضرت بیگم صاحبہ کی وفات سے پہلے چچا جان رفیع کے بیٹے کی شادی تھی حضرت بیگم صاحبہ کی طبیعت اور پریشانی دیکھتے ہوئے انہوں نے شادی ملتوی کرنیکی کوشش کی مگر حضورؒ نے منع فرمایا۔ مجھے اور میاں فرید کو بھی بھیجا اور خود دعا کروائی۔ اتنا بڑا دل حضور انور ہی کا تھا۔

حضور انور کی اپنی بیماری:۔

1982ء مئی رات عشاء کی نماز پڑھاتے ہوئے شدید کمزوری ہوئی پسینہ آیا اور تشخیص ہوا کہ آپ کو معمولی ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ دو دن آرام اور علاج شروع ہو گیا 31 مئی کو شدید حملہ ہوا۔ کراچی سے ڈاکٹر شوکت سید انگلستان

سے ڈاکٹر جنکن اور ڈاکٹر شاہد امریکہ سے تشریف لائے۔

1980ء میں دعوت پر جب کہ میرا عملہ بھی دعوت میں بلایا گیا اور حضورؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ امید ہے تم ان کا بھی خیال رکھو گی۔ گھر آکر ہم سے شفقت و محبت کا اظہار، باتیں، انگنت مذاق وہ تو ناقابل بیان داستان ہے۔

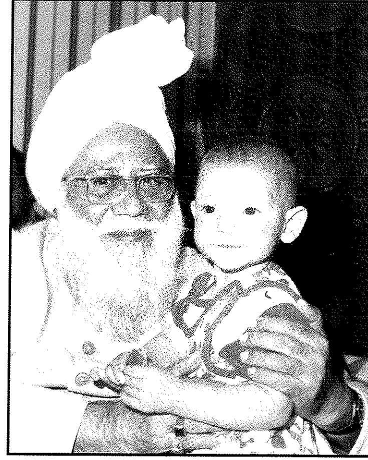
ایک دفعہ دعوت میں خربوزوں کا تحفہ بھیجا خربوزے پھیکے نکلے سب نے اعتراض کیا یہ کیسے خربوزے تحفے بھیجے ہیں آپ نے خربوزے اپنے سامنے کر لیے کہ یہ خاص میرے لئے بھیجے ہیں مجھے شوگر ہے اس طرح بھیجنے والے کی دلداری بھی کر دی اور ساتھ ہی گھر والوں کو نصیحت بھی۔ 1981ء میں جب آرمی میں جاب کی تو پہلا چیک جو مجھے ملا وہ میں نے حضورؒ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؒ نے مجھے وہ واپس کر دیا اور یہ نوٹ لکھ کر بھیجا۔

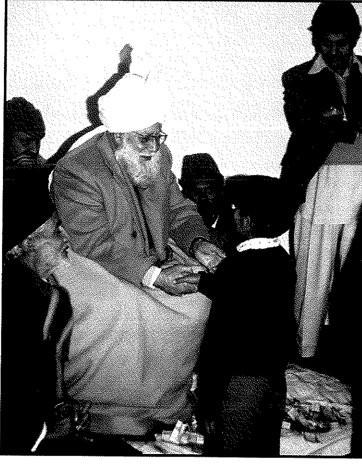
قبولیت دعا کا نشان:۔

الحمدللہ جس نے اس عاجز کی زبان میں برکت رکھی۔ دعا ہے کہ اللہ تمہیں دین و دنیا کی حسنات سے ہمیشہ نوازتا رہے اور آپ کا گھر ہمیشہ ہمارے رب کریم کی نعمتوں سے بھرا رہے۔ آمین۔

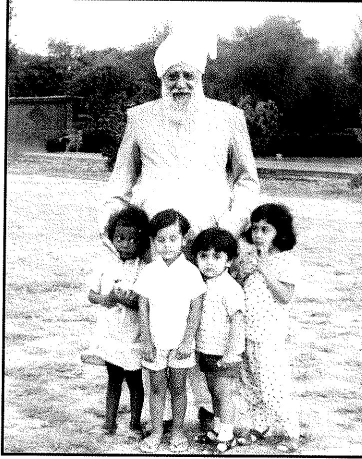
خدا تعالیٰ اس مقدس اور مطہر وجود کو جو سچا عاشق خدا سچا عاشق قرآن جو سچا عاشق رسول اور جو سچا عاشق مسیح موعود علیہ السلام تھا آخرت میں بھی ان محبتوں کے سایہ تلے رکھے اور محمد رسول اللہ کے قدموں میں خدا کا قرب عطا ہو آمین۔

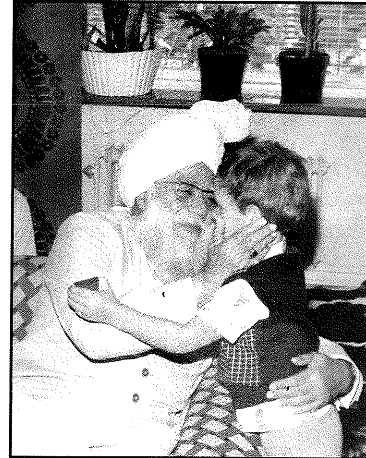
بچوں سے پیار و محبت کے مناظر

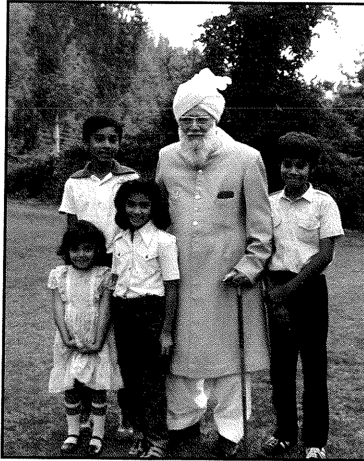


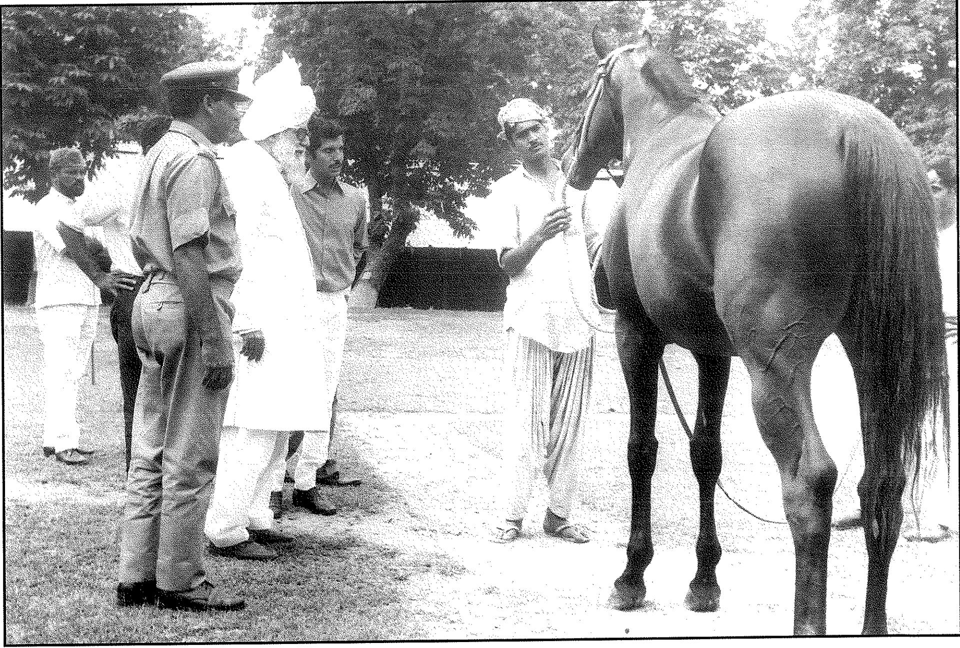




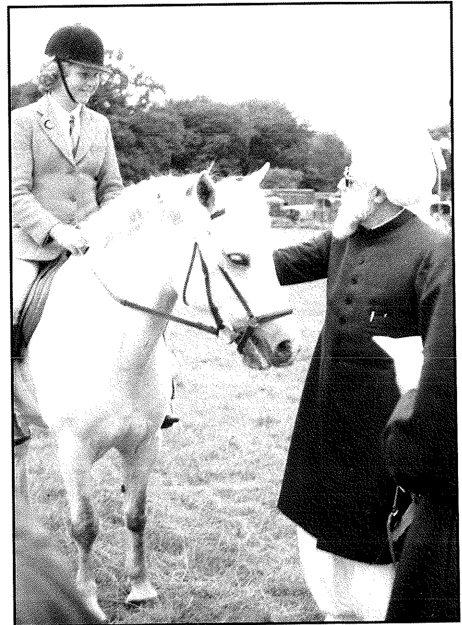


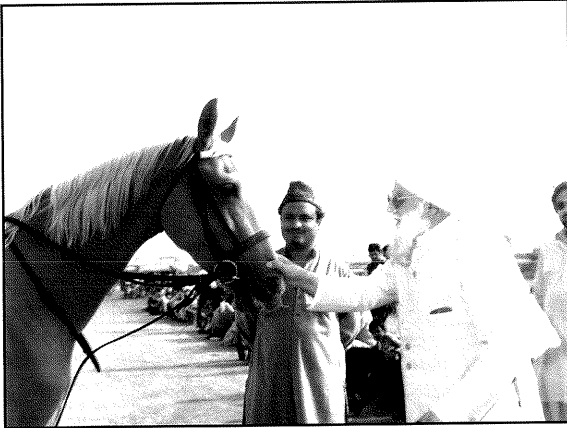






گھوڑوں کا معائنہ کرتے ہوئے





گھوڑوں سے پیار

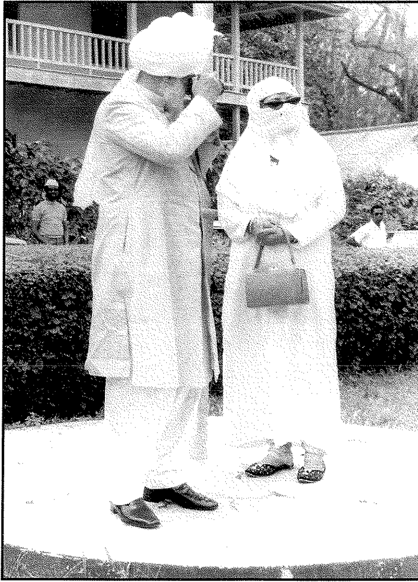
برطانیہ میں گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں بچی کو انعام دے رہے ہیں



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تصویر کشی کرتے ہوئے



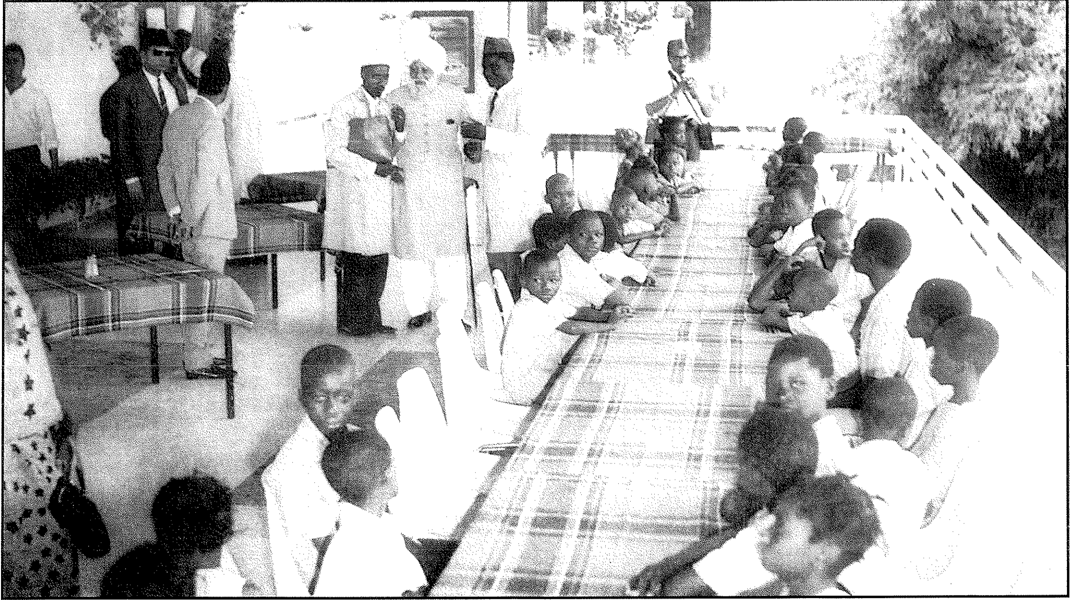
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
ٹچی مان (Techiman) غانا لجنہ ہال کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیگم صاحبہ کے ہمراہ ایک
حسین منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے



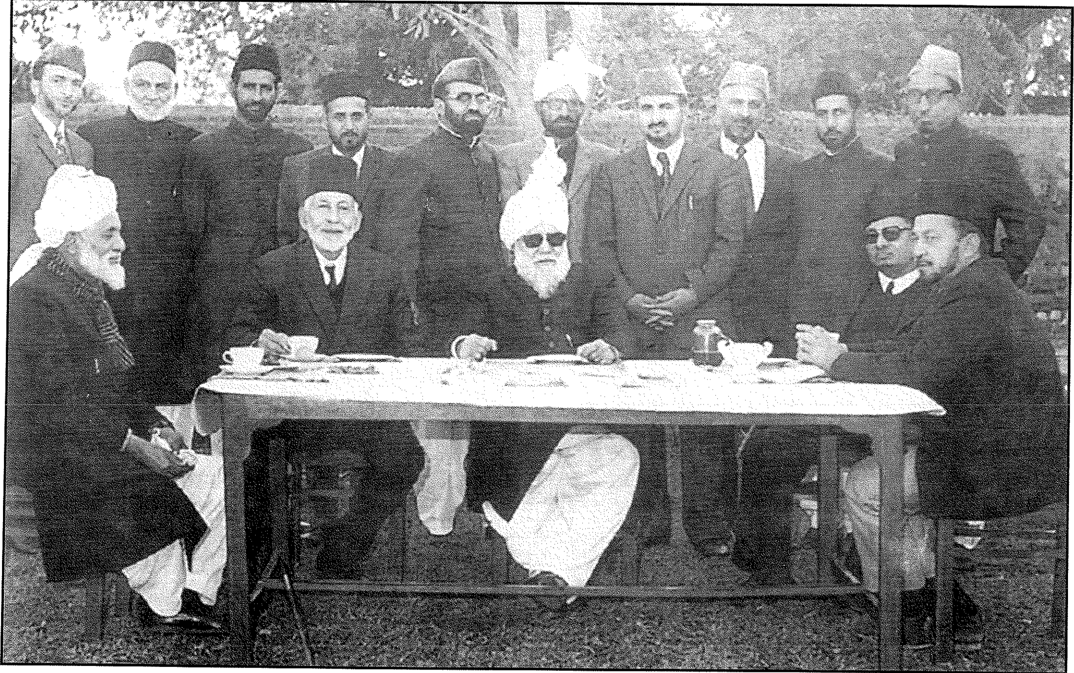
آئیوری کوسٹ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث احباب جماعت کے ساتھ



آئیوری کوسٹ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے بچوں کی دعوت



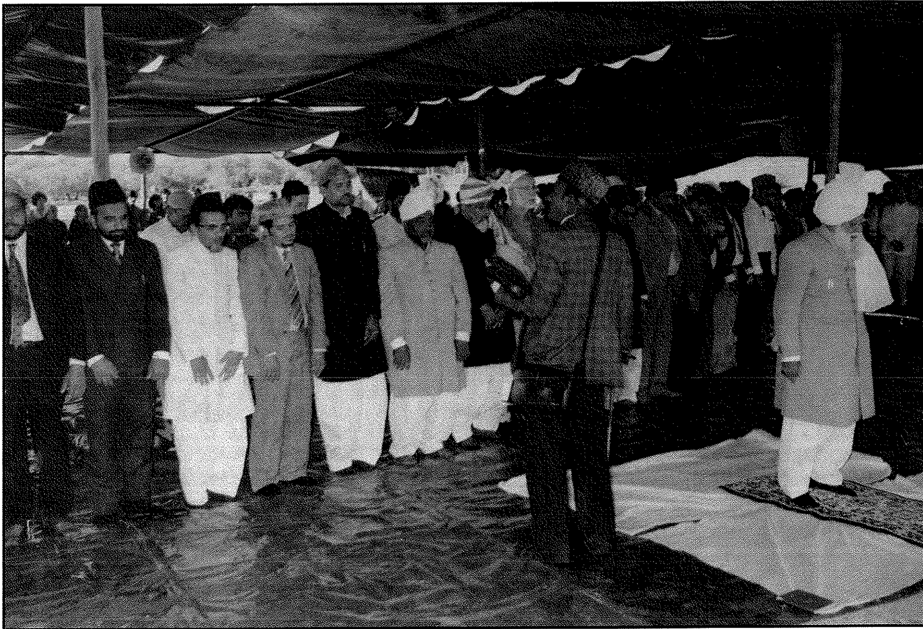
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جرمنی کی مجلس عاملہ کے درمیان



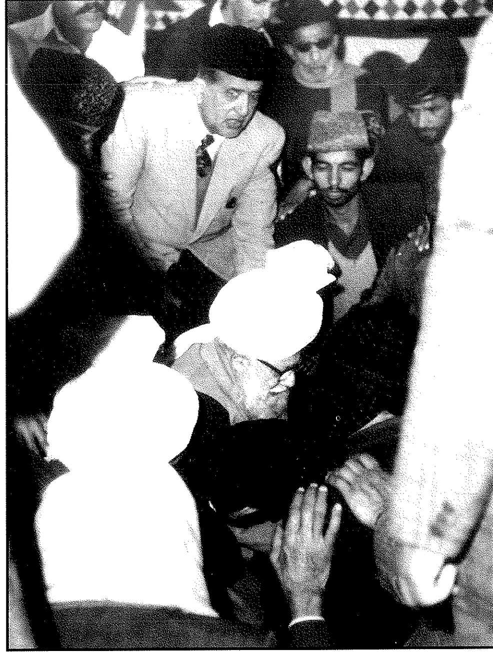
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے سید منیر الحسنی صاحب (شام) کے اعزاز میں دی گئی دعوت



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پیدروآباد (سپین) میں بیت بشارت کا سنگ بنیاد نصب فرمارہے ہیں



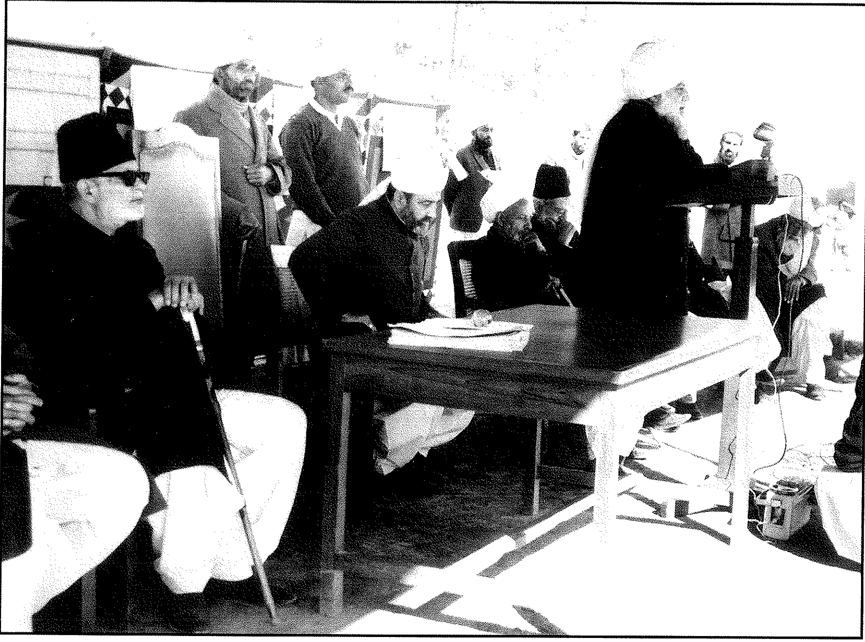
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیت بشارت سپین کے مجوزہ مقام پر نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں (1980ء)



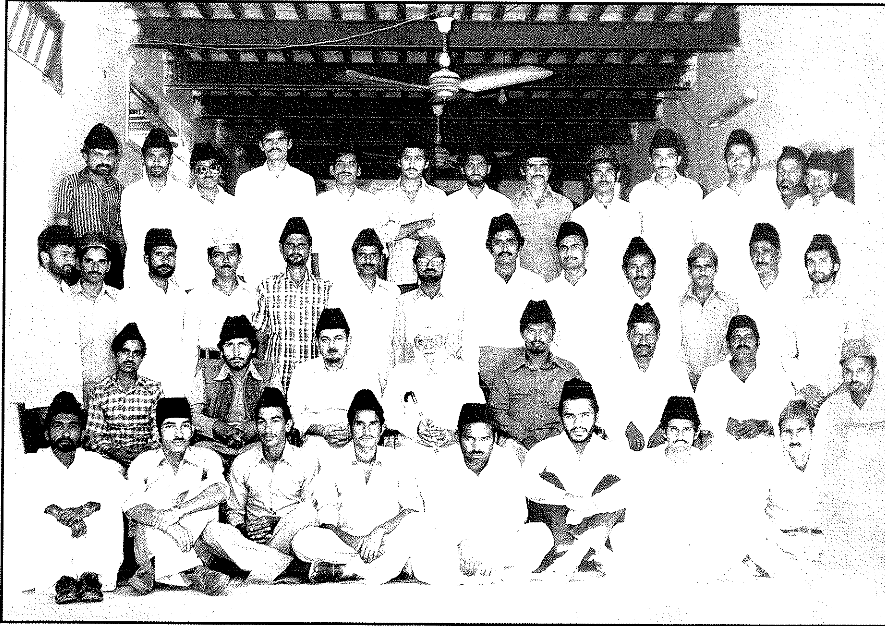
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا جلسہ سالانہ پاکستان کے موقع پر دستی بیعت کا منظر



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جلسہ سالانہ پاکستان کے موقع پر نماز پڑھتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک استقبالیہ تقریب میں خطاب کرتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے زعماء کے درمیان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بچوں سے شفقت کا ایک واقعہ

محترمہ صوفیہ اکرم چٹھہ صاحبہ۔ کراچی

''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''

یہ پیار بھرا پیغام ایک نہایت ہی مقدّس اور پیارے وجود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ہے۔ آپ محبت کے سفیر تھے، آپ کا پیار صرف اپنوں کے لئے ہی نہیں بلکہ غیروں کے لئے اور غیروں کے لئے نہیں بلکہ دشمنوں تک پھیلا ہوا تھا۔

ہمارے محبوب امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے عہد میں جو محبت سب سے کر کے، ایک روحانی نظارے سے زمین ایک سرے سے دوسرے سرے تک منور کر دی۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی حمد ہوتی تھی اور چہرے پر مسکراہٹ اور خدا کا نور ٹپکتا تھا۔ بچوں سے پیار ومحبت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اعلیٰ اخلاق کا دلکش حصہ تھا۔ حضورؒ نے فرمایا ''خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ایک ذہین بچہ ہے''

حقیقت تو یہ ہے کہ بچہ کالا ہو یا گورا۔ پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی یورپین ہو یا افریقن، حضورؒ نے ہر بچہ کو جب بھی ایسا موقع آیا، اٹھایا گود میں لیا اور اپنے مبارک ہونٹوں سے اس کو پیار کیا۔

29 دسمبر 1981ء کی ایک صبح ہے جلسہ سالانہ رات کو اختتام کو پہنچا ہے۔ ربوہ میں سخت سردی کے دن تھے کچھ آنے والے ان گنت برکتوں اور دعاؤں کو سمیٹ کر واپسی کے لئے رخصت ہو چکے تھے۔ اور کچھ صبح صبح اپنے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والوں کو ملنے کے لئے شہر خموشاں میں یعنی بہشتی مقبرہ کی طرف چلے جا رہے تھے۔

خاکسار بھی تو بچوں کے ساتھ یہی مقاصد لے کر جلسہ میں شامل ہونے کے لئے کراچی سے آئی تھی۔ جلسہ تو ختم ہوا جس کا پورا ایک سال انتظار کیا تھا۔ دل کچھ بجھا بجھا سا تھا۔ بہشتی مقبرہ جا کر ماں باپ اور جدا ہونے والوں کے مزاروں پر دعا کرنے کا ارادہ کیا۔ چند قدم ہی آگے گئی تھی کہ محسوس کیا کہ کوئی میرے پیچھے آ رہا ہے یہ تو میری چھوٹی سی بیٹی ہے عظمیٰ اکرم چٹھہ۔ مَیں نے بچی کی انگلی پکڑی اور آہستہ آہستہ بہشتی مقبرہ پہنچ گئی۔ جب اندر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حضرت آپا منصورہ بیگم مرحومہ کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لائے ہیں اور آجکل تقریباً روز ہی آتے ہیں۔ ہمیں اور تمام لوگوں کو ڈیوٹی والوں نے پیچھے روک دیا حضور چار دیواری کے اندر تشریف لے گئے حضور پُر نور نے ہر ایک مزار پر جا کر لمبی دعا کی۔

جب باہر دروازہ سے تشریف لائے تو گاڑیاں بالکل نزدیک ہی کھڑی تھیں ہم تو ادب کی وجہ سے جرأت نہیں

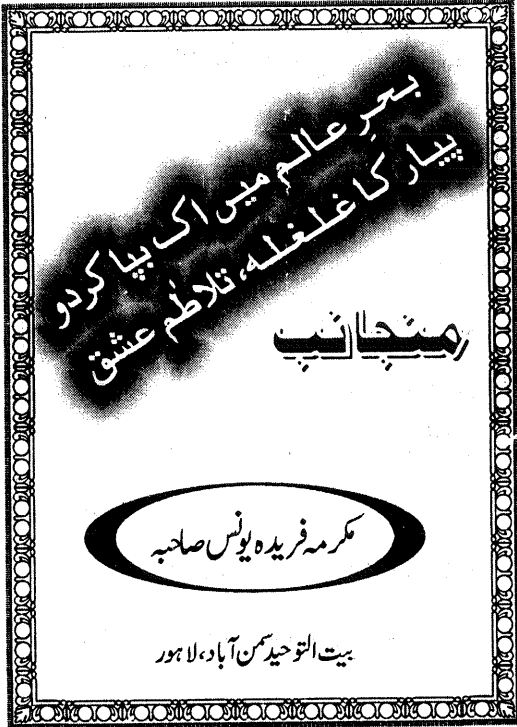
کر سکے۔ مگر میری بچی میری انگلی چھڑوا کر حضورؒ کی طرف بھاگ کر گئی اس کی عمر 4 سال کے قریب تھی۔ ڈیوٹی والوں نے روکا بچی رک گئی۔

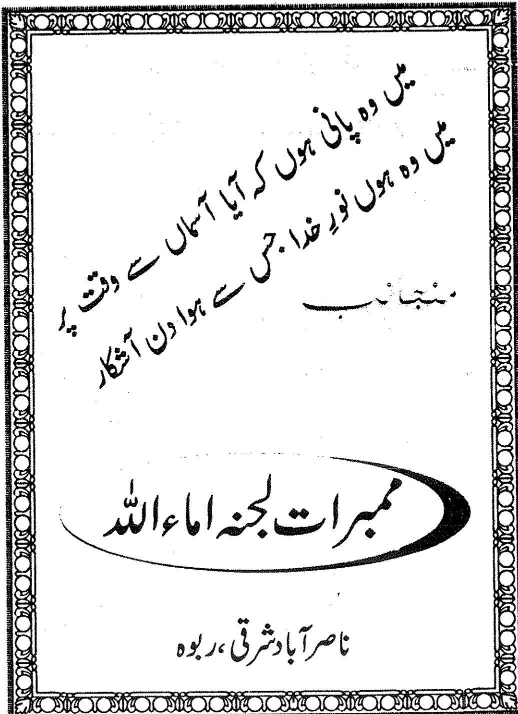
مگر محبت کا اظہار تو دیکھئے میرے آقا کا، گاڑی کا دروازہ کھلا حضور اندر بیٹھ گئے بچی کی طرف دیکھا بے حد محبت وشفقت اور بہت ہی مسکراتے ہوئے چہرہ پر بشاشت تھی نور تھا محبت تھی کیا تھا سوچ کر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ کمال شفقت سے مسکراتے ہوئے اس مسکراہٹ نے ذرا سوچیں اس پُر نور چہرے میں کس کس طرح حسن میں اضافہ کیا ہوگا۔ اپنی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے بلایا میری بچی بجلی کی سی تیزی سے حضورؒ کی طرف بھاگی۔ حضور انور نے گاڑی کے دروازے میں سے لے کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور تھوڑی دیر پیار کیا پھر حضورؒ کے بابرکت ہاتھوں کی مدد سے یہ گاڑی سے باہر نکلی۔ اس وقت خدام جو اس کو ادھر جانے سے روک رہے تھے، نے بے اختیار کہا

"بے بی تم جیت گئی"

بے بی نے کیا جیتنا تھا یہ تو شفقت ومحبت اس کے امام روحانی باپ کی تھی۔ جس نے اس کی زندگی میں اتنے قیمتی لمحات کا اضافہ فرما دیا۔

ہزاروں رحمتیں ہوں خدا تعالیٰ کی اس شفیق ہستی پر۔





قسم خدا کی نہیں دلوں میں ہمارے دنیا کا خوف کوئی
ہمارا حامی وہی ہے جس کی گرفت میں لیکھرام آیا

طالب دعا

ضلعی عاملہ لجنہ اماء اللہ
میر پور خاص نمبر1

خدا کرے جہاں کی ساری نعمتیں نصیب ہوں
خدا کرے کہ جنت مقام بھی ہمیں ملے

منجاب

لجنہ اماء اللہ و عاملہ
نوکوٹ
ضلع میر پور خاص نمبر1

مبارک صد سالہ
خلافت جوبلی
مبارک

وہ درد مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے

منجانب

محترمہ طاہرہ فوزیہ ملک صاحبہ و محترمہ نغمانہ ملک صاحبہ
واہ کینٹ

اے قادر و توانا ! آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو جانا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
خانیوال شہر

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

دارالصدر غربی نمبر 2 ربوہ

اس نے بے سائباں ہم کو چھوڑا نہیں
گر لیا ایک تو دوسرا دے دیا

منجانب

امتہ المتین ناصر

گوجرانوالہ شہر

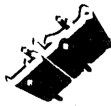
ملت احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بناء
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

دارالصدر شرقی نمبر 2 ربوہ

مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم



مکرمہ صبیحہ سعید صاحبہ

اہلیہ خالد احمد سعید صاحب لندن

خلافت سے ہی برکتیں یہ ساری

(محترمہ مسز برکت ناصر صاحبہ کراچی)

آج ہم سب جب خلافت جوبلی کو شایانِ شان انداز میں منانے کیلئے دعاؤں کے پروگرام سے آغاز کر چکے ہیں۔ ماضی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو قدرت ثانیہ کا ہر دور تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے جگمگ کرتا نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر سپہ سالار اپنی فوج کو لے کر ساری دنیا میں فتح کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آج بھی خلافت خامسہ کی زیرِ قیادت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ الحمدللہ آج جب ''مصباح'' حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یاد میں تیاریوں میں مصروف ہے۔ تو ہر احمدی گواہ ہے کہ جب ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ تو اس کی زندگی میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں۔ جب وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ خلیفہ وقت کی منہ سے نکلی ہوئی بات کو اللہ پاک حرف آخر بنا دیتا ہے مثلاً خاکسار کے ابا جان مرزا محمد اسماعیل مرحوم آف چمن جو خلافت سے محبت نہیں بلکہ عشق کرتے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں مرکز سے دوری کا احساس اور خلافت سے قلبی تعلق اور دوری کا قلق ان کی پنجابی کی سہ حرفی میں جو خلافت ثانیہ کے زمانے میں لکھی ایک بند کچھ یوں تھا۔

ترس رہیاں اکھیں دیکھنے نوں کدوں ہووےگا پاک جمال تیرا
میرے پاک امام محمود احمد یوسف ثانیاں من سوال میرا
تیرا فیض ہے عام جہان اُتے بحر علم دا بہت کمال تیرا
اسماعیل دے حق دُعا منگو دور تساں تھیں منڈرا حال میرا

مرکز میں زندہ رہنے کیلئے آئے ہیں

پھر اللہ تعالیٰ نے اباجان کو خلافت ثالثہ کے دور میں ربوہ آنے کی توفیق دی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نمازوں کی ادائیگی اور بزرگان سلسلہ سے قربت کا مزہ مدتوں کے بعد مستقل رہائش ربوہ میں رکھنے کی وجہ سے نصیب ہوا۔ تو ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے موقع پر بے اختیار یہ کہہ اٹھے کہ حضور دعا فرمائیں کہ مدتوں بعد مرکز میں آنے کی خواہش اللہ پاک نے پوری کر دی ہے اب یہاں ہی موت آئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ ''آپ یہاں زندہ رہنے کیلئے آئے ہیں مرنے کے لئے نہیں'' دوسری طرف ہم بہن بھائیوں میں سے جب بھی کوئی ابا جان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتا تو جواب ملتا اب جس نے مجھے ملنا ہے وہ ربوہ آجائے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ کہ خلافت رابعہ کا زمانہ آگیا۔ پھر حالات کے تحت حضورؒ کو ہجرت کرنی پڑی۔ تو اہل ربوہ پر یہ جدائی کی تکلیف دہ حالت .... ہر دل زخمی تڑپ رہا تھا۔ تو میرے باپ کیلئے بھی وہ وقت بہت کرب ناک تھا۔ ہم نے پھر اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ تو امی کو ساتھ لیکر پہلے بھائیوں کے پاس حیدرآباد

گئے۔ چند دن وہاں رہے اور پھر میرے پاس جیکب آباد آئے۔ وہاں ہارٹ اٹیک ایسا ہوا ایک ہفتے کی علالت کے بعد نومبر ۱۹۸۴ء میں وفات ہوگئی۔ موصی ہونے کی وجہ سے ربوہ لے گئے۔ عرصہ دراز تک دل میں یہ خلش رہی کہ اپنے پیارے خلیفہؒ کی بات کے صدقے جب تک ربوہ میں رہے زندہ رہے۔ ہم اگر نہ بلاتے تو بہتر ہوتا لیکن پھر بے اختیار دل کی نکلی آواز یہ ہوتی ہے کہ خلافت کا عاشق بندہ اپنے آقا کے بغیر بھی تو بے کل واداس بے قرار تھا۔ اللہ پاک اپنے پیار کی گود میں لے گیا وہاں انکی بلندی درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

یہ بولے گا۔

دوسرا واقعہ میرے بیٹے اشعر احمد کا ہے جو کہ سماعت میں کسی خرابی کے باعث 6-7 سال کا ہو چکا تھا۔ لیکن بولتا نہیں تھا۔ جلسہ سالانہ 1981ء کے دن تھے۔ میرے ماموں جان برکت علی انعام درویش قادیان سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ انھوں نے حضورؒ سے ملاقات کا وقت لیا اور ہمارے خاندان کے 20 کے قریب افراد ملاقات کیلئے گئے۔ سب کو اسکی فکر تھی کہ اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر رکھنا۔ لیکن جیسے ہی ہماری باری آئی۔ ہم ملاقات کے کمرہ کی طرف بڑھے اس نے یکدم اپنا ہاتھ چھڑایا اور بھاگتا ہوا سب سے پہلے حضورؒ کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے بہت شفقت سے اس سے مصافحہ کر کے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ جبکہ ہم سب سنٹر کی ٹیبل کی دوسری سمت قطار میں کھڑے تھے حضور کی پُر نور شخصیت کے سحر میں گرفتار یہ بچہ ٹک ٹک انکے چہرے کی طرف سر اٹھا کے دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کی حضور میرا یہ بیٹا بولتا نہیں اسکے لئے دعا کریں۔ اس پر حضرت اقدس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا ”کیوں بھئی بولنا نہیں؟“ نجانے اس کو کیا سمجھ آئی اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

حضور نے فرمایا ”یہ تو کہہ رہا ہے میں بولوں گا“ پھر وہ میرے آقا کی دعا ہی تو تھی۔ کہ اشعر نے لفظ لفظ بولنا شروع کیا۔ اور دوسرے کزن کو سکول جاتے دیکھ کر بضد ہو گیا۔ مجھے بھی بستہ اور یونیفارم دلوائیں۔ پھر اس کے دادا جان ملک سردار خان مرحوم آف جیکب آباد نے بھی کہا کہ سکول جانے دیں۔ وہ اس کیلئے بادام روغن اپنے سامنے نکلوا کر لاتے کہ سر میں مالش کرو اور کانوں میں ڈالتی رہو حضور کی دعا سے یہ پڑھے گا۔ اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ سکول میں ایک پرانی عمر رسیدہ عیسائی ٹیچر تھیں۔ انکے علم میں یہ سماعت اور گویائی کا مسئلہ آیا تو مجھے سکول بلوایا اور کہا کہ اسے ضرور داخلہ دلوائیں بچوں میں یہ سیکھے گا۔ اور خود اس کو علیحدہ بٹھا کر فقرے بولنے کی پریکٹس کرائیں۔ پھر اس نے گو زبان میں کچھ لکنت تھی۔ قرآن مجید ختم کیا سکول میں اتنا پڑھ لیا۔ کہ اردو، انگلش کے الفاظ سیکھ لئے۔ اخبار پڑھنے لگا۔ کراچی آنے کے بعد الیکٹرانک کا کام سیکھ لیا۔ اپنے کام میں ماسٹر ہے اپنی بیوی کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہا ہے یہ میرا یقین اور ایمان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اس کے سر پر دست شفقت کی وجہ سے ہی یہ اعجاز ہوا الحمد للہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی چند خوشگوار یادیں

مکرمہ امۃ الحکیم لئیقہ صاحبہ

وہ تروتازہ، شگفتہ، خنداں، روشن، دلربا

بھول جاؤں مَیں جسے ایسا تو وہ چہرہ نہ تھا

آج مَیں نے اُس پیاری ہستی کے چند خوشگوار اور ناقابلِ فراموش واقعات کو قلمبند کرنے کیلئے قلم اٹھایا ہے۔ جو ''ہمیشہ مسکراتے رہو'' کی حقیقی تصویر تھی اور ہر طبقہ انسانیت سے محبت و پیار اور نہایت شفقت کا سلوک کرنے والی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت احمدیہ کو یہ ماٹو دیا کہ:۔

''محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں''

اور خود اپنے اندر اس وصف کو بدرجۂ کمال تک پہنچایا۔ ایک افریقن بچی کو اپنی بیٹی بنا کر ربوہ لے آئے اور اس قدر حُسنِ سلوک کہ انسان، اپنی حقیقی اولاد سے بھی شائد کم ہی کر سکتا ہو۔ باپ بن کر دکھایا اور ہر طرح اور ہر ممکن طریق سے اس کا خیال رکھا۔ اور جوان ہونے پر اُسی ملک کے باشندہ سے جو جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل تھے، اس کی شادی ہوئی۔ جو اب تک بہت خوش ہے اور خوش قسمت بچیوں میں شمار ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

حضورؒ کے اعلیٰ اوصاف میں سے چند ایک کا تذکرہ پیش کرتی ہوں۔ جو میرے ساتھ واقعات پیش آئے اور مجھے بہت اچھی طرح یاد ہیں۔

علم کے شوقین طلباء طالبات کی حوصلہ افزائی:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ شروع ہی سے علم کے شوقین طالب علموں اور طالبات کی بھی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اس کیلئے کئی قسم کے طریق اختیار کرتے تھے۔

مَیں جامعہ نصرت ربوہ میں بی۔اے کی طالبہ تھی۔ حضور نے دینیات کے امتحان کیلئے خود نصاب مقرر فرمایا جو تفسیر صغیر کے ساتھ قرآن پاک کے پندرہ پارے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب چشمۂ معرفت کے دونوں حصوں پر مشتمل تھا اور اوّل آنے والی طالبہ کیلئے ایک سال کی فیس بطور انعام مقرر فرمائی۔ امتحان ہو گیا۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی بچیوں کے پرچے جید علماء سے چیک کروائے گئے۔ نتیجہ نکلا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار (لئیقہ) اور صاحبزادی امۃ المصور بنت حضرت میر داؤد احمد صاحب اوّل قرار دیئے گئے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ انعامی فیس آدھی آدھی ہو جائے گی۔ ہمیں بہت خوشی ہوئی اور کالج کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد و انعامات کے موقع پر حضور خود تشریف لائے اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے دستِ مبارک سے فیس کی رقم آدھی آدھی ہم دونوں کو بطور انعام دی گئی۔ الحمد للہ کیسا اچھا انداز تھا طالبات کی حوصلہ

افزائی کرنے اور شفقت فرمانے کا جسے مَیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

تحفۂ یوگنڈا دینے پر عدی امین کا ذکر:۔

میرے میاں چونکہ واقفِ زندگی ہیں اور چند دن کی رخصت پر شادی کیلئے ربوہ آئے تھے۔ جلد واپس چلے گئے۔ مَیں دفتری اجازت وغیرہ کے بعد ایک سال بعد 1972ء میں یوگنڈا گئی۔

وہاں سے پانچ سال بعد واپسی ہوئی۔ ربوہ آکر میاں اور اپنی دو بچیوں کو لے کر حضورؒ سے ملاقات کیلئے گئی۔ حضورؒ نے ازراہِ شفقت اپنے کمرے میں شرفِ ملاقات بخشا۔ یوگنڈا کے حالات پر بات ہوئی بچیوں کو پیار کیا۔ مَیں نے یوگنڈا کا ایک تحفہ رنگ برنگے موتیوں سے جڑی ہوئی ایک خوبصورت چھڑی (جو کہ سجاوٹ کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے) حضورؒ کی خدمت میں پیش کی۔ حضورؒ پکڑ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس سے ہم عدی امین کو سیدھا کریں گے۔ اور خوب ہنسے۔ اور تحفہ قبول فرمایا۔

حضورؒ سے ایک اور خوشکن ملاقات:۔

کچھ عرصہ بعد مَیں اپنی دونوں بچیوں کو لے کر پھر ایک دفعہ حضورؒ اور بیگم صاحبہؒ سے ملنے کیلئے گئی۔ مَیں ابھی گھر کے صحن میں ہی تھی کہ اندر سے حضورؒ کی آواز سنائی دی کہ مولوی صاحب کی یوگنڈا والی بیٹی آئی ہے۔ آجاؤ آجاؤ اندر آجاؤ۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی اور مَیں بچیوں کو لے کر اندر چلی گئی۔ حضرت بیگم صاحبہؒ بھی ساتھ تھیں۔ پاس بٹھایا اور حال احوال پوچھا۔ بچیوں کو حضور کے قریب کر رہی تھی کہ پیار لیں مگر وہ کچھ جھجک رہی تھیں تو حضورؒ فرمانے لگے کہ شاید یہ یوگنڈا میں پیدا ہوئی ہیں اس لئے غیر افریقیوں سے ڈرتی ہیں۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی۔

واپسی پر حضرت بیگم صاحبہؒ نے حضورؒ کی ایک مستعمل بنیان بطور تبرک مجھے عنایت فرمائی۔ الحمد للہ

گیمبیا جانے سے قبل ملاقات:۔

1979ء میں میرے میاں کو گیمبیا (مغربی افریقہ) جانے کا ارشاد ہوا۔ اور جلد ہی روانہ ہو گئے۔ دو ماہ بعد میرے بھی جانے کا انتظام ہو گیا۔ مَیں دونوں بچیوں کو لے کر حضورؒ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئی۔ نہایت ہی شفقت سے فوراً اندر بلا لیا۔ اور بچیوں کو پیار کیا۔ سارے حالات دریافت فرماتے رہے۔ یوگنڈا (مشرقی افریقہ) جہاں قریباً نو سال ہم رہ چکے تھے کے بارے میں بھی کئی باتیں ہوئیں۔ فرمایا کہ یوگنڈا کے حالات اب بہتر ہو رہے ہیں کیوں نہ آپ لوگوں کو وہاں سے سیدھے یوگنڈا بھجوا دیا جائے؟ مَیں نے کہا حضورؒ جیسے آپ ارشاد فرمائیں۔ ہم تو حاضر ہیں اور جاتے ہوئے بہت سی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ حضرت بیگم صاحبہؒ نے بھی بہت پیار کیا اور دعا دی۔

وقت گذرتا رہا اور مَیں اس بات کو بالکل بھول گئی تھی۔ 1982ء میں آپ کی وفات بھی ہو گئی اور خلافت رابعہ کا بابرکت دور شروع ہو گیا۔ ہر دو سال بعد دو ماہ کی چھٹی پر ہم براستہ لندن پاکستان آتے جاتے تھے۔ جنوری 1984ء میں ایک دن امیر صاحب گیمبیا نے میرے میاں کو بتایا کہ آپ کی یوگنڈا تبدیلی کیلئے ارشاد ہوا ہے۔ اور بطور پرنسپل وہاں فوری ضرورت ہے۔ ہم نے تیاری کی اور چند دن میں رختِ سفر باندھا اور چل پڑے۔ براستہ لندن جانے کی بجائے سیدھے یوگنڈا جانے کا ٹکٹ دیا گیا جس سے مجھے اس وقت حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وہ بات جو آپ نے پانچ سال قبل 1979ء میں فرمائی تھی یاد آ گئی کہ کیوں نہ آپ لوگوں کو وہاں سے سیدھے یوگنڈا بھجوا دیا جائے۔ خلافتِ رابعہ میں من وعن پوری ہوئی۔ کیسی خدا کی شان ہے۔ کہ ایک خلیفہ کے منہ کی بات اگلے خلیفہ کے ذریعہ کس طرح پوری کر دکھائی۔ سبحان اللہ! اور ہم پھر دوسری بار بھی قریباً دس سال یوگنڈا میں گزار کر حضورؒ کے ارشاد پر واپس ربوہ پاکستان آئے۔

آخر میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتی ہوں کہ خدا میرے پیارے آقا اور حضرت بیگم صاحبہ کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور جنت الفردوس میں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

تمام جماعت احمدیہ کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

"مبارک سو مبارک"

گزرے ہوئے سو سال کی تاریخ گواہ ہے سائے کی طرح سایہ فگن ہم پہ خدا ہے
اور رات جو آئے بھی تو پروانوں کو غم کیا جلتا ہوا پُرنور خلافت کا دیا ہے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

اگو کی۔ ضلع سیالکوٹ

KHILAFAT-E-AHMADIYYA CENTENARY CELEBRATIONS

MUBARAK

May Allah bless all those who took part in the preparation of this Special Misbah Number. Aamin

پیارے آقا، جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

بہت سے ابتلا آئیں گے ہمت ہار مت دینا
سدا حوصلہ رکھنا، سدا خوئے وفا رکھنا

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ بھاگوال
ضلع سیالکوٹ

خلافت خوف کو امن سے بدلنے کا ذریعہ ہے
عالمگیر جماعت احمدیہ کو
خلافت احمدیہ جوبلی کا سال
بہت مبارک ہو

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ مہال مگرا
و
چک سدھا ضلع سیالکوٹ

سفیرِ محبت

(سیّدنا حضرت ناصر کی یاد میں)

(انور ندیمؔ علوی)

ناصرِ دیں، نفرتوں میں تھے محبت کے سفیر
گھُپ اندھیرے میں ہو جیسے روشنی کی اک لکیر
مہرباں، مشفق، مجسّم پیار کے پیکر حسیں
رشکِ مہرو ماہ تھی وہ نور سی روشن جبیں

دَور مشکل بھی بہت آئے مگر سمجھا دیا
پھول زخموں میں کھلانے کا ہنر سکھلا دیا
مسکراہٹ چھین لے ہونٹوں سے کس کی تھی مجال
دیکھ کر حیراں ہوئے سارے مخالف یہ کمال

"پیار ہے سب کے لئے، نفرت کسی سے بھی نہیں"
زندگی بھر آپ کا نعرہ یہی تھا بالیقیں
بھول جائیں اُنکی شفقت کیسے ممکن ہے بھلا
"تشنہ روحوں کو پلایا شربتِ وصل وبقا"

ہے دعا جنت میں ہو انکو عطا عالی مقام
بارشِ فضل وکرم ہو اُنکی تربت پہ مدام
بے ہنر کو بھی ندیمؔ بے نوا ! رُتبہ ملا
نام تیرا چاہنے والوں میں بھی لکھا گیا

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مکرمہ صالحہ درد صاحبہ۔ مرحومہ

Love for all hatred for none

''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''

یہ فرمان ایک بزرگ انسان کے دل کی آواز تھی اور کروڑوں دلوں میں اُتر گئی۔ مسکراہٹیں بکھیرتا ہوا یہ پیارا بزرگ وجود صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا تھا۔ پندرہ سو سال قبل جو آسمانی تعلیم ایک قلب مطہر واطہر پر اتری۔ اسکا خلاصہ یہی تھا۔ یہی روحانی پروگرام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا جس کو بھلا کر آج کا انسان امن وسکون سے محروم ہوگیا۔ جس کو نظر انداز کر کے دنیا آج بے شمار مصائب وآلام سے دو چار ہے۔ 16 نومبر 1909ء کا سورج یہ خوشخبری لے کر طلوع ہوا کہ گذرنے والی رات کے دوران باغِ احمد میں ایک پھول کھلا ہے اِسی پھول جیسی شخصیت کے دہن مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے جو ہر طرف دہرائے جاتے اور قلب انسانی پر ایک اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ فی زمانہ الم زدہ اور دکھی انسان کے زخموں کا مداوا صرف یہی اصول کرسکتا ہے۔ وہ دن (اگر اللہ نے چاہا) ضرور اور جلد آئیگا کہ اس فرمان پر عمل کر کے اہل دنیا طمانیت حاصل کریں گے۔ اس وجود کے اس دنیا میں تشریف لانے سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی طرف سے بشارت دی گئی۔ انا نبشرك بغلام نافلة لك نافلة من عندی۔ یہ پیشگوئی پوری ہوئی مہدی موعود کے ہاں پہلا پوتا پیدا ہوا۔ اس سے دو ماہ قبل حضرت مصلح موعود کو خدا نے خبر دی ''کہ میں تجھے لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور......کی خدمت پر کمربستہ ہوگا۔''

اس بچے کا نام ناصر احمد رکھا گیا۔ حضرت اماں جان نوراللہ مرقدھا وہ مقدس خاتون جس کو خدا نے اپنے مسیحا کے لئے چنا جس کے ذریعے مبارک نسل کا سلسلہ چلا۔ اپنے اس موعود نافلہ کو اپنے مرحوم بیٹے کا نعم البدل اپنا پانچواں بیٹا بھی خیال فرماتی تھیں۔

آپ نے صاحبزادہ ناصر احمد کو بچپن میں ہی گود لے لیا آپ کو اپنے اس پوتے سے بہت پیار تھا آپ کے کھانے، آپ کے لباس اور آپ کے آرام کا بہت خیال رکھتیں۔ صحت کے لحاظ سے غذا کے علاوہ تازہ ہوا میں کھیل کود کا بھی التزام کرواتیں تربیت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ فرماتیں۔ کھانا شروع کرتے وقت اونچی آواز میں بسم اللہ پڑھتیں صاحبزادہ صاحب کو بھی تاکید فرماتیں۔ وقت پر وضو کروا کر نماز باجماعت کے لئے......بھجواتیں۔ حضرت اماں جان کی آغوش غرباء کے لئے وا رہتی اور ہمیشہ ہی کوئی یتیم بچہ یا بچی آپ

پرورش کے لئے اپنے گھر میں رکھتیں۔ صاحبزادہ صاحب کے دل میں یتیم وغریب کے لئے ہمدردی پیدا کرنے کے لئے کبھی ساتھ بٹھا کر باتیں کرتیں اور کھانا کھلاتیں۔ کھیلنے کے لئے باہر بھجواتیں لیکن مغرب کے بعد گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت مرزا ناصر احمد کو خدا تعالیٰ کی طرف سے انتہائی پاکیزہ فطرت ودیعت ہوئی تھی۔ حضرت اماں جان کی تربیت نے اس کو جلا بخشی۔ اور حضرت مصلح موعود کی توجہ اور پیار نے روشنی عطا کی۔

آپ نے بچپن سے ہی بھرپور زندگی گذاری ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں فٹ بال، ہاکی، ٹینس، کرکٹ میرو ڈبہ، گلی ڈنڈا، کھیلتا رہا ہوں۔ تیراکی، شکار اور گھوڑ سواری بھی کی ہے۔ یہ تمام مشاغل آپ کی تعلیم یا جماعتی کاموں میں کبھی حائل نہیں ہوئے۔ آپ کو گھوڑے کی سواری کرتے تو عاجزہ نے بھی دیکھا ہے۔ آپ بہت وجیہہ اور خوبصورت جوان تھے۔ گھوڑے پر جم کر بیٹھنے کا انداز بہادروں اور مشاق سواروں والا تھا۔ محلّہ دارالانوار میں جہاں آپ کی رہائش تھی صبح کے وقت سڑک پر دیکھے جاتے تھے۔ ہمارا گھر لب سڑک تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کھڑے ایک طرف کو توجہ سے دیکھ رہے ہیں میں چھوٹی تھی فوراً باہر آ کر چوہدری صاحب کے قریب کھڑی ہو گئی دور سے ایک گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا آیا۔ حضرت چوہدری صاحب کے پاس رک گیا۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اترے چوہدری صاحب نے آگے بڑھ کر آپ سے مصافحہ کیا میاں صاحب اس وقت پسینے سے شرابور تھے مجھے یاد ہے اُس وقت آپ بہت اچھے لگ رہے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا میاں یہ جانور بہت تیز ہے۔

صاحبزادہ صاحب کا بچپن انتہائی پاکیزہ ماحول میں حضرت اماں جان کی تربیت میں گزرا تھا۔ فطرتی نیکی اور خاتونِ مقدس کی تربیت کے اثرات قیام انگلستان کے دوران بہت نمایاں تھے۔ قادیان کے پاک ماحول میں شاید وہ اتنے واضح نہ ہو سکتے جتنے انگلستان میں ہوئے۔ میرے والد مولانا عبدالرحیم صاحب درد اُن ایام میں بغرض اشاعت دین لندن میں قیام پذیر امام بیت لندن تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثانی حضرت میاں مظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت میاں ظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور میاں مرزا سعید احمد صاحب ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چاروں بیٹوں کی اولاد اس وقت یورپ میں موجود تھی۔ حضرت مصلح موعود کی مجھے ہدایت تھی کہ میں سب کا ہر طرح خیال رکھوں۔ حضورؓ نے صاحبزادہ صاحب کو قیمتی نصائح سے پُر ایک خط لکھا۔ جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ ''امام...... یورپ میں خلیفہ کا نمائندہ ہے اس کی اطاعت اور اس سے تعاون ایمان کا

ایک جزو ہے۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ ہو‘‘ (حیات ناصر جلد اوّل ص:93)

یوں تو چاروں میاں صاحبان کی نیکی اور فرمانبرداری مثالی تھی۔ لیکن صاحبزادہ مرزا ناصر احمد ان میں بہت نمایاں تھے۔ میرے ساتھ اتنے مؤدب رہتے کہ میں دل میں شرمندہ ہوتا کہ میں ان کا خادم ان کے باپ دادا کا غلام ہوں۔

آپ نے وہاں کی کسی آلائش کا ذرا بھی اثر قبول نہیں کیا۔ انتہائی محنت سے تعلیم میں مگن رہے پیغام حق کا کوئی موقع بھی ضائع نہ کرتے۔ ہر انسان کے ساتھ بلا امتیاز ملک وملت ہمدردی کرتے حسن سلوک روا رکھتے۔ موقع ملنے پر بیت اللہ میں ضرور تشریف لاتے۔ حضرت مرزا سعید احمد صاحب کی علالت کے دوران سب ہی ان کا خیال رکھتے تھے۔ مرزا ناصر احمد صاحب خصوصی طور پر ان کی دلداری اور خدمت میں شامل رہتے۔ اخراجات سب کو ہی تنگی کی حد تک محدود ملتے تھے۔ باقی تینوں کبھی کبھی اس تنگی کا اظہار کر دیتے میں اس سلسلے میں حضرت مصلح موعود اور میاں صاحبان کی ہدایات کے اندر ہی رہ سکتا تھا۔ یہ بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی کہ حضرت میاں ناصر احمد صاحب نے اپنی دقت یا تکلیف کا کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ آپ کو اپنی عزّت نفس کا بہت خیال رہتا۔ ان تھک محنت بے نفسی اور ہر دم اللہ کی رضا پر بشاشت سے راضی رہنا آپ کی شخصیت میں ایک جاذبیت پیدا کرنے کا باعث تھا۔ میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ میاں ناصر کچھ الگ ہی وجود ہیں۔

آپ کا عجز وانکسار دوسرے کا دل موہ لیتا تھا۔ نرمی کے باوجود نظم وضبط اور انتظامی امور بالکل متاثر نہ ہوتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں قدرتاً وقار اور رُعب تھا۔ اپنی کوٹھی ’’النصرة‘‘ سے ’’دار المسیح‘‘ اکثر تشریف لے جاتے۔ ہم لوگ اپنے گھر کے پھاٹک کے سامنے آپ کو اور بیگم صاحبہ کو دیکھنے کے شوق میں کھڑے ہو جاتے ہمیں دیکھ کر حضورؒ مسکراتے ہوئے سڑک سے پھاٹک کی طرف چند قدم آتے ہماری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہتا۔ آپ چھوٹی سی کوئی بات ہم سے ضرور فرماتے ہم دیر تک آپ کی مسکراہٹ اور بات کا مزہ لیتے رہتے۔ آقا ہوتے ہوئے ہم غلاموں کے گھر تشریف لے آتے۔ کبھی باغبانی پر توجہ ہوتی، کبھی چیزوں کا تبادلہ رہتا اور کبھی تشریف رکھتے اور ابا جان کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ خلیفہ کے عظیم المرتبت مقام پر فائز ہونے کے بعد ہمارے ساتھ انتہائی شفقت قائم رکھی۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ ہم ملاقات کے لئے حاضر ہوں اور ناکام رہیں۔ حالانکہ آپ کی مصروفیات کا سب کو علم ہے۔

صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ نے بتایا کہ آپ بہت ہی شفیق اور محبت کرنے والے تھے آپ کی طبیعت میں مزاح کی خوبصورت سی آمیزش تھی۔

صاحبزادی آصفہ مسعودہ صاحبہ نے میرے پوچھنے پر بیان کیا بھائی جان انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے زمانے سادے ہوتے تھے۔

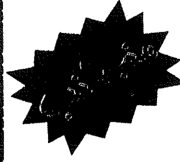
میری ہمشیرہ کی شادی انتہائی سادگی سے ہوئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے دلہن چوکی پر بیٹھی تھی نہ قنات شامیانہ تھا، نہ کوئی سٹیج، یہ سب کچھ آج کے زمانہ کی رسومات ہیں۔ بھائی جان کا کھانا، لباس بالکل سادہ ہوتا۔ آپ صرف چٹنی سے بھی کھانا کھا لیتے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ بھائی جان کچھ بیمار تھے شاید مرچ والا سالن نہ دینا ہوگا۔ آپ نے روٹی کو گول کر کے مزے مزے کے ساتھ صرف پانی سے کھالیا۔ یہی حال لباس کا تھا قیمتی کپڑا ہو یا کھڈی کا کھدر آپ ایک ہی انداز میں استعمال فرماتے۔ دنیا داری کی باتوں سے بالکل بے نیاز طبیعت پائی تھی۔

مَیں نے آپ کو کبھی بھی غصہ میں نہیں دیکھا۔ ہر ایک سے شفیق سی مسکراہٹ کے ساتھ ملتے۔ میرا رشتہ کیونکہ سالی کا تھا اس لیے کبھی کبھی مذاق اور چھیڑ خانی بھی کرتے۔ چونکہ میں آپ سے بہت چھوٹی تھی میرا خیال بھی بہت کرتے۔ آپ کا تربیت کرنے کا انداز اس طرح سے تھا کہ ایک دفعہ عزیزوں میں ایک لڑکی نے ایسی بازوؤں والی قمیض پہنے ہوئی تھی جو بطور فیشن کہیں کہیں سے کٹی ہوئی تھی اور بازوؤں کا حصہ نظر آتا تھا آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا:۔

’’شاید کپڑا کم ہو گیا تھا مجھے بتاتیں اس طرح کی کٹی پھٹی آستینیں تو نہ بناتی۔‘‘

الغرض آپ کی تربیت کا ہر پہلو ہی روشن تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے بتائے ہوئے طریق پر زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ آمین

جب بھی آئے گا کوئی شعلہ بیاں
تو میری جان یاد آئے گا



مکرمہ امتہ الباسط صاحبہ
گوجرانوالہ شہر

وہ چاند تھا گویا ہالے میں

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

حلقہ y بلاک دارالذکر، فیصل آباد

وہ محبت کا اک زندہ شاہکار تھا

منجانب

مکرمہ تحسین چوہدری صاحبہ

بیت النور، لاہور

جن کو نظریں ڈھونڈتی ہیں وہ نظر آتے نہیں

منجانب

منجانب

مکرمہ فہیمہ ملک صاحبہ

ڈیفنس کراچی

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک ملاقات

شریف احمد ڈہڑوی انسپکٹر وقف جدید۔ ربوہ

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک لمبا عرصہ تعلق رہا۔ جب آپ خدام الاحمدیہ کے نائب صدر تھے خاکسار قائد مقامی کرونڈی اور قائد ضلع خیر پور اور پھر قائد علاقہ خیر پور ڈویژن آپ کی امامت کے وقت میں رہا۔ ربوہ اکثر آتا رہتا تھا اور آپ سے ملاقات بھی ہوتی تھی۔ 1970ء کی ایک ملاقات کا ذکر ہے نام میں نے قصر خلافت میں درج کرایا۔ جب میری باری آئی تو سیڑھیوں کے اوپر کمرہ میں ملاقات ہوتی تھی جب خاکسار اوپر دروازہ پر پہنچا تو حضورؒ کرسی سے اٹھ کر کچھ خدام کے ساتھ دروازہ پر آگئے تھے اور وہیں کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی۔ عام باتوں کے بعد خاکسار نے حضورؒ سے ذکر کیا۔ کہ حضورؒ نے عاجز کو آٹھویں بچی عطا کی ہے حضورؒ اس کا نام تجویز کر دیں اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا رحمتیں آپ پر ہوں حضورؒ آٹھویں بچی کا سن کر خوب ہنسے ساتھ خدام ہنستے رہے۔ پوری طرح ہنسنے کے بعد مجھے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور کہا کہ پہلی بچیوں کے نام بتائیں اب مجھے سات بچیوں کے نام بتانے تھے جب مَیں نے نام بتانے شروع کئے 4-5 نام بتانے کے بعد بھول گیا حضورؒ نے فرمایا کہ بھول گئے ہیں مَیں نے کہا ہاں حضورؒ بھول گیا ہوں آپ نے پھر ہنسنا شروع کر دیا۔ جب خوب ہنس لیا تو فرمانے لگے کہ قانتہ تو پہلے کسی بچی کا نام نہیں ہے میں نے کہا نہیں حضورؒ فرمانے لگے قانتہ نام رکھ لیں۔

ملاقات کے بعد خاکسار سندھ آگیا کوئی ایک مہینہ بعد اسی نام کا خط بھی حضورؒ کی طرف سے مل گیا ہم نے بچی کا نام قانتہ رکھ لیا۔ خدا کی شان اس کے بعد 4 بچیاں اللہ تعالیٰ نے اور دیں اس طرح کل 12 بارہ بچیاں ہوگئیں۔ پہلے آٹھ بچیوں میں ایک بیٹا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے 2 بیٹے اور عطا کر دیئے۔ اس کے بعد وقتی طور پر کافی آزمائش آئی ایک تو جماعتی ذمہ واریاں اور دوسری عیالداری تھی۔ پھر بچیوں کی تعلیم کا مسئلہ تھا خاص طور پر سندھ میں بچیوں کی تعلیم کا اس زمانہ میں کوئی انتظام نہ تھا۔

بہر حال ان حالات میں ایک احمدی کے پاس ایک ہی ذریعہ ہوتا ہے اپنے پیارے امام کو دعا کے لئے لکھنا اور اپنے رب سے تعلق کو مضبوط کرے اور دعائیں کرے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح فضل فرمایا۔ حضورؒ کے خطوط سے کافی تسلی ہو جاتی تھی۔ اس وقت ساری اولاد کی ذمہ داریوں سے عاجز فارغ ہو چکا ہے۔ اور ساری اولاد خدا کے فضل سے اپنی اپنی جگہ خوش ہے اور صاحب اولاد ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی محبت بھری پُرشفقت، انمول حسین یادداشتیں

محترمہ امتہ الہادی صاحبہ۔ کراچی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی پوری جماعت کو محبت بھرا پیغام دیا۔ پیارے بہت ہی پیارے ہاں مگر اللہ تعالیٰ کے بھی اور ہم سب کے بھی پیارے وجود نے سب سے پہلے اپنی تقریر میں اللہ تعالیٰ سے اپنی جماعت کے لئے پیار مانگا۔ آپ نے خلافت کے سترہ سال پورے استقلال عزم وہمت خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت کی ترقیات کا سفر طے کیا اور روحانی ترقیات کا یہ سفر نہایت کامیاب وکامران گزرا۔

آپ کی کچھ یادیں جو میرے ذہن میں پیوست ہیں اور مجھے کچھ لکھنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں اب میں اُن کو تحریر کرتی ہوں۔

میرے چھوٹے بھائی عزیزم بشارت احمد نے بتایا کہ انتخاب خلافت ثالثہ کے وقت جو ان کا دوست تھا یعنی بشارت احمد کا زمانہ طالبعلمی میں غالباً کالج کے دور میں۔ کہنے لگا۔ اگر مرزا ناصر احمد خلیفہ منتخب ہوئے تو میں ہرگز ان کی بیعت نہیں کروں گا۔ مگر جب انتخاب کے بعد بیعت کا وقت آیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بیعت کرنے والوں میں وہ سب سے آگے بیٹھا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح اس نے ان کے حق میں اپنا فیصلہ دیا تو وہ کہنے لگا مجھے خود علم نہیں الٰہی تصرف سے میرے ہاتھ خود بخود اٹھ گئے اور دل میں ہی فیصلہ بدل گیا۔

اسی طرح ایک میچ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ خوب گرما گرم مقابلہ تھا۔ تعلیم الاسلام کالج قادیان کی غربی جانب بیت نور سے متصل فیلڈ میں قادیان کی ہاکی ٹیم اور باہر سے آئی ہوئی ہاکی ٹیم جس میں چند سکھ بھی شامل تھے کے مابین ہاکی کا میچ کھیلا جا رہا تھا۔ زبردست مقابلہ کی وجہ سے مجمع میں خوب جوش وخروش تھا۔ اچانک ہمارے ایک کھلاڑی نے ایسا ڈاج دیا کہ مقابل پر آنے والا سکھ کھلاڑی اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور چاروں شانے چت زمین پر اس طرح آرہا کہ اسکے لمبے لمبے بال کھل کر بری طرح بکھر گئے اس کی حالت دیکھ کر چند لوگ ہنس پڑے۔ میری عمر اس وقت تقریباً دس بارہ برس کی تھی میں بھی ان ہنسنے والوں میں شامل تھا۔ عین اس وقت پیچھے سے کسی نے انگلیوں سے میرے دونوں کانوں کو چھیڑا۔ میں سمجھا میرا کوئی کلاس فیلو مجھے متوجہ کرنا چاہتا ہے اور میں نے اس کی اس حرکت پر غصہ سے پیچھے کی طرف دیکھا مگر ایکدم میں ٹھٹھک گیا کیونکہ انگلیوں سے کانوں کو چھیڑنے

والا میرا کلاس فیلو نہیں تھا بلکہ حضرت میاں ناصر احمد صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) تھے۔ میرے پیچھے کی طرف دیکھتے ہی آپ نے نہایت سنجیدگی سے فرمایا "دیکھو بچے! کسی کی تکلیف پر ہنسا نہیں کرتے" میرا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور پورے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے آج بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو ایک عجیب سی کپکپی محسوس ہوتی ہے اور کانوں میں وہی آواز گونجنے لگتی ہے کسی کی تکلیف پر ہنسا نہیں کرتے اور اب زندگی کا ایک اور پیارا سبق آپ نے یہ سکھایا کہ الٰہی جماعتیں اپنی تکلیفوں پر بھی مسکراتی ہیں۔

ہمارے پیارے حضورؒ نے اپنے محبت بھرے جذبات سے معمور جماعت کو یہ ماٹو عطا فرمایا تھا۔ جس سے ساری جماعت فیض یاب ہوئی۔ جب آپ کراچی تشریف لاتے یا ہم ربوہ جاتے تو ہم اُنکی شفقت اور خوش کُن ملاقاتوں سے فیض پائے۔ خطبات سنتے۔ تربیتی اور اصلاحی تقاریر سنتے جو ایمان کی تازگی کا باعث بنتیں۔ جب پیارے حضورؒ کراچی تشریف لاتے تو ہم خوشی خوشی اُنکا استقبال کرتے۔ حضورؒ سے اور حضرت بیگم صاحبہ سے ملاقاتیں ہوتیں۔ ہم حضورؒ کے پیچھے باجماعت نمازیں پڑھتے۔ حضورؒ لجنہ سے خطاب بھی فرماتے۔ جس سے لجنہ کے اجلاسوں کو چار چاند لگ جاتے۔ آپ نے لجنہ کراچی کی چھ قیادتیں مقرر کیں تا کہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ پیدا ہو، اور اس کی صدر محترمہ سلیمہ میر صاحبہ کو بنایا۔ جن کی مدبرانہ اور اصلاحی کوششوں سے لجنہ کراچی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی گئی۔ اس کے علاوہ حضور قیادتوں کی رپورٹ خود ملاحظہ فرماتے۔ ہمارے کام کو سراہتے ہوئے اصلاح اور مشورے کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی نوازتے۔ اس اقدام سے لجنہ کراچی کی کارگردگی میں اضافہ ہوا۔ اور مختلف شعبہ جات نے نمایاں پوزیشن حاصل کیں۔ ہر شعبہ میں ترقی کرنے پر قیادت نمبر 4 کے کام کو بہت سراہا۔ آپ نے اطفال کی ملاقات میں ذہانت کے لئے سویابین کا استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگ سویابین کا استعمال کرنے لگے۔

آپ نے 'جلسہ سالانہ کے موقع پر......کا ورد کرنے کی تحریک فرمائی۔ اور گیارہ مرتبہ نہایت پیاری آواز میں ورد کیا۔

حضورؒ نے کراچی میں کوچنگ سنٹر کھولنے کی تحریک فرمائی۔ ایک کا نام ذوالقرنین اور دوسرے کا نام ناصر کوچنگ سنٹر رکھا۔

حضورؒ نے آم کے پودے لگانے کی تحریک فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر آم کے پودے کے بُور کو ہاتھوں پر مَل لیا جائے تو سانپ یا زہریلی چیز کے کاٹنے کا اثر نہیں رہتا۔ آپ نے جامن کے پودے کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ شوگر کے لئے مفید ہے۔

آپ نے حفظ قرآن کی تحریک فرمائی اور قرآن مجید کے پہلے پارے کی سترہ آیات حفظ کرنے کی بھی تحریک کی۔ تو سب نے شوق اور لگن سے سترہ آیات یاد کیں۔ اس کے علاوہ آپنے تلاوت قرآن کریم اور تعلیم القرآن کلاس کی طرف بھی توجہ دلائی، چندہ جات کی

تحریکات میں بھی لجنہ کراچی نے بھرپور لبیک کہنے کی توفیق پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہمارے خاندان پر ذاتی شفقتیں بھی فرمائیں۔ حضور کا کوٹ میں نے تبرکاً پہنا اور برکت حاصل کی۔ آپ کے کھانے میں سے بھی سب لجنہ نے تبرک کھایا۔ میرے اور میرے بچوں کے ہر موقع پر ان کی دعائیں شامل حال رہیں۔ آپ کی دعاؤں سے بچوں کے رشتے طے ہوئے۔ بچے بھی خدا کے فضل سے جماعت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی صد سالہ جوبلی میں حسن کارکردگی کی بنا پر خاکسار کو انعامات اور سندات سے نوازا۔ ہمارے حلقے کی سیکریٹری نمائش نے نہایت خوبصورت بینرز اپنے ہاتھ سے لکھے جن کو حضور نے بہت پسند کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بابرکت دور میں ہم سب نے بے انتہا برکتیں اور شفقتیں سمیٹیں۔ ہر قدم پر آپکی نوازشات اور دعائیں ہمارے شاملِ حال رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ہمارے پیارے خلیفہ، پیار کرنے والے، پیار بانٹنے والے۔ ”محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں“ کا سبق دینے والے، نہایت شاندار دور گزار کر 9 جون 1982ء کو ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اے پیارے خلیفۃ المسیح ہماری پیار بھری مخلصانہ دعائیں آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اے خدا جس طرح انھوں نے پیار ہی پیار دیا تو بھی اُن سے بے حد پیار کا سلوک فرمایا۔ اُن کو اپنے قرب خاص میں اعلیٰ مقام عطا فرما اور اُن کے درجات کو ہمیشہ بڑھاتا رہ۔ اور اُن کی ہمارے لئے کی گئی محبت پیار بھری پُر خلوص، پُر شفقت دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں اور ہماری اُن کو۔

(آمین)

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

مبارکباد

محترمہ امتہ النصیر صاحبہ
نائب صدر لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ شہر
و ڈاکٹر ثناء خالد صاحبہ

مبارک سو 100 مبارک

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

طالب دعا

مسز جاویدہ بٹ

و فیملی، سیالکوٹ شہر

عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب

آج صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نافلہ موعودؒ کی محبت بھری یادیں ابھر رہی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ آپ ابھی بھی زندہ ہیں وہی مسکراتا ہوا روشن اور نورانی چہرہ سامنے ہے جس کا ایمان اور عملی نمونہ تھا کہ سخت سے سخت ابتلاء بھی ہمارے چہروں کی مسکراہٹیں ہم سے نہیں چھین سکتا۔

میں نے اس ہنستے مسکراتے روشن چہرے کو پہلی بار اُس وقت دیکھا جب بھیرہ سے میٹرک کر کے میں نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ایف ایس سی میں داخلہ لیا تھا۔ یہ تاثر آخر تک قائم رہا یعنی آپ کی وفات تک۔ یہ میرا ہی تصور نہیں تھا بلکہ بعد میں جب آپ کی پاک سوانح وسیرت کا کام مجھ نالائق کو سونپا گیا تو کئی غیر از جماعت لوگوں سے بھی آپ کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتا رہا۔ چنانچہ لاہور میں مشہور جرنلسٹ سلطان ایف حسین صاحب سیکرٹری پنجاب بیڈمنٹن ایسوسی ایشن سے جب آپ کا ذکر ہوا تو انہوں نے بے ساختہ آپ کی شخصیت کے بارے میں یہ تأثر دیا۔

The most striking feature of his personality was his shining countenance. یعنی آپ کی شخصیت کا سب سے روشن پہلو آپ کا نورانی چہرہ تھا اُس زمانے میں حضورؒ پنجاب بیڈمنٹن ایسوسی ایشن کے صدر ہوا کرتے تھے اور ٹی آئی کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔

میرا ایمان ہے کہ آپ کا دمکتا ہوا چہرہ آپ کے تعلق باللہ اور اللہ کے ساتھ حقیقی عشق کا پَر تو تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔

''عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی''

آپ کے بڑے صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک غیر ملکی سفر کے دوران جب کہ آپ passenger lounch میں تشریف فرما تھے آپ کے پُرکشش چہرے کی طرف ہر ایک کی نظریں مرکوز تھیں اور ایک شخص تو آپ کے خوبصورت چہرے کی مصوّری کرتا ہوا پایا گیا۔ چنانچہ آپ کو جب اس بات کا شبہ ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادے مرزا انس احمد صاحب کو بھجوایا کہ اس کے قریب سے گزر کر جائزہ لیں وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک کاغذ پر حضورؒ کی شبیہہ سکیچ کر رہا تھا۔

میڈرڈ کے شام کو نکلنے والے کثیر التعداد اشاعت اخبار Pueblo میں حضورؒ کا ایک انٹرویو شائع ہوا اس کا ترجمہ سپین کے مشنری مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب نے کر کے الفضل کو بھیجا جو 8اگست 1970ء میں شائع ہوا...... ''حضرت اقدس کا نورانی چہرہ دیکھ کر میں ورطۂ حیرت میں پڑ گیا۔ میں جو میڈرڈ میں دنیوی مشاغل اور لہولعب میں مصروف زندگی دیکھنے کا عادی ہوں مجھے حضرت امام جماعت احمدیہ کے ساتھ جو دس ملین جماعت کے روحانی مقتداء ہیں اُن سے بات کرنے کے لئے کافی دن تیاری کی ضرورت پیش آئی

ہوٹل ہلٹن کے جس کمرے میں حضور تشریف رکھتے تھے خوشبو سے معطر تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی حضور اقدس کی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی نظر نے مجھ پر جو اثر کیا میں اس کی کیفیت الفاظ میں بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''

ابتلاء کے ایام کے لئے بھی اور عمومی حالات کے لئے بھی آپ نے جماعت کو چہروں پر باقاعدہ بشاشت پیدا کرنے کی تحریک فرمائی اور وقتاً فوقتاً اس امر پر زور دیتے رہے۔ فرمایا:۔

''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے آپ کو دیکھنے والے ہر شخص نے آپ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت کے آثار کا مشاہدہ کیا گویا مسکرانا سنت نبوی ہے اس واسطے میں نے پہلے بھی متعدد بار کہا ہے کہ مجھے بھی اور مجھ سے پہلوں کو بھی بڑے مصائب اور پریشانیوں میں سے گزرنا پڑتا رہا ہے گو ہماری مسکراہٹ کوئی نہیں چھین سکا۔'' (حیات ناصر جلد اول ص:652)

آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

دنیا تیوریاں چڑھا کے اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف۔ دیکھ رہی ہے تم مسکراتے چہروں سے دنیا کو دیکھو سارے غصے دل سے نکال ڈالو اور ساری تلخیاں بھول جاؤ صرف اپنا مقصد سامنے رکھو کہ ہم نے محبت اور پیار سے دنیا کے دل جیتنے ہیں ...... ہمیشہ یاد رکھو ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے...... کسی سے دشمنی نہ کرو خواہ وہ ساری عمر تم سے دشمنی کرتا رہا ہو...... قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے سب سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں۔'' (حیات ناصر جلد اول ص 653 تا 654)

آپ کے انتخاب خلافت کے موقع کا ایک مشہور واقعہ ہے حضرت مصلح موعود کی وفات کی خبر سن کر انگلستان کی جماعت کے افراد بیت الفضل لندن میں جمع تھے اور دعاؤں میں مصروف تھے اور اس انتظار میں تھے کہ مرکز سے کیا اطلاع آتی ہے کہ کون خلافت ثالثہ کے منصب پر فائز ہوئے ہیں۔ اس وقت کے امام بیت الفضل لندن جناب بشیر احمد خان رفیق صاحب کا بیان ہے کہ ''ہمارے ایک انگریز...... احمدی بھائی مسٹر بلال نٹل (Bilal Nutal) میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ کون خلیفہ ہوں گے ...... مسٹر نٹل نے ایک تصویر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے شدت جذبات سے گلوگیر آواز میں کہا کہ یہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کی تصویر ہے جو انہوں نے لندن بیت الذکر کے باغ میں کھنچوائی تھی اور مجھے مرحمت فرمائی تھی میں ان دنوں سے جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب آکسفورڈ کے طالب علم تھے اُن کو جانتا ہوں ان کے بے حد قریب رہا ہوں اور تقویٰ اللہ حسن اخلاق اور عشق محمد ﷺ کی ہر جھلک میں نے ان میں دیکھی ہے وہ مجھے اس یقین محکم پر قائم کرتی ہے کہ اس منصب جلیلہ کے اس وقت وہی اہل ہیں...... مسٹر بلال کی موجودگی ہی میں مرکز سے بذریعہ تار یہ اطلاع ملی کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلافت ثالثہ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو گئے ہیں۔''

(کبھی نہ بھولنے والی یادیں۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر مطبوعہ اپریل مئی 1983ء)

ضمناً مسٹر بلال نٹل 1924 میں احمدی ہوئے تھے اور انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ 1926ء میں جب بیت الفضل لندن کا افتتاح ہوا تو بطور پہلے انگریز مؤذن

انہوں نے تاریخی خدمت کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا انگلستان میں اعلیٰ تعلیم کے لئے قیام 1934ء سے 1938ء تک ہے وہیں سے (جرمن چھٹیوں میں گئے ہوئے تھے) آپ نے حضرت مصلح موعود کو وقف زندگی کا خط لکھا تھا۔

آپ کے ایک صاحبزادے کا بیان ہے کہ:۔

''آپ کی شخصیت کو خدا تعالیٰ نے ظاہری حسن سے بھی بہت نوازا تھا خلافت کے بعد تو اس حسن کے جلوے کو خدا نے اور بھی دوبالا کر دیا اور آپ کا چہرہ اس بات کا غماز ہو گیا کہ اس شخص کا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق ہے۔ مجھ سے اکثر لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نے اتنا حسین اور نورانی چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ 1980ء میں غانا کے دورے کے دوران ہم ایک شہر سے دوسرے شہر جا رہے تھے ایک جگہ عیسائی دوستوں کا مجمع استقبال کے لئے کھڑا تھا جب حضور کی کار قریب سے گزری تو ایک آدمی نے حضور کو دیکھتے ہی پُر جوش نعرے لگانے شروع کر دیئے اور نعرہ لگاتا ہوا کار کے ساتھ ساتھ بھاگا میں نے وہاب آدم صاحب مشنری انچارج سے پوچھا یہ اتنے جوش سے کیا نعرے لگا رہے ہیں کہنے لگا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یسوع کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس شخص کا خدا سے زندہ تعلق ہے۔'' (ماہنامہ خالد ربوہ اپریل مئی 1983ء)

آپ نے ایک موقع پر بے ساختہ فرمایا:۔

''میں ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ خدا مجھ سے پیار کرتا ہے اس لئے نہیں کہ میں کچھ ہوں، میں تو ایک عاجز ترین انسان ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عظیم رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔''

(دورہ مغرب 1400ھ ص:345)

ایک غیر ملکی سفر میں آپ نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا...... میں نے اپنے خدا کی آواز کو بارہا سنا اور اس نے مشکل وقتوں میں خود میری رہنمائی فرمائی ہے۔ (الفضل 27 اگست 1978ء)

اس لئے آپ کو قبولیت دعا کا نشان دیا گیا جس کا ایک زمانہ گواہ ہے اور آپ الہام الٰہی سے مشرف کئے گئے۔ خلافت کی ابتداء میں ہی آپ کو الہام ہوا۔

یا داود انا جعلنك خليفة فی الارض۔ پرانے قصر خلافت میں سنتیں ادا کرتے ہوئے کعبہ کشفاً آپ کے سامنے آ گیا اور آپ نے اپنا رخ درست فرما لیا یہ سلسلہ آخر تک قائم رہا۔ جس کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں جس نے بھی آپ کے لئے استہزاء کا منصوبہ بنایا اس کے خلاف آپ کا خدا کافی ہوا اور اسے پاش پاش کر دیا۔

ایسی ہی ہستیوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ...... کا نور اُن کے چہروں پر دوڑتا ہے اور...... اس حسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے اور مجھے ایک دفعہ عالم کشف میں پنجابی زبان میں اسی علامت کے بارہ میں یہ موزوں فقرہ سنایا گیا۔

''عشق الٰہی وسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:66 روحانی خزائن جلد 21 ص:225)

اللہ آپ کے درجات اپنے قرب میں بڑھاتا رہے اور آپ کی پُر حکمت تعلیمات پر عمل کی توفیق دیتا چلا جائے اور نسلاً بعد نسل خلافت احمدیہ کے قدموں میں رکھ کر دینی اور دنیوی لحاظ سے سرفراز فرمائے آمین۔

ناصرِ خوش بیاں نہیں ملتا

(محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب)

رونقِ گلستاں نہیں ملتا
ناصرِ خوش بیاں نہیں ملتا

بزم روشن تو ہے ستاروں کی
چاند ہی درمیاں نہیں ملتا

جس کی ہر سوچ مہربانی تھی
وہ مرا مہرباں نہیں ملتا

قابلِ فخر و افتخار گیا
نازشِ دودماں نہیں ملتا

اس کی شفقت ہے چار سو پھیلی
اس کا سایہ کہاں نہیں ملتا

دین میں صاحبِ وقار تھا وہ
پیکرِ عزّ و شاں نہیں ملتا

وہ تو روحِ سفر تھا، جانِ سفر
مونسِ مہرباں نہیں ملتا

پیکرِ عزم و استقامت تھا
وہ تو عابدؔ دلِ محبت تھا

یادش بخیر

مراسلہ: فوزیہ ذکیہ 99 ش سرگودھا

مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے چند خطبات جلسوں پر سنے اس کے علاوہ خطبہ جمعہ میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو سننے کا موقع ملا اوران کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ جب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی۔ اس وقت میں تقریباً 13 تیرہ سال کی تھی۔ میرے ''والد صاحب محترم غلام رسول بجہ صاحب'' حضورؒ کے بہت پیارے شاگرد تھے۔ میں ان کے ہی چند واقعات جو اکثر ابا جان ہمیں سنایا کرتے تھے مجھے یاد ہیں وہ رقم کرنے کی جسارت کرتی ہوں۔

میرے والد محترم ابتدائی مبلغین میں سے تھے۔ 1946ء میں خلیفۃ المسیح الثانی ؓکے دور میں انگلینڈ میں مربی تعینات ہوئے وہیں پر ان کو T.B کا شدید حملہ ہوا۔ اوران کا بہت بڑا آپریشن ہوا۔ جس میں ڈاکٹرز نے آپکے دائیں طرف کے کندھے کی ہڈی کے ساتھ کی 7 پسلیاں کاٹ دی تھیں آب وہوا موافق نہیں تھی۔ اس لیے ڈاکٹرز کے کہنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اُن کو واپس پاکستان بلالیا مجھے سن تو اچھی طرح یاد نہیں ہے لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ اُن کا انگلینڈ میں قیام 4 یا 6 سال تک کا تھا اس کے بعد ربوہ اُن کی تعیناتی ہوئی۔ لیکن آپریشن اتنا سخت تھا کہ زیادہ دیر بیٹھ کر کام نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے خلیفۃ المسیح الثانی نے ان کو ان کی حالت دیکھ کر دفتری کام سے بھی ریٹائرڈ کردیا۔

جب والد محترم سرگودھا سے پرائمری پاس کر کے قادیان گئے تو ان کی عمر چھوٹی تھی۔ مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔ وہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی ان کے استاد رہے۔ فٹ بال، والی بال اور کبڈی کے بہت مشہور کھلاڑی تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق ابا جان بتایا کرتے تھے۔ کہ جب بھی سرگودھا کی ملاقات ہوتی ابا جان وہاں پر ہوتے بلکہ حضورؒ تشریف لاتے تو ضرور پوچھتے غلام رسول آیا ہے اور ابا جان سے مصافحہ کرتے اور پیار کرتے اور ایک دفعہ کا ذکر کرتے ہوئے ابا جان نے بتایا کہ ایک دفعہ سرگودھا کی ملاقات تھی سب لوگ ملاقات کے کمرے میں بیٹھے تھے حضورؒ تشریف لائے اور آتے ہی پوچھا غلام رسول آیا ہے۔ کہتے ہیں مَیں فوراً کھڑا ہوا۔ آگے بڑھ کر حضرت صاحب سے بغلگیر ہوا تو حضورؒ بہت محبت سے ملے باقی لوگوں کو بتانے لگے یہ میرا شاگرد ہے اس لئے مجھے بڑا پیارا ہے۔

ابا جان مرحوم بھی حضرت صاحب کی بہت عزت اور احترام کرتے ایک تو خلیفۂ وقت ہونے کے ناطے اور دوسرا استادِ محترم کے ناطے۔ حضورؒ کو چھوٹی مکھی کا شہد بہت پسند تھا اور ابا جان کو اس کی بڑی فکر ہوتی تھی اور ذہن میں رہتا کہ شہد اکھٹا کر کے حضورؒ کو پہنچانا ہے۔ جہاں شہد لگا دیکھتے فوراً اتار کر لے آتے اور بڑی محبت سے بوتلوں کو صاف کر کے ان میں ڈالتے جب کہ بوتل بہت سے چھتوں کو نچوڑنے کے عمل کے بعد بھرتی تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں چھوٹی سی تھی سرگودھا سے آگے اسٹیشن سے تقریباً دو ڈھائی کلومیٹر کا گاؤں کا فاصلہ تھا۔ شدید گرمی تھی راستہ میں بہت جھاڑیاں تھیں۔ آتے ہوئے ان کو جھاڑیوں میں شہد کا چھتہ لگا نظر آ گیا۔ اسی گرمی میں گھر آئے اور نوکر کے گھر گئے اس کو ساتھ لیا اور فوراً شدید گرمی میں شہد اتارنے چلے گئے۔

جب مالٹوں کا موسم ہوتا تو مسمّی اور ریڈ بلڈ پودوں سے قینچی کے ساتھ بڑی خوبصورتی سے کاٹتے اور مالٹے کے ساتھ ایک پتہ اور چھوٹی سی ڈنڈی رہنے دیتے کہ خوبصورت لگیں پھر ان کو گیلے کپڑے سے صاف کرتے اور پیٹیوں میں بند کر کے حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا کرتے۔ حضورؒ بہت خوش ہوتے ویسے تو حضورؒ جب بھی ابا جان جاتے اگر حضورؒ کو کوئی بتا دیتا کہ غلام رسول آیا ہے تو ضرور بلا کر شکریہ ادا کرتے اور دعا بھی دیتے۔ لیکن اگر کبھی حضورؒ کہیں باہر گئے ہوتے۔ یا کسی میٹنگ میں ہوتے تو بعد میں شکریہ کا پیغام کسی کے ہاتھ ضرور بھجواتے۔

ایک دفعہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے پیغام آیا کہ گندم کی کٹائی کیلئے کچھ لوگوں کو لے کر آئیں۔ ابا جان کچھ گاؤں کے لوگوں کو لے کر ربوہ گئے۔ خلیفۃ المسیح الثالث خود دیکھنے تشریف لے گئے اور کٹائی کرنے والوں کے ساتھ تصویریں بھی بنوائیں۔ تین تصاویر تھیں ایک کٹائی کرتے ہوئے لوگوں کی اور ایک سب کے ساتھ گروپ فوٹو اور ایک ابا جان کے ساتھ تصویر تھی۔

ان تصاویر کے متعلق دو واقعات ابا جان سناتے تھے۔ ایک تو یہ کہ جب تصویریں بن کر آئی تو حضورؒ نے اپنے سیکرٹری کو کہا کہ غلام رسول آئے تو اس کو میرے پاس بھیجو۔ ابا جان دفتر میں کام نہیں کرتے تھے لیکن دفتر کے بزرگ ابا جان کو جانتے تھے۔ آپ کا ربوہ اس قدر آنا جانا تھا کہ سب سمجھتے کہ آپ ربوہ ہی رہتے ہیں۔ لیکن حضورؒ کو معلوم تھا کہ گاؤں سے آتا ہے۔ ابا جان کہتے ہیں ایک دو دن کے بعد میں دفتر گیا تھا حضورؒ کے سیکرٹری کے پاس بھی گیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضورؒ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے جا کر حضورؒ کو بتایا کہ غلام رسول آئے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا اس کو میرے پاس بھیجو۔ ابا جان کہتے ہیں میں گیا تو حضورؒ فرمانے لگے کہ تصویریں آ گئیں تھیں میں نے چاہا تمہیں بھی دکھا دوں اس لیئے بلایا تھا۔ حضورؒ نے ساری تصویریں دکھائیں ان میں 3 تصاویر ابا جان مرحوم کو دیں۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ابا جان کہتے ہیں کہ میں تصویریں دیکھ رہا تھا کہ حضورؒ فرمانے لگے لگتا ہے تمہاری نظر

ٹھیک نہیں۔ یہ میری عینک پہن لو اور پھر تصویریں دیکھو۔ ابا جان کہتے ہیں کہ مَیں نے حضورؒ کی عینک پہن کر تصویریں دیکھیں ابا جان کو بھولنے کی عادت تھی کہتے ہیں جب میں واپس آنے لگا تو حضورؒ کی عینک واپس کرنا یاد نہیں رہا اور دفتر سے نکلا ہی تھا کہ پیچھے سے سیکرٹری صاحب نے آواز لگا دی۔ ابا جان دوبارہ گئے حضورؒ ہنستے ہوئے فرمانے لگے میری عینک تو دے جاؤ۔

ابا جان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام خاندان سے بہت پیار کرتے تھے۔ اور ان کے متعلق کوئی اگر غلط رنگ میں بات کرتا تو اس کو ٹوک دیتے اور فوراً اس کو بتاتے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے ساری برکتیں مل رہی ہیں ورنہ ہم پتہ نہیں کس قسم کے ماحول میں رہ رہے ہوتے۔

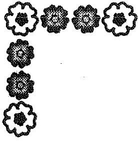
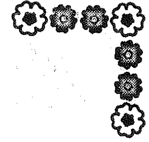
ابا جان خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے اکثر افراد کو ذاتی طور پر جانتے تھے ان سے ان کی ملاقات رہتی تھی۔ ہمارے والد محترم نے بہت دعائیں کی ہیں جو آج تک ہمارے کام آرہی ہیں۔

میری قارئین سے درخواست ہے کہ وہ میرے والدِ محترم کو اپنی دعاؤں مین یاد رکھیں اور ہمارے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والد محترم کی طرح بے لوث اور صاف دل احمدی بنائے اور نسلوں کو برکت سے نوازے۔ (آمین)

تجھے حمد و ثناء زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ
ایوان توحید، راولپنڈی

جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت خامسہ کا بابرکت دور مبارک ہو

منجانب

آصفہ سعید اللہ صاحبہ

آصفہ سعید اللہ صاحبہ

دارالذکر فیصل آباد




مبارک سو 100 مبارک

منجانب

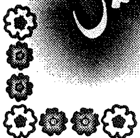
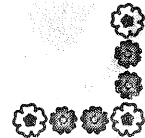
ممبرات لجنہ اماء اللہ

یونیورسٹی کینٹ پشاور

ممبرات لجنہ اچینی پایاں، ممبرات لجنہ شیخ محمدی

ضلع پشاور

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک ملاقات

مکرمہ فریحہ ظہیر صاحبہ۔ دارالرحمت غربی

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا وصال ہوا تو خاکسار کی عمر تقریباً چھ سات سال تھی میری زندگی میں حضور سے ایک ہی ملاقات ہوئی اور اس ملاقات نے میرے دل و دماغ پر ایسے عجیب اور دیرپا اثرات مرتب کئے ہیں کہ جن کا بیان شاید الفاظ میں ممکن نہ ہو۔

اس ملاقات نے ایک بچے کو کیسے احمدیت کا قائل اور تابع کر دیا میں مرتے دم تک وہ لمحہ نہیں بھول سکتی جب میری حضور کے چہرہ مبارک پر نگاہ پڑی میرے ذہن میں صرف ایک ہی لفظ گونجا اور وہ تھا ''محبت'' حضور کے پُر کشش، حسین اور باوقار مقدس چہرے سے خلوص و وفا اور گہری محبت کا لافانی جذبہ جھلکتا نظر آ رہا تھا۔ آپ مجسم پیار تھے لبوں پر ایک ایسی مسکراہٹ تھی جو لمحوں میں دیکھنے والوں کا دل موہ لیتی تھی۔ نور کی کرنیں اس مقدس اور پاکیزہ وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ آپ کی شخصیت ایسی تھی کہ میں جو ایک نادان مگر صاف باطن معصوم بچہ تھی میرا دل بھی پکار اٹھا کہ ہاں یہی شخص خلافت کا حق دار ہے اسی کے سر پر تاجِ خلافت سجتا ہے بلاشبہ خلیفۂ وقت خود بھی خدائی نشانات میں سے ایک ہوتا ہے اس کا وجود ہی لوگوں کے دلوں میں پاک تبدیلیاں برپا کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ میری خوش قسمتی کہ میں نے حضور کو چھو کر بھی دیکھا ہے۔ ان کے وجود سے ان کے ہاتھوں سے ایک عجیب پاکیزہ خوشبو آتی تھی ایک ناقابل بیان سکون اور ٹھنڈک تھی جو آپ کی قربت میں انسان محسوس کرتا تھا عاجزی، انکساری، پیار جو انسان کو سرتاپا ڈبو دیتا تھا۔ مجھے کسی دلیل کسی بات نے جماعت کا ایسا قائل نہیں کیا جیسا اس ملاقات نے کر دیا۔ پھر کہاں میں عاجز خاکسار، گناہ گار اور خطا کار اور کہاں وہ فرشتہ سیرت انسان جو مجھے دعاؤں پر دعائیں دے رہا تھا۔ اور خدا شاہد ہے کہ مجھے وہ دعائیں لگی ہیں اور میں نے آج تک ان کا ثمر کھایا ہے۔ دعائیں کریں کہ ایسے بابرکت وجود ہمیشہ ہمارے درمیان آتے رہیں اور خدا ہمیں ان کی قدر کرنے اور ان سے فیض اٹھانے کا موقع دے آمین ثم آمین۔

احسانِ خداوندی

محترمہ محمودہ امتہ السمیع صاحبہ

میں۔بے اولادی کے کرب اور علاج معالجہ کے جتن کی تفصیل میں نہیں جاؤں گی صرف اس بات پر خداتعالیٰ کا شکر مقصود ہے کہ وہ کس طرح اپنے خلفاء کے دل میں ہمارے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کے خیال ڈالتا ہے۔ دنیا کے کناروں تک پھیلی ہوئی جماعت کے افراد میں ایک محمودہ امتہ السمیع کی حقیقت ہی کیا ہے مگر جب مجھ جیسی خاکسار پر خلیفۂ وقت کی نگاہِ کرم اٹھتی ہے تو اہم بنا جاتی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کراچی تشریف لائے تو ائیرپورٹ پر ایک کمرے کو وی آئی پی روم بنا دیا گیا۔ جب کمرے میں آ کر حضورؒ تشریف فرما ہو گئے تو باقی کرسیوں پر استقبال کیلئے حاضر ہونے والے احباب بیٹھ گئے ان میں وہاب صاحب بھی تھے۔کرنل نصراللہ صاحب (جنرل مینیجر کانٹی نینٹل ہوٹل) حضورؒ کے قدموں میں بیٹھ کر کچھ بات کرنے لگے وہاب صاحب نے انہیں رشک سے دیکھا جب وہ اُٹھ کر اپنی نشست پر چلے گئے تو حضورؒ انور نے وہاب صاحب کو دیکھ کر اپنے برابر والے صوفے کی طرف اشارہ کر کے شفقت سے فرمایا آپ یہاں بیٹھ جائیں۔ وہاب صاحب اٹھے اور حضورؒ کے قدموں میں بیٹھ گئے حضورؒ نے دریافت فرمایا آپ کی بیوی کا کیا حال ہے۔ وہاب صاحب نے عرض کی آپ سے ناراض ہے۔ آپ نے دوا نہیں بھیجی۔ حضورؒ مسکرائے اور فرمایا حال ہی میں ایک نیا تجربہ کیا گیا ہے ovulation کیلئے Royal Jelly بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ مرغیوں پر تجربہ ہوا ہے۔ جو مرغیاں انڈے دینا بند کر دیتی ہیں Royal Jelly کھلانے پر پھر سے انڈے دینے لگتی ہیں آپ اپنی بیوی کو Royal Jelly کھلائیں (Royal Jelly شہد کی مکھیوں کے چھتے میں وہ شہد ہوتا ہے جو انکی ملکہ بناتی ہے عام شہد سے مختلف ہوتا ہے۔)

پھر ہم نے حضور سے ملاقات کا وقت لیا۔ اس دن خطبہ جمعہ میں محترم چوہدری مختار صاحب مرحوم نے فرمایا کہ خلیفۂ وقت سے ملاقات کیلئے جائیں تو ظاہری صفائی کیساتھ باطنی صفائی بھی بہت ضروری ہے کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ ملاقات کے لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کا باطن خلیفہ پر کھول دے اس لئے بہت استغفار کر کے جائیں۔ دوسری بات جو انہوں نے سمجھائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کی کوشش ہوتی ہے آگے بڑھ بڑھ کر خلیفۂ وقت سے ملیں آپ خود میں ایسی صفات پیدا کریں کہ خلیفۂ وقت آپ کو بلائیں اس کا لطف ہی اور ہے۔

ان نصیحتوں کی وجہ سے ملاقات سے پہلے بہت دعائیں کیں بہت استغفار کی۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ وہاب صاحب نے کہہ دیا ہے کہ میں ناراض ہوں پتہ نہیں حضور کیا

سمجھے ہوں، کہیں ناراض ہی نہ ہوں۔ ملاقات ہوئی تو پیارے حضورؒ شفیق مسکراہٹ کیساتھ وہاب صاحب سے باتیں کرتے رہے اور آخر میں میری طرف دیکھ کر بڑے پیار سے فرمایا دیکھا میں نے تمہیں لڑنے ہی نہیں دیا۔ میں نے کیا لڑنا تھا میرا تو ڈر کے مارے برا حال تھا بہت کچھ سوچ کے گئی ہوئی تھی کچھ بھی نہ کہہ سکی بس یہ عرض کی کہ حضور آپ نے دوا نہیں بھیجی حضور نے فرمایا میں منصور سے کہوں گا جرمنی سے بھیجے پھر تم کو بھجوا دوں گا۔ میں نے حضور کو بتایا کہ ایک دن نماز پڑھتے ہوئے قعدہ کی حالت میں میں نے دیکھا کہ آپ کرسی پر بیٹھے ہیں اور ایک بوتل سے میرے ہاتھ پر کوئی سفید دوا انڈیل رہے ہیں جب یہ نظارہ ختم ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ بجائے الٹا ہونے کے سیدھا تھا جیسے میں کچھ لے رہی ہوں جب سے میرے دل میں خواہش تھی کہ آپ سے دوا کیلئے کہوں گی۔ حضورؒ اندر تشریف لے گئے اور ایک سفید Rectangle ڈبیہ لائے اور فرمایا تو جب تک Royal Jelly نہیں آتی تم یہ گولیاں کھاؤ۔

پھر اجتماع پر ربوہ گئی یہ حضور کی زندگی کا آخری اجتماع تھا میں سٹیج پر ڈائس کے پاس بیٹھ گئی کہ شاید بات کرنے کا موقع مل جائے حضور خواتین میں تقریر کیلئے تشریف لانے والے تھے اتنے میں انگریزی کے تقریری مقابلے میں منصفین میں مجھے بھی بلایا گیا۔ جب میں فارغ ہو کر واپس آئی تو سٹیج پر بالکل جگہ نہ تھی میں مایوس ہو کر سٹیج کے دائیں طرف نیچے بیٹھ گئی حضورؒ تشریف لائے حضرت چھوٹی آپا بھی ساتھ تھیں۔ سٹیج تک پہنچنے میں حضور کی نظر مجھ پر پڑی تو حضرت چھوٹی آپاؒ سے فرمایا ''وہاب کی بیوی بھی آئی ہوئی ہے۔''

جب حضورؒ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو مجھ سے فرمایا تمہاری دوائی آ گئی ہے۔ آ کر لے جانا میں تو خوشی سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ شام کو قصرِ خلافت گئی تو اجتماع کے دنوں کی وجہ سے ملاقاتیں نہیں ہو رہی تھیں۔ میں نے اصرار کر کے اپنا نام پرچی پر لکھ کر بھجوا دیا۔ حضورؒ نے مجھے اندر بلا لیا، کمرہ ملاقات میں حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ تشریف لائیں تھوڑی دیر باتیں کی تھیں کہ حضورؒ تشریف لے آئے مغرب کی نماز کیلئے وضو کر کے نکلے ہی ہوں گے پگڑی ابھی سر پر نہ رکھی تھی ہاتھ میں Royal Jelly کی بوتل تھی بڑے پیار سے فرمایا ''وہاب سے کہنا وہ اس پیکٹ کو میز پر رکھ کر کھولے پہلے ادھر سے پھر اُدھر سے۔ میز کے اوپر ہی رکھ کر ڈبے کھولے ورنہ گرنے کا خطرہ ہے۔ مجھے سمجھا کر وہاب صاحب کی خیریت پوچھ کر آپ تشریف لے گئے اور میں بہت سارے خزانے سمیٹ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی رہی جس نے اپنے خلیفہ کے دل کو محبت سے بھر دیا ہے۔ دوا کا استعمال شروع کیا۔ دعا بھی بہت کی جوں جوں دوا ختم ہو رہی تھی فکر بڑھتا جا رہا تھا کہ یہ تو ختم ہو جائے گی پھر کیا کروں گی قربان جاؤں مولا کریم کی ذات پر کہ جس روز دوا ختم ہوئی اگلے ہی دن محترم شریف خالد صاحب تشریف لائے اور دوا دیتے ہوئے کہا یہ حضور نے بھجوائی ہے اور یہ ایک دفعہ نہیں ہوا حضورؒ کی طرف سے مجھے Royal Jelly پہلی ختم ہونے پر مل جاتی رہی۔ دوا قیمتی تھی اور وہ احساس اس سے بھی قیمتی کہ مجھے دوا ملتی رہے۔

انہی دنوں ایک دلچسپ بات بھی ہوئی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کراچی تشریف لائے ہوئے تھے امتہ الجمیل کھوکھر صاحبہ نے میرا مسئلہ بتایا تو آپ نے فون پر مجھے بتایا کہ میرے مسئلے کی دوا ان کے پاس ہے میں نے فون پر ہی جواب دیا کہ میں نے سوچا ہوا ہے اب صرف خلیفۂ وقت کی دوا کھاؤں گی۔ آپ نے کافی اصرار کیا مگر میں نادانی میں منع کرتی رہی آخر میں آپ نے فرمایا کہ میں دوا لکھ کر چھوڑ جاؤں گا آپ حضورؒ سے پوچھ کر کھالیں میں نے پھر منع کر دیا آپ نے فرمایا بریگیڈئیر صاحب سے تو ملاقات ہوئی تھی آپ سے نہیں ہوئی تھی۔

جن خواتین کے مقدر میں اولاد نہیں ہوتی اس کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں۔ میرا مسئلہ کچھ ایسا تھا جس کا حل علاج میں نہیں تھا مگر میں دعا بہت کرتی تھی اور بزرگوں سے بھی درخواست کرتی رہتی تھی۔ 6 دسمبر 1983ء کی صبح وہاب صاحب کو ٹینڈر کے سلسلے میں حیدر آباد جانا تھا۔ گھر سے نکلتے ہوئے دروازے میں کھڑے کھڑے مجھ سے کہا ''پمی میں دوسری شادی کر رہا ہوں'' اللہ نہ کرے کبھی کسی عورت کو اس اذیت سے گزرنا پڑے جب گود ہری نہ ہونے کی پاداش میں مرد یہ فیصلہ سنادے کہ میں دوسری شادی کر رہا ہوں۔

اس دن مجھے لجنہ کے کئی ضروری کاموں کے سلسلے میں احمدیہ ہال جانا تھا۔ کام کر کے میں اپنے والدین کے گھر گئی۔ اب بتائے بغیر چارہ نہ تھا میں نے ہمت جمع کر کے بتایا کہ آج تک تو میں آپ کو تکلیف نہ دینے کے خیال سے کچھ نہیں بتا رہی تھی مگر آج وہاب صاحب نے ایسے کہہ دیا ہے۔ ابا جان (اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) کھڑے ہو گئے اور بے ساختہ کئی دفعہ کہا اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرنے دے گا پھر جب مجھے گھر جانے کے لئے الوداع کہہ رہے تھے تو تسلی دیتے ہوئے کہا بیٹی گھر جاؤ کچھ نہیں ہوگا۔ گھر آ کر خوب دعا کی حسب عادت تفسیر کھولی تو ایک حصے پر نظریں جم گئیں فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ مجھے تسلی ہوئی۔

چار بجے ڈاکٹر ممتاز صاحبہ کا فون آیا کہ پمی ایک بچہ ہے اگر لینا چاہو تو آ جاؤ۔ وہاب صاحب کو فون کیا وہ حیدر آباد سے روانہ ہو چکے تھے واپس آئے تو ساتھ ہی مہمان آ گئے میں بات نہ کر سکی اتنے میں ڈاکٹر صاحبہ کا پھر فون آیا وہاب صاحب سے بات ہوئی پہلے تو کچھ گھبرائے پھر ثواب کے خیال سے منظور کر لیا۔ اور بہت خوش ہوئے کہنے لگے راستے میں ربیع الاول کی پہلی کا چاند دیکھ کر میں نے گاڑی روک کر اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ مانگا تھا۔ امیر صاحب چوہدری مختار صاحبؒ سے نمبر لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو فون کیا آپ نے اجازت دے دی اور فرمایا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پھر میری بات ہوئی فرمایا میں ابھی آپ کا ہی خط پڑھ رہا تھا۔ میں نے اجازت دے دی ہے۔ ہم گھر کو بہت روشن کر کے خوشبو سے مہکا کر گئے اور چار گھنٹے کا بے حد خوبصورت بچہ لے کر گھر آ گئے۔ حضور نے احسان احمد نام عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ دعائیں ایسے بھی سنتا ہے۔ دو خلفائے وقت کی دعائیں اور ہمدردی ملنے پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی احسان کروں کم ہے۔

"جان ومال وآبرو حاضر ہیں تیری راہ میں"

جناب مولانا عزیز الرحمٰن منگلا

ناصرِ دینِ محمدؐ مظہرِ نُورِ خُدا
صد حسینانِ جہاں مستُور تیری چاہ[1] میں
مہدیٔ آخر زماں کے نامور پُورِ[2] سعید
پا لیا تو نے مبارک نام اس دَرگاہ میں
پار ہو جاتی ہے مہٗ افلاک سے تیری دُعا
پیدا خالق نے کیا وہ سوز تیری آہ میں
ہے خلافت ایک پاکیزہ امانت[3] اے عزیز
قُدسیوں کو ہم نے دیکھا گرتے اس دَرگاہ میں
عندلیبِ گلشنِ احمد سے کیا نغمہ سُنا؟
"جان ومال وآبرو حاضر ہیں تیری راہ میں"



(1۔ چاہ ذقن۔ 2۔ بیٹا۔ لڑکا۔ فرزند 3۔ اِنّا عَرَضنا الامانۃ)

مہربان شفیق آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مکرمہ بدر منیر بشریٰ صاحبہ۔ دارالذکر لاہور

اللہ تعالیٰ کے نیک مقرب بندے اپنے دل میں پیار اور محبت و شفقت کا سمندر لئے ہوتے ہیں اسی طرح کی ایک دلربا پیاری من موہنی شخصیت ہمارے پیارے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تھی۔ آپ اولوالعزم والد اور جماعت احمدیہ کی خاطر ہر دم قربانیاں دینے والی والدہ کی اولاد تھے۔ خاتونِ مبارکہ حضرت اماں جان کے ہاتھوں پروان چڑھے۔

خاکسار نے جب ہوش سنبھالا تو دارالہجرت ربوہ بھرپور جماعتی سرگرمیوں کا گہوارہ تھا۔ ہر روز گہما گہمی رہتی کہیں سالانہ اجتماع کی تیاریاں کبھی لائبریری کا افتتاح کبھی گھوڑ دوڑ کی تیاریاں جدید پریس کے تہہ خانہ کی کھدائی کا پروگرام کبھی اجتماعی وقارِ عمل بڑے بھرپور طریقے سے ایام کا منانا جیسے جلسہ سیرت النبیؐ اور یوم مصلح موعود کی تقریب اور یومِ خلافت کا منایا جانا مشاورت اور جلسہ سالانہ کی بھرپور تیاریاں اور انتظامات کو چیک کرنے کے لئے خلیفۃ المسیح کا بنفسِ نفیس پہنچ جانا بڑی خوشی اور مسرت کا موجب ہوتا۔ انصار اللہ کا اجتماع تو بالکل ہمارے گھر کے سامنے ہوتا اور اتنے دن ہم بھی انصار اللہ کے ہر پروگرام میں شامل ہوتے۔ خاص طور پر رسہ کشی کا مقابلہ تو بڑا ہی اچھا لگتا ان سب موقعوں پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بڑے پروقار طریقے سے مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے تمکنت کے ساتھ تشریف لانا اہل ربوہ کے پرجوش نعروں سے فضا کا گونج اٹھنا بڑا ہی اچھا لگتا تھا۔ آپ کی تقاریر اور خطابات اللہ تعالیٰ کی کبریائی نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ اور دینِ حق کی ترقیوں، مالی قربانیوں، جذبہ جوش، اصلاحِ انسانی کو جلا بخشتے۔ سننے والے کبھی اثبات میں سر ہلاتے کبھی آنکھیں نم ہوتیں اور پھر پُر جوش نعروں کی صورت میں ڈھل جاتیں۔ آپ کے خطابات کئی کئی دن تک زیر بحث رہتے آپ کے فرمودات پر غور و فکر ہوتا۔

محبت قرآن ہر خلیفہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آپ نے ہر احمدی کو سورۃ بقرہ کی پہلی سترہ آیات یاد کرنے کا ٹارگٹ دیا۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام اور تعلیم القرآن کا اجراء بھی محبت قرآن کا ثبوت ہے۔

69ء میں پہلے دورہ افریقہ سے واپسی پر ربوہ کو نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا جھنڈیاں لگائی گئیں آرائشی گیٹ بنائے گئے جہاں سے حضور کی گاڑی گزرتی تو گلاب کی پتیاں گرائی جاتیں الغرض اہلِ ربوہ نے اس خوشی کو حمد و ثناء کے ساتھ اظہارِ تشکر کرتے ہوئے منایا لجنہ اماء اللہ نے بھی حضور پُر نور اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے اعزاز میں ایک عشائیہ کا انتظام کیا حلقہ جات ربوہ سے بھی نمایاں کام کرنے والوں کو مدعو کیا گیا۔

اس تقریب سعید میں میری باجی سعادت منیر کو ناصرات معیار سوم کے امتحان اور سترہ آیات صحتِ تلفظ کے ساتھ یاد ہونے پر حضور پُر نور سے پہلے پانچ سپارے ملے اور والدہ صاحبہ بشارت بیگم اہلیہ ملک غلام نبی شاہد مربی سلسلہ کو حلقہ کی بہترین سیکرٹری مال ہونے پر انعام ملا یہ انعامات اور مبارک تقریب کا چرچا کئی سال ہمارے گھر ہوتا رہا اور میری والدہ ہمیشہ اس پر اظہار تشکر کرتی رہیں۔

71ء کی جنگ کے بعد ملکی حالات ابتری اور 74ء کے پُر آشوب حالات اور جماعتی بندشوں کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شخصیت دلوں کو ڈھارس دیتی۔ صد سالہ جوبلی کی دعاؤں کے پروگرام نے احباب جماعت میں نیا جوش اور ولولہ پیدا کر کے قرب الٰہی کا موجب بنا دیا۔

74ء میں میرے بڑے بھائی عبدالسلام سرگودھا پولی ٹیکنیک کالج کے طالبعلم تھے آپ کو مارا پیٹا گیا پتھروں اور درختوں کی شاخوں سے مارا گیا اور بس پر سوار ہونے سے روک دیا گیا کئی میل زخمی، روزہ کی حالت میں پیدل چل کر چنیوٹ اسٹیشن سے مال گاڑی پر ربوہ پہنچے۔ بعد میں حضور نے شرف ملاقات بخشا صبر کی تلقین کی اور قیمتی دعاؤں اور نصائح سے نوازا۔

78ء میں ہماری دادی جان وفات پا گئیں والد محترم دعوت الی اللہ کے لئے سیرالیون میں تھے آپ انکے اکلوتے بیٹے تھے بیت مہدی میں نماز جنازہ پڑھائی گئی ہم پانچوں بہن بھائی اپنی والدہ کے ساتھ حضور کے پاس آ گئے آپ نے فرمایا اپنے ابو جی کو ڈھارس بندھانے والے خط لکھنے ہیں رلانے والے نہیں۔ میرے بڑے بھائی بہت مضطرب اور رو رہے تھے حضور پُر نور نے انہیں گلے لگا کر پیار کیا اور والد محترم کو تعزیت کا ٹیلیگرام دیا اور امیر جماعت کو لکھا کہ وہاں پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھا دی جائے۔ یہ آپ کی سراپا شفقت کا ثبوت ہے۔

80ء میں والد محترم کے ساتھ افریقہ جانے کے لئے ملاقات تھی حضورؒ بڑے پیار سے ملے فرمایا آپ حضرت بلالؓ کی سرزمین میں جا رہے ہیں وہاں سب سے پیار اور محبت سے پیش آنا ہے۔ والدہ صاحبہ نے حضور سے عرض کی کہ حضور اس کا کل مڈل اسٹینڈرڈ سے سکالرشپ ملنے کا اعلان ہوا ہے۔ حضور پُر نور نے بڑی شفقت سے میری طرف دیکھا سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ساری زندگی سکالرشپ دے گا الغرض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم احسانات سے اور اس عظیم ہستی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ زندگی کے ہر موڑ پر سکالرشپ بن کر ملتے رہے الحمدللہ ثم الحمدللہ

اللہ کریم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر اپنی ہزار ہا محبتوں اور رحمتوں کا سایہ رکھے آمین

اپنے پیارے امام کی محبّت اور عنایات کی کچھ یادیں

(مکرمہ امۃ الرشید سعدی صاحبہ)

تیرے پیار کا جو منظر تھا وہ الفاظ سے بالا تر تھا
اپنوں پر موقوف نہیں ہے تُو غیروں کا بھی دلبر تھا

اللہ تعالیٰ نے حضور کو بچپن ہی سے تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے کی سعادت بخشی تھی۔ حضور کی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتی ہوں جو ہم سب کے لیے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوگا۔

میرے ابا میاں محمد ابراہیم صاحب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1929ء سے ہی حضور کو جاننے کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ ابا تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں دسویں جماعت کو انگریزی پڑھاتے تھے۔ 1935ء میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب قرآن کریم حفظ کر لینے اور مولوی فاضل کر لینے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر پرائیویٹ طور پر میٹرک کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے اور سکول میں انگریزی کے پیریڈ میں باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے۔

ایک دن جماعت میں لڑکوں کی غلطی پر ابا نے اعلان کیا کہ آئندہ جو طالب علم بغیر پوچھے خود بخود سوال کا جواب دے گا اسے سزا ملے گی اور ساتھ ہی سوال بھی کر دیا اور جواب ایک ہی وقت میں بول کر جماعت نے دے دیا۔ اس پر ابا جان نے کہا جو طالب علم بولا ہے کھڑا ہو جائے۔ لڑکوں کو علم تھا کہ اگر وہ کھڑے ہوئے تو سزا ملے گی۔ غلطی تو جماعت کی اکثریت نے کی تھی مگر کھڑے ہو کر اقرار کرنے کی اخلاقی جرأت کسی سے نہ ہوئی۔ صرف ایک متقی اور مثالی ہستی اس سے مستثنیٰ تھی اور وہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی ذات بابرکت تھی۔ آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا ''بولا تو میں بھی ہوں'' آپ نے اخلاقی جرأت اور اتقا کی باریکی کا ثبوت دیا۔

عظیم کردار:۔

ابا جان نے مزید ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے حضور کے کردار کی عظمت اور بلند حوصلہ کا پتہ چلتا ہے۔ حضور لمبا عرصہ کالج کے پرنسپل رہے انہی ایام میں ابا کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا۔ کالج کی مختلف تقاریب میں شامل ہوتے رہے آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور میری طبیعت سے پوری طرح واقف تھے اور جانتے تھے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں دیانت داری سے کہتا ہوں چنانچہ میں ہر تقریب کے بعد اپنے امپریشن لکھ کر بھجوا دیتا تھا۔ حضور میری صاف گوئی اور مخلصانہ

تنقید کو پسند فرماتے تھے اور ازراہِ نوازش اس کا مجھ سے ذکر بھی فرما دیتے تھے۔ ایک سال میں کالج کی کسی تقریب کے بعد اپنے امپریشنز نہ بھجوا سکا تو حضور نے سٹاف سیکرٹری سے پوچھا کہ کیا ہیڈ ماسٹر صاحب کے امپریشنز مل گئے ہیں جواب نفی میں ملنے پر حضورؒ نے فرمایا ''ان سے مل کر تاثرات حاصل کریں'' پھر جب میں نے تاثرات بھجوا دیے تو حضورؒ نے ان کی رسیدگی کا فون پر ذکر فرمایا۔ اسی طرح مجھے حضورؒ کی اِس عظمت کا مشاہدہ ہوا کہ حضورؒ تنقید صحیح معنوں میں بے لاگ تبصرہ کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں بہت روشن خیال ہیں۔

حضورؒ کے عہد میں امریکہ میں صحیح پردہ رائج ہوا۔ حضور نے 1973ء میں ابا کو بطور مشنری امریکہ بھجوایا اور جانے سے پہلے ملاقات میں فرمایا۔ ''یاد رکھیں مولوی محمد علی غلط کہتے ہیں کہ...... میں چہرہ کا پردہ نہیں...... میں چہرہ کا پردہ ہے اب آپ امریکہ جا رہے ہیں اس بات کو مدنظر رکھیں''۔

پھر اللہ کے فضل سے حضور کی دعاؤں اور ارشادات کی روشنی میں امریکہ میں پردہ صحیح رنگ میں رائج ہوا جب حضور نے 1976ء میں امریکہ کا دورہ کیا تو ڈیٹن ایئرپورٹ پر حضور کا استقبال کرنے والوں میں سَو سے زائد مستورات برقعہ پہنے حضور اور حضرت بیگم صاحبہ کو خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھیں۔

امریکہ میں پاکستانی احمدیوں کی نسبت امریکن احمدیوں نے خالص دینی اصطلاحات اور دعائیہ کلمات کو موقع محل کے مطابق استعمال کرنا شروع کیا ان کو حضور کی ذات سے والہانہ محبت تھی۔ کسی بات کی تفصیل میں جانے سے پہلے ہی وہ کہتے ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ حضور کا...... کے متعلق کیا مسلک ہے۔ پھر کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے فضل سے امریکہ کی ساری جماعتوں میں صحیح پردہ رائج ہو گیا حتیٰ کہ بیت میں بھی مرد و زن کے الگ الگ بیٹھنے کا انتظام ہو گیا۔ درمیان میں پردہ لگا دیا گیا۔ اِس سے پہلے آگے پیچھے بیٹھا کرتے تھے۔ لجنہ کے اجلاس بھی الگ ہونے شروع ہوئے۔

یہ ہمارے گھر والوں کی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں حضور کی ہمسائیگی میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ جب حضور کالج کے پرنسپل تھے تو ساتھ ہی سکول تھا جہاں ہماری رہائش تھی۔ امی کے ساتھ کئی بار حضور اور حضرت بیگم صاحبہ سے ملنے کا موقعہ ملتا رہا۔ حضور اور حضرت بیگم صاحبہ کی شفقتوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ حضور کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے سے جو تعلقات قائم ہوئے تھے وہ حضور انور کے وصال تک جاری رہے۔ قدر دانی اور ذرہ نوازی حضور کا امتیازی خلق تھا۔ دوستی اور وفا حضور پر ختم تھی۔ حضور کی عنایات اور شفقتیں ہمارے والدین اور پھر ہمیں ہمیشہ ملتی رہیں۔

سادہ رہن سہن:۔

حضور کے خلیفہ بننے کے بعد ایک دن شام کو مجھے امی کے ساتھ قصر خلافت جانے کا موقع ملا۔ حضرت بیگم صاحبہ

نے اپنے کمرے میں ہی بُلا لیا۔ حضور کا کمرہ بالکل سادہ تھا۔ بستر پر سفید چادر وغیرہ تھی۔ ایک طرف فرش پر بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی ہوئی تھی۔ چہرہ نہایت پیارا لگ رہا تھا۔ آپ فرش پر بیٹھے تھے۔ وہیں قریب بیٹھنے کا موقع ملا اور حضور سے ملاقات ہوئی یہ نظارہ مجھے آج تک یاد ہے۔

حضرت بیگم صاحبہ بھی نہایت محبت کرنے والا وجود تھیں۔ امی سے قریبی تعلق تھا۔ بے تکلفی سے گھر آنا جانا تھا۔ جب بھی دوروں پر حضور کے ساتھ تشریف لے جاتیں تو اکثر امی کے لیے تحفہ لاتیں۔ ایک دفعہ کسی پریشانی کی وجہ سے امی نے دعا کی درخواست کی ہوئی تھی۔ ملنے پر فرمایا ''امۃ الحی تم کیا کرتی ہو۔ میں جب بھی سجدے میں جاتی ہوں تم سامنے آ جاتی ہو''۔ پھر جب ہم نے محلہ دارالعلوم میں گھر بنایا تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہماری درخواست پر گھر تشریف لائیں۔

مربیان کے اہل و عیال سے حسن سلوک:۔

ابا کا حضور کے ساتھ بہت قریبی تعلق تھا کہتے تھے ''لوکاں دے پیر لیندے نیں تے ساڈے پیر دیندے نیں'' یعنی لوگوں کے پیر لیتے ہیں مگر ہمارے پیر دیتے ہیں۔ حضور ان کے ساتھ ہمیشہ شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ میری دوست نزہت جو کہ حضور کی منجھلی بہو ہے نے مجھے بتایا کہ ''ابا حضور کو تمہارے ابا سے بہت محبت تھی۔ گھر میں کئی بار اس بات کا ذکر فرماتے تھے'' اس سے بڑی ہماری خوش قسمتی اور کیا ہوگی۔

حضور نے ابا کو بطور مربی امریکہ بھجوایا تھا بعد میں جلد ہی ساقی بھائی کی شادی تھی۔ حضور نے انتظامات کی ذاتی طور پر نگرانی فرمائی۔ حضرت بیگم صاحبہ رونق کے دن بھی تشریف لائیں۔ بارات کے ساتھ حضور خود پیدل چل کر تشریف لے گئے۔ حضور نے عورتوں کو پہلے گاڑیوں پر بھجوایا اور مرد حضرات حضور کے ساتھ پیدل گئے۔ حضرت بیگم صاحبہ کے ساتھ امی کو جگہ ملی حضور کی موٹر میں۔ پھر ولیمہ کے دن حضور از راہِ شفقت گھر میں اندر تشریف لائے۔ حضور کے ساتھ ہم سب فوٹو بنوا رہے تھے۔ میرا سب سے چھوٹا بھائی سلیمان حضور کی کرسی سے ذرا ہٹ کر بیٹھا تھا۔ حضور نے فرمایا ''سلیمان تم میرے قریب آ جاؤ تمہارے ابا دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے میرے بیٹے کا خیال نہیں رکھا''۔ یہ تھا حضور کا اپنے مربیان کے بچوں سے محبت کا طریق۔

حضور کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں اتنی شفقتیں ہیں۔ میرے میاں شاہد سعدی سے بھی بہت محبت کا سلوک تھا۔ پہلے ربوہ میں ربوہ باسکٹ بال ٹورنامنٹ ہوا کرتا تھا۔ سعدی بھی فوج کی ٹیم کے ساتھ آتے رہے اور حضور کی محبتیں ملتی رہیں۔ پھر جب سعدی نے زندگی وقف کی تو حضور نے از راہ نوازش منظور فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضور کے گھر میں مذاق میں بات ہوئی کہ سعدی کی بیوی اس کے وقف کرنے پر ساری رات روتی رہی تو حضور نے فرمایا

''نہیں وہ تو خود ایک زندگی وقف کی بیٹی ہے'' اللہ تعالیٰ ہمیں اِس اعتماد پر پورا اُترنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

حضور کو اپنے خادموں کے بچوں کی ہمیشہ فکر رہتی۔ میرا رشتہ بھی حضور نے ہی کروایا۔ ابا تو امریکہ جا چکے تھے حضور کی خدمت میں امی حاضر ہوئیں تو فرمایا۔ میں نے ننھی کا رشتہ سعدی کے ساتھ طے کر دیا ہے۔ حضرت بیگم صاحبہ نے فرمایا بیچاری کو سیدھا ہی بتا رہے ہیں کوئی دعا استخارہ تو کر لینے دیں۔ تو حضور نے فرمایا ''وہ میں نے کر لیا ہے'' اللہ تعالیٰ ہمیں اس محبت کا حق ادا کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین۔

رشتہ ہو جانے کے بعد ایک دن نزہت سے میری فون پر بات ہو رہی تھی۔ اچانک حضور کی فون پر آواز سنائی دی۔ ''مبارک ہو تمہیں بہت بہت'' میں حیران رہ گئی۔ اِس ناچیز سے اتنی شفقت کا سلوک۔ حضور نے اپنی حقیقی بہن کی بیٹی کی شادی کی تاریخ کے سلسلہ میں فرمایا دیکھو 13 مارچ نہ رکھنا 13 کو سعدی کی شادی ہے۔

حضور کی خاص نوازش:۔

تحائف تو حضور کے گھر سے ہمیشہ ہی ملتے رہے۔ میری شادی پر حضرت بیگم صاحبہ نے دو طلائی چوڑیاں خاکسارہ کو پہنائیں حالانکہ ماشاءاللہ حضور کا اتنا بڑا خاندان ہے اور محدود وسائل کی وجہ سے حضور اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی سونے کے کڑے پہنانا چاہیں تو ناممکن تھا لیکن حضور نے اس قدر گراں قیمت یہ تحفہ اپنے خادم کی بیٹی کو مرحمت فرما کر اپنی خاص محبت کا اظہار فرمایا۔ کتنا من موہنا ہمارے محبوب آقا کا انداز تھا۔ تعلقات کی کس قدر پاسداری تھی اپنے خادموں سے کس قدر محبت اور ان کے احساسات کا کتنا احساس تھا۔ محبت ہی نہیں ذرہ نوازی بھی اِن پر ختم تھی۔

حضور کے حسن سلوک کی یادیں جب تک ہم زندہ ہیں تڑپاتی رہیں گی۔ اے عظمت و وفا کے پیکر اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اخلاق کا وارث بننے کی توفیق دے اور آپ کو اس کا اجر اور انعام ملتا رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کا بھی ہمیشہ حامی و ناصر ہو۔ آمین

نزہت سے یہ بھی پتہ چلا کہ حصولِ خیر کی یہ دعا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کی جب کہ ان کی حالت فاقہ سے ایسی ہو چکی تھی کہ کھجور کے ٹکڑے کے بھی محتاج تھے۔ پھر خدا نے نہ صرف ان کے قیام و طعام کا بندوبست فرمایا بلکہ غریب الوطنی میں گھر بار اور شادی کا انتظام بھی کیا۔ ---------------- یہ دُعا

رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص:25)

حضور کو بہت پسند تھی۔

"کامراں کامگار آتا ہے"

(میر مبشر احمد طاہر آف پسرور)

دین کا شہریار آتا ہے — صاحبِ افتخار آتا ہے
جس سے زندہ ہے رُوحِ دنیا و دیں — آج وہ تاجدار آتا ہے
صبح روشن ہوئی ہے جلووں سے — مہرِ ظلمت فگار آتا ہے
آج ہے چار سُو یہی چرچا — ناصرِ ذی وقار آتا ہے
پیش قدمی کو ہے بہارِ چمن — نازشِ صد بہار آتا ہے
سُونا سُونا چمن ہے جس کے بغیر — حق کا وہ جاں نثار آتا ہے
دے کے پیغامِ حق کلیسا کو — کامراں کامگار آتا ہے
جان و دل سے ہے جو ہمیں محبوب — جس کو ہم سے ہے پیار! آتا ہے
اہل ربوہ ہیں جس سے ملنے کو — بے کل و بیقرار آتا ہے
جس کے ہیں خُلق خُلقِ قرآنی — وہ دُرِ شاہوار آتا ہے
ناصرِ دین حافظِ قرآں — حق کا آئینہ دار آتا ہے
گوئے سبقت جو لے گیا سب سے — پھر وہی شاہسوار آتا ہے
تُو بھی طاہرؔ دعائیں لے بڑھ کے — وقت کیا بار بار آتا ہے



زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں
پائندہ ہو تمہاری لیاقت خدا کرے

منجانب

مکرمہ خالدہ مبشر صاحبہ

بیت النور، لاہور

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک ہو

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

منجانب

حلقہ شمالی چھاؤنی

قیادت چھاؤنی مجلس دارالذکر، لاہور

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر

میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

منجانب

ممبرات لجنہ اماء اللہ

کوئٹہ شہر

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں

ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں

منجانب

مکرمہ یاسمین محمود صاحبہ

بیت النور، لاہور

ایک درخشندہ ستارہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مکرمہ طاہرہ انور۔ احمد نگر

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

رب جلیل کے خلیفہ موعود کا عہد مبارک آسمانی نشانوں سے لبریز ہے۔

ایک بار آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل نے کہا کہ اگر آپ روئے زمین پر حضرت یوسف کی شبیہ دیکھنا چاہتے ہیں تو عثمان بن عفان کو دیکھ لیں تو جب پاکستان نیشنل اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اسی سلسلہ میں اسلام آباد میں قیام پذیر تھے محمد شفیق قیصر مرحوم کی ملاقات اسمبلی کے ایک اشتراکیت زدہ ممبر سے ہوئی دوران ملاقات ان صاحب نے کہا کہ میں تو خدا کے وجود کا بھی قائل نہیں تھا مگر اسمبلی میں آپ کے حضرت صاحب کو دیکھ کر اتنا ضرور سمجھ گیا ہوں کہ اس کائنات میں کوئی تو ایسا وجود ہے جس نے ایسا نورانی چہرہ پیدا کیا ہے۔

آپؒ نے فرمایا جب میں نے اسمبلی میں پہلے دو روز جماعت کا محضر نامہ پڑھا بعد ازاں گیارہ دن تک مجھ پر انتہائی سخت قسم کے سوالات کئے گئے یہ ایام شدید گرمی کے تھے اور میرے لئے انتہائی مصروفیت کے بھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ دن کب چڑھا اور رات کب آئی ان تیرہ دنوں میں اگر کوئی شخص میرے دل کو چیر کر دیکھ سکتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس میں خدا اور محمد مصطفیٰؐ کی محبت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے بشارت دی تھی کہ ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا خدائے عزوجل نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں تجھے برکت پہ برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" آپ کے دور میں آپکے مشہور عالم دورہ افریقہ کے موقع پر گیمبیا کے گورنر جنرل نے حضورؒ کی نظر کرم سے حضرت اقدس کے مقدس کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا گویا کہ

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور نے

آپکو جماعت سے والہانہ محبت تھی آپؒ نے جماعت کے لئے دعائیں کرتے ہوئے عارفانہ نعرہ بلند کیا۔

"محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"

آپ کے عہد مبارک میں بہت سی تحریکات ہوئیں جن میں تحریک تعلیم القرآن، وقف عارضی کی تحریک، بدرسوم کے خلاف جہاد، تسبیح وتحمید، درود شریف، استغفار اور خاص دعاؤں کی تحریکات...... کے ورد کی تحریک سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنا شامل ہیں۔ آیئے ہم سب یک زبان ہو کر یہ کہیں کہ:۔

ناصر دین تیری روح مقدس کو سلام
دین احمد کی تب وتاب بڑھا دی تو نے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شجاعت اور قوت فیصلہ

مکرمہ عفت ناہید صاحبہ۔ دارالعلوم جنوبی 1

آج جو واقعہ میں بیان کرنے جا رہی ہوں یہ اس وقت کا ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1930ء میں قادیان سے میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا تھا۔ آپ نے 1934 تک کے اپنے اس طالب علمی کے زمانہ میں ایک تنظیم ''عشرہ کاملہ'' کے نام سے قائم فرمائی۔ جس میں آپ نے دس مختلف کالجوں کے دس احمدی طلباء کو شامل فرمایا۔ اس تنظیم کا مقصد ہر ماہ حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی ایک منتخب اقتباس دو ورقہ فولڈر کی شکل میں لاہور کے مختلف کالجوں میں تقسیم کیا جاتا۔ ان ممبرز میں ایک ڈاکٹر عبدالرشید تبسم صاحب بھی تھے جو حضورؒ کے کلاس فیلو بھی تھے۔ آپ نے ایک واقعہ حیات ناصر میں بیان کیا ہے جو کہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

''میری رہائش بھاٹی گیٹ سے باہر ایک پرائیویٹ عمارت میں تھی میرے ساتھ والے کمرے میں معروف شاعر حفیظ ہوشیار پوری رہتے تھے۔ وہ مجھ سے ایک سال سینئر تھے اور میرے جگری دوست تھے۔ اس زمانہ میں مولوی ظفر علی خان اپنے اخبار زمیندار میں احمدیوں کے خلاف بہت لکھا کرتے تھے۔ ایک چھٹی کے دن وہ اصرار کر کے مجھے اپنے ہمراہ زمیندار کے دفتر مولوی ظفر علی کے پاس لے گئے۔ مولوی صاحب کو پتہ نہیں تھا کہ میں احمدی ہوں۔ ہم نے مولوی صاحب سے گزارش کی کہ وہ اپنا تازہ کلام سنائیں۔ مولوی صاحب نے اپنی نظم سنانا شروع کی تو اس کا مطلع ہی احمدیوں کے لئے گالی تھا۔ حفیظ ہوشیار پوری نہ رہ سکے۔ اور بول پڑے ''مولانا! یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں تبسم صاحب احمدی ہیں''۔ مولانا نے معذرت کی اور خاموش ہو گئے۔ گہری سوچ کے بعد بولے۔ تبسم صاحب! میرے ایک سوال کا صاف جواب دیجئے وہ سوال یہ ہے کہ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب بڑے تھے یا حضرت ابوبکر صدیق؟

میں: مولانا! آپ کے خیال میں حضرت ابوبکر کا کیا مقام تھا اور حضرت مرزا صاحب کا کیا دعویٰ تھا۔

مولانا: حضرت ابوبکر صدیق تھے اور (حضرت) مرزا صاحب نے کہا میں نبی ہوں۔

میں: مولانا صاحب آپ کا شکریہ آپ نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی اپنے سوال کا جواب دے دیا۔ میرے اس جواب پر مولوی ظفر علی خان بھڑک اٹھے اور حفیظ سے مخاطب ہو کر بولے ''حفیظ صاحب! کوئی احمدی شاعر نہیں ہو سکتا اور کوئی شاعر احمدی نہیں ہو سکتا۔ تبسم صاحب کو میرے پاس لاتے رہا کرو یہ عظیم شاعر بن سکتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ احمدی نہ رہیں۔ ان کو احمدیت چھوڑنا پڑے گی۔''

بات صرف اتنی ہوئی اور ہم اٹھ کر آ گئے۔

دوسرے دن مولوی صاحب نے زمیندار اخبار کا پورا ایک صفحہ میرے خلاف لکھ مارا اور ساتھ ہی دو دن بعد اسلامیہ کالج سے ملحقہ بیت مبارک میں اس موضوع پر اپنا لیکچر رکھ دیا۔ مجھے اس کا پتہ نہیں تھا۔ لیکچر والے دن میرے تین چار غیر از جماعت دوست آئے اور کئی غلط بیانیاں کر کے مجھے اپنے ہمراہ اسلامیہ کالج لے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے مجھے زبردستی اٹھایا اور بیت مبارک کے اندر لے گئے۔ اس وقت مولوی ظفر علی خان بیت کے صحن کے درمیان کھڑے میرے خلاف تقریر کر رہے تھے۔ میرے دوستوں نے مجھے عین مولوی صاحب کے پاس کھڑا کر دیا۔ مجھے دیکھ کر مولوی صاحب نے کہا "یہ ہے وہ منہ پھٹ اور دریدہ دہن آدمی۔ اب اسے یہاں سے زندہ نہیں جانے دینا چاہیے۔......! تمہاری غیرت کا تقاضا ہے کہ اس کی ہڈی پسلی ایک کر دو۔"

اس پر سخت طیش اور اشتعال پھیل گیا۔ کئی لوگوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور مجھ پر پل پڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ شدید افراتفری پیدا ہو گئی۔ ابھی کوئی ہاتھ میرے جسم تک نہیں پہنچ پایا تھا کہ کچھ فاصلے سے ایک پُر جلال آواز گونجی۔

"میں عشرہ کاملہ کا صدر ہونے کی حیثیت سے عشرہ کاملہ کے رکن عبدالرشید تبسم کو حکم دیتا ہوں کہ وہ دس سیکنڈ کے اندر مجھ تک پہنچ جائیں دس سیکنڈ کے اندر"

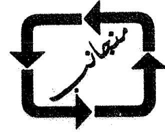
آواز میں بڑی دلیری اور جلال تھا۔ سب نے بوکھلا کر آواز دینے والے کی طرف گردنیں گھمائیں میں نے آواز پہچان لی تھی۔ جو لوگ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے کھڑے ہو چکے تھے میں بڑی تیزی سے ان کو دھکیلتا اور بیٹھے ہوئے حاضرین جلسہ پر سے پھلانگتا ہوا سچ مچ دس سیکنڈ کے اندر آواز کے مرکز تک پہنچ گیا...... کے عین کنارے صاحبزادہ حضرت مرزا ناصر احمدؒ ہاکی بلند کئے کھڑے تھے۔ ساتھ پانچ چھ دوسرے احمدی طلباء ہاکیاں اٹھائے پوزیشن لئے اپنے لیڈر کے حکم کے منتظر کھڑے تھے۔ میں ان سے جا ملا تو پھر ایک اور آواز اسی دلیری اور اسی جلال سے بلند ہوئی۔

"ہم فساد کرنے یا ہڈیاں توڑنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم امن قائم رکھنے اور کسی مظلوم انسان کی ہڈیاں توڑنے کی کوشش کرنے والوں کو اس حرکت سے روکنے کے لئے آئے ہیں"

صاحبزادہ حضرت مرزا ناصر احمدؒ کی آواز نے اچانک ہیبت طاری کر دی۔ مولوی ظفر علی صاحب اور حاضرین سب کے سب دم بخود ہو کر اٹھی ہوئی ہاکیوں کی طرف تک رہے تھے کہ یہ مختصر سی فوج کہاں سے یکا یک نازل ہو گئی۔ اب حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے حرکت کی اور ان کی قیادت میں میرے سمیت دوسرے دوست

''عظیم سٹریٹ'' سے ہوتے ہوئے سرکلر روڈ پر آ گئے۔ وہاں سے چند قدم آگے جا کر کراؤن ہوٹل کے قریب خالی جگہ پر پہنچے تو حضورؒ کھڑے ہو گئے سب نے ہاکیاں نیچی کر لی تھیں۔ اب حضورؒ مجھ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ میں کیسے اس فساد کی جگہ پر پہنچ گیا۔ میں نے ساری صورت حال بیان کر دی معلوم ہوا اس دن حضورؒ کشتی رانی کے لئے چند دوستوں سمیت دریائے راوی پر گئے ہوئے تھے جب وہ کشتی رانی سے فارغ ہو کر احمدیہ ہوسٹل واپس جانے کے لئے دریائے راوی سے روانہ ہوئے تو کسی نے ذکر کیا کہ آج اس وقت بیت مبارک میں مولوی ظفر علی خان کی تقریر ہے۔ مولوی صاحب ہمیشہ احمدیوں کے خلاف تقریر کیا کرتے تھے۔ اس لئے حضورؒ کو خیال آیا کہ واپس جاتے وقت راستے میں مولوی صاحب کی تقریر کا کچھ حصہ بھی سن لیں۔ چنانچہ وہ عین اس وقت بیت مبارک کے کنارے پہنچے تو مولوی صاحب حاضرین کو مشتعل کر رہے تھے کہ وہ میری ہڈی پسلی ایک کر دیں۔ پمفلٹوں کی تقسیم کی وجہ سے چونکہ بعض عناصر حضورؒ کے خلاف اشتعال پیدا کرتے تھے اس لئے حضورؒ اکثر اپنے ہاتھ میں ہاکی رکھتے اور چند دوستوں کی معیت میں ہوسٹل سے کسی دوسری جگہ جاتے تو ہر دوست کے ہاتھ میں ہاکی ہوا کرتی تھی۔'' (از حیات ناصر صفحہ 67 تا 70)

مٹا کے کفر وضلال وبدعت کریں گے آثار دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم



ممبرات لجنہ اماءاللہ

ضلع قصور

ذکر خدا پہ زور دے، ظلمت دل مٹائے جا
گوہر شب چراغ بن، دنیا میں جگمگائے جا



ممبرات لجنہ اماءاللہ

نگیال وکھروٹہ، ضلع میرپور، آزاد کشمیر

رغبت دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصہ احکام نہ ہو

منجانب

امتہ الکریم سیال صاحبہ معہ اہل خاندان

صدر لجنہ اماءاللہ، ضلع قصور

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

منجانب

فردوس اختر صاحبہ نائب صدر لجنہ اماءاللہ

ضلع قصور

منجانب

خدا تعالیٰ ہمیں خلافت احمدیہ کے ساتھ مضبوطی سے

چمٹے رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ

ریلوے کالونی قیادت مغل پورہ دارالذکر، لاہور

خدا تعالیٰ ہم سب کو جماعت احمدیہ کی احسن رنگ میں

خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

منجانب

والدین کی مغفرت اور

بلندی درجات کیلئے

درخواست دعا

مکرمہ صبیحہ حسن صاحبہ جنوبی چھاؤنی دارالذکر، لاہور

سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت

ہوئے جان و دل سے فدائے خلافت

منجانب

مکرمہ بشریٰ منعم صاحبہ معہ دختران

جنوبی چھاؤنی دارالذکر، لاہور

احباب جماعت کو خلافت کی برکات مبارک ہوں



مکرمہ زاہدہ کبریا صاحبہ بمع اہل وعیال

حلقہ راجگڑھ و قیادت کرشن نگر، بیت التوحید، لاہور

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خوبصورت یادیں

(مکرمہ امۃ النور راشدہ صاحبہ اہلیہ مبارک احمد عابد صاحب۔ ناصر آباد غربی ربوہ)

زمانے کی دوری کی وجہ سے بچپن کے بہت سے واقعات بھول جاتے ہیں لیکن بعض واقعات کبھی نہیں بھولتے اور بہت روشن ہوتے ہیں کبھی بھی ذہن سے محو نہیں ہوتے۔

آج میں اس عظیم ہستی کے بارے میں خوبصورت یادیں بیان کرنے جا رہی ہوں جو ہستی بہت بڑے مرتبہ پر فائز تھی۔ انہیں خلافت کا مرتبہ عطا ہوا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے زائد انعام تھا۔ یعنی آپ الہام نافلة لك کے مصداق تھے۔ آپ اس وقت ربوہ میں ہمارے درمیان رہتے تھے۔ اور ہم اپنی خوش بختی پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے کہ آپؒ کی ذات بے شمار خوبیوں کی مالک تھی۔ جس میں اپنائیت اور بے تکلفی نمایاں تھی آپؒ کی شخصیت میں رعب بھی بہت تھا۔ میں بہت سی باتیں صرف دل میں سوچتی تھی آپؒ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ میں اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ حضورؒ سے ملنے گئی اس وقت کھانا میز پر لگا ہوا تھا اور آپؒ کھانے کے لئے تشریف لا رہے تھے۔ حضرت صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ ایک تخت پر تشریف فرما تھیں۔ ہمیں بیٹھنے کو کہا! ہم بیگم صاحبہ کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔ ہم باتیں کرتے رہے کچھ دیر بعد حضور نے میری بہن کے متعلق فرمایا:۔

''یہ اپنے نانا پر ہے'' پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا ''اور یہ نانی پہ'' اور میں سوچنے لگی کہ حضور نے میری نانی کو کب دیکھا۔ بعد میں امی نے بتایا کہ ہماری نانی کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت اماں جان کے حکم پر حضورؒ سے قرآن کریم سبقاً سبقاً سنا کرتی تھیں۔

ایک ملاقات کے وقت والدہ صاحبہ سے فرمایا بہت مصروف ہو؟ امی نے کہا نہیں تو۔ آپؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا بہت دنوں بعد ملنے آئی ہو۔ وہ مسکراتا چہرہ آج بھی مجھے خوب یاد ہے۔ میری والدہ نے کہا حضور وہ ڈیوڑھی میں جو بیٹھی ہیں وہ آنے ہی نہیں دیتیں۔ پھر حضور نے مجھے فرمایا ''تم تو اسکول سے سیدھی آ جایا کرو'' بعد میں حضور نے ڈیوڑھی والی ملازمہ کو ہدایت فرما دی کہ ان کو اندر آنے دیا کرو۔ اللہ اللہ اتنی مصروف ہستی اور ہم پر یہ شفقت اور عنایت کہ ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اس فرمان کے بعد کہ تم تو سکول سے سیدھی آ جایا کرو ہم دونوں بہنیں ہر دوسرے تیسرے دن حضورؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا کرتی تھیں۔ کئی دفعہ حضورؒ کے ہاں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ سکول سے واپسی پر چونکہ دوپہر کا وقت ہوتا تھا اس لیے

وہاں اکثر کھانے کی تیاری ہوتی۔ آپ کھانے کے لیے فرماتے اور ہماری والدہ کا حکم تھا کہ کہیں سے کھانا نہیں کھانا اس لیے میں انکار کر دیتی۔ بہت کم ایسا ہوا کہ میں نے وہاں کھانا کھایا ہو اور وہ بھی تھوڑا سا۔ اس طرح میں نے بہت سے مواقع ضائع کر دیے اور زیادہ فائدہ نہیں اُٹھایا۔

آپؒ محبتوں کا ایک بحرِ بیکراں تھے اپنے بہت قیمتی وقت میں سے ہم ناچیز بچیوں کو اتنا وقت دیتے تھے۔ اس وقت تو ہمیں ان لمحات کی قدر و منزلت کا اندازہ ہی نہیں تھا اور نہ اس عظیم ہستی کی عظمت کا اندازہ تھا۔ ورنہ ان قیمتی لمحات کو کیمرے میں محفوظ کر لیا ہوتا تو آج اس سرمایہ پر فخر کرتے۔ بہت سی ملاقاتوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب سے سکول سے حضور کے ہاں جانے لگی تھی میری والدہ صاحبہ اکثر دعائیہ خط حضور کو دینے کے لیے مجھے دیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ مَیں نے حضور کو اپنی والدہ کا چار ورقوں کا خط دیا۔ حضور نے بہت پیاری مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا "یہ خط ہے کہ بڑا سا مضمون" کتنے پیارے انداز سے یہ بتا دیا کہ دعائیہ خط مختصر ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اندازہ ہو گیا کہ حضور کا وقت قیمتی ہے۔ ہمیں بہت لمبے لمبے خط نہیں لکھنے چاہئیں۔

تقریب آمین میں حضور کی شرکت:

ایک اور خوش قسمتی کا ذکر بھی کرتی چلوں کہ اس ناچیز کو "حضرت چھوٹی آپا صاحبہ" سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ جب ہم نے قرآن با ترجمہ مکمل کر لیا تو حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے فرمایا تم سب کی آمین میں کروں گی۔ جب کہ ہمیں آمین کرنی چاہیے تھی اور حضرت چھوٹی آپا جان کو بُلانا تھا کیونکہ وہ ہماری عظیم استاد تھیں۔ مگر زہے نصیب کہ آپا جان نے خود ہماری آمین کا انتظام کیا اور اس تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بھی شرکت کی دعوت دی جس کو آپ نے قبول فرمالیا۔

اللہ اللہ یہ محبتیں، یہ شفقتیں اور یہ سعادتیں ہماری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ مجھے وہ دن آج بھی ایسے یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔ اس موقع پر حضور نے اپنی جیب سے 30 روپے نکال کر دیے اور حضرت چھوٹی آپا سے فرمایا "آپا صدیقہ یہ رکھیں تفسیر سورۃ فاتحہ چھپ رہی ہے اس کی قیمت میں یہ میری طرف سے شامل کر لیں باقی لڑکیاں دیں۔" اس طرح ہم سب کو بہت قیمتی تحفہ بھی نصیب ہوا اور تبرک بھی جو آج بھی میرے پاس حضرت آپا جان کے دستخط اور نصیحت کے ساتھ محفوظ ہے اور حضور سے آٹو گراف بھی لیے۔

یہ محبت بھری یادیں زندگی کا سرمایہ ہیں۔ کمی ہے تو صرف اس بات کی کہ ان تمام مواقع کو ہم نے کیمرے کے ذریعہ محفوظ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں آپ پر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پیاروں میں رکھے اور درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین

ہمیں سکھلا گیا اک شخص

مکرمہ ڈاکٹر شہناز اختر صاحبہ

کتابیں سب محبت کی ہمیں پڑھا گیا اک شخص
مطالب سب محبت کے ہمیں سمجھا گیا اک شخص

رہو سب مسکراتے ہر گھڑی ، ہر پل، ہمیشہ تم
حسیں تر زندگی کے سارے گُر سکھلا گیا اک شخص

کہو سچی ہمیشہ بات! پاک و نرم لہجے میں
سنو گالی ! دعائیں دو ، ہمیں بتلا گیا اک شخص

محبت سب سے کرنا اور نہ ہو نفرت کسی سے بھی
یہی پیغامِ الفت چار سو بکھرا گیا اک شخص

خدا کے اذن سے گمنام سی اک چھوٹی بستی میں
خدا کے دین کا اونچا علَم لہرا گیا اک شخص

کرو گے خدمتِ انسان اور دین متیں سے پیار
کھُلیں گے باب رحمت کے ہمیں بتلا گیا اک شخص

اگر ہوں مشکلیں راہ میں تو اونچے حوصلے رکھنا
سہل ہو جاتی ہیں پھر منزلیں دکھلا گیا اک شخص

وہ قطرہ ایک جو خوفِ خدا سے آنکھ سے ٹپکے
بنے ''لولوئے'' جنت یہ ہمیں بتلا گیا اک شخص

تبھی پہنچو گے ساحل پہ خلافت کی قیادت میں
لو کشتی نوح تمہارے ہاتھ میں پکڑا گیا اک شخص

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مکرمہ نعیمہ اکرام صاحبہ سرگودھا شہر

اے ناصر دین حافظ قرآن میری جان
آج آئی تیری یاد تو دل تھام لیا ہے
اس دور خود آرا میں محبت کے پیامی
ہم نے بھی محبت کا تیری جام پیا ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن بے شمار انعامات سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک انعام وجود خلافت ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ خدا تعالیٰ بناتا ہے اللہ جسے اپنا خلیفہ اور زمانے کا امام بنانا چاہتا ہے اسے فطری طور پر ایسی قوتوں اور استعدادوں سے نوازتا ہے جو اسے دوسروں سے منفرد اور ممتاز بنا دیتی ہیں اللہ تعالیٰ خود ایسے وجود کی تربیت اور نشو ونما کے سامان پیدا فرماتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی فطری استعدادوں اور صلاحیتوں میں ایک چمک اور نکھار پیدا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا ہے جب وہ مسند خلافت پر متمکن ہوتا ہے سیدنا حضرت حافظ ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے کی زندگی بھی آپ کے پاکیزہ اخلاق اور اعلیٰ جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی قابلیتوں پر شاہد ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کی مثال ایک ایسے وسیع وعریض سدا بہار گلستان سے دی جاسکتی ہے۔ جس میں ہزار ہا قسم کے رنگا رنگ، نہایت حسین، خوبصورت، دلکش اور خوشنما پھول کھلے ہوئے ہیں۔

آ گئی جب اس تبسم آفریں چہرے کی یاد
دیر تک قلب ونظر میں پھول سے مہکا کئے

خدائے رحمٰن ورحیم کی بے پایاں رحمتوں کے دروازے اپنے پیارے بندوں پر کبھی بند نہیں ہوتے۔ ہمیشہ ہی ایسے عظیم روحانی وجود امت مسلمہ میں پیدا ہوتے رہے جو خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور شفقتوں کے مورد بن کر اس کی رحمتوں کے خزانے نوع انسانی پر لٹاتے رہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی عظیم برکات روحانی اور حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعاؤں کی بدولت جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کے احسانات موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں ان عظیم احسانات خداوندی میں سے ایک عظیم احسان اور برکت وجودِ خلافت ہے۔

ہمارے پیارے آقا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دورِ خلافت جماعت احمدیہ کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور شفقتوں کا دور تھا۔ جماعت کو جو ترقیات اور فتوحات آپ کے دور خلافت میں نصیب ہوئیں۔ اس کے بیان کے لئے کئی جلدیں درکار ہیں۔

تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زندگی اور سیرت کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل کا دور اور مسند خلافت پر متمکن ہونے

کے بعد کا دور۔ خلافت سے پہلے کی زندگی جماعت احمدیہ کی بے مثال خدمات پر مشتمل تھی۔ مجلس خدام الاحمدیہ وانصاراللہ کی صدارت کا زمانہ تھا۔ صدر انجمن احمدیہ میں آپ کی انتظامی خدمات خصوصاً خلافتِ ثانیہ کا آخری سالوں میں جماعت کے استحکام اور ترقی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ علاوہ ازیں نوجوان نسل کی جسمانی، روحانی، اخلاقی، اور علمی ترقی میں جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل کی حیثیت میں آپ کی عظیم الشان خدمات جماعتی اور قومی سطح پر ہر لحاظ سے سنہری حروف میں لکھی جانے کے قابل ہیں۔ خداتعالیٰ نے آپ کو جہاں ایک خوش رنگ و خوبصورت شخصیت عطا کی تھی وہاں آپ کو ایک عظیم الشان رعب اور وقار بھی عطا کیا تھا۔ آپ کا یہ خدا داد رعب ہی تھا کہ آپ انتہائی وقار کے ساتھ کالج کے احاطہ یا عمارت میں قدم رنجہ فرماتے تو کوئی طالب علم کالج کے برآمدوں میں دکھائی نہ دیتا۔ کسی قسم کے شور کا تو تصور ہی نہیں تھا۔ آپ کی آواز اور گفتگو نہایت بارعب اور پرتاثیر تھی۔ غرضیکہ طالب علموں کی پڑھائی سے لے کر کھیل کود اور خوراک تک ہر چیز پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اور کہیں بھی غفلت اور کوتاہی برداشت نہ کرتے تھے۔ صدر، صدر انجمن احمدیہ کی حیثیت سے حضورؒ کی خدمات جلیلہ کو قلمبند کرنا مؤرخین کا کام ہے۔ اس انتظامی منصب پر آپ کو حضرت مصلح موعود نے مقرر فرمایا اور بلاشبہ انتظامی امور کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ اس تربیت کی ایک اہم کڑی اور بنیاد کا پیش خیمہ کہا جاسکتا ہے جو بعد میں خدائی فیصلہ کے مطابق جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثالث کی حیثیت میں آپ کو خداتعالیٰ کی طرف سے سونپی جانی تھی۔

دورِ خلافت سے قبل حضورؒ کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ آپ کی طبیعت بڑی سخت ہے اور یہ تاثر کالج اور صدر انجمن احمدیہ کی انتظامی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے وقت سے چلا آتا تھا اصل بات یہ ہے کہ آپ ایک انتہائی بااصول منتظم تھے اور طبیعت کی سختی کا یہ غلط تاثر دراصل فرائض اور ذمہ داریوں کو ایمانداری سے نباہنے اور شریعت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ وہ لوگ جن کو کالج میں انجمن احمدیہ اور دوسرے مختلف امور میں حضورؒ کے ساتھ کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس امر کے گواہ ہیں کہ حضورؒ انتہائی شفیق پیار کرنے والے اور انسانی ہمدردی سے لبریز دل کے مالک تھے۔ خلافت ثالثہ کا دور جماعت کے لئے روحانی اور مالی ترقیات کے ساتھ ساتھ ابتلاء و آزمائش کا دور بھی تھا۔ حضورؒ کی روحانی آنکھ ان عام فتنوں، ابتلاؤں، مصائب اور آزمائشوں کو پہلے دن سے ہی بھانپ چکی تھی۔ جو ہر روحانی جماعت پر آیا کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ پہ بھی مستقبل میں آنے والے تھے۔ چنانچہ افراد جماعت کو سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات کے حفظ اور نمازوں میں

کثرت کے ساتھ ان آیات کی تلاوت کی تاکید کی۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک عظیم انقلاب کی نوید دے کر جماعت میں ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ نے پندرہویں صدی ہجری اور جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کو غلبۂ دین حق کی صدی قرار دیا اور اس کے استقلال کے لئے خدا تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور عبادات کے ساتھ صد سالہ احمدیہ جوبلی کا عظیم الشان منصوبہ پیش فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دنیا میں ''انسانیت زندہ باد'' کا نعرہ بلند کیا۔ آپ کے دل میں انسانی ہمدردی کا ایک سمندر موجزن تھا۔ آپ جب بھی یورپ، مغربی ممالک اور افریقی ممالک میں تشریف لے گئے آپ نے ان کے سامنے دینِ حق کی حسین تعلیم نہایت احسن پیرائے میں پیش فرمائی۔ ان کو اس خطرناک تباہی سے ڈرایا جو کفر و الحاد ، فسق و فجور اور ظلم و استعداد کے نتیجے میں دنیا پر آنے والی تھی۔ آپ نے ''سفیر امن'' اور ''سفیر محبت'' بن کر دین حق کی عالمگیر اور لازوال محبت کا پیغام ان حسین اور محبت بھرے الفاظ میں دیا کہ:۔

''Love For All, Harted For None''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دور میں خدا تعالیٰ نے جماعت کو ہر ہر میدان میں ترقیات اور فتوحات سے نوازا۔ علمی میدان میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے نوبل انعام حاصل کر کے حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی کو سچا کر دکھایا۔

پیارے آقا کی پیاری باتیں کبھی بھی دل سے محو ہونے والی نہیں۔ جب بھی آپ کی یاد آتی ہے۔ آپ کا پیارا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور دل و دماغ میں اکثر آپکی سوز و گداز سے لبریز روح میں اتر جانے والی تلاوت کلام پاک گونجنے لگتی ہے۔ جب آپ بیمار ہوئے تو بیماری کی تمام تر تشویش کے باوجود دل میں خیال بھی نہ آتا تھا کہ آپ وفات پا جائینگے لیکن

''بلانے والا ہے سب سے پیارا''

لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی پیاری جماعت کو بے سہارا و بے یار و مددگار نہ چھوڑا اور سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی صورت میں غمزدہ دلوں کی ڈھارس بندھائی اور تسلی و اطمینان کا سامان پیدا کیا۔

اسے ڈھونڈتی ہیں گلی گلی میری خلوتوں کی ادا۔ئیں
وہ ملے تو بس یہ کہوں کہ آ میرا مولیٰ تیرا بھلا کرے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے آقا حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اپنی رضا کی جنتوں میں خاص مقام قرب عطا فرمائے۔ ان کے تمام بچوں اور عزیزوں کا حافظ و ناصر ہو اور ہمیں ہمیشہ ہی حضورؒ کے لئے زیادہ سے زیادہ دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بحیثیت ایک مثالی اُستاد

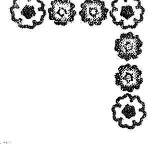
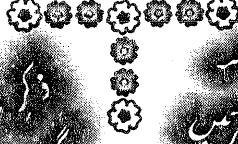
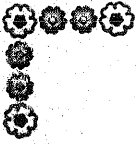
مکرم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب

خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا پانچ سال 1958 تا 1963ء تک شاگرد ہونے اور 64 تا 65ء بطور کولیگ کام کرنے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ اس عرصہ میں میں حضورؒ کی شخصیت کے بہت سے پہلو دیکھنے کا موقع ملا۔ بطور اُستاد آپ اچھوتا اور منفرد انداز اپناتے تھے۔ طلباء کہ اندر خود اعتمادی اور اپنے مضمون کے ساتھ لگن اور شوق پیدا کرنے کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور خاص ودیعت کیا ہوا تھا۔

طبعاً میں ایک خاموش، کم گو قسم کا طالب علم تھا۔ حضورؒ نے میری اس کمزوری کو بھانپ کر بڑے پیارے انداز سے پُر اعتماد بننے اور آگے بڑھنے کا سلیقہ سکھایا۔ بی۔اے کے دوران ہماری کلاس حضور انور (جو کہ اس وقت کالج کے پرنسپل تھے) کے آفس میں لگتی تھی۔ ہم دو ہی طالب علم تھے۔ یعنی خاکسار اور انور شاہ ارشد مرحوم ہم چونکہ آپ کے آفس میں پڑھتے تھے اس لئے ہم اپنے آپ کو Privilied احباب میں سے گردانتے تھے۔ حضورؒ انور جو اس وقت میاں صاحب کہلاتے تھے کے سامنے آنے سے نہ صرف طلباء گھبراتے تھے بلکہ اساتذہ ایک خاص احترام کا انداز اپنائے رکھتے بعض دفعہ ہم دفتر کے سامنے سے گزر رہے ہوتے تو اچانک آپ کی آواز بلند سنائی دیتی۔ جلیل! ارشد! ہم ٹھٹھک کر فوراً رک جاتے اور ڈرتے ڈرتے آفس میں داخل ہوتے کہ نہ معلوم کیا غلطی یا گستاخی ہوگئی ہے۔ تاہم آپ اپنے کام میں مصروف رہتے اور ہم باادب سامنے کھڑے رہتے۔ کچھ دیر کے بعد آپ سر اٹھاتے اور بڑے پیار سے کہتے "گھبراؤ نہیں میں نے تمہاری شادیوں کا انتظام کرایا ہے۔ جلدی سے ایم اے کرو اور میرے پاس آجاؤ۔ اور بعض دفعہ یوں گویا ہوتے سامنے الماری میں سے فلاں فلاں کتاب سیاسیات کی نکالو اور امریکہ کے صدر پر ایک مضبوط مضمون لکھ کر لاؤ یہ تھا آپ کا نہایت ہی پیارا اور دلکش انداز جس میں محبت بھی تھی اور اعتماد پیدا کرنے کا منفرد انداز بھی اللہ اللہ ایسا پیارا وجود تھا۔ پھر ایک مرتبہ آپ نے اس عاجز اور ناچیز پر خاص شفقت کا اظہار فرمایا۔ ہمارے B.A آنرز کے ویزا کا موقعہ تھا۔ حضورؒ کے علاوہ یونیورسٹی کے پرانے اور تجربہ کار اساتذہ جن میں ڈاکٹر دلاور حسین بھی شامل تھے جو انٹرویو کے لئے موجود تھے۔ مجھے نمبر دینے کے بارے میں حضورؒ نے دوسرے ممبران کو میری گذشتہ امتحان کی کارکردگی کا حوالہ دیکر اچھے نمبر دینے پر قائل کیا (یہ ایمان افروز واقعہ مجھے ارشد ترمذی مرحوم نے امتحان کے کچھ دنوں کے بعد حضورؒ سے ملاقات کرنے کے بعد بتایا کہ جلیل کے لئے مجھے نصف گھنٹہ Fight کرنا پڑا) واقعی وہ وجود ہمارے لئے کتنا شفیق اور مہربان تھا۔ ایم اے کا امتحان دینے کے بعد ہم دونوں سیدھے حضورؒ کے

آفس یعنی پرنسپل آفس پہنچے اور عرض کیا کہ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ آپؒ نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر فرمایا۔ اچھا تم آ گئے ہو ایک تم میں سے فرسٹ ائیر کی کلاس میں جائے اور دوسرا سیکنڈ ائیر کی کلاس میں میں کچھ دنوں بعد خود آ کر فیصلہ کروں گا کہ تم میں سے کس کو رکھنا ہے۔ اور کس کو جواب دینا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس Pof. Science/Civics میں صرف ایک کی جگہ ہے۔ تاہم کچھ دنوں بعد آپ نے سینئر پروفیسر پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی اور فرمایا کہ دونوں میں سے ایک کو سیاسیات میں اور دوسرے کو شعبہ انگریزی میں رکھ لیں۔ آخر کار مجھے انگریزی کے شعبہ کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ اس طرح ہم دونوں سے خاص شفقت اور مہربانی کا سلوک فرمایا۔

خاکسار نے جب ایم اے انگریزی کرنے کے لئے انجمن کو درخواست دی تو آپ نے جو اس وقت صدر انجمن احمدیہ بھی تھے اُس پر تحریر فرمایا اجازت ہے ایم اے انگریزی میں کرو میں تمہیں ایک سو ایک روپیہ انعام دوں گا اور سٹاف میں ویلکم کروں گا۔ جب خاکسار نے عرض کیا کہ ایم اے انگریزی میں فرسٹ ڈویژن تو کجا پاس ہونا اور پھر پرائیویٹ طور پر بیحد مشکل ہے تو آپ نے تھپکی دیتے ہوئے فرمایا جاؤ پاس کرو میں دعا کروں گا۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور حضور انور کی دعائیں تھیں کہ یہ عاجز پہلے ہی امتحان میں اچھے نمبروں میں کامیاب ہو گیا۔ یہ چند ایک ذاتی مثالیں اور تجربات ہیں جو خاکسار نے پیش کیے ہیں ورنہ وہ وجود تو سراپا شفقت اور مہربان تھا اور حقیقی باپ سے بھی بڑھ کر تھا۔ اللہ تعالیٰ حضورؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں حضورؒ کا فیض عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ربوہ کو ترا مرکز توحید بنا کر
اک نعرہ تکبیر فلک بوس لگائیں

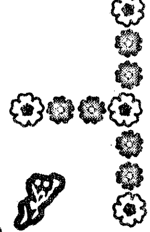
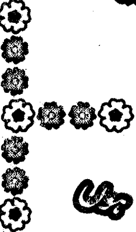
ذکر خدا پہ زور دے ظلمت دل مٹائے جا
گوہر شب چراغ بن، دنیا میں جگمگائے جا



محترمہ فرزانہ راحت صاحبہ
دارالصدر شمالی 1 ربوہ



محترمہ ممدوحہ طاہر صاحبہ
دارالنصر وسطی 1 ربوہ

ڈاکٹر شہناز اختر

امۃ الہادی باجوہ، ساجدہ صدیق

آپ سب کو خلافت احمدیہ
صدسالہ جوبلی کے خاص نمبر مصباح کی
تیاری مبارک ہو

منصورہ حلیم

امۃ السبوح، امۃ الحلیم

منظور ہو تمہاری اطاعت خدا کرے
مقبول ہو تمہاری عبادت خدا کرے

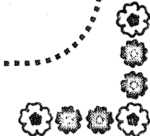
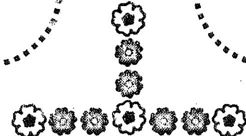
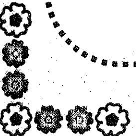
بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں



محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ
دارالصدر غربی 1 ربوہ



محترمہ نسیم مقصود صاحبہ
دارالصدر غربی 1 ربوہ

مَیں نے کیا دیکھا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبانی آپ کے چند واقعات اور مشاہدات

''جب میں انگلستان سے واپس آیا تو عمر کے لحاظ سے میں چھوٹا تھا اور گو...... کا جوش تو تھا لیکن تجربہ کوئی نہ تھا۔ محترم چوہدری فتح محمد سیال صاحب نے مجھ سے کہا تم ہمارے ساتھ مقامی...... کے دوروں پر، جب بھی فرصت ہو، جایا کرو چنانچہ میں نے ان کے ساتھ...... دوروں پر جانا شروع کر دیا۔ اس سے ایک تجربہ تو مجھے یہ حاصل ہوا کہ ایک عام دیہاتی ...... چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اگر صحیح طریقہ پر اس کے لیول اور اس کے مقام پر آکر بات کی جائے تو وہ بہت جلد اسے سمجھ لیتا ہے۔'' (خطبات ناصر جلد پنجم ص:254-255)

''جب مَیں 1938ء میں ولایت سے واپس آیا تو اس وقت مجلس خدام الاحمدیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ اس کا کوئی دستور بھی نہیں تھا نیا نیا کام تھا۔ اس کو چلانے کا کوئی تجربہ بھی نہیں تھا مجھے یاد ہے شروع میں جب قادیان میں باہر کیمپ کی شکل میں خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع کیا تو اس وقت چونکہ یہ نیا نیا کام تھا اور تجربہ نہیں تھا اس لئے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ مقام اجتماع کے گرد بانس کیسے لگانے ہیں اور ان پر رسیاں کس طرح باندھنی ہیں۔ مَیں اس وقت جامعہ احمدیہ کا پرنسپل تھا۔ جامعہ احمدیہ کے میرے شاگرد اور میں خود بھی کئی دن خرچ کرتے اور چھوٹے رنبوں کے ساتھ گڑھے کھود کر اُن کے اندر بانس لگاتے تھے بیچارے خدام کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ پھر ایک دو سال کے تجربہ کے بعد یہ پتہ لگا کہ اتنی کوفت اور تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بس ایک ''کِلّہ'' بنا لیا دو چار ضربیں لگائیں بانس کے لئے سوراخ بن گیا اُس کو نکالا آگے چلے گئے۔ اس طرح جس کام پر ہفتے لگے تھے وہ دو گھنٹوں میں مکمل ہو گیا۔ میں نے یہ ایک چھوٹی سی ظاہری مثال دی ہے خدام الاحمدیہ کے کام کی تا کہ بچے بھی سمجھ جائیں۔ غرض جس کام کو شروع کیا جاتا ہے اس کو معیار پر لانے کے لئے بڑی کوفت اٹھانی پڑتی ہے۔ بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ بعد میں آنے والوں کو اس قسم کی قربانیاں نہیں دینی پڑتیں۔ (خطبات ناصر جلد پنجم ص:516)

چند سال پہلے کی بات ہے میں اس وقت تعلیم الاسلام کالج کا پرنسپل تھا پاکستان کے ایک بہت بڑے سائنسدان نے ایک مقالہ لکھا وہ میرے بھی واقف تھے۔ اُنہوں نے وہ مقالہ مجھے بھی دکھایا۔ اس میں لکھا ہوا تھا ہم کیا کریں ہمارے پاس صرف چار پانچ ہزار سائنسدان ہیں جب کہ قوم کو اس سے کہیں زیادہ سائنسدانوں کی ضرورت

ہے۔ میں نے اُن کو کہلا بھیجا کہ میرے نزدیک تم اپنی غفلت کے نتیجہ میں پچاس ہزار سائنسی ذہن تباہ کر چکے ہو اور آج تم یہ رونا رو رہے ہو کہ ہمارے پاس صرف چار، پانچ ہزار سائنسدان ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں صرف چار، پانچ ہزار سائنسی ذہن نہیں دیئے تھے میرے اندازے کے مطابق خدا نے تمہیں چون، پچپن ہزار ذہن عطا فرمائے تھے اور ضروری نہیں کہ میرا اندازہ درست ہو۔ یہ ایک عام اندازہ ہے ممکن ہے ایک لاکھ ذہن دیئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے دو لاکھ دیئے ہوں مگر تم نے ان ذہنوں کو ضائع کر دیا اور اب یہ رونا رو رہے ہو کہ ہمارے پاس اتنے سائنسدان نہیں کہ ہم ترقی کر سکیں۔

(خطبات ناصر جلد پنجم خطبہ جمعہ 26 اکتوبر 1973ء ص:288-289)

مَیں جب 36-1937ء میں انگلستان میں پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ میں نے ایک انگریز دیہاتی بچے سے پوچھا تم نے کل شام کو کیا کھایا تھا کہنے لگا اُبلے ہوئے آلو۔ میں نے کہا تم نے کل دوپہر کو کیا کھایا تھا کہنے لگا اُبلے ہوئے آلو پھر میں نے پوچھا تم نے کل صبح ناشتہ کس چیز کا کیا تھا کہنے لگا اُبلے ہوئے آلو۔ گویا وہ سارا دن اُبلے ہوئے آلو استعمال استعمال کرتا رہا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ جس طرح یہاں کا غریب آدمی روکھی روٹی کھاتا ہے وہاں کے غریب لوگ آلو اُبال کر کھا لیتے ہیں۔ روکھی روٹی میں تو پھر بھی کچھ مزہ ہوتا ہے لیکن اُبلے ہوئے آلوؤں میں تو کچھ بھی مزہ نہیں ہوتا معلوم ہوا وہ بیچارے بڑے ہی غریب لوگ تھے۔ یہاں تو لوگ روکھی روٹی سالن کی عدم موجودگی میں نمک مرچ کی چٹنی کے ساتھ کھا لیتے ہیں لیکن وہاں تو لوگ صرف نمک لگا کر آلو کھا لیتے ہیں۔ تاہم اب وہاں کی یہ حالت نہیں ہے اب تو وہاں کا غریب آدمی بھی اتنا کھاتا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ گویا پہلوان بنا ہوا ہے۔ دراصل وہ لوگ اقتصادی لحاظ سے بڑی ترقی کر گئے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ چھوٹی باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں اور مفید بھی۔ اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مختلف ملکوں میں کیا پکتا ہے اور کیا کھایا جاتا ہے اور لوگوں کی عادتیں کیسی ہیں۔ وغیرہ۔

(خطبات ناصر جلد پنجم خطبہ جمعہ 19 اکتوبر 1973ء ص:275)

ایثار کا نمونہ:۔

محترم عبدالسلام صاحب سابق باڈی گارڈ بیان کرتے ہیں:۔

''خاکسار بھمبر ریر (Rear) فورس میں انچارج تھا وہاں تک ٹرکوں پر سفر کیا جاتا تھا وہاں سے پیدل باغ سر تک جاتے تھے جہاں فرقان بٹالین کا محاذ تھا۔ حضرت میاں ناصر احمد صاحب اور ان کے کچھ ساتھی ایک روز شام کو وہاں پہنچے اور کہا سلام صاحب کچھ گھوڑے مل سکتے ہیں؟

میں نے کہا ہاں مل سکتے ہیں۔ کہنے لگے چار گھوڑوں کا انتظام کر دیں۔ میں نے ایریا کمانڈر سے اجازت لے کر A.T والوں سے چار گھوڑوں کا انتظام کر دیا۔ دن کے وقت دشمن کے ہوائی جہاز اور توپ خانہ فائر کرتا

تھا اس لئے رات کے وقت سفر کیا جاتا تھا۔ چار گھوڑوں کے ساتھ چار سپاہی تھے حضرت میاں ناصر احمد صاحب نے ایک گھوڑا چوہدری نورالدین صاحب ذیلدار کو دیا، دوسرا مولوی عصمت اللہ صاحب کو، تیسرا ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب اور چوتھا مجھے یاد نہیں رہا کیونکہ وہ بھی عمر رسیدہ تھے اور خود، میجر حمید احمد کلیم صاحب اور محمود احمد صاحب تینوں پیدل روانہ ہوتے ہی واپس آئے، جاتے ہوئے میں نے کہا بھی کہ اور گھوڑوں کا انتظام ہو سکتا ہے مگر نہیں مانے۔ جب واپس آئے تو رات کو بارش شروع ہو گئی اس وقت ہمارے پاس ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اس میں ہم سب نے رات بسر کی۔ صبح سویرے ایریا کمانڈر صاحب پاکستان آرمی ان کو ملنے کے لئے آئے۔ ہم نے زمین پر کمبل بچھا دیئے اور بیٹھ گئے۔ اسی وقت ایریا کمانڈر صاحب نے اپنے اردلی کو کہا کہ فوراً یہاں چارپائیاں لے آؤ تین چار آدمی چارپائیاں لے کر آ گئے۔ ایریا کمانڈر نے مجھے کہا کہ آپ نے رات کو کیوں نہیں بتایا میں رات کو چارپائیاں بھیج دیتا۔ آپ چارپائی پر بیٹھ گئے اور اس سے باتیں کرتے رہے۔ جب ایریا کمانڈر چلا گیا تو مجھے کہنے لگے سلام صاحب کمبل زمین پر بچھاؤ اور پھر زمین پر لیٹے رہے دن وہاں گزارا۔ رات کو ٹرک پر بیٹھ کر سرائے عالمگیر پہنچے اس سفر میں، پاؤں پر چھالے پڑ گئے۔ میں نے بھمبر ہسپتال سے ٹینکچر آیوڈین لا کر دی وہ دن بھر چھالوں پر لگاتے رہے۔" (حیات ناصر جلد اوّل ص:285-286)

ضروری اعلان

امتحان بسلسلہ خلافت جوبلی تیسری سہ ماہی

(از اختلافات سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات)

لجنہ اماء اللہ پاکستان کے تحت ''از اختلافات سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات'' کا امتحان مؤرخہ 15 جون 2008ء بروز اتوار صبح 10:00 تا 12:00 بجے امتحانی مراکز میں ہوگا۔ تمام ممبرات سے اس میں شمولیت کی درخواست ہے۔

سیکرٹری تعلیم

جس کا عجز و نیاز مسلک تھا
مسکرانا رہا سدا شیوہ

منجانب

مکرمہ شریفہ بی بی صاحبہ
دفتر مصباح پاکستان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

مکرم عامر خان طارق صاحب

سیّدی کی جب وفات ہوئی تو میری عمر 14 سال کی تھی۔ چونکہ میرا اکثر وقت قصر خلافت میں حضورؒ کے ساتھ گزرا اس لئے اللہ نے فضل کیا بیش بہا واقعات اور حضورؒ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر گواہ بنا دیا۔ خدمت کا موقع ملا، نصائح اور تربیت ملی۔ یہاں بہت ہی مختصر، ہلکی پھلکی سی باتیں اور یادیں پیش کرتا ہوں۔ یہ بات بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ میں تاریخی حوالہ سے حضورؒ کی ذات پر اور سیرت پر تحریر نہیں کر رہا بلکہ وہ نصائح اور حضورؒ کے شمائل بیان کر رہا ہوں جو میں نے دیکھے اور جو مجھ سے وابستہ تھے۔

ہم تمام بچے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو ''ابا حضور'' کہتے تھے۔ میری والدہ صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ (شکری) حضورؒ کی بڑی بیٹی ہیں۔ اُمّی بہت لاڈلی تھیں۔ غالباً اسی لئے آگے ہم امی کے پانچ بچے بھی بہت لاڈلے ہو گئے لیکن حقیقت یہ کہ حضورؒ کو اپنی ساری اولا اور اولا در اولاد سے بہت محبت اور پیار تھا۔

چھوٹی عمر میں ہی ہماری نانی اور حضورؒ کی حرم اوّل حضرت منصورہ بیگم جنہیں ہم ''رانی امی'' کہتے تھے نے ہمیں بتایا اور ہماری گھٹی میں ڈال دیا کہ یہ شخص تمہارے نانا بعد میں ہیں پہلے اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اس نصیحت اور تربیت کا احسان تمام عمر نہیں اتارا جا سکتا۔ بچپن تو بچپن ہی ہوتا ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ حضورؒ کا ادب واحترام اور سب سے بڑھ کر محبت واطاعت بڑھتی چلی گئی۔ رانی امی کے ذکر سے یاد آیا کہ میں اکثر حضورؒ کے ساتھ احمد نگر زمینوں پر جاتا تھا اکثر جانے سے پہلے دیکھتا دروازے پر کھڑے ہو کر حضورؒ رانی امی سے کہتے ''اچھا منصورہ جی اجازت ہے'' ادھر رانی امی جو خود سراپا اطاعت محبت تھیں اجازت کیا دیتیں بلکہ فرماتیں ''اللہ حافظ خیریت سے جائیں خیریت سے آئیں''۔ لیکن یہ مثالی محبت تھی حضورؒ اپنی نظر میں رانی امی کو ان کی اہمیت کا احساس دلاتے تھے۔

حضرت منصورہ بیگم کی وفات سے چند ماہ قبل میں ایبٹ آباد پڑھنے جا چکا تھا میں وہیں تھا جب آپ بیمار ہوئیں اور چند دنوں میں وفات ہوگئی۔ حضورؒ خود اور رانی امی بیماری میں کہتی رہیں کہ ''عامر'' کو بلالو اسے اطلاع دو لیکن سخت پریشانی میں گھبراہٹ میں آگے بچوں سے یہ سستی ہو گئی۔ جب وفات ہوگئی تو مکرم کرنل ایاز صاحب کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے لے آئیں، اچانک صدمہ نہ ہو تو، صرف اتنا بتایا کہ طبیعت بہت خراب ہے اب جب میں ربوہ پہنچا تو یہی معلوم ہوا کہ طبیعت بہت خراب ہے۔ اندر گیا آخری دنوں میں جہاں حضور کی رہائش تھی اس کے Lounge سے حضورؒ باہر آئے۔ مجھے گلے لگایا اور میرے

کان میں انتہائی صبر اور ملائمت سے فرمایا ''رانی امی جارہی ہیں جا کر اُن سے مل لو'' کمرے کا دروازہ بند تھا۔ حضورؒ کا صبر دیکھ کر پھر ذہن میں آیا کہ شاید بہت بیمار ہیں علاج کے واسطے لے جارہے ہیں۔ جب دروازہ کھول کر اندر گیا تو رانی امی کو کفن میں لپٹے دیکھا، جیسے Shock میں چلا گیا باہر آ کر حضورؒ کے قدموں میں بیٹھ کر خوب رویا حضورؒ کو میری رانی امی کی وفات پر لاعلمی اور اس اچانک صدمہ پر سخت غم تھا۔

حضرت صاحب کا ایک عجیب وصف میں نے دیکھا اور وہ حضورؒ کے اعتماد کرنے اور اعتماد دینے کی عادت تھی۔ اپنی شفقت اور اعتماد سے ایک بچے کو بھی بڑا بنا دیتے۔ کام لیتے اور Confidence دیتے تھے۔

طبیعت میں بہت سادگی لیکن بہت نفاست تھی جو خوشبو لگاتے وہ بھی خاص تھی۔ پتا لگ جاتا حضورؒ آ رہے ہیں یا ہو کر گئے ہیں۔ بد بو سے نفرت تھی یہاں تک کہ بد بو سے حضورؒ کو متلی ہونے لگتی۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتے ہوئے زمانہ کی ایجادات کو بڑی خوشی اور مسرت سے دیکھتے اور ذکر کرتے ہوئے فرماتے تمام ایجادات اللہ تعالیٰ نے جماعت کی خدمت کے لئے پیدا کی ہیں۔ اسی طرح فارغ وقت میں تفریح کو پسند فرماتے۔ کہیں پکنک کا اہتمام فرماتے یا سیر کو جاتے۔ طبیعت میں خشکی نام کو نہیں تھی۔ شکار کا بہت شوق تھا مجھے خود شکار کا شوق دیا۔ 1978ء میں میرے اور میرے بڑے بھائی باسل کے لئے Air gun لائے۔ میں اور حضورؒ ساتھ سوزنی پر لیٹ کر بندوق کا نشانہ Set کرتے۔ حضور کے بھائی مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو شکار کا بہت شوق تھا۔ حضور مجھے گاڑی دیتے، Air gun کے چھرے دیتے اور پھر شکار پر بھیجتے۔ مکرم مرزا انس احمد صاحب مجھے کہتے ابا سے شکار پر جانے کی اجازت لو اور گاڑی مانگو۔ کوئی گاڑی فارغ ہوتی تو ضرور اجازت ملتی۔ حضورؒ کو ایک پرندہ جسے ''ہریل'' کہتے ہیں کھانے میں بہت پسند تھا۔ یوں تو باقی شکار پارٹی مجھ سے زیادہ فاختہ مارتی لیکن مجھے ہر دفعہ ایک یا دو ہریل مارنے کا موقع مل جاتا۔ حضورؒ فرماتے سارا شکار ایک طرف عامر کا ہریل ایک طرف۔ اور بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

حضرت صاحب جب ناشتے پر آتے تو اکثر پرانے واقعات سناتے۔ Partition، فرقان فورس، حضرت اماں جان اور حضرت مصلح موعود کے واقعات اور باتیں سناتے۔

مطالعہ کا شوق دیا۔ مجھے جو Pocket money یا ایسی ہی کوئی رقم تحفہ میں دیتے تو میں جا کر کوئی ناول اٹھا لاتا۔ کبھی منع نہیں کیا۔ کتاب پڑھنے کی عادت ہوگئی تو مضمون بھی خود بخود بدلتے چلے گئے۔ حضورؒ کی کوئی تقریر چھپ کر آتی تو حضورؒ ہم تمام بچوں کو اپنے دستخط کے ساتھ تحفہ دیتے۔

حضرت صاحب نے مجھے خدمت دین کے لئے بچپن سے ہی وقف کر دیا۔ اور مجھے بار بار یہ کہہ کر نصیحت فرماتے کہ میں نے تمہیں وقف کیا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ میں بہت چھوٹی عمر میں اپنے دومنزلہ گھر سے نیچے گر گیا۔ معجزہ تھا کہ بچ گیا۔ مجھے حضور کے پاس لے کر گئے حضرت صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب زندگی رکھتا ہے تو کوئی مصلحت ہوتی ہے اس کی زندگی اسی لئے رکھی گئی ہے کہ اسے اللہ کی راہ میں

وقف کر دیا جائے اور حضورؒ تواتر سے یہی بات بار بار فرماتے کہ تمہاری زندگی رکھی گئی کہ تمہیں وقف کیا جائے اور تم خدمت دین کرو۔ میں جب ایبٹ آباد جا رہا تھا غالباً ربوہ میں میری یہ حضورؒ سے آخری ملاقات تھی۔ میں حضورؒ کے قدموں میں بیٹھا تھا حضورؒ کا چہرہ اداس تھا یکدم حضور نے فرمایا "عامرؒ" جہاں جاؤ جہاں رہو ایک بات کبھی مت بھولنا کہ کس خاندان سے تمہارا تعلق ہے اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا " اور میرے بیٹے ہو تم" اور دوسرے یہ کہ میں نے تمہیں وقف کیا ہے جماعت تمہیں جھاڑو دینے کو بھی کہے گی تو وہ کام تمہیں کرنا پڑے گا۔"

حضور کا آخری سفر اسلام آباد کا تھا وہیں وفات ہوگئی۔ حضورؒ جب اسلام آباد پہنچے تو مجھے ایبٹ آباد فون کیا کہ ہم آگئے ہیں میں تمہیں بھی بلوالوں گا۔ حضورؒ کو دل کا حملہ ہوا تو میں اُس وقت ایبٹ آباد ہی میں تھا۔ حضور نے مجھے گاڑی بھیج کر بلوالیا میں تین دن حضور کے ساتھ رہا۔ حضور کی طبیعت بظاہر سنبھلی ہوئی تھی۔ واپس جانے کا وقت آیا حضورؒ نے گاڑی دی اور حضور کے ساتھ جو باقی سب گھر والے اور دیگر بچے تھے انہیں بھی کہا سب جاؤ عامر کو چھوڑ کر آؤ سیر بھی ہو جائے گی۔ حضور کی عادت تھی جب رخصت کرتے، گلے لگا کر پیار کرتے اور رقم دیتے۔ ایک ہی دفعہ مل کر رخصت کر دیتے۔ اس دفعہ میں واپس جا رہا تھا حضورؒ کے کمرے میں گیا خدا حافظ ہوا، ویسا ہی پیار اور خیال ہوا، اور میں کمرے سے باہر آ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بیت الفضل کی سیڑھی تک پہنچا تو محترمہ آپا طاہرہ صاحبہ کی آواز آئی کہ ابا حضور بلا رہے ہیں میں واپس ہوا تو حضور کمرہ سے نکل رہے تھے آپا اندر چلی گئیں حضور نے کچھ فرمایا اور غالباً کچھ رقم دی اور پھر گلے سے بہت دیر تک لگایا اور پیار کیا اور فرمایا اللہ حافظ اور اندر چلے گئے۔ میں نیچے جا کر کار میں بیٹھا تو حضور کے ایک باڈی گارڈ نے آ کر کہا کہ حضور بلا رہے ہیں۔ میں اوپر گیا حضور سیڑھیوں کے بالکل آخر پر کھڑے تھے۔ میں اوپر چڑھا اور ساتھ حضور کو بھی دیکھ رہا تھا۔ حضور کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا مجھے دیکھ کر حضور تھوڑا سا پیچھے ہٹے تا کہ میں اوپر آسکوں جب میں اوپر پہنچا تو حضورؒ نے فرمایا "عامر جی جا رہے ہو آؤ ایک اور دفعہ مل لیں۔" میں حیرت سے حضور کو دیکھ رہا تھا حضور نے گلے لگایا اور فرمایا زور سے میں حضور کو زور سے بھینچتا حضورؒ فرماتے اور زور سے۔ حضور نے اپنی داڑھی میرے سر پر رکھی تھی یوں محسوس ہوتا حضور دعا پڑھ رہے ہیں۔ بہت دیر زور سے گلے لگائے رکھا۔ دعائیں کرتے رہے نصیحت کرتے رہے۔ پھر خاموش ہوتے اور دعا کرتے پھر مجھے ساتھ لگاتے دونوں ہاتھوں سے میرا چہرہ اوپر کیا۔ آنکھوں میں دیکھا۔ میرا ماتھا چوما اور فرمایا اچھا جی! اللہ حافظ و ناصر! یہ کہہ کر تیزی سے مڑ گئے۔ حضور کمرے میں چلے گئے۔ میں نے حضور کو جاتے دیکھا نہیں معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہو گی۔ میں واپس آ گیا۔ چند دنوں میں حضور وفات پا گئے۔

یہ حضورؒ سے آخری ملاقات تھی حضرت صاحب اپنی ذات میں ایک Institution تھے جب کوئی شخص حضورؒ کی ذات پر بہت کچھ لکھ ڈالے گا تو آخر میں یہی کہے گا کہ ابھی بہت کچھ رہ گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے وابستہ دو واقعات

مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں خاکسار نے فضل عمر تعلیم القرآن کلاس برائے طالبات کی درس و تدریس اور نگرانی کا کام کیا۔ حضورؒ کی خدمت میں کام کی رپورٹ بھجوادیا کرتی تھی جبکہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نگرانِ اعلیٰ تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے کلاس کے اختتام پر حضورؒ کی زیارت اور ملاقات کا پروگرام بنایا اور تمام طالبات کو حضورؒ سے اجازت لے کر حضور کے گھر پر برآمدے میں ترتیب سے بٹھا دیا۔ حضورؒ مقررہ وقت پر تشریف لائے۔ حضورؒ صحن میں سے گزر کر برآمدے میں جہاں طالبات بیٹھی تھیں آرہے تھے کہ گھر کے کُتے نے بہت بری طرح بھونکنا شروع کر دیا۔ اگرچہ وہ زنجیر سے بندھا ہوا تھا مگر اس کی آواز بہت تکلیف دہ تھی۔ حضورؒ نے ایک دو مرتبہ اُسے ڈانٹا اور خاموش کرانا چاہا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر حضورؒ دو چار قدم اُس کی طرف بڑھے اور بڑے جلال سے کہا: اگر اب تم نے آواز نکالی تو پھر دیکھنا۔ اس پر وہ کُتا دم دبا کر اپنی جگہ چلا گیا۔...... اس کے بعد ہم حضورؒ کی زیارت اور نصائح سے فیضیاب ہو کر واپس آئے۔ حضور کا دورِ خلافت کامیابی کے ساتھ آزمائشوں کا دور تھا۔ مگر آپ نے ہم سب کو ہر مشکل کے وقت ہنسنا اور مسکرانا سکھا دیا اور اس طرح احمدیت کا قافلہ چلتا چلا گیا۔ اور مخالفین دیکھتے رہ گئے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سپین، پیڈرو آباد میں بیت بشارت کا سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد واپس ربوہ تشریف لائے وہ ایام جماعت کے لئے بہت ہی خوشی کے تھے۔ لجنہ اماء اللہ کے اجتماع میں حضورؒ تشریف لائے۔ اور بیت بشارت کا سنگِ بنیاد رکھنے کی بشارت سنائی۔ اس وقت حضورؒ نے فرمایا۔ سنگِ بنیاد تو ہم رکھ آئے ہیں مگر اس کا افتتاح دیکھیں کون کرتا ہے! خاکسار اس وقت قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ حضورؒ کا اُس وقت ایسے کہنا میرے دل کو لگ گیا اور دل ہی دل میں دعا کی کہ خدا تعالیٰ بیت اللہ کے افتتاح کی بھی حضورؒ کو توفیق دے...... مگر اس کے بعد پیارے آقا بہت جلد خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور ہم سب سے جدا ہو گئے۔ پھر ایسے ہوا کہ بیت اللہ کا افتتاح سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اپنے بندوں کی زبان سے ایسی باتیں کروا دیتا ہے جو پیشگوئی بن جاتی ہیں۔ اور پھر بہت جلد پوری ہو جاتی ہیں۔ پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔

آئے بھی اور آ کے چلے بھی گئے وہ آہ!
ایّامِ سعد اُن کے بسرعت گذر گئے

آئینہ شش جہات

مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ

یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ مَیں چند دوستوں کے ساتھ حضورؒ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ پڑھے لکھے لوگوں کا حلقہ تھا۔ گفتگو موضوع بدلتی رہی اور حضور ڈیڑھ دو گھنٹے تک مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے۔ جب ہم لوگ ملاقات کے بعد باہر آئے تو تمام دوست حضور کی شخصیت، حضور کے تبحر علمی اور عمیق مشاہدے سے اتنا متاثر تھے کہ ایک دوست نے بے ساختہ کہا۔

He is a six dimensional personality

کہ حضور ایسی شخصیت ہیں کہ زندگی کی شش جہات پر ان کی نظر ہے۔ سوچتا ہوں حضور واقعی آئینہ شش جہات تھے۔ حضورؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس منصب پر سرفراز فرمایا تھا اس کے تقاضے سے حضورؒ کی زندگی اور سیرت کے بارے میں بہت کچھ لکھا جائے گا۔ حضور کے سراپا اور حضور کی شخصیت کے بیان کے لئے نہ زبان کے پاس الفاظ ہیں نہ کسی کیمرے کی آنکھ میں وہ صلاحیت کہ حضورؒ کا پورا نقشہ دکھا دے۔ تحریر و تصویر دونوں مل کر بھی شاید حق ادا نہ کرسکیں۔ مجھے حضورؒ کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ بہت زیادہ میسر نہیں آیا۔ صرف مختصر عرصہ کے لئے کالج کے زمانے میں پھر کچھ عرصہ خلافت کے نصف آخر میں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا مگر جتنا کچھ بھی حضور کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے بخت کو اسی پر ناز ہے کہ ذرہ آفتاب کے حضور بار پا گیا۔ حضور اپنے خدام سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے اور طبیعت میں حلم بہت تھا۔ ایک مرتبہ کسی قانونی مسئلہ پر غور ہو رہا تھا۔ حضورؒ اسلام آباد میں تھے مجھے طلب فرمایا اور رات گئے تک مختلف حوالہ جات ملاحظہ فرما کر بعض باتیں مسودہ کے رنگ میں لکھواتے گئے۔ آئندہ روز لاہور سے برادرم مبشر لطیف احمد صاحب اور برادرم مرزا نصیر احمد صاحب جو معاملہ کی پیروی کررہے تھے کے ساتھ دوبارہ مسودہ پر غور ہونا تھا۔ حضور نے نماز عصر کے بعد ملاقات کا وقت مقرر فرمایا۔ جب حضور کی خدمت میں حاضری کا وقت قریب آیا تو مجھے دفعتاً خیال آیا کہ رات کو جو کچھ حضور نے مسودہ کے رنگ میں لکھوایا تھا وہ کاغذات میں کہیں رکھ کر بھول چکا تھا۔ سخت پریشانی ہوئی کہ آج نجانے کیا ہو تھوڑی ہی دیر میں حضورؒ نے طلب فرما لیا اور ہم تینوں حاضر ہو گئے۔ کام شروع ہوا تو حضور نے فرمایا" ہاں، کہاں ہیں وہ کاغذات جو رات کو لکھوائے تھے"۔ مَیں نے عرض کیا حضور وہ تو مَیں کہیں بھول گیا ہم سب سہمے ہوئے تھے کہ نہ جانے اب کیا ہو اور کیسی ڈانٹ پڑے اور میرا یہ عالم کہ کاٹو تو لہو نہیں مگر حضورؒ نے

صرف اس قدر فرمایا لاحول ولاقوۃ تین گھنٹے کی محنت ضائع کر دی۔ اور پھر اسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے دوبارہ لکھوانا شروع کر دیا۔ کسی غصے اور رنج کا اظہار حضور کی طرف سے نہیں ہوا۔ اس رات میں نے حضور کے اخلاق عالیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ کا نقشہ دیکھا۔

حضور اپنے خدام کی تربیت بھی بڑے خوبصورت انداز میں فرماتے تھے اور ذاتی زندگی کے بارے میں مفید مشورے عنایت فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی مقدمہ کے بارے میں مجھے حضور کی خواہش یہ معلوم ہوئی کہ اس مقدمہ کی پیروی کرنا میرے لئے مناسب نہیں اور جماعتی مفاد کے بھی منافی ہے۔ چنانچہ جب فریق مقدمہ میرے پاس آئے تو میرے انکار پر انہوں نے اس قدر اصرار کیا کہ میں نے یہ کہہ دیا کہ حضور نے منع فرمایا ہے وہ حضور کے پاس چلے گئے کہ مجھے مقدمہ کی پیروی کی اجازت فرما دیں۔ مَیں اپنی بے وقوفی پر دل ہی دل میں سخت شرمندہ تھا کہ حضورؒ کو الجھن میں ڈال دیا۔ حضورؒ نے تو فریق مقدمہ کو سمجھا دیا اور وہ مطمئن ہو کر چلے گئے مگر میں نادم تھا ایسے میں اگلے ہی روز حضورؒ نے بغیر اس بات کا ذکر کیے اپنی زندگی کے مختلف واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے وہ پوری نشست گویا میری تربیت کے لئے وقف ہو گئی۔ مَیں خوب سمجھ رہا تھا کہ روئے سخن میری طرف ہے مگر حاضرین میں سے کسی کو اندازہ نہ تھا کہ اس کے پس منظر میں میری غلطی پوشیدہ تھی۔ ہنستے کھیلتے ہلکے پھلکے انداز میں خدام کی تربیت فرماتے تھے۔ ناصحانہ انداز نہیں ہوتا تھا۔

بالواسطہ طریق پر نہایت دلنشین انداز میں بات سمجھا دینے کا حضور کو خاص ملکہ تھا۔ جس سال میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا حضور ان دنوں پرنسپل تھے، کالجوں میں سالِ اوّل کے طلبہ کو بے وقوف بنانے اور ان کا الو کھینچنے کا رواج عام تھا اور لاہور کے دوسرے کالجوں میں یہ رسم بڑھتے بڑھتے اذیت ناک صورت اختیار کر چکی تھی۔ حضورؒ نے داخلہ کے بعد پہلے ہی دن ہال میں طلبہ کو جمع کر کے ایک خطاب فرمایا۔ دیگر باتوں کے علاوہ فرمایا کہ ایک بات مَیں آپ کو بتا دوں ہم اس کالج میں بے وقوفوں کو داخلہ نہیں دیتے لہٰذا کسی کو بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کریں۔ پھر ایک نہایت پر مغز تقریر فرمائی کہ جو گندی رسمیں انگریز ہمارے اداروں میں چھوڑ گئے ہیں ان کی اپنی درسگاہوں میں ان کا نام ونشان تک نہیں۔ اسکے بعد نہایت ہی شفقت سے بعض بے ضرر اور معصوم شوخیوں کا ذکر فرماتے رہے جو کسی کے لئے ایذا رسانی کا باعث نہ ہو اور دائرہ اخلاق سے بھی باہر نہ ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں جماعتی ترقیات

محمد صادق ناصر صاحب انچارج خلافت لائبریری

نومبر 1965ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات ہوئی تو جماعت کے لئے انتہائی خوف کی حالت تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح الثالث منتخب کر کے جماعت کو امن اور اطمینان بخشا۔ آپ کا سترہ سالہ دورِ خلافت بے شمار برکات خداوندی اور تائیدات الٰہیہ سے پر ہے۔ آپ کی متعدد تحریکات (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور ان کے بابرکت نتائج سے جماعت کو استحکام حاصل ہوا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے براعظم افریقہ، یورپ، اور امریکہ کے کئی کامیاب دورے کئے۔ براعظم افریقہ میں احمدیت کا پیغام جس شان سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دور میں پھیلا وہ ایک عظیم الشان کامیابی تھی۔

آپ کے دور خلافت میں جماعت کو حاصل ہونے والی ترقیات کی ایک جھلک کچھ یوں ہے کہ آپؒ نے اپنے دست مبارک سے 28 اکتوبر 1966ء کو بیت اقصیٰ ربوہ کا سنگ بنیاد رکھا اور 31 مارچ 1972ء کو افتتاح فرمایا۔ اسی طرح آپؒ نے خلافت لائبریری ربوہ کا سنگ بنیاد 18 جنوری 1970ء کو اور افتتاح 3 اکتوبر 1971ء کو فرمایا۔ 24 مئی 1970ء کو بیت الفضل لنڈن میں حضورؒ نے نصرت جہاں سکیم کا اعلان فرمایا، جبکہ 12 جون کو ربوہ میں نصرت جہاں ریزروفنڈ کی تحریک فرمائی۔ مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر 15 اکتوبر 1972ء کو حضور نے خدام الاحمدیہ کے رومال کا نمونہ مقرر فرمایا۔ 28 دسمبر 1973ء کو صد سالہ جوبلی منصوبہ کا اعلان فرمایا۔ آپؒ کے دور خلافت کا اہم واقعہ 1974ء میں پاکستان اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، جو بعد ازاں ترقیات اور نویدوں کی بارش لے کر جماعت پر برسا۔

آپؒ کے سنہری کارناموں میں سے 1978ء میں ہونیوالی ''کسرِ صلیب کانفرس'' بھی ہے۔ اس طرح آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورِ خلافت میں 1980ء میں سپین میں سات سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ کا گھر ''بیت بشارت'' کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' یہ الہام بھی آپؒ کے دور خلافت میں اپنے ظاہری معنوں میں پورا ہوا۔ اور اس کے پہلے مصداق بننے کی سعادت گیمبیا کے گورنر جنرل ایف ایم سنگھاٹے صاحب کو حاصل ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بعض کتب قرآنی انوار کی اشاعت میں موصیان کی ذمہ داریاں، تعمیر بیت اللہ کے

23 عظیم الشان مقاصد، ہمارے عقائد، جلسہ سالانہ کی دعائیں، امن کا پیغام، ایک حرف تنبیہ اور المصابیح (خواتین سے خطاب کا مجموعہ کتابی شکل میں) ہیں۔

آپ کے کارہائے نمایاں میں سے نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی برکت کی بدولت جماعت احمدیہ کو بیرونی مشنز میں بہت وسعت اور ترقی نصیب ہوئی۔ اس تحریک کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کی تعلیم اور طبی خدمات میں بہت اضافہ ہوا۔ جس سال یہ تحریک پیش ہوئی یعنی 1970ء میں جماعت احمدیہ کے 28 ہسپتالوں اور دو لاکھ چونسٹھ ہزار آٹھ سو ستر مریضوں کا علاج کیا گیا جس میں سے تیرہ ہزار مریضوں کا علاج مفت کیا گیا۔ 5399 آپریشن کیے گئے وغیرہ۔ اس تحریک کے نتیجہ میں سینکڑوں سکولز اور کالجز افریقہ اور دیگر ممالک میں کھولے گئے۔ چنانچہ چار احمدیہ ہسپتالوں کو مصروف عمل پا کر سیرالیون کے صدر نے کہا:-

''میں سب سے پہلے جماعت احمدیہ کا جو یہ تعلیم کے میدان میں کر رہی ہے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس جماعت نے تعلیم کے ساتھ ساتھ طبی میدان میں بھی ہماری مدد کرنی شروع کی ہے۔ میں اس گرانقدر خدمات کیلئے جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں'' (الفضل 13 مارچ 1972ء)

گیمبیا میں صدر مملکت نے ایک ہسپتال کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:-

''میں نے اپنی گورنمنٹ سمیت اس بات کو محسوس کیا ہے کہ عین اس وقت سے جبکہ آج سے قریباً 20 سال قبل پہلے احمدی گیمبیا پہنچے۔ جماعت احمدیہ نے جہاں اس ملک میں روحانیت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا وہاں اس کے ساتھ ساتھ اس ملک کے دوسرے شعبوں میں جو بحیثیت ایک ترقی پذیر ملک ہونے کے گیمبیا کیلئے بہت اہم ہیں۔ جن میں تعلیمی اور طبی میدان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں جماعت احمدیہ پورے طور پر شریک رہی ہے''۔

(دی گیمبین نیوز بلٹن 24 مارچ 1980ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بابرکت دور خلافت میں پاکستان کے مختلف اضلاع میں تعمیر ہونے والی بیوت الذکر اور مربی ہاؤسز کی تعداد:-

اندرون ملک تعمیر ہونے والی بیوت الذکر	122
اس کے علاوہ 250 بیوت الذکر تعمیر ہوئیں۔	
اندرون ملک تعمیر ہونے والے مربی ہاؤسز	26
بیرون ملک تعمیر ہونے والی بیوت الذکر	175
بیرون ملک تعمیر ہونے والے مشن ہاؤسز	15

الغرض یہ تو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بابرکت و باسعادت دور میں جماعت احمدیہ پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے زبردست فضلوں اور بارشوں کی طرح نازل ہونے والی رحمتوں کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔

خدا تعالیٰ کا جماعت پر یہ خاص فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کی رحمتیں اور برکات اب بھی جاری وساری ہیں ان کا نظارہ آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے اور خلیفۂ وقت کے تمام ارشادات پر لبیک کہنے اور ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

خُدا کا ہے وعدہ خلافت رہے گی
مگر شرط اس کی اطاعت گذاری

یہ نعمت تمھیں تا قیامت ملے گی
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

۱۹۰۸ء ۲۰۰۸ء

ہم عہد کرتے ہیں کہ خِلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار رہیں گے۔

تمام جماعتِ احمدیہ کو مجلس ڈیفنس کی جانب سے

جشنِ خِلافت مبارک

از طرف: مجلس ڈیفنس (کراچی)

Misbah

EDITOR
Mirza Khalil Ahmad Qamar
June, July 2008

MONTHLY CHENAB NAGAR Regd # FD-5